معرکہ کربلا کے تاریخی حقائق

جلد اول

شہید ابن شہید رضی اللہ عنہما

مؤلف

علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

چشتی کتب خانہ
فیصل آباد

شہید ابن شہید اوّل

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

اَللہ اَللہ بائے بسم اللہ پدر معنیٔ ذبح عظیم آمد پسر

معرکۂ کرب و بلا کی سُرخ تصویر کتاب لاجواب

شہید ابنِ شہید اوّل

مُصنّفہ

کُشتۂ عشقِ رسُول، خاکپائے اولادِ بتُول

حضرت جناب الحاج صائم چشتی

چشتی کتب خانہ نزد جامعہ رضویہ ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد

فون

marfat.com

۲

شاہ ہست حسینؑ پادشاہ ہست حسینؑ
دین ہست حسینؑ دیں پناہ ہست حسینؑ
سر داد، نہ داد، دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ ہست حسینؑ

نام کتاب		شہید ابن شہید اول
موضوع		شہادتِ حسینؑ ابنِ علیؑ
مصنف		جناب الحاج صائم چشتی
ناشران		لطیف ساجد خالد محمود عظیم
کتابت		ایم شریف قادری
طابع		محمد شفیق مجاہد
صفحات		۳۶۸
پہلی بار	۲۰۰۰	۱۲ ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ
۲۲ بیسویں بار	۱۰۰۰	مارچ ۱۹۹۹ء

ہدیہ 120/- روپے
مکمل سیٹ 240/- روپے

مطبع اسود آفسٹ پریس
041-633013

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اِس کی حسینؑ، ابتدا ہیں اسماعیلؑ

انتساب

بصد خلوص اُن تمام شہیدانِ وفا کے نام جو حق و صداقت کے
تحفظ کے لئے قربان ہو جاتے ہیں

نذر

بصد احترام و ادب شہزادیٔ رسولؐ سیدہ زہرا بتولؑ کے حضور میں

گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف

گدائے آلِ رسولؐ

صائم چشتی

marfat.com

نقشِ اوّل

نَحمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم ط

سوانحِ کربلا کی ہمہ گیری سے کون انکار کر سکتا ہے۔ بظاہر یہ چند افراد پر مشتمل چھوٹی سی اللہ والی جماعت کی شہادت کا رنگین واقعہ ہے۔ مگر اپنی انفرادیت کے اعتبار سے تاریخ عالم کا وہ روشن ترین باب ہے جس کی تابانیاں تا ابد آباد قائم رہیں گی۔

اس واقعہ کی ہمہ گیر وسعتوں کا اندازہ آپ اس طرح بھی لگا سکتے ہیں کہ تیرہ صدیوں کا طویل عرصہ گذر جانے کے بعد بھی اس کی اثر آفرینیوں میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں آسکی۔

دنیا بھر کی مختلف زبانوں میں اس موضوع پر ہزاروں کتابیں لکھی جاچکی ہیں اور دنیا کا شاید ہی کوئی ایسا آدمی ہو جو اس دردناک واقعہ سے واقف نہ ہو۔

میری اپنی معلومات کے مطابق تاریخ عالم کے اس درخشندہ باب کا کوئی ایسا گوشہ نہیں جسے اجاگر نہ کیا گیا ہو اور کوئی ایسا پہلو نہیں جو نمایاں نہ کیا جا چکا ہو۔

نظم ہو یا نثر۔ شہادتِ حسینؑ بصد اندازِ زیبائی قرطاسِ عالم پر بہر نوع مرقوم نظر آتی ہے۔

اس اعترافِ حقیقت کے بعد مجھے اب یہ بتانا ہے کہ اس موضوع پر لاتعداد کتب موجود ہیں تو میں نے یہ کتاب کیوں تصنیف کی۔ اس کی کئی ایک وجوہات ہیں۔

اوّل یہ کہ باوجود اپنی بے بضاعتی اور بے سروسامانی کے خریدارانِ یوسفؑ میں اپنا نام لکھوانے کی تمنا تھی۔ یا پھر اسے نگاہِ حسینؑ کا کرشمہ سمجھ لیجئے۔

دوم یہ کہ یہ شہادتِ حسینؑ کی ہمہ گیر اثر انگیزی ہے کہ یہ واقعہ ہر دور میں لکھنے والوں کی توجہ کا مرکز بنا رہے گا۔ اگر مجھ سے پہلے ہزاروں کتابیں لکھی جا چکی ہیں تو میرے بعد بھی ہزاروں کتابیں لکھی جائیں گی اس عظیم ترین داستانِ الم میں ایسی زبردست کشش اور مقناطیسی اثرات ہیں کہ قلم خود بخود اس کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں۔

سوم وجہ اس کتاب کو لکھنے کی یہ ہے کہ ہمارے ملک میں چند ایسے لوگ پیدا ہو چکے ہیں جو اس خونچکاں داستان کی سرخی اڑا لینے کی فکر میں ہیں حالانکہ وہ قیامت تک ایسا نہیں کر سکتے۔

marfat.com

اور نہ ہی وہ اس مذموم کوشش میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

ان لوگوں کو ان کی خرافات کا جواب دینے والا اگر دنیا میں کوئی بھی باقی نہ رہے تو جب بھی خونِ حسینؑ میں وہ قوت موجود ہے کہ وہ اپنی حرمت اور عظمت کا تحفظ کر سکے۔ اپنی عصمت و عفت اور طہارت و پاکیزگی کی حفاظت کر سکے۔

حسینؑ ابن علیؑ کی شہادت "نقش فی الحجر" کی حیثیت رکھتی ہے اسے مٹایا نہیں جا سکتا۔ حسینؑ کی عظمت و محبت اور مودت و عقیدت پھولوں کی خوشبو کی طرح مومنوں کے دلوں میں رچ بس گئی ہے اس کو نکالا نہیں جا سکتا۔

حسینؑ کے خون کی سرخی تو فضاؤں میں شفق بن کر بکھری ہوئی ہے اسے کس طرح مٹایا جا سکتا ہے۔

جس طرح قرآن مجید کا ہر لفظ حفاظ کرام کے سینوں میں قیامت تک محفوظ رہے گا اسی طرح قرآنِ ناطق جناب حسین علیہ السلام کی محبت مومنوں کے دلوں میں تا ابد الآباد قائم و دائم اور باقی رہے گی۔

جس حسینؑ کی عظمت و سربلندی کے نقوش یزیدیوں کی تلوار نہ مٹا سکی۔ اُس حسینؑ کی سرفرازیوں کی داستان کو یزیدیوں کے قلم کس طرح تبدیل کر سکتے ہیں۔ جس مقام پر یزید کی عسکری قوت ناکام رہی ہے اُس مقام پر یزید کے ہم مشربوں کی سیاست بھی ناکام رہے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا بھر کے مصنفین مل کر بھی سیدنا حسین علیہ السلام کی مخالفت پر اپنے قلم حرکت میں لے آئیں تو خونِ حسینؑ کے رنگ و نور میں ذرہ برابر بھی کمی واقع نہیں کر سکتے اور اگر دنیا بھر کے تمام لوگ شہادتِ حسینؑ میں حسنِ عقیدت کا رنگ بھرنا چاہیں تو اُس کی ذاتی دلکشی اور حسن و رعنائی میں ذرہ برابر بھی اضافہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ امام عالی مقام سید الشہداء امام حسین علیہ السلام عظمت و سربلندی کے جس مینارۂ نور پر کھڑے ہیں وہاں تک نہ تو مخالفین و معاندین کی پہنچ ہو سکتی ہے اور نہ ہی مخلصین و محبین کی رسائی ممکن ہے۔

شہادتِ حسینؑ تو ایک معیار ہے، ایسا معیار جس کو سامنے رکھ کر حق و باطل اور کفر و ایمان کا امتیاز کیا جا سکے۔ ایک ترازو ہے جس میں بغض و عداوت اور محبت و مودت کا وزن کیا جا سکے۔

اگر کوئی مبغوض و مغضوب شخص رحمتِ خداوندی سے دور رہنا چاہتا ہے تو اُسے

marfat.com

سینے میں نواسۂ رسُول سے بُغض اور عداوت آجاتے ہیں ۔ اور اگر کسی کو رحمتِ خداوندی کے حلقہ میں رہنا ہوتا ہے تو حُسین علیہ السّلام سے محبّت و عقیدت کا سمندر اُس کے سینے میں موجزن ہوجاتا ہے اور یہ معیار کسی دُنیادار منطق دان اور فلاسفر کا قائم کیا ہوا نہیں ۔ بلکہ یہ چیز قرآن و حدیث سے منصوص ہے ۔

بات دُور نکل آئی ۔ بتانا یہ تھا کہ میری اس کتاب سے عظمتِ حسینؑ میں تو کچھ اضافہ نہیں ہوسکتا ۔ البتہ مجھے اُن کے دربارِ گوہربار اور منبعِ فیض و عطا سے سندِ مغفرت ضرور مل سکتی ہے ۔

میرے سامنے بھارت اور پاکستان کے باطل نواز یزید کے کاسہ لیسوں اور ریشمی منشیوں کی لکھی ہوئی چند کتابیں یکے بعد دیگرے آئیں جن میں ان کوتاہ اندیش یزیدی مصنفوں نے پوری پوری کوشش صرف کردی ہے کہ کسی طرح یزید کو خلیفہ برحق ، امیر المومنین اور ولی اللہ ثابت کیا جاسکے اور امام حسینؑ کو (نعوذ باللہ) شر انگیز ، فتنہ پرداز ، خلافتِ الٰہیہ کا باغی اور مفسد قرار دیا جائے ۔ ان شر انگیز کتابوں کے جواب میں چند رسائل اور ایک ضخیم کتاب بھی نظر سے گذری جن میں معاندینِ اہلِ بیت کے بہتانوں کا جواب دینے کی حتی الامکان سعیٔ بلیغ کی گئی ہے ۔ اور یہ جوابات ایسے بھی نہیں جن میں ہلکا پن اور بوداپن پایا جاتا ہو ۔ تاہم ان میں ایک تشنگی مزید معلوم ہوتی ہے اور اس تشنگی کی وجہ یہ ہے کہ جواب دینے والے حضرات نے یزیدیوں کے استدلال کو توڑنے کی طرف کم توجہ دی ہے اور اپنے دلائل پیش کرنے میں زیادہ محنت کی ہے ۔

حالانکہ اگر تھوڑی سی توجہ مزید دی جاتی تو ارضِ پاکستان میں اُٹھنے والے شرارت کے اس طوفان کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوجاتا ۔ ہماری تحقیق کے مطابق یزید کے حواریوں نے اپنے پیشوا یزید ہی کی طرح اپنے استدلال کی بنیاد بے ایمانی اور سیاست پر رکھی ہے ۔ اُنہوں نے حوالے پیش کرتے وقت عبارتوں کو قطع برید کرکے اپنی ضرورت کے ٹکڑے نقل کئے ہیں حالانکہ ایسا کرنے سے قرآن مجید جیسی عظیم آسمانی کتاب سے جو دل چاہے مطلب نکالا جاسکتا ہے اور ان ناعاقبت اندیشوں نے قرآن کی آیات سے بھی اسی طریقہ سے اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کی ہے کسی بھی عبارت کے سیاق و سباق کو نظر انداز کرکے مطلب برآری کرنا لکھنے والے کی بے ایمانی کی انتہا ہوتی ہے اور ایسے شخص کو محقق کا نام دینا لفظِ تحقیق کی کھُلی توہین اور واضح تکذیب ہے ۔

بہر صورت جانبین کی کتابوں کا مطالعہ کیا تو دل کے کسی گوشہ سے عشقِ حسینؑ نے کروٹ لی اور تقریباً پانچ صد کتب تفاسیر و احادیث اور تواریخ و سیر کی عبارتوں پر مشتمل کتاب " شہید ابنِ شہید " کا خاکہ تیار ہوگیا ۔ ضخامت کا اندازہ کیا تو دو ہزار صفحات بنتے تھے اور اب اس کے بعد یہ مرحلہ سامنے آگیا کہ طبع کیسے ہو !

marfat.com

چند خوش نصیب لکھنے والوں کو چھوڑ کر ہر مصنف اسی مصیبت میں گرفتار نظر آتا ہے۔ بہر حال اسی تگ و دو میں سات سال کا طویل عرصہ گذر گیا۔ اس دوران میں عوام کے ذہنوں کو بھی پڑھتا رہا۔ اور اپنی کوشش بھی جاری رکھی۔ بالآخر ایک تجویز سامنے آگئی کہ اس تحقیقی شاہکار کو مزید کچھ دیر معرض التوا میں رہنے دوں اور اس کے ابتدائیہ کے طور پر ایک ایسی مختصر کتاب ترتیب دوں جس میں بحث و مناظرہ سے مکمل طور پر اجتناب کیا گیا ہو۔ اور اس میں بجائے حوالوں کی بھرمار کرنے کے سوز و گداز بھر دیا جائے، آہوں کے طوفان بند کر دیئے جائیں، آنسوؤں کے سمندر سمو دیئے جائیں اور درد و الم کی تصویر کھینچ دی جائے اور اس کتاب کو شہید ابنِ شہید کے پہلے حصّے کے طور پر متعارف کرایا جائے۔ چنانچہ یہ کتاب آپ کے سامنے ہے۔

بحث و تمحیص، نقد و نظر، تعدیل و جرح اور تبصرہ و مناظرہ کے لئے اسکے دوسرے اور تیسرے حصّہ کو مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اس حصّہ کے حوالوں کو خدا کے حوالے کر دیا گیا ہے انشاء اللہ العزیز دوسرے حصّوں میں قارئین کو حوالوں کے حوالے کر دیا جائے گا۔ دعا فرمائیں کہ یزیدیوں کی تردید میں لکھی ہوئی بقیہ کتاب کی طباعت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ میری امداد و استعانت فرمائے اور حفاظتِ حق کیلئے نواسۂ رسولؐ کی رگوں میں مچل جانیوالے خون کے صدقہ سے میری اس نذر کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

جب اس صحیفۂ درد کو پڑھتے ہوئے آپ کی آنکھیں ڈبڈبا رہی ہوں تو مجھے بھی اس عبادت میں شریک کر لینا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ سے محبتِ حسینؓ اور مودتِ اہل بیتِ مصطفٰے نصیب فرمائے اور یزیدیوں کے شر سے مسلمانوں کے ایمان کو محفوظ فرمائے۔

قارئین کرام کی خدمت میں آخری استدعا یہ ہے کہ جب کتاب کو آپ ختم فرمائیں تو میرے والدِ مرحوم کے لئے دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو منور فرما کر جنت کا باغ بنا دے۔

آپ میرے باپ کے لئے دعا کریں میں آپ کے تمام فوت شدگان کے لئے دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ انہیں قیامت کے دن پرچمِ حسینؓ کا سایہ نصیب فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین۔

دعا گو صائم چشتی

۱۰ ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ

۱۶ نومبر ۱۹۷۵ء

marfat.com

شانِ اہلبیتِ مصطفےٰ

لِی خَمْسَۃٌ اُطْفِیْ بِھَا حَرَّ الْوَبَاءِ الْحَاطِمَۃ
اَلْمُصْطَفٰی وَ الْمُرْتَضٰی وَ اِبْنَاھُمَا وَ الْفَاطِمَۃ

بیدمؔ یہی تو پانچ ہیں مقصودِ کائنات
خیر النساء حسین و حسن مصطفےٰ علی

(بیدم وارثی)

جن کی مدح و ستائش اور تعریف و توصیف قرآن بیان کرے۔ انسان اُن کی تعریف کا کیا حق ادا کر سکتا ہے۔ گلستانِ رسالت کی بہاروں اور چمنستانِ نبوت کے پھولوں کے حضور میں کونسے عقیدت کے پھول پیش کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں

آفتابِ عالم کی درخشندہ کرنوں کے حضور ایک حقیر ذرہ کیا نذر پیش کر سکتا ہے۔ میں تو اہلبیتِ رسول کے در و دیوار کا حقیر سگ ہوں۔ مالکوں کی توجہ مبذول کرانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا رہتا ہوں۔ شاید کبھی رحم کھا کر کرم کا ٹکڑا ڈال دیں اور میری نجات ہو جائے بس اس کے سوا اور کیا ہے۔ اس چمنستانِ کرم کی پوری پوری تعریف تو خدا تعالیٰ ہی کر سکتا ہے۔

خداوندِ قدوس نے قرآن پاک میں اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ارشاد فرمایا: محبوبؐ اعلان فرما دیجئے کہ ہم نے تمہیں گمراہی اور ضلالت سے نکال کر ہدایت کا راستہ دکھا یا ہے اور ہم تم سے اپنا حق تبلیغ یہ مانگتے ہیں کہ ہماری اہل بیت اطہار سے محبت کرو، مودت کرو۔

قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی۔ شوریٰ آیت ۲۳

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خداوندِ تعالیٰ کا یہ حکم سُنا تو دربارِ مصطفےٰ میں عرض کیا۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ قَرَابَتُکَ[1] هٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ وَجَبَتْ عَلَیْنَا مَوَدَّتُهُمْ۔

---

[1] تفسیر ابن عربی ۲۱۲

marfat.com

یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہمیں فرما دیا جائے کہ آپ کے وہ کون قریبی ہیں جن کی محبت و مودت ہم پر واجب کر دی گئی ہے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

علی و فاطمۃ والحسن والحسین وابناءھما۔ یعنی علی، فاطمہ، حسن و حسین اور اُن کے بیٹے۔

دوسری روایت میں ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا:-

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَابَتِکَ وَالَّذِیْنَ نَزَلَتْ فِیْہِمُ الْآیَۃُ۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ آپ کے کون قریبی ہیں جن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ تو امام الانبیاء نے فرمایا:-

علی وفاطمۃ وابناھما۔ یعنی علی، فاطمہ اور ان کے بیٹے۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ آیت کریمہ صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی شامل ہے مگر یہ خیال درست نہیں۔

اہل بیت کے خصائص صحابہ کے لئے نہ بھی ثابت کئے جائیں تو جب بھی صحابہ کی شان و فضیلت بہت بلند و بالا ہے۔ اس آیت کریمہ میں تو صحابہ کرام کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے حق تبلیغ مانگنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔ اور پھر صحابہؓ کے پوچھنے پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری پوری وضاحت فرما دی ہے کہ تمہاری محبت و مودت کے حقدار جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم، جناب فاطمۃ الزہرا اور جناب حسنین کریمین سلام اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

کیا بات رضاؔ اس چمنستانِ کرم کی
زہرا ہے کلی جس کی حسین اور حسن پھول (اعلیحضرت بریلویؒ)

قرآن امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ نازل ہوا، اور آپ ہی نے اس کی

لے جلالین مصری ۳۲۲، مدارک ۱۰۵، کبیر ۱۶۶، ابن جریر ۱۴/۲۵، خازن، معالم ۱۲۲، صاوی ۴۲، حقانی ۱۱، صواعق محرقہ ۱۰۱، زرقانی علی المواہب ۷

تفسیر فرما دی پھر تاویلوں کی کیا ضرورت ہے۔ حضور صاحب قرآن ہیں جس کیلئے جو چاہیں اعزاز مخصوص فرما دیں۔ آپ مالک و مختار ہیں، صاحب اختیار ہیں۔

آئت تطہیر بلا شبہ ——— اُمّہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی شان میں نازل ہوئی ——— مگر صاحب قرآن رسول ہاشمی کے لامحدود اختیارات کی وسعت تو دیکھئے۔ آپ کی حضرت علی و فاطمہ اور حسن و حسین سے والہانہ محبت و شفقت کا انداز تو دیکھئے۔ آیت نازل ہوتی ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ۝ (الاحزاب ۳۳)

اے نبیؐ کے گھر والو! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر آلودگی کو دور کرکے تمہیں خوب پاکیزہ کر دے۔

نزولِ آیت ہوا تو امام الانبیاء نے آواز دی علیؓ آجاؤ۔ بیٹی فاطمہؓ تم بھی آؤ اور حسنؓ و حسینؓ کو بھی ساتھ لیتی آؤ۔

فدعا النبیؐ علی و فاطمہ والحسن والحسین۔

چاروں نفوس قدسیہ حاضر ہو گئے۔ امام الانبیاء نے ایک طرف حضرت علی کو بٹھایا دوسری طرف جناب فاطمہ کو بٹھایا۔ جناب حسن و حسین کو گود میں لیا اور شانِ مزمل کی حامل کملی مقدس میں سب کو چھپا لیا اور ربّ عالم کی بارگاہ میں دعا کی:۔

اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ فَاَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا ۝

یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں تو ان سے ہر آلودگی کو دور فرما کر خوب پاکیزہ فرما دے۔

آیت تطہیر حضرت اُم سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی تھی اور وہیں پہ ہی یہ بزم نور سجائی گئی تھی۔ اُمّ المومنین اُم سلمہ نے یہ کیف پرور اور نور بیز سماں دیکھا تو آگے بڑھ کر دربار رسالت میں عرض کیا۔

اَنَا مَعَھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں بھی اس بزم نور میں شامل ہوں۔ تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تالیفِ قلبی فرماتے ہوئے فرمایا۔ اُم سلمہ تم خیر پہ ہو اور اپنے مقام پہ ہو۔ قال

لہ ا: ۲۳ ترمذی شریف ۲/۲۲۷ علاوہ ازیں اس روایت کے لئے دیکھیں المستدرک ۳/۱۴۶ (باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

اَنْتَ عَلٰی مَکَانِکَ اَنْتَ عَلَی الْخَیْرِ۔

آیتِ مقدسہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے سب گھر والوں کے لئے عام حکم فرمادیا ہے اس لئے اس میں کسی کو بھی خارج نہیں کیا جاسکتا۔

دُعا کے لئے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صرف چار ہستیوں کو انتخاب فرمایا ہے اس تخصیص کو توڑا نہیں جاسکتا۔ یُوں تو آپ پوری کائنات کیلئے رحمت بن کر آئے ہیں۔

صحابہ کرام ہوں یا آپ کی ازواجِ مطہرات آپ کی نگاہِ رحمت و شفقت نے ہر ایک کو نوازا ہے۔ ہر ایک کی تالیف قلبی فرمائی ہے۔ جو جو بھی آپ کے حلقۂ رحمت میں آگیا فضیلتوں کا پیکر بن گیا۔ ذرہ تھا تو آفتاب بن کر چمکنے لگا، قطرہ تھا تو بحرِ بیکراں بن گیا۔ کانٹا تھا تو پھول بن گیا۔ پتھر تھا تو لعل و الماس بن گیا۔ غلام تھا تو آقا بن گیا۔ مقتدی تھا تو امام بن گیا۔ شقی تھا تو سعید ہوگیا۔ فقیر تھا تو غنی ہوگیا۔ ناپاک تھا تو پاک ہوگیا۔ ابوبکر تھا تو صدیق ہوگیا۔ عمر تھا تو فاروق ہوگیا۔ عثمان تھا تو ذوالنورین ہوگیا۔ راہزن تھا تو رہنما ہوگیا۔ حبشی تھا تو قرشیوں کا سردار ہوگیا۔ اعرابی تھا تو صحابی ہوگیا۔ رحمت سے دُور تھا تو قریب ہوگیا۔ دشمن تھا تو حبیب ہوگیا۔ الغرض محمدِ عربی کی جس جس پر بھی نگاہِ التفات اُٹھتی گئی اُسے مہرِ عالمتاب بناتی گئی۔ جس کسی کے بھی فضائل پڑھو یوں معلوم ہوتا ہے کہ تمام تر اعزازات اِسی کو تفویض کر دیئے گئے ہیں۔

مگر کملی میں آنے والے چاروں نفوسِ قدسیہ تمام کائناتِ عالم سے ایک خاص اور علیحدہ شان کے مالک ہیں۔ جس قسم کی محبت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان چاروں سے تھی اُس میں کوئی بھی اِن کا شریک و سہیم نہیں۔

کبھی آپ نے اس بات پر بھی غور کیا ہے کہ قرآن نے اِن سے محبت کرنے کا حکم کیوں دیا ہے۔ خدا نے کیوں حکم فرمایا ہے کہ "محبوب! اہلِ ایمان سے مطالبہ کیجئے کہ میری اہل بیت سے محبت کیجئے" اس میں راز یہ تھا کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(بقیہ صفحہ گذشتہ) خصائص کبریٰ ۲۶۴/۲ اشعۃ اللمعات ۶۸۱/۴ اسد الغابہ ۱۲/۳ ۔ ۵۲/۵ نزہتہ المجالس ۲۲۲/۵ مظاہر حق ۱۴۵/۴ دُرِّ منثور ۱۹۹/۵ کبیر ۲۶۵/۶ خازن ۲۵۹/۲ معالم ۲۵۹/۳ ، ابنِ کثیر ۴۸۳/۳ مدارج النبوت ۲۶۴/۲ صواعق محرقہ ۲۳۳ الاصابہ ۳۶۷/۴

marfat.com

نہ ان سے والہانہ محبت تھی ۔ سرورِ انبیاء خدا کے محبوب تھے ۔ خدا وندکریم کو رسولِ کریم سے محبت تھی ۔ رسولِ کریم کو علی و فاطمہ اور حسین و حسن سے محبت تھی ۔ حضور خدا کے محب تھے ۔ یہ چاروں حضور کے محبوب تھے ۔ محبوب کی محبوب چیز سے دوہری محبت ہوتی ہے ۔ حضور نے عرض کیا ۔ یا اللہ میں تیرا محبوب ہوں اور یہ میرے محبوب ہیں تو بھی ان سے محبت فرما ۔ خدا تعالےٰ نے فرمایا ۔ محبوب میں تو ان سے محبت کرتا ہی رہوں گا ۔ میری محبت کا تقاضا یہ ہے کہ جن سے تو محبت کرتا ہے میرے خاص بندے بھی ان سے محبت کریں اسلئے مَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبیٰ کا اعلان فرماکر وضاحت کر دیجئے کہ آپ کے محبوب قریبی کون لوگ ہیں ۔

یہ کوئی منفرد ضمیر یا اندھی عقیدت کا سیلاب نہیں بلکہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت اور ارشاداتِ رسولؐ ہیں جن کی روشنی میں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان چاروں سے منفرد قسم کی محبت تھی ۔ چند روایات ملاحظہ ہوں ۔

عن ابی ھریرۃ قال نظر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی علی[۱] و الحسن والحسین والفاطمۃ فقال انا حرب لمن حاربکم سلم لمن سالمکم

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی و فاطمہ اور حسن و حسین کی طرف دیکھ کر فرمایا ۔" ہماری اُس سے لڑائی ہے جو ان سے لڑے گا اور اُس سے صلح ہے جو اِن سے صلح رکھے گا ۔

آپ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ آپ کو اہل بیت میں کس کے ساتھ زیادہ محبت ہے آپ نے فرمایا حسن اور حسین سے ۔

اِنَّہٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ یَقُوْلُ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم اَیُّ اَھْلِ بَیْتِكَ اَحَبُّ اِلَیْكَ[۲] قَالَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ ۔

پھر فرمایا جو ان سے محبت رکھے گا ہم اُس سے محبت رکھیں گے جو ان سے بغض رکھے گا ہم اُس سے عداوت رکھیں گے ۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم مَنْ اَحَبَّھُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ یَعْنِیْ حَسَنًا وَحُسَیْنًا[۴] ۔ مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمَا اَغْضَبَنِیْ

---

۱ البدایہ والنہایہ ۲۰۵/۲ ۔ ۲ الاستیعاب ۳۸۰/۱ ۔ ۳ مشکواۃ ۶۴۴/۲ ترمذی ۲۴۱/۲

۴ فیض القدیر شرح جامع الصغیر

marfat.com

یہ روایتیں چاروں نفوسِ قدسیہ اور حضرت حسن وحسین علیہم السّلام کے لئے تھیں۔
اب حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کیلئے روایات ملاحظہ فرمائیں۔
عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ کَانَ اَحَبُّ النِّسَاءِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم فَاطِمَۃُ وَمِنَ الرِّجَالِ عَلِیٌّ۔[1]

حضرت رسُولِ کریم علیہم الصلوٰۃ والتسلیم عورتوں میں سے سب سے زیادہ محبّت فاطمہ سے فرماتے تھے اور مردوں میں سے علی کے ساتھ۔

اور جب اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اُن کے بھتیجے زیع بن عمیر نے پُوچھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ محبت کس کے ساتھ فرماتے تھے۔
قالت[2] فاطمۃ فرمایا فاطمہ سے پُوچھا! مردوں سے ؟ فرمایا زَوْجِھَا۔ اُن کے شوہر سے
ایک اور روایت میں ہے کہ جب امام الانبیاء سے پُوچھا گیا کہ آپ سب سے زیادہ محبت کس سے فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا۔

فَاطِمَۃُ[3] اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْکَ اَنْتَ اَعَزُّ اِلَیَّ مِنْھَا قَالَہٗ لِعَلِیٍّ

سب سے زیادہ محبّت ہمیں فاطمہ سے ہے اور سب سے پیارے ہمیں علی ہیں۔
پھر ایک فیصلہ کُن ارشاد ہُوا :۔

اَحَبُّ[4] اَھْلِیْ اِلَیَّ فَاطِمَۃُ

ہمیں سب اہلِ بیت سے زیادہ محبّت فاطمہ کے ساتھ ہے۔
کسی شخص نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں ریشمی چادر پیش کی آپ نے حضرت علی کو عطا فرما دی۔ حضرت علی وہ چادر پہن کر دربارِ مصطفیٰ میں آ گئے۔ امام الانبیاء نے علی کو چادر پہنے دیکھا تو رُخِ انور متغیّر ہو گیا۔ علی مزاج شناسِ رسُول تھے فوراً سمجھ گئے عرض کیا حضور اس کا کیا کروں۔

آپ نے فرمایا کہ اس کے ٹکڑے کر کے فاطمہ نام کی عورتوں میں تقسیم کر دو۔ اسے رسُولِ پاک کی بیٹی کیساتھ محبّت کی معراج کہا جا سکتا ہے۔ آپ کو اپنی بیٹی کی ذات سے ہی نہیں

---

[1] ترمذی ۲/۲۱ المستدرک ۳/۱۵۵ صواعق محرقہ ص ۱۱۹ مدارج النبوۃ ۲/۶۲۰ [2] ترمذی ۲/۲۲
[3] جامع الصغیر ۲/۷ نزہتہ المجالس ۲/۲۲۲

marfat.com

نام سے بھی محبت ہے۔ رسولِ کریم بتانا چاہتے تھے کہ میری بیٹی کی ہمناموں کو بھی انعام و اکرام سے نوازا جائے۔

عن علی اکید[۱] ر دومة اهدی الی النبی صلی اللّٰہ علیه وآلہ وسلم ثوباً حریراً فاعطاہ علیا۔ فقال! شققه خمراً بین الفواطم۔

اور بیٹی سے اپنے والہانہ ربط و تعلق کا اظہار آپ اس طرح بھی فرماتے ہیں کہ "فاطمہ میرا ٹکڑا ہے"۔ جس نے اسے غضبناک کیا اُس نے ہمیں غضبناک کیا۔ جس نے انہیں ایذا دی اُس نے ہمیں ایذا دی۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔ قَالَ[۲] فَاطِمَۃُ بُضْعَۃٌ مِّنِّی فمن اغضبها اغضبنی و فی روایۃ یریبنی ما ارابها ویوذینی ما اذاها۔

یہی نہیں بلکہ امام الانبیاء صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم تو یہ بھی فرماتے ہیں کہ فاطمہ کے غضبناک ہونے سے خدا غضبناک ہو جاتا ہے اور اس کے راضی ہونے سے خدا راضی ہو جاتا ہے

ان[۳] اللّٰہ یغضب بغضب فاطمه ویرضیٰ برضاها۔

تاجدارِ دو عالم کی اپنی بیٹی سے محبت ایسی محبت ہے جس کی مثال دنیا میں موجود ہی نہیں آپ فرماتے ہیں "فاطمہ میرا ٹکڑا ہے۔ فاطمہ میرا دل ہے۔ فاطمہ میری رُوح ہے۔ جو اس کو ایذا دیتا ہے وہ مجھے ایذا دیتا ہے۔ اور جو مجھے ایذا دیتا ہے وہ خدا کو ایذا دیتا ہے"۔

وھی[۴] بضعة منی و ھی قلبی۔ ھی روحی التی بین جبنی من اذاھا فقد اذانی و اذانی فقد اذی اللّٰہ۔

محمد مصطفیٰ کی بیٹی کا اعزاز تو دیکھو۔ سرکارِ دو عالم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم خود رُوحِ کائنات ہیں لیکن سیدہ فاطمہ کو اپنی رُوح کہتے ہیں۔ رُوحِ کائنات کی رُوح کے مقام کو کون جان سکتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں میری بیٹی کے غضبناک ہونے پر خدا غضبناک ہو جاتا ہے۔ میری بیٹی کو ایذا دینا خدا کو ایذا دینا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ

---

[۱] مسلم مترجم ۳۲۸/۲ اشعة اللمعات ۵۳۸/۳ [۲] بخاری ۵۳۲/۱ مسلم ۲۶۸/۲ ترمذی ۲۱۸/۱
[۳] المستدرک ۱۵۶/۲ مدارج النبوت ۴۶۰/۲ صواعق محرقہ ۱۷۳ [۴] نور الابصار ص ۴۶

marfat.com

امام حسن علیہ السلام کو زہر دینے والے پر امام الانبیاء کی بیٹی ناراض ہو گی یا خوش؟ کربلا کے تپتے ہوئے صحرا میں اپنے جگر گوشوں کے ٹکڑے کرنے والوں پر آپ غضبناک ہوتی ہیں یا نہیں؟ اپنی بیٹی کے ہاتھوں میں زنجیریں دیکھ کر آپ کو ایذا ہوئی ہو گی یا نہیں؟ حسین علیہ السلام کی لاش پر گھوڑے دوڑاتے دیکھ کر آپ کو تکلیف پہنچی یا نہیں؟

اور اگر آپ کو واقعی اذیت ہوئی اور آپ کو تکلیف پہنچی ہے تو پھر نص حدیث کے مطابق فاطمہ کو ایذا دینا رسول اللہ کو ایذا دینا ہے یا خدا کو اذیت دینا ہے۔ اور قرآن میں آتا ہے جس نے خدا اور رسول کو اذیت دی اُس پر اللہ کی لعنت ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ○ (احزاب آیت ۵۷)

بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اُس کے رسول کو۔ اللہ کی لعنت ہے اُن پر دنیا اور آخرت میں۔ اور اللہ نے اُن کیلئے عذاب تیار کر رکھا ہے۔

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ (التوبہ آیت ۶۱)

اور جو اللہ کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

یزید کے ہمنواؤں کو کچھ تو شرم آنا چاہیئے، کچھ تو حیا سے کام لینا چاہیئے کہ جس ملعون پر نص قرآن و حدیث سے لعنت کا جواز موجود ہے اُس کی صفائی پیش نہ کرتے پھریں۔

برسبیل تذکرہ ایک بات آگئی جس حصہ کو ہم نے بحث سے پاک رکھنا ہے۔ جناب سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہرا سے محبت رسول کونین کا اندازہ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ جناب سیدہ ایک دفعہ نماز پڑھ رہی تھیں، امام الانبیاء تشریف لائے، بیٹی قیام میں کھڑی تھی لیکن ضعف و نقاہت کی وجہ سے جسم اقدس لرز رہا تھا۔

بیٹی نے سلام پھیرا، باپ کو تعظیم دی، باپ نے بیٹی کی پیشانی انور کو بوسہ دیا اور ضعف و نقاہت کا سبب پوچھا۔ صابر کی بیٹی تھی، صابر کی بیوی تھی، صابروں کی ماں تھی اور خود بھی صابرہ تھی۔ باپ کے سوال پر پریشان ہو گئی۔ شکوہ تو کرنا ہی نہ تھا، آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

کائنات لرز کر رہ گئی۔ امام الانبیاء نے پوچھا تھا، جواب تو دینا ہی تھا، جھجکتے جھجکتے اور شرما شرما کر حقیقت بیان کر دی۔ "ابا جان تین روز سے بھوکی ہوں"۔ علی جو کچھ لائے

marfat.com

سے ان کی روٹیاں پکاکر کچھ کھانا بچوں کو کھلایا اور باقی خیرات کر دیا۔ پیٹ پر پتھر باندھنے والے رسولِ معظم تڑپ کر رہ گئے۔ بیٹی کی نقاہت دیکھی نہ گئی۔ آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے اور پھر دعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دیئے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا۔ یا آج کے بعد میری بیٹی فاطمہ کو بھوک نہ ستائے۔

قال اللّٰھم مشبع الجاعة وقاضی الحاجة و رافع الوضعة لا تجع فاطمة بنت محمد ثم سالتھا بعد ذالك۔ فقالت ماجعت بعد ذالك۔

خدا کے برگزیدہ پیغمبر اور محبوب کی دعا کیسے مسترد ہوتی۔ اُس دن کے بعد بنتِ رسول کو کبھی بھوک نے بیقرار نہیں کیا۔

ایک روز امام الانبیاء کی بارگاہ میں چند یہودی عورتیں حاضر ہوکر کہنے لگیں ہمارے گھر شادی ہے۔ اگر آپ کرم فرماکر اپنی بیٹی کو ہماری شادی میں بھیج دیں تو یہ ہم پر احسان ہوگا اور ہمیں فخر حاصل ہوگا کہ رسولِ خدا کی بیٹی ہمارے گھر میں تشریف لائی ہیں۔ امام الانبیاء کی نظر دُور تک تھی۔ اُن کے دلوں کی بات بھی جان لی اور اُن کا دل بھی نہ توڑا وعدہ فرمالیا۔ یہودی عورتوں کا خیال تھا شادی کے دن ہم لباس فاخرہ میں ہوں گی۔ محمد کی بیٹی کے لباس پہ پیوند لگے ہوں گے اور ہم اُن کا تمسخر اُڑائیں گی کہ یہ مسلمانوں کے رسول کی بیٹی ہے۔

ادھر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیٹی کو شادی میں شرکت کے لئے حکم دے دیا۔ بنتِ رسول سوچ میں پڑگئی۔ اپنے لباس کو دیکھا تو آنسو آگئے۔ رُوح کونین لرز کر رہ گئی۔ حُوروں کی چیخیں نکل گئیں۔ غیرتِ خداوندی کو جوش آگیا۔ جبریل کو حکم دیا جبریل جلدی کرو جنت سے کپڑوں کا جوڑا لیکر میرے محبوب کی بیٹی کے حضور میں پیش کر دو۔ جبریل نے جنت کا جوڑا لیا اور چند لمحوں بعد رسالتمآب کے حضور میں پیش کر دیا۔ آپ نے وہ جوڑا سیدہ کو دیتے ہوئے فرمایا۔ بیٹی یہ جنت کا جوڑا جبریل لایا ہے اسے پہن کر تمہیں شادی میں شرکت کرنا ہے۔ سیدہ نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ سیدہ کو نیا جوڑا پہننے کا شوق نہیں تھا۔ بس یہی غم تھا کہ یہودنیں طعنہ دیں گی، ابا جان کی عزت پر حرف آئے گا۔ آپ نے وہ جوڑا پہنا اور شادی والے گھر تشریف لے گئیں۔ وہاں یہودی عورتوں نے پُوری تیاری کر رکھی تھی اور سب زرق برق لباسوں میں ملبوس تھیں۔ امام الانبیاء کی شہزادی کو دیکھا تو ہکا بکا رہ گئیں۔ سارا پروگرام دھرے کا دھرا رہ گیا۔ سیدہ کے لباس کا تمسخر

---

۵۱ دلائل اللہ ۔ ص ۲۹۷ مدارج النبوۃ ۲۲۰/۲

ہکیا اُڑ اتیں خود مسخر بن کر ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگیں۔ انہوں نے خواب میں بھی ایسا لباس نہیں دیکھا تھا۔

سیدہ کے لباس کو بوسے دینے لگیں، آپ کے ہاتھ چومنے لگیں۔ اب پہلا خیال ذہنوں سے نکل گیا۔ عورتوں کی نفسیات ہی ایسی ہے۔ اپنے سے بہتر زیور اور لباس والیوں کو دیکھ لیں تو یا تو حسد سے جل جاتی ہیں اور یا کسر نفسی کا شکار ہو جاتی ہیں یہودی عورتیں کسر نفسی کا شکار ہو گئیں۔ وہ کنیزوں کی طرح آپ کے آگے پیچھے پھرنے لگیں۔ آپ شہزادیوں کی طرح ایک جگہ بیٹھ گئیں۔ یہودنوں نے سوال کیا آپ نے یہ جوڑا کہاں سے لیا؟ آپ نے فرمایا اپنے باپ سے۔ انہوں نے پوچھا آپ کے باپ کو کس نے دیا؟

فرمایا جبریل نے۔ پوچھا جبریل کہاں سے لائے؟ فرمایا جنت سے۔

انہوں نے کہا ہم گواہی دیتی ہیں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور پھر ان کے شوہر بھی مسلمان ہو گئے۔

مختصر عربی متن ملاحظہ ہو:۔

فنزل الجبریل بحلہ من الجنۃ فلما لبستھا وانزرت وجلست بینھن رفعت الانوار فلمعت انوار۔ فقالت النساء من این لکِ ھذا یا فاطمۃ؟ فقالت من ابی! فقلن من این لابیکِ؟ قالت من جبریل۔ قلن من این الجبریل؟ قالت! من الجنۃ فقلن نشھد ان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ فمن اسلم زوجھا (نزہتہ المجالس ۲۲۲)

بنت رسول کی حیاتِ طیبہ پر میں نے دو کتابیں لکھی ہیں۔ ایک پنجابی اشعار میں ہے اُس کا نام خاتونِ جنت ہے۔ ایک اُردو نثر میں ہے اُس کا نام البتول ہے۔ یہ خاندانِ نبوت کا کرم ہے جو مجھ سے یہ خدمت لے رہے ہیں ورنہ "من آنم کہ من دانم"۔

یہ کتاب امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ اور واقعہ کربلا کے لئے مخصوص ہے۔ اس لئے سیدۃ النساء العٰلمین کے تفصیلی حالات پڑھنے کیلئے مندرجہ بالا کتابوں کا مطالعہ کریں۔ اس کتاب میں بھی آپ کا اور جناب حیدرِ کرار کا ضمناً ذکر ضروری تھا آپ شہزادۂ کونین کے والدین ہیں۔ ماں باپ کا رنگ اولاد سے ظاہر ہوتا ہے اس لئے مختصر طور پر یہ تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

marfat.com

امام الانبیاء نے فرمایا "میری بیٹی دونوں جہان کی عورتوں کی سردار ہے"۔
دوسرے مقام پہ فرمایا "میری بیٹی جنّت کی عورتوں کی سردار ہے"۔

فاطمۃ سیّدۃ النساء العٰلمین[۱]

فاطمۃ سیّد النّساء اھل الجنّۃ[۲]

دونوں صورتوں میں ہی تمام عورتوں پر سیدۃ النساء العالمین کی سرداری مسلّم ہے کوئی عورت خواہ وہ کتنے ہی بلند مرتبے پہ فائز ہو "محمدؐ عربی کی بیٹی کی کنیز ہے"۔ اور یہ شان امام الانبیاء نے خود اپنی بیٹی کے لئے مخصوص فرمائی ہے۔

امّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے گفتار و کردار میں سیدہ فاطمۃ الزہرا سے زیادہ رسولِ کریم کے ساتھ کسی کی مشابہت نہیں دیکھی۔ آپ صورۃً بھی حضورؐ کی تصویر تھیں اور معناً بھی۔ جب سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرۂ بتولؑ میں تشریف لاتے تو سیدہ آپ کی تعظیم کے لئے کھڑی ہو جاتیں۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیکر بیٹھ جانے کا حکم فرماتے۔ اور جب سیدہ حجرۂ رسولؐ میں حاضر ہوتیں تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر آپ کا استقبال کرتے، مرحبا فرماتے، پیشانی کو چومتے اور بیٹھ جانے کا ارشاد فرماتے۔

عن عائشۃ بنت طلحۃ عن ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت[۳] ما رأیت احدًا کان اشبہ کلامًا وحدیثًا من فاطمۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکانت اذا دخلت علیہ احب بھا وقام الیھا فاخذ بیدھا فقبلھا واجلسھا فی مجلسہ۔

اللّٰہُ اکبر یہ ہے شانِ بتولؑ جس پیغمبرِ اعظم کی تعظیم و تکریم کے لئے انبیاء کرام کھڑے ہو جاتے ہیں وہ نائبِ ربِّ اکبر سیدہ فاطمہ کا اٹھ کر استقبال کرتے ہیں۔

---

[۱] ،[۲] بخاری ۵۳۲/۲ ترمذی ۲۴۲/۲ المستدرک ۱۵۱/۳ مشکوٰۃ مترجم ۲۸۰/۳ اشعۃ اللمعات ۶۹۶/۴ مظاہرِ حق ۱۵۶/۴ جامع صغیر ۲/۱ خصائص کبریٰ ۲۶۴/۲ مسلم شریف ۲۹۲/۲ الاستیعاب ۱۸۹۴/۴، صواعق محرقہ ص۱۱۸ مدارج النبوت ۴۶۰/۲ [۳] المستدرک ۱۵۴/۳ ترمذی مترجم ۴۲۰/۲، مشکوٰۃ ۶۸۳/۴

marfat.com

یہ محبت و شفقت کی انتہا ہے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی کو سونگھا کرتے تھے اور فرماتے تھے اس سے جنت کی خوشبو آتی ہے۔[۱]

بنتِ رسول سیدہ زہرا بتول کے ساتھ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت تو وہ بحرِ بیکنار ہے جس کا کنارا تلاش ہی نہیں کیا جا سکتا اسی طرح سیدہ پاک کے فضائل اور عظمتوں کا احاطہ و استعیاب ناممکن الامر ہے۔ اور سیدہ کے ساتھ ساتھ آپ کے بیٹوں اور شوہر کے ساتھ بھی امام الانبیاء کی محبت عظیم ترین خصوصیتوں کی حامل ہے۔ نجران کے چودہ[۲] عیسائی دربارِ رسالت میں مناظرہ کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ مدینۃ العلم سے گفتگو کی تو تمام علم بھول گئے لیکن ضد پہ اڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا محبوب ان کے ساتھ مباہلہ کریں۔ مباہلہ میں دونوں فریق ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ جھوٹے کو فنا کر دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا:۔

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝

محبوب انہیں فرما دیجئے کہ ہم تم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں۔ پھر مباہلہ کریں اور جھوٹوں پہ لعنت کریں۔

آپ نے خدا کا ارشاد فرمودہ اعلان فرما دیا۔ اور جنابِ علیؑ، سیدہ فاطمہؓ اور حسنؑ و حسینؑ کو ساتھ لے کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا۔ الٰہی! یہ میرے اہلبیت ہیں۔

ہم اس بحث میں نہیں الجھیں گے کہ آپ نے نِسَآءَنَا میں ازواجِ مطہرات کو کیوں شامل نہیں فرمایا اور اَنْفُسَنَا میں دیگر صحابہ کبار کو کیوں نظرانداز کر دیا ہم اس بحث میں بھی نہیں جائیں گے جو یزید نوازوں نے آجکل شروع کر رکھی ہے کہ مباہلہ تو ہوا نہیں تھا۔ عیسائیوں کے ساتھ تو اُن کی عورتیں اور بیٹے آئے ہی نہ تھے اسلئے کہ ہمیں کتاب کے اس حصّہ کو تمام تر مباحث سے بچانا ہے۔ یزیدیوں کے لئے صرف ایک بات ہے کہ تم یہ سوال خدا سے کرو اور اچھی طرح پوچھو کہ یا اللہ عیسائیوں کی عورتیں اور بچے تو وہاں موجود ہی نہیں تھے۔ پھر

---

[۱] ترمذی ۲۲۱/۲ مشکواۃ ۲۴۱/۲ [۲] طبقات ابن سعد ۳۵۷/۱ معارج ۳۰۶/۲ دلائل النبوۃ ۲۹۸/۱

marfat.com

و نے کیسے کہہ دیا کہ محبوب اُن کو فرما دیجئے کہ اپنی عورتیں اور بچے لے کر آؤ۔

ہر قسم کی بحث کو چھوڑتے ہوئے آپ رسولِ خدا کی جناب علی و فاطمہ اور حضرات حسنین کریمین سے محبّت کا کمال دیکھیں کہ جب بھی فضیلت کا کوئی موقعہ آتا ہے تو آپ انہی کو یاد فرماتے ہیں۔ روایت ملاحظہ ہو:-

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ۔ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ - دَعَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ عَلِیًّا وَفَاطِمَۃَ وَحَسَنًا وَحُسَیْنًا فَقَالَ اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَآءِ اَھْلُ بَیْتِیْ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت مباہلہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی و فاطمہ اور جناب حسن وحسین کو بلا کر فرمایا۔ یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔

حضرت شعبی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ:-

اَنْفُسَنَا سے مراد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں

نِسَآءَنَا سے مراد جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا ہیں اور

اَبْنَآءَنَا سے مراد جناب حسن اور جناب حسین علیہم السّلام ہیں۔

قَالَ جَابِرٌ اَنْفُسَنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَعَلِیٌّ وَاَبْنَآءَنَا اَلْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ وَنِسَآءَنَا فَاطِمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا۔

امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہِ خداوندی میں یہ عرض کرنے کے بعد کہ یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ چاروں نفوس قدسیہ کو ساتھ لیکر اس شان سے باہر تشریف لاتے ہیں کہ آگے آگے آپ ہیں امام عالی مقام امام حسین کو گود میں اٹھایا ہوا ہے[1]

---

[1] مسلم شریف ۲۷۸/۲ ترمذی شریف ۲۳۶/۲ ریاض النظرہ ۲۴۸/۲ صواعق محرقہ صفحہ ۱۰۷ المستدرک ۵۹۴/۲ نسیم الریاض ۲۶۷/۲ دلائل النبوۃ ۲۹۸/۱ دُرِ منثور ۳۸/۲ معالم التنزیل وخازن ۱۶۳/۱ ابن کثیر ۳۷۱/۱ کبیر الرازی ۴۹۹/۲ فتح الباری ۵۳/۹ ابوسعود ۶۹۸/۲ عرائس البیان ۲۵۱/۱۲ مدارک ۱۶۱/۱ اتقان ۲۰/۲ زاد المعاد ۴۹۱/۲ تاریخ الخلفاء ص ۱۱۵

marfat.com

امام حسن علیہ السلام انگلی پکڑے نانا کے ساتھ ساتھ جا رہے ہیں - جناب فاطمۃ الزہرا آپ کے پیچھے ہیں اور سب کے پیچھے حضرت علی کرم اللہ وجہٗ الکریم آ رہے ہیں -

کس شان کا یہ قافلۂ نور ہے اور کسقدر اہتمام ہے سیدۃ النساء العالمین خاتونِ قیامت جناب فاطمۃ الزہرا کے پردے کا کہ آپ کے نقش قدم کو بھی پردہ دیا جا رہا ہے

امام الانبیاء کے نقشِ قدم پر جناب فاطمہؓ قدم رکھتی ہیں اور جناب فاطمہ کے نقش قدم پر حضرت علی کا قدم آتا ہے - یہ نیچے ابا جان کا نشانِ قدم ہے اوپر شوہر کے قدم کا نشان ہے اور اس طرح سید العالمین کی صاحبزادی کا نشانِ قدم پوشیدہ ہو جاتا ہے جسے نہ زمین دیکھ سکے اور نہ آسمان دیکھ سکے -

امام الانبیاء نے حضرت علی اور جناب فاطمہ کو فرمایا جب میں دعا مانگوں تو تم آمین کہنا - روائت کا عربی متن یہ ہے :-

قد احتضن الحسن واخذ بید الحسین وفاطمۃ تمشی خلفہ وعلیا یمشی خلفھا و یقول النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اذا دعوت فآمنو -

جب اس قافلۂ نور کو باہر نکلتے ہوئے دیکھا تو عیسائیوں کے ایک سردار نے اٹھ کر اپنے ساتھیوں کو کہا - اے گروہِ نصاریٰ ! میں جن صورتوں کو دیکھ رہا ہوں - اگر یہ دعا کر دیں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو وہ یقیناً اپنی جگہ چھوڑ دے گا - اگر انہوں نے بد دعا کر دی تو کوئی عیسائی قیامت تک زمین پر باقی نہیں رہے گا اور تم ہلاک ہو جاؤ گے -

قال اسقف[1] یا معشر النصاریٰ انی لاریٰ وجوھا لو سألوا اللہ ان یزیل جبلا من مکانہ لازالہ فلا تبتھلوا فتھلکوا ولا یبقیٰ علی الارض نصرانی الیٰ یوم القیامۃ

عیسائی اپنے سردار اسقف کی بات سن کر مباہلے سے رک گئے - امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا :-

والذی[2] نفسی بیدہ ان العذاب تدلی علی اھل نجران ولو لاعنوا

---

[1] [2] نور الابصار ص ۱۱۱ اشعۃ اللمعات ۶۸۲/۴ معارج النبوت ۳۰۶/۴

marfat.com

لمسخوا قردۃ و خنازیر ولاضطرم علیھم الوادی نارا ولاستاصل اللہ نجران و اھلہ حتی الطیر علی الشجر و لما حال الحول علی النصاری کلھم حتی ھلکوا ۔

قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے ۔ اگر ہم ان لوگوں پر لعنت کر دیتے تو ان کی صورتیں مسخ ہو جاتیں اور یہ بندر اور خنزیر بن جاتے ۔ ان کا شہر نجران تباہ ہو جاتا ، اور وہاں کے شہری جل جاتے اور آگ کی ایسی بارش ہوتی کہ درختوں پر پرندے بھی جل جاتے اور کلھم عیسائی ہلاک ہو جاتے ۔

ہم تفصیل میں نہیں جائیں گے ۔ محمدؐ اور اہل بیتِ محمدؐ کی بددُعا کی تاب کون لا سکتا ہے ان سے بُغض رکھنے والا تو فنا ہو جاتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو ان سے محبت اور دوستی رکھنے کا حکم اللہ ربّ العزت نے کتابِ مقدس کے ذریعے لوگوں تک پہنچایا ہے ۔ حضورؐ کی تمام اہل بیت خواہ وہ سکنی ہو یا نسبی یا سلمان فارسی کی طرح کسی کو شامل کر لیا گیا ہو سب اپنے اپنے مقام پر شان والے ہیں ۔ مگر جن کو ہر مقام پر علیحدہ کر کے حضورؐ فرماتے ہیں وہ یہی چاروں نفوسِ قدسیہ ہیں یعنی علی و فاطمہ حسن و حسین ۔

آیت مودّۃ اُتری تو آپ نے صحابہ کے جواب میں فرمایا کہ یہی وہ میری اہل بیت ہے جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے مودّت کا حکم دیا ہے ۔ آیت تطہیر نازل ہوئی تو آپ نے انہی چاروں کو کملی میں چھپا کر دُعا فرمائی ۔ اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ الْبَیْتِیْ ۔ یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں ۔

آیت مباہلہ نازل ہوئی تو آپ نے پھر ان چاروں کو ہی بلایا اور مباہلے کے لئے تشریف لائے اور کہا :۔ اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلِ بَیْتِیْ ۔ یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں ۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اگر ان چاروں کی ہر جگہ اور ہر مقام پر تخصیص فرماتے ہیں تو اس میں حیرت کی بات نہیں ۔ ان سے آپ کی نسل قائم ہونا تھی ۔ ان کی نسل میں ہزاروں لاکھوں غوث ، قطب ، ابدال ، اوتاد اور ولی پیدا ہونے تھے ۔ اپنی نسل کی افزائش کون نہیں چاہتا

کفارِ مکہ کا سب سے بڑا طعنہ تھا " محمد عربی تو اَبتر ہیں ان کے اولادِ نرینہ نہیں ہے

marfat.com

یہ منقطع النسل ہیں"۔ غیرتِ خداوندی کو جوش آگیا ۔ فرمایا محبوب یہی لوگ منقطع النسل اور ابتر ہیں ہم نے آپ کو خیرِ کثیر سے نواز رکھا ہے۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ (قرآن مجید)

امام الانبیاء فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء کی نسل اُن کے بیٹوں سے شروع ہوئی اور میری نسل میری بیٹی سے شروع ہوگی۔

لکل نبی[1] ام عصبة ینتمون الا البنی فاطمة فانا ولیہما وعصبتہما

پھر فرمایا تمام نبیوں کا سلسلۂ نسل اُن کی اپنی پُشت سے چلا لیکن میری اولاد کا ظہور پُشتِ علی سے ہوگا[2]

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی جَعَلَ ذُرِّيَّةَ كُلِّ نَبِيٍّ فِيْ صُلْبِهٖ وَجَعَلَ ذُرِّيَّتِيْ فِيْ صُلْبِ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ ۔

ایک جگہ فرمایا قیامت کے دن تمام دُنیا کا سلسلہ نسب منقطع ہو جائے گا لیکن میرا سلسلہ نسب و سبب منقطع نہیں ہوگا۔

ان[3] الانساب تنقطع یوم القیامة غیر نسبی وسببی وصہری ۔

امام الانبیاء اگر اہل بیت کرام میں سے ان چاروں کی تخصیص فرماتے ہیں تو اس تخصیص کی وجہ بھی بہت بڑی ہے ۔ نسلِ مصطفےٰ کا جاری ہونا کوئی معمولی بات نہیں۔ اُس نسلِ پاک کا جس نے تقدیرِ عالم کو بدلنا ہے ۔ جو سیدِ الانبیاء کے لئے وجہِ افتخار ہے اور جو کفار و مشرکین کے طعنوں کا جواب ہے ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اس نسل پاک کے متعلق حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنی ناقہ مبارک قصوہ پر سوار ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے ہیں۔

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ[4] اِنِّيْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِيْ اَهْلَ بَيْتِيْ ۔

---

[1] المستدرک ۱۶۴/۳ [2] جامع الصغیر ۲۹/۱ المستدرک ۱۵۲/۳ جامع الصغیر ۲/۲
[3] [4] ترمذی ۲۲۰/۲ مسلم ۲۷۹/۲ مظاہر حق ۱۵۲/۳ اشعۃ اللمعات ۶۹۰/۴

اے لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ اگر تم انہیں پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک تو اللہ کی کتاب ہے اور دوسری میری عترت و اہل بیت پھر فرمایا[۱]

فَخُذُوْا بِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاسْتَمْسِكُوْا بِهٖ

اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِىْ اَهْلِ الْبَيْتِ، اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِىْ اَهْلِ الْبَيْتِ

پس اللہ کی کتاب کو پکڑو اور مضبوطی سے تھام رکھو، میں تمہیں اپنی اہلبیت کے بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں، میں تمہیں اپنی اہلبیت کے بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں،

ایک اور مقام پر امام الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کو اہلبیت سے وابستگی رکھنے کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں

اِنَّ النُّجُوْمَ اَمَانٌ لِاَهْلِ الْاَرْضِ مِنَ الْغَرَقِ وَاَهْلُ الْبَيْتِ اَمَانٌ لِاُمَّتِىْ مِنَ الْاِخْتِلَافِ فَاِذَا خَالَفَتْهَا قَبِيْلَةٌ اخْتَلَفُوْا فَصَارُوْا حِزْبَ اِبْلِيْسَ۔

بیشک ستارے اہل زمین کے لئے امان ہیں جو غرق ہونے سے بچاتے ہیں اور میری اہل بیت امان ہے میری اُمت کے لئے جو دور کرتی ہے اختلافوں کو۔ پس جو قبیلہ ان سے مخالفت کرے گا وہ ہو جائے گا حزب شیطان۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک اور مقام پہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے ساتھ اور اپنی اہل بیت کے ساتھ محبت رکھنے کی وجوہات بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

احبوا اللہ لما یغذوکم من نعمہ۔ واحبونی بحب اللہ واحبوا اھل البیت بحبونی۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس لئے محبت کرو کہ وہ تمہیں نعمتیں عطا فرماتا ہے اور میرے ساتھ محبت کرو اللہ تعالیٰ کی وجہ سے اور میری اہل بیت سے محبت کرو میری وجہ سے۔

ایک اور مقام پر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

قال مودتنا اھل البیت فانہ من لقی اللہ عزوجل فھو ایودنا

۱؎ مشکوٰۃ ۵۶۹/۲ جامع صغیر ۱۲/۱ اسعاف الراغبین ص ۱۱۰ ۲؎ خصائص کبریٰ ۲۲۶/۲
۳؎ ترمذی ۲۲۳/۲ المستدرک ۱۵۸/۲ اسد الغابہ ۱۳/۲ ۴؎ اسعاف الراغبین ص ۱۱۳ ۵؎ جامع الصغیر ۱/۱۰

marfat.com

دخل الجنة بشفاعتنا والذی نفسی بیدہ لا ینفع احد عملہ الا بمعرفۃ حقنا۔

ہماری اہل بیت سے مودت و محبت کرنے کا حکم اللہ عزوجل نے فرمایا ہے پس جو ہماری اہل بیت سے مودت رکھے گا وہ ہماری شفاعت سے جنت میں داخل ہوگا اور قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے۔ تمہارا کوئی عمل تمہیں نفع نہیں دے گا جب تک ہمارا حق نہیں پہچانو گے۔

حضور فرماتے ہیں ہم عنقریب اپنی اہل بیت کے متعلق تمہاری آزمائش کریں گے کہ تم اُن کے ساتھ میرے بعد کیا سلوک کرتے ہو۔

انکم ستبتلون فی اھل البیتی من بعدی[1]

اور یہ بھی فرمایا کہ جو میری اہل بیت کو ستائے گا اُس پر اللہ تعالےٰ کا شدید غضب نازل ہوگا[2]

اَشْتَدَّ غَضَبَ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ اَذَانِیْ فِیْ عِتْرَتِیْ۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی میری اہل بیت کی محبت میں فوت ہوگا وہ یقیناً بخشا جائے گا اور وہ اُس وقت تک فوت ہی نہیں ہوگا جب تک وہ توبہ نہ کرے۔

وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ[3] الا مَنْ مَّاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مَغْفُوْرًا لَہٗ الا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ تَائِبًا۔

اور فرمایا کہ جو محبتِ اہل بیت میں فوت ہوگا وہ مومن فوت ہوگا۔

الا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مُؤْمِنًا

یہی نہیں بلکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبتِ اہل بیت میں فوت ہونے والے کے لئے ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ مکمل ایمان کے ساتھ فوت ہوگا اور اُس کی موت شہید کی موت ہوگی

---

[1] اسعاف الراغبین ص۱۱۳ [2] جامع الصغیر ج۱ [3] اسعاف الراغبین ۱۲۲ نورالابصار ص۱۱۲

marfat.com

اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَہِیْدًا مُسْتَکْمِلَ الْاِیْمَانِ

اور پھر فرمایا کہ میری اہل بیت کی محبت میں فوت ہونے والے کو عزرائیل علیہ السلام جنّت کی بشارت دیتے ہیں اور جب وہ قبر میں جاتا ہے تو اسی بشارت کے ساتھ منکر اور نکیر اُس کا استقبال کرتے ہیں۔

اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ بَشَّرُوْا مَلَکُ الْمَوْتِ بِالْجَنَّۃِ ثُمَّ مُنْکَرٌ وَ نَکِیْرٌ۔

اس کے بعد امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص محمّد اور آلِ محمّد کی محبت سینے میں لیکر فوت ہوگا وہ جنّت میں اس طرح جائیگا جس طرح عروسہ نکھر کر اپنے شوہر کے گھر جاتی ہے۔ اور اُس کی قبر میں جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اُس کی قبر کو ملائکہ رحمت کی زیارت گاہ بنا دیا جاتا ہے۔

اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ یُزَفُّ اِلَی الْجَنَّۃِ کَمَا تُزَفُّ الْعَرُوْسُ اِلٰی بَیْتِ زَوْجِہَا فُتِحَ لَہٗ فِیْ قَبْرِہٖ بَابَانِ اِلَی الْجَنَّۃِ جَعَلَ اللّٰہُ قَبْرَہٗ مَزَارَ مَلَائِکَۃِ رَحْمَۃٍ۔

اور اس کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اہل بیت سے محبت رکھنے والے کے لئے ایک معیار قائم کر دیا کہ وہ میری سُنّت کا پیرو ہوگا اور عقیدۂ اہل سُنّت وجماعت پر فوت ہوگا۔

اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَی السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ

یہ توتھیں اہل بیت محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت رکھنے والوں کے لئے بارگاہِ رسالتمآب سے بشارتیں اور خوشخبریاں۔ اب ذرا دشمنانِ اہل بیت اطہار اور آلِ محمّد سے بغض وعناد رکھنے والوں کا جو حال ہوگا وہ بھی ملاحظہ کریں۔

امام الانبیاء تاجدارِ مدینہ دشمنانِ اہل بیت کے لئے فرماتے ہیں کہ اُنہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس کر دیا جائے گا اور اُن کی آنکھوں کے درمیان

لہ ۲ سہ ملہ تفسیر ابنِ عربی ۲/۱۲ روح البیان ۸/۴۲ تفسیر کبیر ۳۹۰/۲ نزہتہ المجالس ۲/۲۲۲

marfat.com

تحریر کر دیا جائے گا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس کر دیئے گئے، اور وہ کافر ہو کر مریں گے۔ انہیں جنت کی خوشبو سے محروم کر دیا جائے گا۔

اَلَا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰی بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَکْتُوْبًا عَیْنَیْہِ اٰیِسٌ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰہِ۔ اَلَا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰی بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ کَافِرًا۔ اَلَا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰی بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ لَمْ یَشُمَّ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ۔

ہم کسی کے دل میں نقب نہیں لگاتے۔ فرائضِ رسول کو سامنے رکھو اور اپنے دلوں کو خود ٹٹولو۔ اپنا محاسبہ خود کرو۔ اپنی منزل کا تعین خود کرو۔ محمدؐ عربی کی اہل بیت ایک معیار ہے اور یہ معیار خود رسولِ صادق نے مقرر فرمایا ہے۔ اپنے دلوں کی کیفیت اس معیار پہ وزن کرو۔ اہل بیت کی محبت میں مرنے کا مطلب ہے اُن کی محبت میں فنا ہونا۔ تمام اولیاء کرام محبتِ اہل بیتِ اطہار میں فنا ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے مزارات ملائکہ رحمت کی زیارت گاہ بن جاتے ہیں۔ جنت کے قطعات بن جاتے ہیں اور وہاں پر ہر وقت خدا تعالیٰ کی بے پایاں رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دوست بننا ہے تو اہلبیتِ مصطفےٰ کی محبت میں فنا ہو جاؤ۔

یہی وہ گھر ہے جہاں سے پروانۂ نجات ملے گا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی محبت واجب قرار دی گئی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی پاکیزگی اور طہارت پہ قرآن نے مہر لگا دی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو سفینۂ نجات ہیں۔ ان کا ساتھ چھوڑ دو گے تو غرق ہو جاؤ گے تاجدارِ مدینہ کا فرمان ہے۔ میری اہل بیت سے محبت نہیں رکھو گے تو تمہارے اعمال بیکار ہو جائیں گے۔ ہمارا حق نہیں پہچانو گے تو تمہاری عبادتیں ضائع ہو جائیں گی۔

محمدؐ عربی کا اُمتی کہلانا ہے تو اپنے پیغمبر کا حق پہچانو۔ اُن کی اہل بیت کا احترام کرنا سیکھو۔ اُن کی عزت کرو۔ اُن سے عقیدت و محبت رکھو۔ اللہ تعالیٰ تم سے اُن کی مودّت طلب کرتا ہے عناد اور بغض نہیں مانگتا۔ اُن کی شان بیان کرنے سے پہلو تہی نہ کرو۔

لہ تفسیر ابنِ عربی ۲۱۲

marfat.com

اہل بیت کی شان بیان کرنے سے دوسروں کی شان میں کمی کا کوئی پہلو نہیں ہے ۔ ان کی اپنی شان ہے دوسرے ذیشان حضرات اپنی شان کے مالک ہیں ۔

مقابلہ اور موازنہ نہ کیا کرو ۔ رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بیان کرنے سے دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی شان کم نہیں ہوتی ۔ البتہ دوسروں کی تنقیص کرنا جرم عظیم ہے ۔

صحابہ کرام کی غلطیاں نکالنا اور اُن کو سب وشتم کرنا بھی جرمِ عظیم ہے ۔ یہ ایسا گناہ ہے جس کی معافی نہ خدا دے گا اور نہ رسول اور نہ ہی اہل بیتِ مصطفٰے معاف فرمائیں گے ۔ اس لئے کہ یہی تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے اہل بیتِ مصطفٰے کی غلامی کا حق ادا کیا ہے ۔ یہی تو وہ مقدس نفوس ہیں جنہیں رسولِ غیب دان نے منتخب فرمایا ہے ۔

انتخابِ رسول میں خامیاں اور نقائص تلاش کریں گے تو یہ براہِ راست رسولِ خدا پر حملہ ہوگا ۔ نگاہِ مصطفٰے کو غلط قرار دینا پڑے گا ۔ اگر نگاہِ حسین میں غلطی کا امکان نہیں تو پھر نگاہِ مصطفٰے میں غلطی کا امکان کیسے ہوگا ۔ اہل بیتِ محمد سے پیار کرنا ہے تو محمد عربی سے بھی پیار کرنا پڑے گا ۔ اُس کے انتخاب سے پیار کرنا پڑے گا ۔ اُس کے احباب سے پیار کرنا پڑے گا ۔

شمعِ رسالت کی روشنی میں چلنے والے لوگ گمراہ نہیں ہوسکتے ۔ نگاہِ مصطفائی کے نوازے ہوئے لوگوں پر تنقید گناہِ کبیرہ ہے ۔ محمد عربی کے تربیت یافتہ اور مدینۃ العلم کے شاگردوں پر بہتان لگانا حق و دیانت اور ایمان و انصاف کا دامن چھوڑ دینے کے مترادف ۔ اور احتیاط و سلامتی کا خون کر دینے کے برابر ہے ۔ یہ لوگ خدا کے چُنے ہوئے ہیں ، محمد عربی کے پسندیدہ ہیں ، خدا و رسول نے اُن سے راضی ہونے پر مُہر لگا دی ہے پھر ہم اُن سے ناراض کیوں ہوں ۔ خلافت بلافصل اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کیلئے مخصوص ہوتی تو یقیناً اُنہیں مل جاتی ۔

خلافت کرنے والے اگر غلط لوگ ہوتے تو حیدرِ کرار ضرور اُن سے ٹکرا جاتے ۔

اگر حسینؓ اپنے حق کے حصول کے لئے میدانِ کربلا کو لالہ زار بنا سکتے ہیں اور یزیدی حکومت کو غیر اسلامی قرار دے سکتے ہیں تو فاتح خیبر بھی یہ اقدام ضرور کرتے ۔ حضرت

marfat.com

علی شیرِ خدا تھے صاحب ذوالفقار تھے، وہ اپنا حق وصول کرنا جانتے تھے۔ اُن کا حق غصب کرنے کی طاقت کس میں تھی۔ علیؓ غاصبوں کو کیسے معاف کر سکتے تھے۔ علی کا حق ہوتا تو وہ لے لیتے۔ لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ اہلِ اسلام کا فیصلہ آپ نے قبول کر لیا۔ علی غلط بات کو کیسے قبول کر سکتے تھے۔ علی تو حق کے ساتھ تھے اور حق علی کے ساتھ تھا۔ علی کے فیصلے پر تنقید نہ کرو۔ علی کا فیصلہ خدا کا فیصلہ ہے اور خدا کا فیصلہ غلط نہیں ہو سکتا۔ علی اپنے حق کی خود حفاظت کر سکتے تھے۔ ہم تیرہ صدیاں بعد اُن کا حق محفوظ کرنے والے کون ہیں۔ اُن حکمتوں کو سمجھو جو ترتیب خلافت میں مضمر ہیں۔ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو پہلی خلافت مل جاتی تو دیگر اصحاب ثلاثہ خدمتِ قوم سے محروم رہ جاتے۔ زندگی کا ایک ایک سانس لوحِ محفوظ پر رقم ہے۔ ہر پیدا ہونے والے کو اپنے متعین شدہ وقت کے ساتھ اس دنیا کو خیر باد کہنا ہی پڑتا ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دنیا سے پہلے تشریف لے جانا تھا۔ اُن کو پہلی خلافت مل گئی۔ جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پہلے داعیٔ اجل کو لبیک کہنا تھا اُن کو دوسری خلافت مل گئی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حیدرِ کرار سے پہلے جامِ شہادت نوش کرنا تھا اُن کو تیسری خلافت مل گئی۔ جناب علی المرتضیٰ کو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے تشریف لے جانا اُن کو چوتھی خلافت مل گئی۔

اب جب کہ آپ نے چوتھی خلافت کو قبول کر لیا ہے اور پہلی خلافت آپ کو ملی ہی نہیں تو پھر یہ کہنا کہ آپ خلیفہ بلافصل یا خلیفۂ اوّل ہیں، ایک مفروضہ نہیں تو اور کیا ہے۔

بحث کرنا ہمارا مقصود نہیں۔ ایک سیدھی سی بات عرض کرنا تھی وہ کر دی۔ شیرِ خدا مشکلکشا کو اگر چوتھی خلافت ملی تو اس سے آپ کی شان میں ذرہ بھی فرق نہیں آتا پہلی خلافتیں بھی آپ ہی کے مشوروں سے قائم تھیں۔

یہ واقعہ آپ کو یاد ہوگا کہ حضرت علی پر سوال کیا گیا کہ پہلی خلافتوں کے وقت مسلمانوں میں وہ انتشار نہیں تھا جو آپ کی خلافت کے وقت ہے تو آپ نے فرمایا۔ اُن خلفاء کے مشیر ہم تھے اور ہمارے مشیر تم ہو۔ اس ایک واقعہ سے ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

marfat.com

پہلے خلفاء سے ربط و تعلق کا اندازہ آسانی سے ہو سکتا ہے۔

حیدرِ کرّار خلیفۂ اوّل ہوتے یا خلیفہ چہارم بنے۔ حیدرِ کرّار ہی ہیں۔ اُن کی جو عظمت جو رفعت جو شان امام الانبیاء کی زبان فیض ترجمان سے بیان ہو چکی ہے اس میں کچھ بھی فرق نہیں آسکتا۔

علی وہ ہیں جن کی ولادت بھی خدا کے گھر میں ہوئی اور شہادت بھی خدا کے گھر میں ہوئی۔

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت
بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

علی وہ ہیں جن کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے۔ النظر الی وجہ علی عبادۃ۔[1]

علی وہ ہیں جن کو رسول ہاشمی نے اپنا بھائی کہا ہے۔ انت اخی فی الدنیا والآخرۃ۔[2]

علی وہ ہیں جن کو اللہ کے رسول نے اپنی اہلبیت کہا، اپنی جان کہا۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام الاولیاء سیدنا حیدرِ کرّار مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق فرمایا:-

أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا۔[1]
ہم علم کا شہر ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا۔[2]
ہم حکمت کا گھر ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ۔[3]
جس کے ہم مولا ہیں اُس کے علی مولا ہیں۔

إِنَّ عَلِيًّا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ بَعْدِي۔[4]
علی ہم سے ہیں اور ہم علی سے ہیں اور وہ ہمارے بعد تمام مومنوں کے ولی ہیں۔

عَلِيٌّ مِنِّي وَأَنَا مِنْ عَلِيٍّ لَحْمُهُ لَحْمِي وَدَمُهُ مِنْ دَمِي[5]
علی ہم سے ہیں اور ہم علی سے ہیں۔ علی کا گوشت ہمارا گوشت ہے۔ اور علی کا خون ہمارا خون ہے۔

---

[1] المستدرک حاکم ۱۲۰/۳ صواعق محرقہ ص۱۲۳ ینابیع المودۃ ۱۰۳/۱ نور الابصار ص۸۰

[2] الاستیعاب مع اصابہ ۹۵/۴ ریاض النضرہ ۲۵۵/۲ [3] ترمذی ۶۲/۲ ریاض النضرہ ۲۵۵/۲ [4] مسند احمد ۳۳۰/۱، ۳۴۴/۴، ۴۱۹/۵ ترمذی ۶۳۱/۲ ریاض النضرہ ۲۲۲/۲ [5] مسند احمد ۲۳۸/۴، ۳۵۶/۵، ترمذی ۶۳۰/۲ ینابیع المودۃ ص۶۱ [6] بخاری کتاب ۶۲ کتاب ۹ ترمذی ۶۳۲/۲ طبقات ابن سعد ۲/۴ مسند احمد ۴۸۳/۲ ینابیع المودۃ ص۶۱۔

marfat.com

[1] عَلِیٌّ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ رَاْسِیْ مِنْ جَسَدِیْ — علی اور ہم ایسے ہیں جیسے سر اور جسم

[2] اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ۔ — ہمارا اور علی کا نور ایک ہے۔

[3] اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ شَجَرٍ وَّاحِدٍ۔ — ہم اور علی ایک درخت سے ہیں۔

[4] اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا وَلَنْ تُؤْتَی الْمَدِیْنَةَ اِلَّا مِنْ قِبَلِ الْبَابِ۔ — ہم علم کا شہر ہیں اور علی اُس کا دروازہ۔ اور نہیں کوئی آئے گا شہر میں مگر دروازے سے پہلے۔

[5] عَلِیٌّ مَعَ الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ مَعَ عَلِیٍّ۔ — علی قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی کے ساتھ

[6] عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ الْعَلِیِّ۔ — علی حق کے ساتھ ہیں اور حق علی کے ساتھ۔

[7] لِکُلِّ نَبِیٍّ وَصِیٌّ وَوَارِثٌ اَنَّ عَلِیًّا وَصِیِّیْ وَوَارِثِیْ۔ — ہر نبی کا وارث اور وصی ہے اور ہمارے وارث و وصی علی ہیں۔

امام دوجہان سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے امام الاولیاء سیدنا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا۔

[8] اَنْتَ سَیِّدٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔ — تم دنیا اور آخرت کے سردار ہو۔

[9] اَلَا تَکُوْنُ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی وَلَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ — تم مجھے ایسے ہو جیسے ہارون اور موسیٰ مگر میرے بعد نبی نہیں

[10] اَنْتَ اِمَامُ اُمَّتِیْ وَوَصِیِّیْ۔ — تم میری اُمّت کے امام اور میرے وصی ہو۔

[11] فَقَالَ اَنْتَ قَسِیْمُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ۔ — فرمایا تم دوزخ اور جنت کو تقسیم کرنے والے ہو۔

[12] وَکَذَبَ مَنْ زَعَمَ اَنْ یُّحِبُّنِیْ وَلَا — اور وہ جھوٹا ہے جو ہمارے ساتھ محبت کا

---

[1] ریاض النظرۃ ۲۱۲/۲ صواعق محرقہ ص ۱۲۵ [2] ینابیع المودۃ ص ۳۰۵ [3] صواعق محرقہ ص ۱۲۲ ینابیع المودۃ ص ۳۰۴ [4] ینابیع المودۃ ص ۳۰۵ [5] [6] صواعق محرقہ ص ۱۲۳ ینابیع المودۃ ص ۱۰۳ [7] ینابیع المودۃ ۹۰/۱ [8] المستدرک ۱۲۸/۳ ریاض النظرہ ۲۳۴/۲ [9] ترمذی ۶۷۱/۲ طبقات ابن سعد ۳/۱۴ مسند احمد ۳۳۰/۱، ۳۳۸/۴، ۳۶۹/۴ مسند طیالسی حدیث ۲۰۵، ۲۱۳ مسلم مترجم ۱۵۰۹/۲ بخاری مترجم ۵۲۵/۲ [10] ینابیع المودۃ ۱۵۳/۱ [11] صواعق محرقہ ۹۷/۱ ینابیع المودۃ ص ۱۱۷ [12] ینابیع المودۃ ۲۵۳/۱

marfat.com

- انت منی و انا منك لحمك لحمی ملك من دمی و روحك من روحی و سریك من سریتی وعلانیتك من علانیتی -

علی کو تم سے ہے اور تمہارے ساتھ محبت نہیں کرتا - تم ہم سے ہو ہم تم سے ہیں تمہارا گوشت ہمارا گوشت اور تمہارا خون ہمارے خون سے ہے - تمہاری رُوح ہماری رُوح سے ہے - تمہارا بھید ہمارے بھید سے ہے اور تمہارا اعلان ہمارا اعلان ہے -

پھر صحابہ کرام کو مخاطب فرما کر ارشادِ سرورِ کونین ہے -

هٰذا المقبل حجتی علی امتی یوم القیامة -[1]

یہ مقبل ہیں اور میری اُمّت پر قیامت کو میری حجت ہیں -

هٰذا سید المسلمین و امام المتقین و قائد الغر المحجلین و یعسوب الدین -[2]

یہ مسلمانوں کے سردار متقیوں کے امام سفید مُنہ ہاتھ والوں کے سردار اور یعسوب الدین ہیں -

آپ نے ابا برزہ صحابی کو مخاطب کر کے فرمایا - کہ میرے پروردگار کی طرف سے علی کے لئے فرمایا گیا ہے کہ -

انه رایة الهدیٰ و منار الایمان و امام اولیائی و نور جمیع من اطاعنی - یا ابا برزة علی ابن ابی طالب امینی غدا فی القیامة و صاحب الرایتی فی القیامة - علی مفاتیح خزائن رحمة ربی من احبه احبنی و من ابغضه ابغضنی -[3]

یہ ہدایت کے علمبردار ہیں، منار الایمان ہیں، امام اولیا ہیں اور وہ تمام نور ہیں جو ہمیں عطا کیا گیا - اے ابا برزہ علی ابن ابی طالب قیامت کے دن ہمارے امین ہوں گے - اور قیامت کے دن ہمارا پرچم اُٹھانے والے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانوں کو کھولنے والے ہوں گے ان کی محبت ہماری محبت اور ان کا بُغض ہمارا بُغض ہے -

---

[1] ریاض النضرہ ۲۵۴ [2] ریاض النضرہ ۲۳۴

marfat.com

آپ نے فرمایا ہمارے بعد نبوت کا دروازہ تو بند ہے مگر تمہیں سات ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو کسی اہلِ قریش کے پاس نہیں۔
تم ان میں سب سے پہلے اللہ کے ساتھ ایمان لانے والے ہو اور اللہ کا عہد پورا کرنے والے اور ان میں اللہ کا حکم نافذ کرنے والے ہو، اور ان میں برابر تقسیم کرنے والے، رعیت میں انصاف کرنے والے اور معاملات میں زیادہ بصیرت رکھنے والے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ خوبیاں رکھنے والے ہو۔

أَنْتَ أَوَّلُهُمْ إِيمَانًا بِاللّٰهِ وَأَوْفَاهُمْ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَقْوَمُهُمْ بِأَمْرِ اللّٰهِ وَأَقْسَمُهُمْ بِالسَّوِيَّةِ وَأَعْدَلُهُمْ فِي الرَّعِيَّةِ وَأَبْصَرُهُمْ بِالْقَضِيَّةِ وَأَعْظَمُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ مَزِيَّةً۔ ؎۱

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "قضا" کو دس حصوں میں تقسیم کیا گیا جس کا نو حصے علم علی کو عطا کر دیا گیا اور باقی ایک حصہ ساری دنیا کو دیا گیا۔

قسمت الحکم عشرۃ اجزاء ؎۲	علم قضا کو دس حصوں میں تقسیم کیا گیا۔
فاعطی علی تسعۃ اجزاء والناس	پس نو حصے حضرت علی کو عطا فرمایا اور ایک
جزأً واحد۔	حصہ باقی دنیا میں تقسیم کر دیا گیا۔

یہی وجہ تھی حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر فیصلہ کرنے والے تمام صحابہ کرام میں کوئی نہیں تھا۔ مشکل سے مشکل مسئلہ کا حل آپ ایک لحظہ میں نکال لیتے تھے۔ آپ سے پہلی خلافتوں کو جب بھی کوئی مشکل امر پیش آتا۔ دین کا فیصلہ ہو یا دنیا کا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہی رجوع کیا جاتا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فیصلے کرنے میں ہماری مدد نہ فرماتے تو ہم ہلاک ہو جاتے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ سیدھے راستے پر چلنے کے لئے اپنا مہدی وہادی علی کو بنائے رکھنا۔ یہ تمہیں صراط مستقیم کی طرف لے کر چلیں گے۔

؎۱ حلیتہ الاولیاء ۶۸/۱ حلیتہ الاولیاء ابو نعیم ۶۶/۱
؎۲ حلیتہ الاولیاء ۶۵/۱

قال ان تولوا علیًا هادیا مهدیا یسلک بکم الطریق المستقیم۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ قرآن سات قرأت میں نازل ہوا - ہر قرأت کا ایک ظاہر اور باطن ہے اور کوئی قرأت یا حرف ایسا نہیں جس کے ظاہر و باطن سے علی واقف نہ ہوں۔

عن عبداللہ ابن مسعود - قال! ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف ما منہا حرف الا لہ ظھر وبطن وان علیًا ابن ابی طالب عندہ علم الظاھر والباطن۔[۱]

سیدنا حیدرِ کرار کے علم کا احاطہ کون کر سکتا ہے جبکہ نصِ حدیث سے ثابت ہے کہ آپ مدینۃ العلم محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دروازہ ہیں - آپ کی کرامت و بزرگی اور عظمت کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا

یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَہٗ اَبَدًا؟

یعنی اے گروہ انصار میں ایک ایسی بات بتائیں کہ اگر تم اُس کا دامن ہاتھ میں رکھو تو کبھی گمراہ نہ ہو گے؟

قَالُوْا بَلٰی! یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ - انھوں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ؛ تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ھٰذَا عَلِیٌّ فَاَحِبُّوْہُ بِحُبِّیْ وَاَکْرِمُوْہُ بِکَرَامَتِیْ فَاِنَّ جِبْرِیْلَ اَمَرَنِیْ بِالَّذِیْ قُلْتُ لَکُمْ مِنَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ۔[۲]

یہ علی ہیں پس ان سے محبت کرو میری محبت کے ساتھ اور ان کا اکرام کرو میرے اکرام کے ساتھ اور یہ میں اللہ تعالیٰ کا حکم تمہیں پہنچا رہا ہوں جو مجھے جبریل نے بتلایا ہے۔

امام الانبیاء تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی یا ایھا الذین آمنوا فرما کر خدا تعالیٰ نے ایمانداروں کو مخاطب فرمایا ہے

---

[۱] حلیۃ الاولیاء ۶۵/۱ [۲] حلیۃ الاولیاء ۶۳/۱ [۳] حلیۃ الاولیاء ابونعیم ۶۴/۱، ۶۶/۱

marfat.com

ر. ں ولیؑ پر ان مومنوں کے امیر اور سردار سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔
قالؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم۔ ما انزل اللہ آیۃ فیھا یا ایھا الذین آمنوا الا وعلی راسھا و امیرھا۔

ایک دن حضورؐ نے وضو فرماتے ہوئے حضرت انس کو فرمایا کہ اب جو سب سے پہلے اس دروازے سے آئے گا وہ مومنوں کا امیر، مسلمانوں کا سردار، سفید مُنہ ہاتھ والوں کا قائد اور وصیوں کا خاتم ہوگا۔ حضرت انس انصار تھے۔ اُنہوں نے عرض کیا یا اللہ کسی انصار کو بھیج دے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تشریف لے آئے۔ آپ نے انس کو فرمایا۔
"اے انس یہ ہے وہ شخص" عربی متن ہے۔

قالؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم۔ یا انس! اول من ید خل علیک من ھذا الباب۔ امیر المؤمنین و سید المسلمین و قائد الغر المحجلین وخاتم الوصیین۔ قال انس! قلت اللھم اجعلہ رجلاً من الانصار کتمتہ اذجاء علی فقال! من ھذا یا انس!

بہر نوع! سیدنا و مرشدنا حضرت علی علیہ السلام کی سرداری اور سلطانی مسلمات میں سے ہے۔ آپ کی شان بیان کرنے کے لئے تو ہزاروں دفتر بھی ناکافی ہیں، پھر ان چند اوراق میں کیا عرض کیا جا سکتا ہے۔ بندہ نے آپ کی سیرت مقدسہ پر کتاب "مشکل کشا" تصنیف کی ہے جو چار ضخیم جلدوں میں تین ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اور بحمد اللہ اس کی پہلی جلد چھپ بھی چکی ہے مگر با ایں ہمہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ،

ان کی توصیف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا۔

پھر یہ چند صفحات کس شمار و قطار میں ہیں۔ آپ کی جنگوں کو دیکھیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ جیسا بہادر دُنیا میں کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔ آپ کے فقر و فاقہ کو دیکھیں تو یوں لگتا ہے کہ ان جیسا صابر و شاکر دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت نے علی کو وہ کچھ بنا دیا تھا جو دوسرا کبھی بن ہی نہیں سکتا۔ آپ کی سیرت پاک کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے تمام خوبیاں خداوند قدوس سے لیکر محمد مصطفےٰ

لہ حلیۃ الاولیاء ابو نعیم ۶۷/۱ ، ۶۸/۱ ۔

marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی کی جھولی میں ڈال دی ہیں۔ علی بدر و اُحد میں ہوتے ہیں تو اُن کی تلوار کی کاٹ دیکھ کر ہاتف غیبی پکارتا ہے۔

لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوْالْفَقَار

خیبر کا قلعہ القموص فتح نہیں ہوتا تو امام الانبیاء فرماتے ہیں۔ ہم آج اُس کو پرچم اسلام دیں گے جس کے ہاتھ پر یہ قلعہ فتح ہو جائے گا اور وہ شخص اللہ اور رسُول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اُس کا رسُول اُس سے محبت کرتے ہیں اور پھر جھنڈا علی کو عطا فرما دیا جاتا ہے۔

اور علی پھر خیبر کے دروازے کو اس طرح اکھاڑ پھینکتے ہیں جیسے کاغذ کا بنا ہو۔ حالانکہ چالیس شہ زور صحابی اُس دروازہ کو ہلا بھی نہ سکے اور علی نے اُسے ڈھال بنا رکھا تھا۔

مرحب کے ٹکڑے اُڑا دینے والا علی جب جنگِ احزاب (خندق) میں عمرابنِ ود کے مقابلہ میں جاتے ہیں تو امام الانبیاء نے فرمایا مکمل ایمان مکمل کفر سے ٹکرانے والا ہے۔ اور پھر جب علی کی تلوار نے سینکڑوں بہادروں پر بھاری عبدِ وُد کی گردن اُتار کر پھینکی تو سرورِ کائنات نے فرمایا علی کی عبدِ وُد کو قتل کرنے کی ایک نیکی تمام جنوں اور انسانوں کی عبادات سے افضل ہے۔

بہر صُورت فرامینِ مصطفٰے کا حاصل یہ ہے کہ علی سے محبت کرو علی سے محبت کرنا مُصطفٰے سے محبت کرنا ہے۔

علی سے بُغض رکھنا امام الانبیاء سے بُغض رکھنا ہے، علی کو گالی دینا امام الانبیاء کو گالی دینا ہے۔ علی سے محبت کرنا ایمان کی نشانی اور علی سے بُغض منافقت کی نشانی ہے۔

[۱] لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا یُبْغِضُہٗ اِلَّا مُنَافِقٌ [۲]
نہیں رکھتا محبت علی سے مگر مومن اور نہیں رکھتا بغض علی سے مگر منافق۔

[۳] مَنْ سَبَّ عَلِیًّا فَقَدْ سَبَّ النَّبِیَّ
جس نے علی کو گالی دی تو اُس نے نبی کو گالی دی

[۴] عَلِیٌّ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ یُحِبَّانِہٖ۔
علی اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ و رسول علی سے محبت کرتے ہیں۔

[۵] عَلِیٌّ وَلِیُّ النَّبِیِّ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔
علی نبی کا دُنیا و آخرت میں ولی ہے۔

---

۱ ترمذی ۲/۲۶۲ مسند احمد ۱/۱۲۸ ، ۵/۳۵۹ ابن ماجہ ۱/۲ ۲ مسند احمد ۳۲۳ ۳ مسند احمد ۱/۱۸۵ ۵ مسند احمد ۳۳۰

علی کے فضائل کا حصر و احاطہ کون کر سکتا ہے ۔ علی اللہ کی تیغِ مسلول ہے ، علی مردِ مقبول ہے ، علی نفسِ رسُول ہے ، علی زوجِ بتول ہے ، علی کا دوست خدا کا مقبول ہے ۔ علی کا دشمن مُرتد و مجہول ہے ۔ علی امیر المومنین ہے ۔ علی امام المتقین ہے ۔ علی شفیع المذنبین ہے ۔ علی خلیفۃ المسلمین ہے ۔ علی وسیلۂ دنیا و دین ہے ۔

علی مصطفےٰ کی جان ہے ۔ علی منار الایمان ہے ۔ علی معرفت کا آسمان ہے ۔ علی شمعِ عرفان ہے ۔ علی گلشنِ محمد کا باغبان ہے ۔ علی کی محبت رُوحِ اسلام اور جانِ ایمان ہے ۔ علی خدا کی برہان ہے ۔ علی خدا کی شان ہے ۔ علی اسلام کی آن بان ہے ۔ علی محمد کا پہلوان ہے علی ناطقِ قرآن ہے ۔ علی حافظِ قرآن اور جامع قرآن ہے ۔ علی کی شان محمد کی شان ہے ۔ علی اولیاء کا سلطان ہے ، علی صداقت کا نشان ہے ۔

علی اولیاء کا امام ہے ۔ علی کا کلام محمد کا کلام ہے ۔ علی جانِ اسلام ہے حق کا امام ہے ہر ولی علی کا غلام ہے ۔ علی کے ہاتھوں میں ولایت کا نظام ہے ۔ علی کا لقب کاسرِ اصنام ہے علی کا مولد بیت الحرام ہے ۔ علی کا احترام محمد کا احترام ہے ۔ علی کی سلطنت سلطنتِ دوام ہے دونوں عالم میں علی کا فیضِ عام ہے ۔ اللہ کے نام سے علی کا نام ہے ۔ عقلوں سے بالا علی کا مقام ہے علی نفسِ خیر الانام ہے ۔ علی کا ذبیحہ قاطعِ آلام ہے ۔ علی کی محبت معرفت کا جام ہے ۔ علی کا دشمن ولد الحرام ہے ۔

علی کی زیارت خدا کی عبادت ، علی کی معرفت خدا کی معرفت ۔ علی کی محبت نبی کی محبت ۔ نبی کی محبت خدا کی محبت ، خدا کی محبت رستۂ جنت ۔ علی سے محبت کرو اس لئے کہ جنت علی کی ہے ۔ علی کے دشمن پر جنت حرام ہے

عجب شان معلیٰ ہے علی دا ۔ عجب حسن تجلی ہے علی دا
میں صائم ایس لئی حیدر توں منگداں ۔ علی اللہ دا اللہ ہے علی دا

شرف و کرامت کا معیار تقویٰ و طہارت پر رکھا جائے تو علی کی طہارت پر قرآن کی مہر ثبت ہے ۔ شرف بزرگی کا ایک اور معیار علم بھی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ارشاد فرمایا :۔

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ط (ہم زمین میں اپنا ایک نائب بنانے والے ہیں)

فرشتوں نے کہا کیا تو اُس کو نائب بنائے گا جو فساد پھیلائے گا اور خون ریزیاں کرے گا ۔ (ہم تیری تسبیح پڑھتے ہیں ، حمد کرتے ہیں اور تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں)

نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ط

marfat.com

تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ۔ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ اور آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے اسماء کا علم عطا فرما کر فرشتوں پر سوال کیا اَنْبِئُوْنِیْ بِاَسْمَاءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ اگر تم سچے ہو تو ان کے نام بتاؤ ۔

فرشتوں نے اس طرح اظہار عجز کیا :۔

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ط ”یا اللہ ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے ہمیں سکھایا “ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ بات ہے تو پھر اسے سجدہ کرو ۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا ۔ پھر سوائے شیطان کے سب نے سجدہ کر دیا ۔ بہر صورت علم کو دلیل کے طور پر پیش کر کے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے آدم کی بزرگی کا اعتراف کروایا ۔ اور اگر قرآن کا یہ معیار درست ہے تو پھر شانِ حیدرِ کرار کا اندازہ کون کر سکتا ہے جسے محمد عربی نے علم کے شہر کا دروازہ کہا ۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :۔

میرا علم قرآن کے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مقابلہ میں ایسے ہے جیسے مثعنجر کے مقابلہ میں قرارہ ۔ فرمایا مثعنجر ایک بحرِ ناپیدا کنار ہے اور قرارہ ایک گڑھا ۔

علمی بالقرآن فی علم علی، کالقرارة فی المثعنجر قال القرارة الغدیر الصغیر والمثعنجر البحر

یہی نہیں بلکہ جناب عبداللہ ابنِ عباس نے فرمایا ۔ رسول اللہ کا علم اللہ کے علم سے ہے اور علی کا علم علمِ رسول اللہ سے ہے اور ہمارا علم علی سے ہے ۔ وَقَالَ اِبْنِ عَبَّاسٍ عِلْمِ رسول اللہ من علم اللہ و علم علی من علم رسول اللہ [illegible] علی [illegible] بلکہ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارا علم اور تمام صحابہ کرام کا علم حضرت علی کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہے جیسے سات سمندروں میں سے ایک قطرہ

وما علمی و علم اصحاب محمد فی علم علی الا کقطرة فی سبعة البحر، اشرف المؤبد ص ۱۱۹

بعد تلاش نہ کچھ وسعتِ نظر سے ملا
نشانِ منزلِ مقصود راہبر سے ملا
نبی ملے تو خانۂ خدا سے ملے
خدا کو ڈھونڈا تو وہ علی کے گھر سے ملا

marfat.com

بحرِ نبوت کے ۲ دو موتی

باغِ رسالت کے ۲ دو پھول

نانا ہوں سید الانبیاء، نانی ہوں خدیجۃ الکبریٰ، باپ ہوں سید الاولیاء، ماں ہو سیدۃ النساء تو بیٹے پیدا ہوتے ہیں سید الشہداء۔ نبیؐ کا نور، علی کا خون اور فاطمہ کا دودھ ایک جگہ مل جاتے تو بنتے ہیں حسنؑ اور حسینؑ۔ آیت کریمہ "مرج البحرین" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ان دونوں دریاؤں سے مراد علی اور فاطمہ ہیں اور ان دو دریاؤں سے جو موتی مونگا پیدا ہوتے ہیں وہ حسنؑ و حسینؑ ہیں

(۱) (مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ) قَالَ عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ (بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ) صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ (يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ) قَالَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ۔ دو دریا علی و فاطمہ ہیں۔ برزخ حضورؐ اور موتی حسن و حسین ہیں۔

(۲) ای بحر نبوت من فاطمۃؓ و بحر الفتوۃ من علیؓ بینہما حاجزا من تقوی فلا تبغی فاطمۃ علی علی ولا یبغی علی علی فاطمۃ (یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان) ھو الحسن والحسین۔

بحرِ نبوت فاطمہؓ، بحرِ فتوت علی اور درمیان میں برزخ یا حجاب تقویٰ ان سے جو موتی پیدا ہوئے وہ حسن و حسین ہیں۔ ان شہزادگان عالی وقار کے عزت و احترام اور عظمت و شان کا کون اندازہ کرسکتا ہے جن کی والدہ محترمہ کا نام فاطمۃ الزہرا ہو جس کی شان بتول اور لقب خاتونِ جنت اور خاتونِ قیامت!

کون خاتونِ قیامت! جس کا لقب زہرا اور زاہرا ہے۔ زہرا کلی کو بھی کہتے ہیں اور ضیاء کو بھی۔ رسولِ معظم فرماتے تھے میری بیٹی سے جنت کی خوشبو آتی ہے۔ آپ جنت کی اس کلی کو سونگھا کرتے تھے۔

فکنت اذا اشتقت لرائحۃ الجنۃ شممت رقبت فاطمۃ (نور الابصار ص۴۵)

کون خاتونِ قیامت! جس کی سواری میدانِ محشر میں آئے گی تو منادی کردی جائے گی کہ اے اہلِ محشر اپنی نگاہیں نیچی کرلو محمدؐ کی بیٹی کی سواری گذرنے والی ہے۔

marfat.com

يَا اَهْلَ الْجَمْعِ غُضُّوا اَبْصَارَكُمْ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ حَتّٰى تَمُرَّ ۔ (اسد الغابہ ۵۲۳/۲ خصائص کبریٰ ص۲۲۵)

کون خاتونِ قیامت ! جس کی سواری ستر ہزار حوروں کے جھرمٹ میں پلصراط سے ایسے گذر جائے گی جیسے بجلی کوند جاتی ہے ۔

تَمُرُّ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ مَعَ سَبْعِيْنَ اَلْفَ جَارِيَةٍ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ كَمَرِّ الْبَرْقِ (خصائص کبریٰ ۲۲۵/۲)

کون خاتونِ قیامت ! جو اپنے باپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے پہلے جنت میں تشریف لے جائیں گی ۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول من يقرع باب الجنة واول من يدخلها وبعدہ ابنة فاطمة (خصائص کبریٰ ۲۲۵/۲)

کون خاتونِ قیامت ! جو جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں ۔ فاطمة سَيِّدَةُ النِّسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ ۔

کون خاتونِ قیامت ! جن کے اپنے اور شوہر کے مسکرانے سے جنت ایسے روشن ہو جائیگی جیسے آفتاب طلوع ہو جاتا ہے ۔

بينما اهل الجنة اذ سطع لهم نوراً فظنوا شمساً ۔ فيقول رضوان هذاه فاطمة وعلی فضحکا اشرقت الجنان من نور ضحکهما ۔

کون خاتونِ قیامت ! جس کی اولاد پر خدا تعالیٰ نے جہنم حرام فرما دیا ہے ۔

اِنَّ فَاطِمَةَ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَحَرَّمَ اللّٰهُ ذُرِّيَّتَهَا عَلَى النَّارِ (المستدرک ۱۵۲/۳)

کون خاتونِ قیامت ! جس کے حب داروں کو جنت کے ٹکٹ عطا کئے جائیں گے ۔ آپ کی شادی کے وقت رضوان نے طوبیٰ کو ہلایا تو محبانِ اہل بیت کی تعداد کے مطابق پتے گرے ۔ رقاعا بعدد محبی اهل بيتی ۔ اور وہی قیامت کے دن جنت کے ٹکٹ بن جائیں گے ۔

فاذا سنوت القيامة باهلها نادت الملائكة فی الخلق فلا يبقی محب اهل البيت الا دفعت له صكا فيه فكاله من النار (صواعق محرقہ ص۱۰۱ نزہۃ المجالس ۲۲۶/۲)

کون خاتونِ قیامت ! جو جنت الفردوس میں مع اپنے شوہر اور اولاد کے

marfat.com

اسی مقام اور اُسی محل میں قیام فرمائیں گی جہاں اُن کے اباجان ہوں گے۔

(۱) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اخذ بید حسن وحسین فقال من احبنی و احب ھذین و اباھما و امھما کان معی فی درجۃ یوم القیامۃ (مسند احمد ۷۶/۱ صواعق محرقہ ص ۱۵۱)

(۲) انی وایاک و ھذین و ھذا الراقد فی مکان واحد یوم القیامۃ (مسند احمد ۹۲/۱)

(۳) آنحضرت با فاطمہ خطاب کرد۔ من و تو و علی وحسن وحسین در یک مقام و مکان خواہیم بود (اشعۃ اللمعات ۶۸۴/۴)

کون خاتونِ قیامت! جسے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانی حور فرمایا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ابنتی فاطمۃ حوراء آدمیۃ لم تحض ولم تطمث۔

کون خاتونِ قیامت! جس کا لقب بتول ہے۔ اور بتول اُس کو کہتے ہیں جس نے عورتوں کے کسی مرض کو نہ دیکھا ہو۔ جو حیض و نفاس کی آلودگیوں سے منزہ اور پاک ہو۔ طیبہ اور طاہرہ ہو۔

البتول التی لم ترحمۃ قط ای لم تحض۔ عن اسماء قال قبلت فاطمۃ بالحسن فلم ارلھا دما۔ فقلت یا رسول اللہ لم ارا لفاطمۃ دما فی حیض و لا نفاس۔ فقال محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اما علمت ان ابنتی طاھرۃ مطھرۃ (نور الابصار ص ۱۱۹)

کون خاتونِ قیامت! جو نور سے پیدا ہوئی اور جس نے پیدا بھی نور ہی کیا۔

تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا (اعلیٰحضرت بریلوی)

کون خاتونِ قیامت! جس کا نام اقدس فاطمہ ہے اور فاطمہ اُس کو کہتے ہیں جو نجات دلانے والی ہو اور جو جہنم سے اپنے غلاموں کو آزاد کرانے والی ہو۔

و فاطمۃ کما قال ابن حدید۔ مشتقۃ من الفطم وھو القطع سمیت بذالک لان اللہ تعالیٰ فطمھا عن النار واخرج الدیلمی مرفوعًا۔ انما سمیت فاطمۃ لان فطمھا و محبیھا عن النار۔ (صواعق محرقہ ص ۱۸۸ نور الابصار ص ۴۵)

کون خاتونِ قیامت! جن کے پردے کا احترام کرتے ہوئے ملک الموت اُن کی روح

marfat.com

قبض کرنے پر راضی نہ ہُوا - اور پھر خود اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے اُن کی رُوح قبض فرمائی
لم نزل علیہا ملک الموت لم ترضی بقبضتہ فقبض اللہ روحھا - (روح البیان ۲۲۷)

اُس بتولِ جگر پارۂ مصطفےٰ ، حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے ، اُس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
آبِ تطہیر میں جس کے پودے جمے ، اُس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام

سیّدہ ، زاہرہ ، طیبہ ، طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

کون خاتونِ قیامت ! جس کے حضور میں علامہ اقبال عقیدت کے پھول اسطرح پیش کرتے ہیں -

مریمؑ از یک نسبتِ عیسےٰ عزیز — از سہ نسبت حضرتِ زہرا عزیز
نورِ چشمِ رحمتہ للعالمین — آں امامِ اوّلین و آخرین
بانوے آں تاجدارِ ھَل اَتیٰ — مرتضیٰ ، مشکلکشا ، شیرِ خدا

مادرِ آں مرکزِ پرکارِ عشق
مادرِ آں قافلہ سالارِ عشق

کون خاتونِ قیامت : جس نے اپنی ردائے مبارک فروخت کر کے سائل کا سوال پورا کر دیا - جو چکی بھی پیس رہی ہوتی اور تلاوتِ قرآن بھی فرما رہی ہوتی - حُوریں اور ملائکہ جس کے فرمان کے منتظر تھے مگر اُس نے اپنی رضا کو رضائے شوہر میں گم کر دیا تھا - کون خاتونِ قیامت ! جو نماز پڑھتی تو آنکھوں سے اشک جاری ہوتے - کون خاتونِ قیامت ! جس کے آنسوؤں کو جبریل موتیوں کی طرح چن کر شبنم کی طرح عرش بریں پر بکھیر دیتا تھا -

بہر محتاجے دلش آں گونہ سوخت — با یہودے چادرے خود را فروخت
نوری و ہم آتشی فرماں برش — گم رضائش در رضائے شوہرش
آں ادب پروردۂ صبر و رضا — آسیا گرداں و لب قرآں سرا
گریہ ہائے او ز بالیں بے نیاز — گوہر افشاندے بدامانِ نماز

اشکِ او برچید جبریل از زمیں
ہمچو شبنم ریخت بر عرشِ بریں

اس کے بعد اقبال کہتے ہیں کہ میرے پاؤں میں قانونِ خداوندی کی زنجیر ہے اور رسول اکرم

marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کا پاس ہے ورنہ میں سیدہ فاطمۃ الزہرا خاتونِ قیامت کے مزار اقدس کا طواف کرتا اور آپکی قبر انور پر سجدے کرتا۔

رشتۂ آئینِ حق زنجیر پا است | پاسِ فرمانِ جنابِ مصطفٰے است
ورنہ گردِ تربتش گردیدمے | سجدہ ہا بر خاکِ اُو پاشیدمے

کون خاتونِ قیامت! جس کے نقشِ قدم پر چل کر ہی عورت عورت بن سکتی ہے۔ جسکے اسوۂ حسنٰی کو مشعلِ راہ بنا کر ہی مسلمان عورتیں اپنا صحیح مقام حاصل کر سکتی ہیں۔ جس کی سیرت سے سبق حاصل کیکے ہی مسلمان مائیں مجاہد پیدا کر سکتی ہیں۔ اس لئے کہ بیٹوں کی سیرت ماں کی سیرت سے بنتی ماں بے پردہ ہو تو اولاد بے حیا ہوتی ہے ماں کا کردار بلند ہو تو اولاد کا کردار بلند ہوتا ہے۔ ماں عبادت گزار ہو تو بیٹے ولی پیدا ہوتے ہیں۔ ماں سینما بین ہو تو بیٹے ایکٹر پیدا ہوتے ہیں۔ ماں نیک ہو تو اولاد نیک پیدا کرتی ہے۔ ماں فاطمہؑ ہو تو بیٹے حسنؑ وحسینؑ پیدا ہوتے ہیں کیونکہ

سیرتِ فرزندہا از اُمہات | جوہرِ صدق وصفا از اُمہات
مزرعِ تسلیم را حاصل بتولؑ | مادراں را اسوۂ کامل بتولؑ
ہوشیار از دستبردِ روزگار | گیر فرزندانِ خود را در کنار
فطرتِ تو جذبہ ہا دارد بلند | چشمِ ہوش از اسوۂ زہراؑ مبند
تا حسینے شاخِ تو بار آورد | موسمِ پیشیں بگلزار آورد
اگر پندے ز درویشے پذیری | ہزار اُمت بمیرد تو نہ میری (اقبال)

اسلام کی بیٹی جب تک شہزادیٔ اسلام ملکۂ سلطنتِ عفت وعصمت سیدہ فاطمۃ الزہرا خاتونِ قیامت کی حیاتِ طیبہ وطاہرہ کو نشانِ منزل نہیں بنائے گی منزل سے دور ہوتی جائیگی۔ عورتوں کی رہبر ورہنما ہے تو خاتونِ قیامت، پیکرِ شرم وحیا ہے تو خاتونِ قیامت، پیکرِ عفت وعصمت ہے تو خاتونِ قیامت۔

کون خاتونِ قیامت! جو زہرا بھی اور زاہرا بھی، طیبہ بھی ہے اور طاہرہ بھی۔ نیرہ بھی ہے اور منورہ بھی، منیرہ بھی ہے اور مطہرہ بھی۔ عتیقہ بھی ہے اور صدیقہ بھی، عفیفہ بھی ہے اور منیفہ بھی۔ عالمہ بھی ہے اور فاضلہ بھی۔ عابدہ بھی ہے اور زاہدہ بھی۔ ساجدہ بھی ہے اور راکعہ بھی۔ کاملہ بھی ہے اور اکملہ بھی۔ عقیلہ بھی ہے اور عاقلہ بھی۔ امینہ بھی ہے اور آمنہ بھی۔ صابرہ بھی ہے اور شاکرہ بھی۔ ناصرہ بھی ہے اور منصورہ بھی، سعیدہ بھی ہے اور صادقہ بھی، راحمہ بھی ہے اور راشدہ بھی

marfat.com

ھاں ھاں وھی خاتونِ قیامت! جو معصومہ بھی ہے اور مخدومہ بھی۔ جو صائمہ بھی ہے اور عاصمہ بھی۔ شفیقہ بھی ہے اور مشفقہ بھی۔ عظیمہ بھی ہے اور اعظمہ بھی۔ محسنہ بھی ہے اور اکرمہ بھی۔ محترمہ بھی ہے اور مکرمہ بھی۔ عالمہ بھی ہے اور معلمہ بھی۔ راضیہ بھی ہے اور مرضیہ بھی۔ ہاشمیہ بھی ہے اور قرشیہ بھی۔ وسیلہ بھی ہے اور کفیلہ بھی۔ ناصرہ بھی ہے اور قاسمہ بھی۔

کون خاتونِ قیامت! جس کی تعریف کا حق نہ کوئی ادا کر سکا ہے اور نہ ہی قیامت تک کوئی ادا کر سکتا ہے۔

رنگِ بہارِ باغِ رسالت ہیں فاطمہؑ
سرچشمۂ ریاضِ ولائت ہیں فاطمہؑ

امیدگاہِ حشر و قیامت ہیں فاطمہؑ
دنیا میں وجہِ آیتِ رحمت ہیں فاطمہؑ

روحِ روانِ پنجتن و جانِ مصطفےٰ
آلِ عبا کی دوسری آیت ہیں فاطمہؑ

معصومیت پہ جن کی ہے حور و ملک کو ناز
نقد و متاعِ عہدِ نبوت ہیں فاطمہؑ

پہلا پھول کھلتا ہے

اس شہزادیٔ ملکِ عفت و عصمت سیدہ فاطمۃ الزہرا کے گلشنِ تطہیر میں پہلا پھول کھلتا ہے رمضان المبارک کی پندرہ تاریخ اور ہجرت کا تیسرا سال ہے۔

جبریل علیہ السلام دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے سلام عرض کیا۔ خداوندِ قدوس کی طرف سے مبارکباد پیش کی اور ایک ریشمی کپڑے کا منقش ٹکڑا آپ کے سامنے پیش کیا۔

جنت کے اس کپڑے پر ایک تصویر تھی نہایت خوبصورت بچے کی تصویر۔ ایسی پیاری تصویر جیسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن کی اپنی تصویر ہو۔ آپ تصویر دیکھنے میں محو تھے اور جبریل عرض کر رہے تھے۔ جن کی یہ تصویر ہے وہ بنتِ رسول کی گود میں تشریف لا چکے ہیں۔ گلستانِ زہرا میں پہلا گلِ قدس کھل چکا ہے۔ خداوندِ قدوس نے ان کا نام بھی تجویز فرما دیا ہے۔ حضرت ہارون کے بیٹے کے نام پر، ان کے بیٹوں کے نام شبر و شبیر تھے ان کا نام شبر ہے۔ اس کے معنی حسن بھی ہوتے ہیں۔ تاجدارِ دو عالم نے یہ بشارت سنی تو آپ بے حد خوش ہوئے۔ آپ کے لبوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ روحِ کائنات مسکرائی تو کائنات وجد میں آگئی۔ کونین میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ جنت میں خوشیوں کے چشمے ابلنے لگے۔ حوریں ایک دوسری کو مبارکباد دینے لگیں۔ تمام عالم کیف و

ایک روایت یہ بھی ہے۔ اس پر امام حسن المجتبیٰؑ کا اسم گرامی تحریر تھا

سرور میں ڈوب گیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے مدینہ منورہ کی گلی گلی جگمگا اُٹھا ہو۔ چہرہ چہرہ تبسم ریز ہو گیا ہو اور ہر مکان مسکرا رہا ہو۔

اسی عالمِ وجد و کیف میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی بیٹی کے گھر تشریف لے گئے۔ جا کے دیکھا تو حجرۂ بتول میں ایک ننھا سا چاند طلوع ہو چکا ہے۔ امام الانبیاء کی اپنی تصویر۔ وہی نقش و نگار، وہی ناک نقشہ، وہی مطلع الفجر پیشانی، وہی والضحٰے رخسار، وہی مازاغ نرگسی آنکھیں وہی حسن و رعنائی، وہی نور و نکہت، وہی نزہت و لطافت۔ جناب آمنہؓ ہوتیں تو انہیں حضور کی تشریف آوری کا وقت یاد آجاتا۔

آمنہؓ کے چاند نے فاطمہؓ کے چاند کو گود میں اُٹھا لیا۔ دونوں چاند مسکرا رہے تھے۔ دونوں کی نگاہیں ملی ہوئی تھیں۔ فاطمہ کا چاند بار بار منہ کھول رہا ہے جیسے نانا جان سے کچھ مانگ رہا ہو حضور نے اپنا لعابِ دہن نواسہ کے منہ میں ڈال دیا۔ نواسہ خوش ہو گیا جیسے نعمتِ کونین مل گئی ہو۔ امام الانبیاء نے نواسہ کے کان میں اذان و تکبیر کی آواز پہنچائی۔ حسن نام تجویز فرمایا اور بیٹی کی گود میں دے دیا۔ سات روز بعد عقیقہ کیا، ختنہ کیا، سر کے بال اُترو ائے اور اُن کے ساتھ چاندی وزن کر کے خیرات کر دی۔ امام حسن علیہ السلام کی زندگی کے حالات سے آگاہی کیلئے ہماری زیرِ ترتیب کتاب "الحسنؑ" المعروف "شہیدِ زہر" کا مطالعہ کریں۔

دوسرا پھول کھلتا ہے

صبح کا وقت ہے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما ہیں۔ حضرت ام الفضل زوجہ عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہم نہایت پریشانی کے عالم میں دربارِ رسالت میں آتی ہیں آپ نے پریشانی کا سبب پوچھا۔

فقالت! یا رسول اللہ انی رأیت حلما المنکر اللیلۃ۔ عرض کیا یا رسول اللہ میں نے رات کو بڑا پریشان کن خواب دیکھا ہے۔

قال! مَا ھُوَ؟ آپ نے فرمایا چچی جان بیان کرو۔ قالت انہ شدیدا۔ عرض کیا حضور بڑا شدید خواب ہے۔ قال۔ مَا ھُوَ؟ فرمایا بیان تو کرو۔ قالت رأیت کان قطعۃ من جسدک قطعت و وضعت فی حجری۔ عرض کیا! میں نے دیکھا کہ آپ کے جسم کو کاٹ کر ایک ٹکڑا علیحدہ کیا گیا ہے اور پھر وہ ٹکڑا میری جھولی میں آگیا۔

marfat.com

فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم رأیت خیرا تلد فاطمۃ انشاء اللّٰہ غلاما یکون فی حجرک ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چچی جان آپ نے بہت اچھا خواب دیکھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ میری بیٹی فاطمہؓ کے گھر لڑکا پیدا ہوگا اور تو اُسے گود میں اٹھائے گی ۔

"فولدت فاطمۃ الحسین" ۔ اور پھر شہزادیٔ مصطفےٰ کی گود میں ۵ شعبان المعظم ہجری کے چوتھے سال حسین آگئے" ۔

مملکتِ شہادت کا تاجدار اور گلستانِ فاطمہ کا دوسرا پھول تاجدارِ مدینہ کے جسم کا ٹکڑا ناناجان نے شبیر اور حسین نام تجویز فرمایا۔ کان میں تکبیر و اذان کہی ۔ حسین کے منہ میں اپنا مبارک لعاب دہن ڈالا۔ ساتویں دن عقیقہ اور ختنہ کیا۔ سر کے بال اُتروا کر چاندی وزن کی اور صدقہ دیدی۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا کے گھر میں دو چاند طلوع ہو چکے ہیں۔ گلشن علی میں دو پھول کھل چکے ہیں چشمۂ نبوت سے جاری ہونیوالے دو دریاؤں کے دو درخشندہ موتی ۔

سیرتِ حسینؓ کا خاکہ

سلطنتِ روحانیت کے شہریار امام حسینؓ کی سیرت طیبہ کو اگر تفصیل سے بیان کیا جائے تو ہزاروں صفحات بھی کم ہیں اور اگر اجمالی طور پر چند جملوں میں بیان کرنا ہو تو یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ حسینؓ اپنے نانا کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ حسن و جمالِ مصطفائی کا روشن آئینہ تھے۔ سیرتِ مصطفےٰ کا مظہر اتم تھے ۔ آپ کا خلق خلقِ رسول تھا۔ آپ کی سیرت سیرتِ رسول تھی۔ آپ کا کردار کردارِ رسول تھا۔ آپ کا چلنا پھرنا، اُٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، رہنا سہنا سرکارِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عکس جمیل اور پرتو تامہ تھا۔ آپ گفتگو فرماتے تو یوں معلوم ہوتا امام الانبیاء کی آواز آرہی ہے۔ آپ حجرۂ بتول سے باہر آتے تو ایسا لگتا جیسے فاران کی چوٹیوں سے آمنہ کا چاند طلوع ہو رہا ہے ۔

آپ وہ آئینۂ نور تھے جس میں جمالِ مصطفائی کا مکمل مشاہدہ کیا جا سکے۔ گفتار میں وہی حلاوت وہی شیرینی، کردار میں وہی پختگی وہی انوار، چہرے پر وہی نور اور وہی تقدس، رفتار میں وہی عظمت اور وہی وقار، سینے میں وہی خلوص کا موجزن بحرِ بیکنار، دل میں وہی جذبۂ رحم و سخاوت، آنکھوں میں وہی سرمۂ مازاغ کی چمک، رخساروں پر وہی تجلیاتِ والضحیٰ، زلفوں میں وہی واللیل کی سیاہی

مانگ میں وہی والنجم کی تابانی۔

الغرض شہزادہ کونین امام حسینؓ صورت میں بھی نقشہ سید الثقلین تھے اور سیرت میں بھی آپ ہی کا جلوہ عین بعین تھے۔ اتباع رسول کا پیکر دیکھنا ہو تو امام حسینؓ کو دیکھ لو۔ سنت مصطفےٰ کا پیکر دیکھنا ہو تو حسینؓ کو دیکھ لو آپ جود و عطا اور خیر و سخا کے منبع تھے۔ یہ ناممکن بات ہے کہ سائل حسینؓ کے دروازے پر آکر خالی چلا جائے۔ آپ کے خطبات و ارشادات میں وہ اثر آفرینی تھی کہ سامعین کے دل ہل جاتے اور آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔ حسینؓ تلاوت فرماتے تو یوں معلوم ہوتا جیسے کتاب مقدس کا نزول ہو رہا ہو۔ آپ کے جود و سخا، کرم و عطا، عبادت و ریاضت اور علم و حلم کے چند واقعات ملاحظہ کریں۔

سائل نوازی:۔ آپ کے دربار میں ایک سائل حاضر ہوا۔ آپ کے پاس پانچ توڑے اشرفیاں تھیں۔ آپ نے ساری اشرفیاں اسے دے دیں۔

شاعر نوازی آپ کی خدمت میں ایک شاعر نے دو شعر لکھ کر بھیجے۔ چند لمحوں بعد اس نے دو شعر اور لکھ کر بھیج دیئے جن میں اہل بیت کی سخاوت اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا گیا تھا۔ آپ نے دس ہزار درہم عطا کر کے فرمایا کہ اگر تم جلدی نہ کرتے تو ہم اور بھی عطا کرتے۔

گلدستہ کی قیمت آپ کی ایک کنیز نے آپ کو گل ریحان کا گلدستہ پیش کیا تو آپ نے اسے آزاد کر دیا حضرت انسؓ نے کہا یا امام! آپ نے ایک گلدستہ کے عوض میں کنیز کو آزاد فرما دیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں! اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا۔ جو تمہیں دعا دے تم بھی اسے اچھی دعا دو

غلطی کا بدلہ امام عالی مقام مہمانوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ غلام کے ہاتھ سے گرم شوربے کا پیالہ گرا اور آپ کے سر پر لوٹ گیا۔ آپ نے تادیبا غلام کو دیکھا تو اس نے پڑھ دیا والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین۔ آپ نے فرمایا ہم نے تمہاری غلطی بھی معاف کر دی اور تمہیں آزاد بھی کر دیا اور تمہارے اخراجات بھی ہمارے ذمہ ہیں۔

خلقہ القرآن آپ چار صد صحابہ کے جلوس میں تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک اعرابی نے پوچھا آپ ابو طالب کے پوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! تو اس نے حضرت علیؓ کی شان میں نازیبا کلمات کہے۔ صحابہ کرام نے کہا کہ اس کی زبان بند کر دیں۔ لیکن امام عالی مقام نے انہیں روک دیا۔

حسن عبادت امام زین العابدینؓ سے کسی نے پوچھا! آپ کے والد کی اولاد کیوں قلیل ہے آپ نے فرمایا جتنی ہے اسے غنیمت سمجھو۔ میرے والد گرامی کو دنیا کی طرف

marfat.com

رغبت اپنی کب تھی اور وہ تین ہزار نفل ہر دن رات میں ادا فرماتے تھے۔

لاجوابی کا انعام

ایک شخص نے امام کی خدمت میں عرض کیا میں نے رسولِ کریم سے سُنا ہے کہ عربی شریف حاملِ قرآن خوبصورت اور کریم مولیٰ کے سامنے اپنی حاجت بیان کرو۔ آپ میں یہ تمام صفات موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا اپنی حاجت بیان کرو۔ اُس نے زمین پہ تحریر کر دیا۔ آپ نے فرمایا تم ذہین آدمی ہو۔ میرے تین سوال ہیں۔ اگر ایک کا جواب دو گے میرے پاس یہ تھیلی ہے اس میں سے تیسرا حصّہ تمہارا۔ دو کا جواب دو گے تو دو حصّے، تینوں کا جواب دو گے تو ساری تھیلی تمہاری۔ اُس نے دو سوالوں کا جواب دے دیا تو آپ نے تیسرا سوال یہ کیا کہ انسان کو کونسی چیز آراستہ کرتی ہے۔ اُس نے کہا علم بشرطیکہ بُردباری کے ساتھ ہو۔ فرمایا اگر یہ نہ مل جائے؟ اعرابی نے کہا مال جس کے ساتھ کرم ہو۔ آپ نے فرمایا اگر یہ بھی نکل جائے تو؟ اعرابی نے بے بسی کے ساتھ جھنجلا کر کہا کہ پھر اُسے بجلی جلا دے۔ آپ نے اُس کی بے بسی دیکھی تو ہنس پڑے اور پوری تھیلی اُس کو عطا کر دی۔

marfat.com

فضائلِ حسنینؑ مقامِ حسینؑ

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدّس شہزادوں کی فضیلت کون بیان کر سکتا ہے کُتبِ تفاسیر و احادیث کو دیکھتے ہیں تو یُوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے دنیا و جہاں کی تمام فضیلتیں جمع کر کے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان دونوں کو عطا فرما دی ہوں۔

بلا مبالغہ جمالِ کبریائی کا مشاہدہ کرنا ہو تو آئینۂ جمالِ مصطفےٰ میں کیا جا سکتا ہے اور اگر جمالِ مصطفےٰ کا نظارہ کرنا ہو تو آئینۂ حُسنِ حسنینؑ کریمین میں کیا جا سکتا ہے۔

خدا تعالیٰ کا عکسِ جمیل اور پرتوِ کامل تاجدارِ مدینہ ہیں۔ اور تاجدارِ مدینہ کا عکسِ منوّر اور پرتوِ حسین جناب حسنؑ اور جناب حسینؑ ہیں۔

ذات و صفاتِ خداوندی کے مظہرِ اتم حضورؐ ہیں اور حضورؐ کے مظہرِ اتم حسنینؑ ہیں۔ ظہورِ ربُوبیتِ خدا کی علّتِ غائیہ جنابِ آمنہؓ کے لال ہیں۔ اور ظہورِ مصطفائی کا سبب خاص جنابِ فاطمہؓ کے لال ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے معبودِ یکتا ہونے کی شہادت مکّہ کی گلیوں میں پتھر کھا کر نانا نے دی اور اس شہادت کی شہادت گلے پر خنجر پھرا کر اپنی شہادت سے نواسے نے کربلا میں دی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پتھروں کی بارش میں سجدے کئے۔ حُسینؑ نے تیروں اور تلواروں کی بارش میں اس فرض کو ادا کیا۔ حضورؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظلِّ خدا ہیں اور حسنین کریمین ظلِّ مصطفےٰ ہیں۔

اعلیٰحضرت بریلویؒ فرماتے ہیں :-

معدُوم نہ تھا سایۂ شاہِ ثقلین !
اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذاتِ حسنینؑ
تمثیل نے اِس سایہ کے دو حصّے کئے
آدھے سے حسنؑ بنے آدھے سے حسینؑ

(اعلیٰحضرت احمد رضا خاںؒ)

اور یہ محض تمثیل کی بات نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں شہزادے اپنے نانا کی مکمّل ترین تصویر تھے۔ احادیث میں آتا ہے کہ حضرت حسنؑ

marfat.com

علیہ السلام سرِ اقدس سے سینہ مبارک تک اور حضرت حسینؓ سینہ مبارک سے پاؤں تک سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل تشبیہ تھے۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ الْحَسَنُ اَشْبَهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَابَيْنَ الصَّدْرِ اِلَى الرَّاْسِ وَالْحُسَيْنُ اَشْبَهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَا كَانَ اَسْفَلَ مِنْ ذَالِكَ۔

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں شہزادے جس طرح ظاہر میں آپ کی شباہتِ منورہ کی مکمل ترین تصویر تھے اسی طرح باطن میں بھی آپ کا مل و مکمل اور پورا پورا نقشہ تھے۔ جس طرح یہ دونوں صورۃً حضور کی یاد تازہ کر دیتے تھے اسی طرح معناً بھی آپ ہی کے فرائض کی تکمیل کرتے تھے۔

شہادت ایک عظیم مرتبہ اور منصبِ جلیلہ تھا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ضروری تھا کہ اس منصبِ جلیلہ پر فائز ہوتے۔

کیوں ضروری تھا؟ اس لئے کہ جس قدر بھی انبیاء کرام آپ سے پہلے تشریف لائے ان تمام کو جو جو بھی فضیلت عطا ہوئی جو جو بھی مقام حاصل ہوا وہ امام الانبیاء ہی کے صدقہ سے ملا آپ امام الانبیاء ہیں۔ مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کرام نے آپ کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ امام وہی ہو سکتا ہے جو اپنے مقتدیوں سے فضائل و کمالات میں افضل ہو۔ فرداً فرداً جو خوبی جو فضیلت اور جو کمال کسی نبی کو ملا وہ ضروری تھا کہ امام الانبیاء کو حاصل ہوتا۔

شہادت ایک خاص فضیلت اور عظیم مرتبہ تھا۔ متعدد انبیاء کرام اس سے سرفراز ہو چکے تھے۔ بعض کو شہادتِ ظاہر اور بعض کو شہادتِ باطن نصیب ہوئی۔ امام الانبیاء کو ان دونوں مرتبوں کو حاصل کرنا تھا مگر یہ دونوں شہادتیں ایک جگہ کیسے آ سکتی تھیں۔ شہادتِ ظاہر نصیب ہوتی تو چھپ کیسے سکتی، باطنی شہادت ملتی تو ظاہر کیسے ہوتی۔ ظاہر و باطن ایک دوسرے کی ضد ہیں اور اجتماعِ ضدین محال ہے۔ یہاں ایک اور بحث چھڑنے کا امکان ہے لیکن ہمیں بحث سے اجتناب کرنا ہے۔ هُوَ الظَّاهِرُ وَهُوَ الْبَاطِنُ اپنے اثرات کے اعتبار سے ہے۔ یہاں بھی ظہور و بطون کا مقصد و منشاء اور مرکز و محور ایک ہی ہے

ؔ مشکوٰۃ ۵۷۰/۲ ترمذی ۲۴۲/۲ مسند احمد حدیث ۴، ۷۷، ۸۲۵ جلد دوم

marfat.com

یہ دونوں دریا ایک ہی سمندر میں گر رہیں گے۔ ہر ظاہر کا ایک باطن اور ہر باطن کا ایک ظاہر ہوتا ہے لیکن ظاہر کو ظاہر اور باطن کو باطن کہے بغیر بات بن نہیں سکتی۔ یہ دو شہادتیں تھیں۔ کچھ انبیاء کرام کو مجمع عام میں شہید کر دیا گیا تھا اور کچھ کو پوشیدہ طور پر شہید کیا گیا تھا۔ اُن کی شہادت کے حالات تک بھی ہمیں نہیں ملتے۔ البتہ اُن کے شہید ہونے کی گواہیاں قرآن مجید میں موجود ہیں اُن کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

یقتلون النبی بغیر الحق۔ لیکن اور کوئی سراغ نہیں ملتا۔ چھپی ہوئی اور پوشیدہ شہادت امام حسنؑ کو مِل گئی ایسی پُر اسرار اور پوشیدہ کہ اُن کے قاتل کا آج تک فیصلہ نہیں ہو سکا۔ ظاہر کی شہادت امام حسینؑ کو مِل گئی ایسی ظاہر کہ ہمیں تاریخ بتاتی ہے کہ اُن کے جسمِ نازنین پر تلواروں کے کتنے زخم تھے۔ نیزوں کے کتنے گھاؤ تھے اور تیروں کی کتنی اَنیاں پیوست تھیں۔ ہمیں پتہ چل جاتا ہے کہ اُن پر تیروں کی بارش کس کس نے کی اور اُن پر تلوار کس کس نے چلائی۔ وہ شہید کس کے نیزے اور تلوار سے ہوتے اور اُن کی مقدس گردن کو جسدِ اطہر سے کس نے علیحدہ کیا یہی نہیں بلکہ امام حسینؑ کی اس ظاہر اور جہری شہادت کا پرتو ان کے ساتھیوں پر بھی پورے طور پر پڑا تھا۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اُن کا کون کون ساتھی کس کس طرح شہید ہوا، اور اُنہیں کس کس نے شہید کیا۔

شہادتِ امام حسینؑ کو کمالِ ظہورِ شہادت کہا جا سکتا ہے اور شہادتِ امام حسنؑ کو کمالِ بطونِ شہادت کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اور یہ دونوں شہادتیں نواسوں کی طرف سے ہو کر نانا کے مناصبِ عظمیٰ کی تکمیل کر گئیں۔ اب امام الانبیاء کی وہ تمام فضیلتیں ظہور میں آگئیں جو دوسرے تمام انبیاء کو فرداً فرداً عطا فرمائی گئی تھیں۔ حضرات حسنینؑ کریمین کی شہادتیں دراصل امام الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شہادت ہے۔ یہی وجہ تھی کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حسنینؑ کریمین کو اپنے بیٹے فرمایا کرتے تھے۔

فَقَالَ هٰذَا ابْنَایَ وَابْنَا ابْنَتِی۔[۱]

فرمایا یہ میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔

ایک دوسری جگہ امام حسین علیہ السلام کے متعلق پیشگوئی فرمائی کہ یہ میرا بیٹا شہید ہوگا

---

۱ ترمذی ۲۴۲/۱، مشکوٰۃ ۶۴۴/۲، البدایہ والنہایہ ۲۰۵/۸

marfat.com

یک بار فرمایا "حسنؓ و حسینؓ میرے بیٹے ہیں ان سے محبت کرو۔ ان سے محبت کرنا مجھ سے محبت کرنا ہے۔"

یہی وجہ تھی کہ آپ امام حسینؓ کو فرماتے ہیں "حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں اور اللہ تعالیٰ اُس سے محبت کرتا ہے جو حسینؓ سے محبت کرتا ہے۔

عن یعلیٰ بن مرۃ۔ قال[1] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسین منی وانا من حسین۔ احب اللہ معا من احب حسینا۔

شہادتِ حسینؓ میں نقص تلاش کرنا درحقیقت شہادتِ مصطفیٰ میں خامیاں نکالنے کے مترادف ہے۔ اس لئے کہ یہ بدبختوں نے حسینؓ سے نہیں بلکہ مصطفیٰ سے جنگ لڑی تھی حسینؓ پر چلنے والی تلواریں رسولِ خدا پر چل رہی تھیں۔ یزید نے حسینؓ کے نہیں امام الانبیاء کے ہاتھوں کو اپنے ناپاک ہاتھوں میں لینا چاہا تھا۔ رسولِ خدا کو قتل کر دینے کا حکم نامہ جاری کیا تھا۔ ابن زیاد کو گرفتاریٔ مصطفیٰ کا پروانہ جاری کیا تھا۔ شمر کی تلوار گردنِ مصطفیٰ پر چلی تھی۔ حسینؓ سے جنگ کرنا حقیقت میں مصطفیٰ سے جنگ کرنا تھا اور مصطفیٰ سے لڑائی کرنا خدا سے لڑنا تھا۔

یہ کسی داستان گو کا تصور اور کسی افسانہ نگار کا تخیل نہیں بلکہ یہ امام الانبیاء کا اپنا فرمان ہے جس نے میرے شہزادوں سے محبت کی اُس نے ہم سے محبت کی، جس نے ان سے بغض رکھا اُس نے ہم سے بغض رکھا۔ جس نے ان سے لڑائی کی اُس نے ہم سے لڑائی کی، جس نے ان سے صلح رکھی اُس نے ہمارے ساتھ صلح رکھی۔ جس نے ان کو غضبناک کیا اُس نے ہم کو غضبناک کیا۔ جس نے ہم کو غضبناک کیا اُس نے خدا تعالیٰ کو غضبناک کیا اور جس نے خدا تعالیٰ کو غضبناک کیا اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

عن ابی ھریرۃ[2] قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من احبھما فقد احبنی ومن ابغضھما فقد ابغضنی یعنی حسنا وحسینا۔ فقال[3] انا حرب لمن حاربکم سلم لمن سالمکم

عن[4] سلیمان قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول

---

[1] ترمذی ۲۴۲/۲، البدایہ والنہایہ ۲۰۵/۸ [2] البدایہ والنہایہ ۲۰۵/۸ [3] البدایہ والنہایہ ۸
[4] المستدرک ۱۶۶/۳

marfat.com

الحسن والحسین ابنائے من احبہما احبنی و من احبنی احبہ اللہ و من احبہ ادخلہ الجنۃ ومن ابغضہما ابغضنی و من ابغضنی ابغضہ و من ابغضہ ادخلہ النار۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا آپ اہلِ بیت میں سے کس کے ساتھ زیادہ محبّت کرتے ہیں۔ فرمایا الحسن والحسین۔ من احب الحسن و الحسین فقد احبنی ومن یغضبہما فقد ابغضنی۔

یہی نہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُنیا والوں کو ہی فرمایا ہو کہ میرے نواسوں سے محبّت کرو بلکہ آپ بارگاہِ خداوندی میں بھی عرض کرتے ہیں کریا اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبّت فرما اور اُن سے بھی محبت کر جو ان سے محبّت کرتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہُمَا وَ اَحِبَّ یُحِبُّہُمَا۔

یہ انتہائے محبّت ہے اس کو الفاظ میں کہاں تک بیان کیا جا سکتا ہے۔ اپنی جان سے کون پیار نہیں کرتا۔ حسنین کریمین رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر کے ٹکڑے ہیں صورۃً اور معناً آپ کی کامل تصویر ہیں۔ آپ کے چمن کی بہار ہیں۔ آپ کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہیں چمن رسالت کے دو پھول ہیں اور گلِ نبوت کی رُوح پرور خوشبو ہیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حسنؑ و حسینؑ میری دُنیا کی زینت و آرائش ہیں۔

الحسنؑ والحسین ھما ریحانی من الدنیا۔

فضیلتِ حسنین کریمین کا احاطہ و استعیاب ناممکن ہے۔ قیامت کے دن جب لوگوں کو زندہ کیا جائے گا تو سب نوجوانی کے عالم میں ہوں گے۔ جنّت میں جو بھی جائے گا وہ عالمِ شباب میں ہو گا۔ تمام جنتی جوان ہوں گے اور حسنؑ و حسینؑ جنّت کے جوانوں کے سردار ہوں گے۔ کیوں نہ ہو۔ ان کی شہادت شہادتِ رسُول ہے۔ رسُولِ ہاشمی کو قرآن کریم میں لیٰسین کے نام سے خطاب کیا گیا یعنی اے سید اے سردار۔

سیّد کی بیٹی سیدہ ہے اور سیدہؓ کے بیٹے پہلے سیّد حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ جبھی تو جنت

۱؎ الاستعیاب ۳۸۰/۱، البدایہ والنہایہ ۲۰۵/۸ ۲؎ فیض القدیر شرح جامع الصغیر ۱۹/۱
۳؎ تجرید البخاری ۶۵۸ ترمذی ۲۴۱/۲ مشکواۃ ۶۲۴/۲ البدایہ والنہایہ ۲۰۵/۸ ۴؎ مشکواۃ ۶۲۴/۲ ترمذی ۲۴۱/۲ مسند احمد حدیث ۵۵۷۰ البدایہ والنہایہ ۲۰۵/۸

marfat.com

کے جوانوں کی سرداری آپ کو ملی اور ان کی یہ سرداری درا صل امام الانبیاء کی سرداری ہے۔ اس لئے کہ ان کی شہادت کا کمال کمالاتِ نبوت میں منتقل کر دیا گیا ہے جبھی تو ان کی شہادت میں گمانِ نقص اور امکانِ زوال نہیں۔

ہے بیشک بند کیتا مصطفٰے بوہا نبوت دا
نبوت وِچ شامل سی مگر منصب شہادت دا
تے فرض منصبی اپنے نوں صابر کربلا اندر
پیا کردا اے پورا لاڈلا خاتونِ جنت دا

جسے حسینؑ کے امام برحق ہونے میں شک ہو، اُمت کا سردار ہونے میں تردد ہو وہ جنت میں کیسے جائے گا۔ کیونکہ جنت میں تو حسینؑ کی سرداری ہوگی، دشمنِ حسین کا وہاں کیا کام ہے اور یہ فرمانِ رسول ہے:-

عن ابی سعید قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم الحسن والحسین سید الشباب اھل الجنۃ۔ [۱]

اور یہ بھی آپ جان ہی چکے ہیں کہ حسینؑ سے بغض رکھنے والا جہنم میں داخل کر دیا جائیگا۔ چاہے وہ کوئی بھی ہو۔

حسینؑ کی شہادت میں خامیاں تلاش کرنے کے بجائے حسینؑ سے محبت کرنا سیکھو یہی راہِ نجات ہے۔ محبتِ حسینؑ ہی محبتِ رسولؐ ہے اور محبتِ رسولؐ کے بغیر کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

معیارِ محبت یہی ہے کہ محبوب کی ہر ادا کے ساتھ پورے خلوص و دیانت اور پوری ایمانداری سے محبت کی جائے۔ اس کے تمام افعال و اقوال کو پسند کیا جائے اور محبت کی نظر سے دیکھا جائے۔

اگر دنیا سے ایمان کی دولت لیکر جانا چاہتے ہو تو رسولِ معظمؐ سے محبت کرو۔

---

[۱] مشکوٰۃ ۵۷۰، اشعۃ اللمعات ۶۹۶/۴ ترمذی ۲۴۲/۲ خصائصِ کبریٰ ۲۶۴/۲ جامع صغیر ۲/۱ المستدرک ۱۶۷/۳

اُس کی ہر اَدا کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھو۔ اور اگر رسُولِ معظم سے محبت کرنا ہے تو شہیدِ اعظم سے محبت کرو۔ اُس کی ہر اَدا کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھو۔ اُس کی عظیم شہادت میں خامیاں نہ تلاش کرو۔ نادانو! حسینؑ کا بُغض تمہیں جہنم میں لے جائے گا۔ حسینؑ کی شہادت میں کسی خامی اور نقص کا احتمال موجود ہی نہیں اس لئے کہ شہادتِ حسین تو شہادتِ رسُول ہے۔ اگر تم یہ جانتے ہوئے بھی اس میں عیوب و نقائص تلاش کرتے ہو تو پھر تم میں اور عیسائی مورخوں میں کیا فرق ہے۔ تم میں اور آریہ سماجی مناظروں میں کیا امتیاز ہے۔ ابھی وقت ہے توبہ کے دروازے بند ہو جانے کے بعد کچھ نہیں ہو سکے گا۔ دنیائے تحقیق و فلسفہ کا دَورِ حاضر کا امام اقبال شہادتِ حسینؑ کو کس انداز میں دیکھ رہا ہے۔

اسلام کے دامن میں بس اِس کے سوا کیا ہے
اِک ضربِ یَدُ اللّٰہی اِک سجدۂ شبّیری (اقبالؔ)

سجدۂ شبیر کو ناتمام سمجھنے والو! اگر رُوحِ اسلام کو اسلام سے نکال دو گے تو باقی کیا ہے جو تم صورتِ اسلام میں دنیا کے سامنے پیش کر سکو گے۔

تمہارا گمان ہے کہ لمبی لمبی نمازیں پڑھنے سے تمہیں جنت کا ٹکٹ مل جائیگا لیکن یہ غلط ہے۔ جب تک اُس نماز کی عزت نہیں کرو گے جو تلواروں کے سائے میں ادا کی گئی تمہاری نمازیں تمہیں کچھ نفع نہیں دے سکیں گی۔ اگر حسینؑ کے اُس سجدے میں کمی ہے جو زیرِ خنجر اَدا کیا گیا تھا تو تم سوچو کہ تمہارے بے کیف و بے حضور سجدوں میں کیا رکھا ہے۔ سجدہ تو وہی ہے جو حسینؑ نے ادا کیا، نماز تو وہی تھی جو فاطمہ کے لال نے پڑھی۔

دیکھ! آئینۂ تیغ میں اُسے حسنِ یار کی دِید ہے
جو نثار سجدے میں سر کرے وہ امام ہے وہ شہید ہے

سُنو! بے ذوق سجدوں کے نشانوں سے جبینیں سیاہ کر لینے والو یزید کے حوارِیو! مقامِ سجدہ ریزی کیا ہے۔

بغیر سرفروشی آدمی زندہ نہیں ہوتا
مذاقِ زندگی بے سَر دئیے پیدا نہیں ہوتا
جو رسمًا ہم کیا کرتے ہیں ممکن! وہ بھی سجدہ ہو
مگر بے سر کٹائے عشق کا سجدہ نہیں ہوتا

marfat.com

سجدوں کی لذّت سے آشنائی چاہتے ہو تو حسینؑ کا دامن تھامنا پڑے گا۔ ذوقِ نماز کے تمنّائی ہو تو بارگاہِ شبیری سے رابطہ قائم کرو۔ اُن سے درسِ حیات اور طریقِ سجدہ ریزی سیکھو۔

سُردہ سر ہے جو رب کی راہ پر جُھک جائے
موقعہ نہ ہو جُھکنے کا! مگر جُھک جائے
جب قتل و نماز ایک ساتھ آ جائیں
تو تلوار اُٹھنے سے پہلے سر جُھک جائے

حسینؑ کے ایک سجدے پر اُمّت کے لاکھوں سجدے قربان، ہمارے سجدے بے سُرور و بے حضور، حسینؑ کے سجدوں میں حضوری کا نُور۔ ہمارے سجدوں میں نہ ذوق نہ کمال حسینؑ کے سجدے میں لذّتِ وصال۔ ہمارے سجدے بے دستور و بے آئین، حسینؑ کے سجدے میں الصلواۃ معراج المومنین۔ ہمارے سجدوں میں وسوسۂ کاروبار حسینؑ کے سجدے میں جلوۂ حُسنِ یار۔ حسینؑ! تیرے سجدے کے سُرخ نشانوں پر اُمّت کی جبینیں نثار، ملائکہ کے سجدے قربان۔

سجدے تو سب نے کیئے تیرا نیا انداز ہے
تُو نے وہ سجدہ کیا جس پہ خدا کو ناز ہے

بہرحال بتانا یہ تھا کہ حسینؑ نے زیرِ خنجر نماز ادا کر کے شہادت کی عروسہ کو اور بھی نکھار دیا ہے اور دُنیا والوں کو بتا دیا ہے کہ:۔

نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں
نمازِ عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں
(حفیظ)

جس طرف بھی نگاہ اُٹھتی ہے امام عالی مقام کی عظمتیں اور فضیلتیں اپنے عنبریں گیسو سنوارے نظر آتی ہیں۔ امام الانبیاء صحابہ کرام کو خطبہ دے رہے ہیں۔ پانچ چھ سال کی عمر کے دونوں شہزادے سُرخ قمیصیں زیب تن کئے حجرۂ فاطمہ سے نکل کر نانا جان کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ راستہ کی ناہمواری کی وجہ سے ٹھوکر لگتی ہے اور گر پڑتے ہیں۔ امام الانبیاء نے نواسوں کو گرتے دیکھا تو تڑپ گئے اور بیتاب ہو کر خطبہ پورا کئے بغیر منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ آگے بڑھ کر دونوں کو آغوش میں لیا اور گود میں بٹھا کر

marfat.com

دوبارہ خطبہ شروع کرتے ہوئے فرمایا۔ سچ فرمایا ہے خدا تعالیٰ نے کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں۔ میری طرف ہی دیکھ لو۔ ان بچوں کو گرتے دیکھا تو مجھ سے برداشت نہ ہو سکا اور بات پوری کئے بغیر پہلے ان کو جا کر اٹھایا۔

عن بریدۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یخطبنا اذا جاء الحسن والحسین وعلیہما قمیصان احمران و یعثران فنزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من المنبر وحملہما و وضعہما بین یدیہ ثم قال صدق اللہ "اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَ اَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ" نظرت الی ھذین الصبیین یمشیان و یعثران فلم اصبر حتی قطعت حدیثی و رفعتہما۔

زیرِ خنجر سجدہ ادا فرمانے والے حسینؑ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر اُس وقت سوار ہو گئے جب آپ مسجدِ نبوی میں نماز پڑھ رہے تھے آپ اُس وقت تک سجدے میں پڑے رہے جب تک کہ حسینؑ پشت مبارک سے خود نہ اتر آئے پھر جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان۔ کیا اب سجدوں کو طویل کرنے کا حکم آگیا ہے یا آپ پر اُس وقت وحی نازل ہو رہی تھی جو آپ نے اسقدر طویل سجدہ ادا فرمایا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ایسی کوئی وجہ نہیں تھی بلکہ یہ وجہ تھی کہ میرا بیٹا میرے اُوپر سوار ہو گیا تھا۔ مجھے اس میں کراہت نظر آئی کہ میں جلدی اُٹھوں اور یہ گر جائے۔ حتیٰ کہ یہ اپنی مرضی سے اُتر آیا۔

قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی احدی صلواۃ العشی الظہر و العصر و ھو حامل احد ابنیہ الحسن والحسین فتقدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوضعہ عند قدمہ الیمنی فسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدۃ اطال قال ابی فرفعت راسی من بین الناس فاذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

لہ مشکواۃ ۵۷۰/۲ ترمذی ۲۴۱/۲ البدایہ والنہایہ ۲۰۵/۸

marfat.com

ساجد و اذا الغلام راکب علیٰ ظھرہ فعدت فسجدت فلما انصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم - قال یارسول اللہ لقد سجدت فی صلاتك ھذہ سجدۃ ماکنت تسجدھا افشئی امرت بہ اوکان یوحی الیك قال کلّ ذالك لم یکن ولکن ابنی ارتحلنی فکرھت ان اعجلہ حتّٰی یقضی حاجتہٖ - (المستدرک ۱۲۶)

اللہ اکبر! یہ ہے مقامِ حسینؓ - بارگاہِ مصطفیٰ اور نگاہِ رسُول میں کروڑوں سلام ہوں اُس جگر گوشۂ بتُول پر جس کے لئے امام الانبیاء خطبہ چھوڑ کر منبر سے اُتر آتے ہیں۔ اربوں درُود ہوں اُس حیدرِ کرار کے دلبند کو جو تاجدارِ انبیاء کی پشت پر سوار ہو جائے تو آپ اُس وقت تک سجدہ سے سر نہ اُٹھائیں جب تک وہ خود نہ اُتر جائے

خاصۂ ربِ داور پہ لاکھوں سلام
نورِ عینِ پیمبرؐ پہ لاکھوں سلام
تشنۂ آبِ خنجر پہ لاکھوں سلام
مالکِ نہرِ کوثر پہ لاکھوں سلام
اُس حسینؓ ابنِ حیدر پہ لاکھوں سلام
اُس شہیدِ دلاور پہ لاکھوں سلام

جس کو جھولا فرشتے جھلاتے رہے
حوریاں دیکھ کے لوری سُناتے رہے
جس کو کندھوں پہ آقا بٹھاتے رہے
جس پہ سفاک خنجر چلاتے رہے
اُس شہیدوں کے افسر پہ لاکھوں سلام
اُس حسینؓ ابنِ حیدر پہ لاکھوں سلام

جو جوانانِ جنت کا سالار ہے
جس کا نانا دو عالم کا سردار ہے
جو سراپائے محبوبِ غفار ہے
جس کا سر دشت میں زیرِ تلوار ہے
اُس صداقت کے پیکر پہ لاکھوں سلام
اُس حسین ابنِ حیدر پہ لاکھوں سلام (ضیاء القادری)

حسینؓ گلشنِ اسلام کی بہار ہے، مملکتِ حق و صداقت کا تاجدار ہے، صبر و رضا کی سلطنت کا شہریار ہے، حسینؓ مُہرِ نبوت کا سوار ہے، حسینؓ روشنی کا مینار ہے، حسینؓ مطلعِ انوار ہے، محمدِ عربی کے دل کا قرار ہے، حُجرۂ فاطمہؓ کی بہار ہے، خالقِ کائنات عظیم شہکار ہے، نوجوانانِ جنت کا سردار ہے، شہیدانِ محبت کا قافلہ سالار ہے

marfat.com

حُسینؓ عزم و یقین کی تلوار ہے، حُسینؓ کا چہرہ مطلعِ انوار ہے، حُسینؓ کا دیدار محمدِ عربی کا دیدار ہے۔

جو دہکتی آگ کے شعلوں پہ سویا وہ حُسینؓ
جس نے اپنے خُون سے دُنیا کو دھویا وہ حُسینؓ

جو جواں بیٹے کی میّت پر نہ رویا وہ حسینؓ
جس نے سب کچھ کھو کے پھر کچھ بھی نہ کھویا وہ حسینؓ

مرتبہ اسلام کا جس نے دو بالا کر دیا
خُون نے جس کے دو عالم میں اُجالا کر دیا

نُطق جس کا زینتِ دینِ پیمبر وہ حُسینؓ
تھا جو شرحِ مُصطفےٰ، تفسیرِ حیدر وہ حُسینؓ

لاکھ پر بھاری ہوئے جس کے بہتّر وہ حُسینؓ
تھا مثالِ مُرتضےٰ جس کا تہوّر وہ حُسینؓ

وہ جو خُونی غم کو سانچے میں خوشی کے ڈھال کر
مُسکرایا موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر

صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ چودھویں کا چاند پوری آب و تاب سے آسمان پر چمک رہا تھا اور مدینہ کا چاند مسجد نبوی شریف کے کھُلے صحن میں محوِ استراحت تھا۔ ہم کبھی آسمان کے چاند کو دیکھتے اور کبھی زمین کے چاند کو۔ اور پھر ہماری نگاہوں نے یہی فیصلہ کیا کہ آمنہؓ کے چاند کے چہرۂ انور کی تجلّیات کے سامنے آسمان کے چاند کا حُسن پھیکا اور ماند ہے۔

یہ آمنہؓ کے چاند کی بات تھی۔ فاطمہؓ کا چاند اس چاند کا مظہرِ اتم اور عکسِ جمیل تھا

marfat.com

نانا کے حسن کی تجلیات کا نواسے کے رخِ انور سے پورا پورا ظہور ہوتا تھا۔

معتبر روایات میں آتا ہے کہ جب حسین علیہ السلام اندھیرے میں تشریف فرما ہوتے تو آپ کی پیشانی مبارکہ اور نورانی عارضوں سے روشنی کی کرنیں پھوٹ پھوٹ کر قرب و جوار کو منور اور درخشاں کر دیتیں۔ امام حسین علیہ السلام کو ایک خود غرض سیاسی انسان بنا کر پیش کرنے والو غور تو کرو حسین کون ہیں اور کس کا نور ہیں۔

گلستانِ زہرا کے ننھے ننھے پھول آپس میں کشتی لڑتے ہیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی بیٹی کے پاس بیٹھے ہوئے یہ کشتی دیکھ رہے ہیں۔ اور پھر آپ نے جناب حسن کو فرمایا۔ حسن! حسین کو پکڑ لو۔ سیدہ نے حیران ہو کر عرض کی ابا جان! آپ بڑے کو فرما رہے ہیں کہ چھوٹے کو پکڑ لے۔ تو آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ ہاں بیٹی! دوسری طرف جبریل حسین کو کہہ رہے ہیں کہ حسن کو پکڑ لو۔[۱]

اللہ اکبر! یہ مقام ہے بنتِ رسول جناب خاتونِ قیامت سلام اللہ علیہا کے شہزادوں کا جن کو کھیلتے دیکھ کر ذاتِ خداوندی کو ذوق آجائے اور جبریل کو بھیج کر کشتی لڑائے۔

یوں تو ہر شخص اپنی اولاد کو پیار کرتا ہے مگر جو پیار جو محبت اور جو عشق سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنے نواسوں سے ہے اس کی مثال پیش ہی نہیں کی جا سکتی، مثال آئے گی کہاں سے۔

نانا بھی بے مثال ہیں اور نانا کی محبت بھی بے مثال ہے۔ نواسے بھی بے مثال ہیں اور نواسوں کی شہادت بھی بے مثال ہے۔ آپ کو معلوم تھا کہ میرا یہ حسین ایک دن میرے دم توڑتے ہوئے دین کو زندگی دینے والا ہے۔

ایک دن امام الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی صاحبزادی عالی وقار کے گھر میں تشریف فرما ہیں۔ جناب حسین علیہ السلام کو دائیں طرف آغوش میں لے رکھا ہے اور اپنے بیٹے ابراہیم کو بائیں طرف بٹھا رکھا ہے۔

عجیب کیف پرور سماں ہے۔ آسمانِ آغوشِ رسالت پر بیک وقت دو چاند طلوع ہیں۔ ایک اپنا بیٹا ہے اور ایک بیٹی کا بیٹا۔ دونوں کی محبت کا سمندر سینے میں موجزن ہے۔[۲]

---

۱ نزہۃ المجالس جلد دوم ص ۲۲۲
۲ شواہد النبوۃ ص ۳۰۴

marfat.com

دونوں ہی گلشنِ نبوت کی بہاریں ہیں، دونوں ہی آپ [illegible] کے مہکتے ہوئے پھول ہیں۔ آغوشِ رسول میں خوشی اور مسرت کا دوہرا جہان آباد ہے عالمِ کائنات کی مسرت کو دیکھ کر تمام کائنات خوشیوں سے بریز ہے۔ روحِ عالم کی خوشی نے دونوں جہان میں کیف و سرور کی رنگینیاں بھر دی ہیں۔

آپؐ کبھی حسینؓ کو سینے سے لگاتے ہیں اور کبھی ابراہیم کو پیار کرتے ہیں۔ اسی عالمِ وجد و کیف میں جبریلؑ حاضرِ خدمت ہو کر سلام عرض کرتے ہیں۔

آپؐ نے وعلیکم السّلام فرما کر آنے کا سبب پوچھا۔ جبریلؑ نے نگاہیں جھکالیں اور غمزدہ ہو کر عرض کی خدا تعالےٰ نے بھیجا ہے۔

آپ نے فرمایا جھجکتے کیوں ہو! کہو میرے رب نے کیا حکم بھیجا ہے؟

جبریل، حضورؐ آپ نے دو شہزادوں کو آغوشِ مبارک میں لے رکھا ہے۔

امام الانبیاء، ہاں! کہو کیا بات ہے؟

جبریل۔ خدا تعالیٰ کا حکم ہے ان میں سے ایک آپ کے پاس رہے گا اور ایک کو واپس بُلا لیا جائے گا۔

امام الانبیاء۔ ہم خدا کی رضا پہ راضی ہیں۔ کہو میرے ربِّ جلیل نے کس کو واپس مانگا ہے۔

جبریل۔ یہ معاملہ جناب کی مرضی پہ چھوڑ دیا ہے۔ آپ جسے چاہیں رکھ سکتے ہیں اور جسے چاہیں واپس کر سکتے ہیں۔

پیغمبر راضی بہ رضا ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا ہر حکم اپنی خواہش پہ مقدم رکھنا ہوتا ہے یہ بھی کیا کم اختیار ہے کہ جسے چاہو رکھ لو اور جسے چاہو واپس کر دو۔

آپؐ نے خیال فرمایا۔ حسینؓ کو واپس کرتا ہوں تو اس کا صدمہ میری فاطمہؓ کو بھی ہو گا، علیؓ کو بھی اور میری جان سوزی بھی ہو گی۔ ابراہیم کو واپس کرتا ہوں تو زیادہ کوہِ الم میری جان پر ہی ٹوٹے گا۔ اور پھر دربارِ خداوندی میں پیغام بھیج دیا کہ میں حسینؓ کو موت کے حوالے کر کے اپنی بیٹی کا غم نہیں دیکھ سکتا اور ابراہیم کو بارگاہِ ایزدی میں واپس کرتا ہوں۔ اور پھر تین روز بعد

لـــہ شواہد النبوۃ ۳۰۵

جناب ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال مبارک ہوگیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ

اس کے بعد جب بھی امام حسینؓ ناناؐ کے پاس آتے تو آپ فرماتے مرحبا اے میری بیٹی کے بیٹے۔ پھر آپ کی پیشانی کو چوم کر لوگوں کو مخاطب کر کے فرماتے کہ میں نے اس پہ اپنے بیٹے ابراہیم کو قربان کر دیا ہے۔

تمام انبیاءؑ و رسولؑ جس مقدس رسولؐ کے پائے اقدس کو بوسہ دینا اپنے لئے باعثِ عزت و افتخار سمجھتے ہیں اور جبرئیلؑ جن کے پاؤں کے تلوؤں پر اپنے کافوری لبوں کو ملنا وجہ فخر و مباہات جانتا ہے۔ وہ مقدس رسولؐ اور تمام انبیاء کا تاجدار حسین علیہ السلام کو اپنے مقدس شانوں پہ سوار کرتا ہے۔

ایک روز حسبِ معمول سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے شہزادے حسینؑ کو کاندھے پر سوار کئے ہوئے باہر تشریف لائے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوگئی۔ جناب صدیقِ اکبرؓ نے فرمایا۔ حسینؓ کتنے خوش نصیب ہیں جنہیں اتنی اچھی سواری میسّر ہے۔

امام الانبیاء نے خوش ہوتے ہوئے مسکرا کر فرمایا سوار بھی تو بہت اچھا ہے نعمؐ الجمل جملکما و نعم العدلان۔ حقیقت یہ ہے کہ مقام حسینؓ کا اگر کوئی تعین کرسکتا ہے تو وہ یا تو خداوند بزرگ و برتر کی ذاتِ اقدس ہے یا حسینؓ کے نانا کی ذاتِ مقدس۔

دُنیا کا کون ایسا بچہ ہے جس کے مشاغل میں ذاتِ ایزدی اس طرح دلچسپی لیتی ہو۔

جنابِ حسنینؑ کریمین تختیاں جناب سیدہ کے حضورؐ میں فیصلے کے لئے پیش کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اپنے آبا جان کے پاس لے جاؤ۔ شہزادے حضرت علیؓ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں آبا جان فیصلہ فرما دیجئے کس کا خط اچھا ہے۔ باب العلم نے کہا یہ بڑا مشکل کام ہے اپنے نانا کے حضورؐ میں جاؤ۔ شہزادے نانا جان کے حضورؐ میں آگئے اور عرض کیا نانا جان ہمیں بتا دیجئے کس کا خط اچھا ہے۔ نہ امی جان نے فیصلہ فرمایا ہے اور نہ ہی آبا جان کچھ فرماتے ہیں۔

دنیا بھر کے فیصلے فرمانے والے امام الانبیاء سوچ میں پڑ گئے۔ دل میں خیال آیا اگر

سلہ

marfat.com

حسینؑ کا خط اچھا کہا گیا تو حسنؑ کو ملال ہوگا اور اگر حسنؑ کو زیادہ نمبر دیئے تو حسینؑ پریشان ہوگا اور ہمیں تو کسی کی پریشانی بھی گوارا نہیں۔

سرکارِ دو عالمؐ ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ جبریلؑ حاضر ہو گئے۔ سلام کہا اور عرض کیا۔ حضورؐ ان کا فیصلہ خدا تعالیٰ فرمائیں گے۔ میں بحکم ایزدی سات موتی لایا ہوں۔ جس کی تختی پہ چار موتی گریں گے اُس کا خط اچھا قرار پائے گا۔ پھر جبریلؑ نے وہ ساتوں موتی تختیوں پہ ہاتھ اُدنچا کرکے چھوڑ دیئے۔

تین تین موتی دونوں تختیوں پہ آ گئے۔ ساتواں موتی راستے ہی میں ٹوٹ کر آدھا[1] ایک تختی پہ اور آدھا دوسری تختی پہ آ گیا۔

یہ ہے مقام حسینؑ دربارِ خداوندی میں اور نگاہِ رسولؐ میں۔

رمضان المبارک کی اُنتیس ۲۹ تاریخ ہے۔ امام حسنؑ کی عمر مبارک پانچ سال اور جناب حسین علیہ السلام کی عمر مبارک چار سال دو ماہ کی ہے۔ جناب سیدہ فاطمۃ الزہراؑ جا چکی ہیں کہ فارغ ہو تی ہیں۔ آپ نے جانماز بچھایا تو حضرات حسنینؑ کریمین اُوپر لیٹ گئے۔ جنابِ سیدہؑ نے اُٹھنے کو کہا۔ شہزادے مچل گئے اور یُوں کہنے لگے۔ امّی جان صبح عید ہو جائے گی۔ عید کے روز لوگوں کے بچے نئے کپڑے پہنیں گے ہمیں بھی نئے کپڑے منگوا کر دیں۔

سلطنتِ صبر و رضا کی ملکہ معظمہ اور مملکتِ فقر کی شہزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا دل ہل گیا۔ آپ نے بچوں کو سینے سے لگا کر فرمایا۔ میرے چاند مجھے نماز تو پڑھنے دو کل تمہیں نئے کپڑے منگوا دوں گی۔

امّی! کل تو عید ہے۔ کپڑے اگر کل آئے تو سلیں گے کیسے۔

آپ نے فرمایا فکر نہ کرو میرے چاند۔ درزی تمہارے سلے سلائے کپڑے لائے گا۔

اور پھر آپ نے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ نماز کے بعد آپ نے دربارِ خداوندی میں ہاتھ اُٹھا دیئے اور یُوں عرض کی، بارِ الٰہا! تُو سب کچھ جانتا ہے۔ تیری کنیز نے بچوں سے صرف اس لئے وعدہ کر لیا ہے کہ ان کا دل نہ ٹوٹ جائے۔ میرے خدا تُو خوب جانتا ہے کہ

---

[1] نزہتہ المجالس جلد دوم صہ ۲۳۳

marfat.com

فاطمہؓ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا ، یا اللہ میرے اُٹھے ہوئے ہاتھوں کی لاج رکھ لینا۔ یا اللہ العالمین مَیں نے تیری رحمت کے سہارے پر بچوں سے نئے کپڑوں کے آنے کا وعدہ کر لیا ہے۔ یا اللہ! میرے وعدے کو ایفا فرما دینا۔ پھر افطاری کا وقت ہوتے ہی عید کا چاند طلوع ہو گیا۔ مدینہ منورہ میں منادی ہو رہی تھی کہ صبح کو عید الفطر ہو گی۔ تمام لوگ عید آنے کی خوشی میں ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے۔ بچے ابھی سے عید کی تیاریاں کر رہے تھے۔ رات کو سوتے وقت فاطمہؓ کے شہزادوں نے پھر اپنا وعدہ امی کو یاد دلا دیا۔

سیدۃ النساء العالمین پہلے سے شب بیدار تھیں۔ پوری رات نوافل میں بسر کی فجر کی نماز کے بعد آپ دُعا مانگ رہی تھیں کہ دروازہ پر دستک ہوئی۔ آپ نے پوچھا کون ہے آواز آئی بنتِ رسولؐ آپ کا درزی ہوں، شہزادوں کے کپڑے لے کر آیا ہوں۔ آپ نے استعانتِ غیبی سمجھ کر کپڑے وصول کر لئے۔ بہت خوبصورت اور قیمتی لباس تھا۔ آپ ابھی بچوں کو کپڑے پہنا ہی رہی تھیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے حسنینؑ کو رمین کے نئے جوڑے دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے۔ آپ نے پوچھا بیٹی یہ کپڑے کہاں سے آئے ہیں ؟ عرض کیا ابا جان ایک درزی دے گیا ہے میں نے بچوں سے نئے کپڑوں کا وعدہ کر لیا تھا جسے اللہ تعالیٰ نے پورا فرما دیا۔

آپ نے فرمایا بیٹی جانتی ہو درزی کون تھا؟،

سیدہ نے کہا اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسُول بہتر جانتے ہیں۔ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حسنینؑ کا درزی بن کر آنے والا جبریلؑ تھا۔ اور یہ جوڑے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جنت سے لایا تھا۔ سیدۃ النساء العالمین کی آنکھوں میں تشکر و امتنان کے آنسو آ گئے۔ آپ نے سجدہ شکر ادا فرما کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کی الٰہی تیرا ہزار ہزار شکر ہے کہ تو نے فاطمہؓ کے اُٹھے ہوئے ہاتھوں کی لاج رکھ لی۔

کون ہے وہ دُنیا کا تاجدار جس کا درزی جبریل بنے اور اُس کا لباس جنت الفردوس سے خدا بھیجے۔ حسین علیہ السلام کی عظمت و فضیلت حیطہ تحریر سے

---

۵ روضتہ الشہداء صفحہ ۰

باہر ہے۔ آپ کے فضائل و مناقب جو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے ارشاد ہوئے ہیں حدِ بیان سے باہر ہیں۔

ہم اس لئے ہی تو کہتے ہیں کہ معرکہ کربلا کا موازنہ کرنا ہے تو پہلے ہر دو جانب کی شخصیتوں کا موازنہ کرو۔ اگر آپ مسلمان ہیں تو مسلمانوں کی طرح سوچو۔ حسین علیہ السلام کا مقام فرامینِ رسول کی روشنی میں متعین کرو۔

حضرت امام حسینؑ نے جس مقدس ماحول میں آنکھ کھولی ہے یہ دنیا کے کسی بڑے سے بڑے انسان کو بھی میسّر نہیں۔ حسین علیہ السلام کا مقام خدا تعالےٰ سے پوچھو۔ حسین علیہ السلام کی ذمہ داریاں رسولِ ہاشمی سے پوچھو۔ حسین علیہ السلام کا احترام صحابہ کرام سے پوچھو۔

حسین علیہ السلام کو ایک عام آدمی کی حیثیت سے دنیا کے سامنے نہ پیش کرو۔ حسینؑ کو اُن تمام عظمتوں کے ساتھ سامنے لاؤ جن کے وہ مالک تھے، ان کو اُن خوبیوں سمیت متعارف کراؤ جو اُن میں تھیں۔ اور اگر تم تب بھی ایسا کرو گے تو حسینؑ کا مقام تو پھر بھی ارفع و اعلےٰ ہی رہے گا۔ مگر دنیا تمہیں ضرور کذّاب و دجّال کے نام سے یاد کرے گی۔

جو اعزازات خالقِ باری نے نواسۂ رسول کیلئے مخصوص کر رکھے ہیں اُن میں ان کا کوئی بھی شریک و سہیم نہیں خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

جو مقامات خالقِ کائنات کی طرف سے جناب حسنؑ و حسینؑ کو تفویض ہوئے ہیں ان میں کسی دوسرے شخص کی شرکت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ چہ جائیکہ یہ ثابت کیا جائے کہ یزید پلید بھی اُن کا قریبی رشتہ دار تھا۔ یزید اور حسینؑ کا خون ایک ہی تھا معاذ اللہ۔ ایسا استدلال پیش کرنا حقائق سے بیزاری اور جہنم کا راستہ ہے۔ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو ایسے مکروہ عقائد سے محفوظ رکھے۔

امام حسینؑ وہ عظیم المرتبت شہزادے ہیں جن کی امی جان چکی پیس رہی ہوتی اور جبریل علیہ السلام اُن کا جھولا جھلا رہے ہوتے۔ کون ہے دنیا کا بڑے سے بڑا آدمی جس کا جھولا جھلانے کی ڈیوٹی جبریلؑ کے سپرد ہو۔

امام حسینؑ وہ باعظمت اور رفیع الشان شخصیت ہیں جن کے بچپن میں رونے کی آواز سُن کر امام الانبیاء بیقرار ہو جاتے تھے۔

marfat.com

تاجدارِ مدینہ حسینؑ کو گود میں لیکر فرماتے - میرے لال تم نہ رویا کرو۔ تمہارے رونے سے تو رُوحِ عالم بیقرار ہو جاتی ہے - حسینؑ تم رونے کے لئے نہیں رُلانے کے لئے پیدا ہوئے ہو - تمہاری شہادت پر تو زمین و آسمان کو رونا آجائے گا ملائکہ اور جنات نوحہ خوانی کریں گے - دنیا تمہاری شہادت کی یاد قیامت تک مناتی رہے گی۔ اہلِ محبت تمہارے غم کو یاد کر کے اس قدر آنسو بہائیں گے کہ اگر ان آنسوؤں کو جمع کر لیا جائے تو دنیا پر ایک اور سمندر موجزن ہو جائے گا

بہر حال معرکہ کربلا کی حقیقت کو سمجھنا ہے تو امام عالی مقام امام حسینؑ کے مقام سے آگاہی حاصل کرو - اور مقام حسینؑ سے آگاہی حاصل کرنا ہے تو ارشاداتِ خدا و رسول کی روشنی میں دیکھو - حسینؑ کا مرتبہ پوچھنا ہے تو حسینؑ کے نانا سے پوچھو - صحابہ کرام سے پوچھو - حسینؑ کی ذاتی شخصیت کو دیکھو - اُس کے کردار کو دیکھو - اُس کی سیرت کا مطالعہ کرو - اُس کے بچپن کا احترام و التزام دیکھو - اُس کی جوانی کا تقدس دیکھو - اُس کے تقویٰ و پرہیز گاری کا مشاہدہ کرو - اُس کی طہارت و پاکیزگی سے روشناسی حاصل کرو -

سلام ہو آپ پر اے جگر گوشہ رسول! تیرے مقام کو کون بیان کر سکتا ہے - ہم گنہگاروں کا تو یہی ناز ہے کہ تو ہمارا آقا و مولا ہے - ہم ملاچیز گنہگار تیری طرف سے کیا صفائی پیش کر سکتے ہیں - تیری شہادت کی تصویر تو اپنے طور پر ہی اس قدر مجلی اور منور ہے جس کے سامنے آفتاب بھی ماند ہے اور چاند بھی خجل ہے -

اے حسینؑ اب تک لبالب ہے ترا زریں ایاغ
ضو فشاں ہے آج تک تیری شہادت کا چراغ
تُو نے دھو ڈالے جبینِ ملتِ بیضا کے داغ
تو اگر اسلام کا دل ہے تو ایماں کا دماغ
فخر کا دل میں دریچہ باز کرنا چاہیئے!
جس کا تُو آقا ہے اُس کو ناز کرنا چاہیئے (جوش)

شہادتِ حسینؓ کی پیشگوئیاں

شہزادۂ گلگوں قبا، جگر گوشۂ مصطفےٰ، نورِ نگاہِ مرتضےٰ، امینِ امانتِ خدا، نیّرِ برجِ صفا، جلوۂ شمس الضحیٰ، نقشِ بدر الدجیٰ، پیکرِ صبر و رضا، شہزادۂ کونین، جنابِ زہراؓ کے نورِ عین، حضرت جناب امام حسین علیہ السلام کی شہادتِ اقدس کو ہرگز ہرگز اتفاقی حادثہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ شہادتِ حسینؓ مشیتِ ایزدی کے بنائے ہوئے باقاعدہ پروگرام کے تحت ظہور میں آئی ہے۔ جس کی مختلف وجوہات آپ اس کتاب میں کئی مقامات پر ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ شہادتِ حسینؓ وہ شہادتِ عظیم ہے جس کی شہادت رسولِ ہاشمی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی زبان فیض ترجمان سے دی۔ شہادتِ حسینؓ وہ شہادتِ مقدس ہے جس کی گواہی جبریلؑ نے دی جس کا نقشہ رسولِ پاک نے بیان فرمایا۔ جس کا اعلان خود خدا وندِ دو جہان نے فرمایا۔ یہ وہ شہادتِ معظم ہے جس کا چرچا امام عالی مقام کی ولادتِ مبارکہ کے ساتھ ہی شروع ہو گیا تھا۔ اور پھر اس کا بار بار اعلان ہوتا رہا۔ چند معتبر روایات ملاحظہ فرمائیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کوئی معمولی واقعہ یا اتفاقی حادثہ نہیں۔ جیسا کہ یزید نوازوں کا گمان ہے۔ بلکہ تاریخ اسلام کا انتہائی غیر معمولی اور اخص الخاص واقعہ ہے۔

پیشگوئی نمبر ۱

عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ یَوْمًا بِالْحُسَیْنِ فَوَضَعْتُہٗ فِیْ حِجْرِہٖ ثُمَّ حَانَتْ مِنِّی الْتِفَاتَۃٌ فَاِذَا عَیْنَا رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ تُھْرِقَانِ مِنَ الدُّمُوْعِ فَقَالَ اَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اُمَّتِیْ تَقْتُلُ اِبْنِیْ ھٰذَا وَاَتَانِیْ بِتُرْبَۃٍ مِنْ تُرْبَتِہٖ حَمْرَآءَ۔

حضرت اُمّ الفضل بنت حارث فرماتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حسینؓ کو لیکر گئی اور آپ کی گود میں دے دیا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے لگاتار آنسو بہہ رہے ہیں (اسی حالت میں) آپ نے مجھے فرمایا کہ مجھے جبریل نے خبر دی ہے کہ میرے اس بیٹے کو میری اُمت شہید کرے گی۔ پھر جبریل نے مجھے اس کی شہادت گاہ کی سُرخ مٹی دی۔

marfat.com

پیشگوئی نمبر ۲

عَنْ اَنَسٍ قَالَ اسْتَأْذَنَ مَلَكُ الْمَطَرِ رَبَّهُ اَنْ يَاْتِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَاَذِنَ لَهُ فَدَخَلَ الْحُسَيْنُ فَجَعَلَ يَقَعُ عَلٰى مَنْكِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْمَلَكُ اَتُحِبُّهُ؟ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ نَعَمْ! قَالَ فَاِنَّ اُمَّتَكَ تَقْتُلُهُ وَاِنْ شِئْتَ اُرِيْكَ الْمَكَانَ الَّذِيْ يُقْتَلُ فِيْهِ فَضَرَبَ بِيَدِهٖ فَاَرَاهُ تُرَابًا اَحْمَرَ فَاَخَذَتْهُ اُمُّ سَلَمَةَ فَصَرَّتْهُ فِيْ ثَوْبِهَا فَكُنَّا نَسْمَعُ اَنَّهُ يُقْتَلُ بِكَرْبَلَاءَ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بارش برسانے والے فرشتہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے رب تعالیٰ سے اجازت طلب کی۔ اجازت ملنے پر جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو اُس وقت حضرت حسینؓ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک کندھوں پر جھوم جھوم کر کھیل رہے تھے۔

اُس فرشتہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی! کیا آپ حسینؓ سے پیار کرتے ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں! اُس نے کہا آپ کی اُمت اس کو شہید کر دیگی اور اگر آپ چاہیں تو میں ان کی شہادت گاہ آپ کو دکھاؤں؟ پھر اُس نے اپنا ہاتھ زمین پہ مارا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرخ مٹی دکھائی۔ اُس مٹی کو حضرت اُم سلمہؓ نے کپڑے میں باندھ لیا انسؓ کہتے ہیں کہ ہم سنا کرتے تھے کہ حسینؓ کربلا میں شہید ہوں گے۔

پیشگوئی نمبر ۳

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يَلْعَبَانِ فِيْ بَيْتِيْ فَنَزَلَ جِبْرَئِيْلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اُمَّتَكَ تَقْتُلُ ابْنَكَ هٰذَا مِنْ بَعْدِكَ وَاَوْمٰى اِلَى الْحُسَيْنِ وَاَتَاهُ بِتُرْبَةٍ فَشَمَّهَا ثُمَّ قَالَ

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے گھر میں حسنؓ اور حسینؓ کھیل رہے تھے تو جبریل علیہ السلام نے آکر حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ کے بعد آپ کے اس بیٹے کو آپ کی اُمت شہید کر دے گی۔ اور جبریل کا اشارہ حسینؓ کی طرف تھا۔ اور آپؐ کی خدمت میں تھوڑی

marfat.com

رِیْحُ کَرْبٍ وَّ بَلَاءٍ وَ قَالَ یَا اُمَّ سَلَمَۃَ اِذَا تَحَوَّلَتْ ھٰذِہِ التُّرْبَۃُ دَمًا فَاعْلَمِیْ اَنَّ ابْنِیْ قَدْ قُتِلَ فَجَعَلْتُھَا فِیْ قَارُوْرَۃٍ۔

سی مٹی پیش کی ۔ آپ نے اُس مٹی کو سونگھ کر فرمایا ۔ اس میں سے رنج و بلا کی بُو آتی ہے ۔ اور مجھے بُلا کر فرمایا اے اُمّ سلمہ جب یہ مٹی خون بن جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا شہید ہوگیا پھر میں نے اس مٹی کو شیشی میں بند کر رکھا

پیشگوئی نمبر ۴

عَنْ اَنَسِ ابْنِ الْحَارِثِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا یُقْتَلُ بِاَرْضٍ یُقَالُ لَھَا کَرْبَلَاءُ فَمَنْ یَّشْھَدُ ذَالِکَ مِنْکُمْ فَلْیَنْصُرْہُ فَخَرَجَ اَنَسُ ابْنُ الْحَارِثِ اِلٰی کَرْبَلَاءَ فَقُتِلَ بِھَا مَعَ الْحُسَیْنِ۔

انس بن حارث فرماتے ہیں کہ میں نے رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کو فرماتے ہُوئے سُنا کہ یہ میرا بیٹا (حُسینؑ) اُس زمین پر شہید کیا جائے گا جس کا نام کربلا ہے ۔ تم لوگوں میں سے جو شخص بھی وہاں موجود ہو اس کی مدد کرے ۔ اور پھر انس بن حارث امام حسینؑ کے ساتھ ہی کربلا میں گئے اور آپ کے ساتھ ہی شہید ہو گئے ۔

پیشگوئی نمبر ۵

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اضْطَجَعَ ذَاتَ یَوْمٍ فَاسْتَیْقَظَ وَ ھُوَ خَاسِرٌ وَّفِیْ یَدِہٖ تُرْبَۃٌ حَمْرَاءُ یُقَلِّبُھَا قُلْتُ مَا ھٰذِہِ التُّرْبَۃُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَخْبَرَنِیْ جِبْرِیْلُ اَنَّ ھٰذَا اِبْنِیَ الْحُسَیْنَ یُقْتَلُ بِاَرْضِ الْعِرَاقِ وَ ھٰذِہٖ تُرْبَتُھَا۔

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم ایک روز کروٹ بدل کر سو رہے تھے اور پھر جب بیدار ہوئے تو آپ غمگین و غمزدہ تھے ۔ آپ کے مبارک ہاتھوں میں سُرخ مٹی تھی جسے آپ اُلٹتے پلٹتے تھے ۔ میں نے عرض کیا ۔ یا رسُول اللہ یہ مٹی کیسی ہے تو آپ نے فرمایا ہمیں جبریل نے خبر دی ہے کہ میرا حسینؑ سرزمین عراق میں شہید کردیا جائیگا اور یہ وہیں کی مٹی ہے ۔

دلائل النبوۃ ص۴۶۳ . ماثبت بالسنۃ ص۲۳۹ . الاستیعاب ۳۸۰

marfat.com

پیشگوئی نمبر ۶

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ جِبْرَئِيْلُ اِنَّ ابْنِيَ الْحُسَيْنَ يُقْتَلُ بَعْدِيْ بِاَرْضِ الطَّفِّ وَجَاءَنِيْ بِهٰذِهِ التُّرْبَةِ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ مَضْجَعَهٗ وَمِنْهُ۔[1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ میرے بعد میرا بیٹا حسینؓ اَرضِ طَف پر شہید کر دیا جائے گا اور میرے پاس وہاں کی یہ مٹی بھی جبرئیل میرے پاس لائے ہیں اور مجھے کہا کہ یہ اُن کے لیٹنے کی جگہ ہے

پیشگوئی نمبر ۷

وَاَخْرَجَ اَحْمَدُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَدْ دَخَلَ عَلَيَّ الْبَيْتَ، مَلَكٌ لَمْ يَدْخُلْ عَلَيَّ قَبْلَهَا فَقَالَ لِيْ اِنَّ ابْنَكَ هٰذَا يَعْنِيْ حُسَيْنًا مَقْتُوْلٌ وَاِنْ شِئْتَ اَرَيْتُكَ مِنْ تُرْبَةِ الْاَرْضِ الَّتِيْ يُقْتَلُ بِهَا فَاَخْرَجَ تُرْبَةً حَمْرَاءَ۔[2]

اور روایت بیان کی امام احمد نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق ہمارے گھر میں ایک فرشتہ آیا جو اس سے پہلے میرے پاس کبھی نہیں آیا تھا۔ تو اُس نے مجھے کہا کہ آپ کا یہ بیٹا حسینؓ شہید ہوگا۔ اور اگر آپ پسند فرمائیں تو میں آپ کو ان کی شہادت گاہ کی مٹی دکھادوں اور پھر تھوڑی سی سُرخ مٹی نکالی۔

پیشگوئی نمبر ۸

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ حَسَنٍ[3]

حضرت محمد بن عمر بن حسن روایت بیان

---

[1] خصائص کبریٰ ۲/۱۲۲، ماثبت بالسنۃ ص۲۱۸، سر الشہادتین ص۸۵

[2] طبقات ابن سعد ۴۳، مسند احمد ۶/۲۹۴، خصائص کبریٰ ۲/۱۲۲، ماثبت بالسنۃ ص۲۱۹، سر الشہادتین ص۸۴

[3] طبقات ابن سعد ۴۳، طبرانی حدیث ص۱۲۲، ماثبت بالسنۃ ص۲۱۹، سر الشہادتین ص۸۸

marfat.com

قَالَ كُنَّا مَعَ الْحُسَيْنِ بِنَهْرِ كَرْبَلَاءِ فَنَظَرَ اِلَى الشِّمْرِ ذِى الْجَوْشَنِ فَقَالَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ كَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلَى كَلْبٍ اَبْقَعَ يَلِغُ فِىْ اَهْلِ بَيْتِىْ وَكَانَ شِمْرُ اَبْرَصَ ـ

کرتے ہیں کہ ہم امام حسینؑ کے ساتھ کربلا کی نہر پر تھے۔ پھر دیکھا امام حسینؑ نے شمر کی طرف اور فرمایا کہ سچے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گویا کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایک ابلق (ڈبا) کتا میری اہل بیت کا خون پی رہا ہے اور تھا شمر لعین برص زدہ (کوڑھی)

پیشگوئی نمبر ۹

عَنْ عَلِىِّ ابْنِ اَبِىْ طَالِبٍ اِنَّهٗ مَرَّ بِكَرْبَلَاءِ وَعِنْدَ الْاَشْجَارِ الْحَنْظَلِ وَهُوَ ذَاهِبٌ اِلَى صِفِّيْنَ فَسَاَلَ عَنْ اِسْمِهَا؟ فَقِيْلَ كَرْبَلَاءُ فَقَالَ كَرْبٌ فَنَزَلَ وَصَلّٰى عِنْدَ شَجَرَةٍ هُنَاكَ ثُمَّ قَالَ يُقْتَلُ هٰهُنَا شُهَدَاءُ غَيْرَ الصَّحَابَةِ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَاَشَارَ اِلَى مَكَانٍ هُنَاكَ فَعَلَّمُوْهُ بِشَىْءٍ فَقُتِلَ فِيْهِ الْحُسَيْنُ ـ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ آپ جب جنگ صفین کے موقع پر کربلا سے گذرے تو ایک جگہ حنظل (اندرائن) کے بوٹے تھے۔ آپ نے پوچھا کہ اس جگہ کا کیا نام ہے؟ کہا کربلا! تو آپ نے فرمایا کرب و بلا۔ پس آپ وہاں اُترے اور نماز پڑھی۔ پھر فرمایا کہ یہاں صحابہ کے علاوہ وہ لوگ شہید ہوں گے جو بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے۔

اور آپ نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں لوگوں نے نشان لگا دیا چنانچہ جناب حسین علیہ السلام اسی مقام پر شہید ہوئے

۱؎ البدایہ والنہایہ ۸/۲۰۵، سر الشہادتین ص۱۵

پیشگوئی نمبر ۱۰

عَنْ اَصْبَغَ بْنِ نُبَاتَةَ قَالَ اَتَيْنَا مَعَ عَلِىٍّ عَلٰى مَوْضِعِ قَبْرِ الْحُسَيْنِ فَقَالَ ۲؎

حضرت اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی معیت میں

۲؎ المستدرک للحاکم ۳/۱۷۷، ماثبت بالسنۃ ص۲۱۹، سر الشہادتین ص۸۷

marfat.com

هٰهُنَا مُنَاخُ رِكَابِهِمْ وَمَوْضَعُ رِحَالِهِمْ وَمُهْرَاقُ دِمَائِهِمْ فِتْيَةٌ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يُقْتَلُوْنَ بِهٰذِهِ الْعَرْصَةِ تَبْكِيْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ۔

قبرگاہِ حسینؑ پر آئے تو جناب علی علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ شہیدوں کے اونٹ بٹھانے کی جگہ ہے اور اس جگہ کجاوے رکھے جائیں گے اور یہ ان کے خون بہنے کا مقام ہے۔ اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کتنے ہی جوان یہاں شہید کر دیئے جائیں گے اور روئیں گے ان پہ زمین و آسمان۔

پیشگوئی نمبر ۱۱

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى مُحَمَّدٍ اِنِّیْ قَتَلْتُ بِيَحْيٰى بْنِ زَكَرِيَّا سَبْعِيْنَ اَلْفًا وَاِنِّیْ قَاتِلٌ بِابْنِ بِنْتِكَ سَبْعِيْنَ اَلْفًا وَسَبْعِيْنَ اَلْفًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل فرمائی کہ ہم نے یحییٰ بن زکریا کے قتل کے عوض ستر ہزار لوگوں کو مارا اور آپ کے بیٹے کے قتل کے بدلے میں ستر ہزار اور ستر ہزار یعنی ایک لاکھ چالیس لوگوں کو ماریں گے۔

(یہ روایت زینب بنت جحش سے بھی مروی ہے)۔

پیشگوئی نمبر ۱۲

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّ جِبْرَئِيْلَ اَخْبَرَنِیْ اَنَّ اُمَّتِیْ يُقْتَلُ هٰذَا وَاِنَّهُ اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى مَنْ يَقْتُلُهُ۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جبریل نے خبر دی ہے کہ میری امت کے لوگ اس (میرے بیٹے حسینؑ کو) شہید کر دیں گے اور ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا شدید قہر و غضب نازل ہوگا اس قتل کی وجہ سے۔

۱۔ طبقات ابن سعد ۵/۱۲۲ ماثبت بالسنۃ ۲۱۹

marfat.com

پیشگوئی نمبر ۱۳

عن عائشۃ[۱] لیزید لا بارک اللہ فی یزید الطعان اللعان اما انہ نعی الی حبیبی و منحبلی حسین اتیت بتربت و رایت قاتلہ اما انہ یقتل بین ظہرانی قوم فلا ینصروہ الا عمہم اللہ بعقاب رواہ ابن عساکر۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنی روایت میں مزید فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قاتل و ملعون یزید کو برکت نہ دے اُس نے میرے پیارے بیٹے حسینؑ کے ساتھ بغاوت کی اور اُنہیں شہید کرایا۔ حسینؑ کی تربت کی مٹی میرے پاس لائی گئی اور مجھے اُن کا قاتل بھی دکھایا گیا اور بتایا گیا کہ جن کے رُوبرُو حسینؑ قتل کئے جائیں گے وہ اُن کی مدد نہیں کریں گے اور اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے اُن پر ایک عذاب مسلط کر دیا ہے۔

امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادتِ پاک چونکہ جہری شہادت ہے۔ اس لئے اس کے اعلانات خدا و رسولؐ کی طرف سے آپ کی ولادتِ مبارکہ کے ساتھ ہی شروع ہو گئے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی پیشگوئیوں کی صورت میں یہ اعلان اسقدر مشہور اور متواتر ہیں کہ پہلوں پر بھی یہ شہادتِ عظمیٰ اسی طرح [illegible] روشن تھی جیسے [illegible] میں ہے۔ نہ صرف یہ کہ اس شہادتِ ظاہر سے صرف انسان ہی واقف ہیں بلکہ شہادت سے پہلے ہی اس کو ملائکہ کرام بھی جانتے تھے۔ ان حالات میں اُن لوگوں کی عقلوں پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ جو قدرت کے اس باقاعدہ پروگرام کو اتفاقی حادثہ اور معمولی واقعہ قرار دیتے ہیں۔

محمد مصطفٰےؐ نے تھا کیا اعلان متواتر
شہادت کربلا میں پائے گا ابنِ علیؓ جا کر
خدائے پاک نے اس کے نتھے خود اعلان فرمائے
شہادت کی خبر لے کر فرشتے بار بار آئے
صائم چشتی

---

[۱] ماثبت بالسنۃ صفحہ ۲۱۶ بحوالہ ابن عساکر۔

مقصدِ حسینؑ علیہ السلام

مؤرخ ہو یا محقق کسی نہ کسی نظریے کا پابند ضرور ہوتا ہے اور ہر قسم کے واقعات کی شیرازہ بندی کرتے وقت اپنے نظریات کی تسکین کا سامان ضرور فراہم کرتا ہے۔ ہاں! ایک بات ضرور ہے کہ ان میں سے بعض لوگ متشدد اور متعصب ہوتے ہیں۔ لہٰذا واقعات کی ترتیب کے وقت اُن کی نظریاتی چھاپ کا رنگ گہرا ہوتا ہے اور ہر قاری کا ذہن اُس کی مقصد برآری کو بھانپ لیتا ہے۔

اور جن لوگوں میں تعصب کی شدت نہیں ہوتی، وہ اپنے نظریات کو کچھ ایسے غیر محسوس طریقہ سے سپردِ قلم کرتے ہیں کہ ان کا آسانی سے تجزیہ نہیں کیا جاسکتا، تاہم اگر ان کی تحریروں پر گہری نظر رکھی جائے تو سب کچھ کھل کر سامنے آجاتا ہے، شہادت حسین علیہ السلام کے واقعات ان لوگوں کو بھی مرتب کرنے کا موقع ملا جن کے ذہنوں میں امام عالی مقام کے بارے میں شکوک و شبہات نے کھلبلی مچا رکھی ہے، چنانچہ انھوں نے ایک آڑ سامنے رکھی کہ ہم شخصیت پرست نہیں ہیں، اور ہمیں تو صرف تاریخی حقائق پیش کرنا ہیں،

بالآخر وہ یزید کے حق میں شخصیت پرستی کا فریضہ بھی ادا کر دیتے ہیں۔ ہمارا مؤقف اس بارے میں یہ ہے کہ اگر ترتیبِ واقعات کے وقت کسی شخص کے سیرت و کردار اور اُس کی شخصیت اور مقاصد کو سامنے نہ رکھا جائے تو کسی بھی واقعہ کا تجزیہ کرنا ناممکن اور امرِ محال ہے۔ اس پر ہم آگے چل کر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کی جنگوں سے استدلال پیش کریں گے۔

یہاں تو یہ بتانا ہے کہ باوجود اس قسم کے مؤرخین و محققین کے ہدفِ تنقید بن جانے کے واقعاتِ شہادتِ حسینؑ اُسی طرح نکھرے ہوئے ہیں جس طرح اس عظیم شہادت کا اپنا رنگ نکھرا ہوا ہے۔ متشددین کے قلموں کی سیاہی کے دھبے نورِ شہادت کی تابانیوں پر ذرہ برابر بھی اثر انداز نہیں ہوسکے اور یہی اس بامقصد شہادتِ عظمیٰ کا کمال ہے۔ امام حسین علیہ السلام کو ایک عام آدمی کے روپ میں پیش کرنے کے باوجود اُن کی عظمت میں کمی نہ کی جاسکی۔

marfat.com

اہلِ ایمان کی آنکھوں میں دُھول جھونکنے کی پوری پوری کوشش کی گئی لیکن [illegible] ن علیہ السلام کی عظمت کو دلوں سے محو نہ کیا جا سکا۔ دنیا والوں نے تعصّب پرور لوگوں کی نام نہاد تحقیق کو خرافات کا نام دیکر ٹھکرا دیا اور حُسین علیہ السلام کے حق میں یہ فتویٰ دیا کہ:-

آں امامِ عاشقاں پُورِ بتُولؑ — سَروِ آزادے زِ بُستانِ رسُولؐ

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر — معنیٔ ذبحِ عظیم آمد پسر

بہرِ آں شہزادۂ خیر الملل — دوشِ ختم المرسلیں نعم الجمل

سُرخ رُو عشقِ غیور از خونِ اُو — شوخیٔ ایں مصرع از مضمونِ اُو

درمیانِ اُمّت آں کیواں جناب — ہمچو حرفِ قُل ہُوَ اللہ در کتاب

تیغ بہرِ عزّتِ دیں اَست و بس!

مقصدِ اُو حفظِ آئین اَست و بس — (اقبال)

معرکہ کربلا کا تجزیہ کرنا ہے تو پہلے سید الشہدا حضرت امام حُسینؑ کی شخصیت سے تعارف حاصل کرو۔ حسینؑ کے منصبِ جلیلہ کو دیکھو۔ مقامِ شبّیری کی عظمت و رفعت سے شناسائی حاصل کرو۔ نواسۂ رسُولؐ کی ذمّہ داریوں سے آگاہی حاصل کرو۔ اُس درخشندہ شہادت کی تابانیوں کا مشاہدہ کرنا ہے تو تاویلوں کے پھندے نہ لگاؤ۔ تعصّب کی لپیٹ میں آئی ہوئی مسخ شدہ تواریخ کے دام نہ بچھاؤ۔ عقلِ ناتمام کے شترِ بے مہار کی جولانیاں نہ دکھاؤ۔ حُسینؑ کی شہادت کے اَوجِ کمال تک عقلِ نارسا کی رسائی ناممکن ہی نہیں بلکہ محال ہے۔

اگر عقل سے کچھ کام لینا مقصُود ہے تو اسے اس طرح سوچنے دو کہ اللہ تعالیٰ کے سچے دوستوں کے ساتھ ساتھ بعض لوگ جھوٹ موٹ کی نبوّت کے دعویدار بھی پیدا ہوتے رہے۔ بلکہ ولایت، دعوثیّت اور نبوت و رسالت سے بڑھ کر لوگوں نے مقامِ الوہیّت پر بھی ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی اور دُنیا میں کئی نمرُود، فرعون اور شدّاد جیسے بد کیش انسان پیدا ہوئے جنہوں نے علی الاعلان دعویٔ الوہیّت و ربُوبیّت کیا؛ لیکن اس کے برعکس تیرہ صدیاں گذر جانے کے باوجود کسی شخص نے بھی حسینؑ بننے کا دعویٰ نہیں کیا، کیوں دعویٰ نہیں کیا! اس لئے کہ حسینؑ بننے میں صرف اپنی جان ہی نہیں جوان بیٹوں کی لاشوں کو بھی اُٹھانا پڑتا ہے۔ معصوم بچوں کو آغوش میں لے کر بارگاہِ ایزدی میں پیش کرنا پڑتا ہے۔ حسینؑ بننے کیلئے گھر بار چھوڑ کر تین دن پیاسے رہ کر تپتی ہوئی ریت پر تلوار کی دھار کے نیچے سجدۂ محبّت ادا کرنا پڑتا ہے۔

marfat.com

کوئی مثالِ شہِ ثقلین بن نہ سکا!
نبی کے نور کا دو نورِ عین بن نہ سکا!
ولی بنے، وصی بنے، نبی بنا ڈالے
خدا بھی بن گئے لیکن حسینؑ بن نہ سکا

عقلِ ناتمام اعتراض کرتی ہے کہ حسینؑ کو کوفیوں نے حکومت کے سبز باغ دکھائے تھے حسینؑ تختِ حکومت کے حصول کے لئے مدینہ منورہ کو چھوڑ کر کو فہ جا رہے تھے کچھ سیاسی غلطیوں کی بنا پر اپنا بال بچہ بھی کٹوا بیٹھے اور اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ اگر آپ تخت و تاج کے لالچ اور حکومت کی ہوس میں جلد بازی نہ کرتے تو یقیناً اُن کا یہ حشر نہ ہوتا۔ اور حسینؑ نے یزید کی بیعت سے اس لئے انکار کیا تھا کہ ایسا کرنے سے حکومت ملنے کا چانس ختم ہو جاتا اور شہنشاہی کرنے کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکتا۔ اہلِ محبت اس کا جواب یہ بھی دیتے ہیں کہ حسینؑ صرف حصولِ شہادت اور مرتبۂ ذبحِ عظیم پانے کے لئے کربلا میں گئے تھے۔ اور وہ ہرگز یزید سے حکومت حاصل کرنے کے لئے نہیں گئے تھے۔ لیکن یہ خیال صرف یہاں تک درست ہے کہ آپ کو اپنا امتحان دیکر ذبحِ عظیم کے مرتبہ کو حاصل کرنا تھا۔ لیکن یہ کہنا کہ وہ تختِ خلافت کے لئے نہیں گئے تھے غلط ہے۔

اگر یہ بات نہ ہوتی تو شہادتِ حسینؑ پر ہرگز وہ نکھار نہ آسکتا جس نے کائنات کو منور کر رکھا ہے۔ حسینؑ اسلامی سلطنت کے شہزادے تھے۔ تختِ خلافت حسینؑ کا ذاتی حق تھا۔ امیر معاویہ اور حضرت حسن علیہ السلام کے صلح کی ایک شق یہ بھی تھی کہ اپنے بعد خلافت خاندانِ نبوت کو واپس کر دی جائے گی۔ یہ صورت نہ بھی ہوتی تو اُس وقت خلافت کے سب سے زیادہ حقدار حسینؑ تھے۔ یہی نہیں کہ آپ خاندانِ نبوت کے چشم و چراغ تھے۔ بلکہ اپنے تجربات کی بنا پر اپنی ذاتی وجاہت اور تقویٰ و طہارت کی بنا پر بھی حسینؑ اس منصبِ جلیلہ کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔

اور یہ تو شریعتِ مطہرہ کا فرمان ہے کہ اپنے حق کے لئے لڑنا جہاد ہے اور اپنے حق کی حفاظت کرتے ہوئے جان دینا شہادت۔ یہ تو عام مسلمانوں کے لئے حکم ہے۔ پھر امام حسینؑ نے اپنا حق مانگا تو کونسا جرم تھا۔

رہا یہ گمان کرنا کہ امام عالی مقام جاہ و جلال کے لالچ اور ہوسِ اقتدار کے لئے

marfat.com

خلافت کے دعویدار ہوئے تھے تو یہ محض حماقت اور بیہودگی اور عقلِ نا تمام کا پاگل پن ہے۔ حقائق سے دانستہ چشم پوشی ہے جبھی تو ہم نے بتایا ہے کہ کسی کے حق میں کوئی فیصلہ دینے سے پہلے اُس کی شخصیت سے تعارف حاصل کرو۔ لوگوں نے انبیاء کرام کی تعلیمات کا مذاق اُڑایا اُن کی غربت کا تمسخر اُڑایا، اُن کو وسائل کی کمی کا طعنہ دیا، اُن کے ساتھ مقابلہ کیا اور کئی ایک کو شہید بھی کر دیا۔ تو کیا اس سے یہ رائے قائم کر لی جائے گی کہ اُن انبیاء کرام سے معاذاللہ سیاسی غلطی ہوگئی۔ وہ اس بے سر و سامانی میں لوگوں کو کیوں دعوتِ الی الحق دیتے تھے اور وہ معاذاللہ لوگوں پر حکومت کرنے کے خیال سے ہر جابر قوت سے ٹکرا جاتے تھے۔

اگر تم کفار و مشرکین کی طرح انبیائے کرام کے اندازِ تبلیغ کو دیکھو گے تو پھر دُور جانے کی بات نہیں "ابو جہل" کے تاریخی تبصرے جمع کر لو۔ تمہاری نا تمام عقلیں اُس کی بیشتر باتوں کو درست اور ٹھیک تسلیم کر لیں گی۔ یہود و نصاریٰ اور عاد و ثمود کی قوموں کے ریمارکس کو سامنے رکھو تو تمہیں نبوت و رسالت کے مقام میں خامیاں نظر آجائیں گی۔ اور اگر حسینؑ کو دیکھنا ہے تو محمد عربی کے غلاموں کی طرح دیکھو۔ حسینؑ کی شہادت پر عیسائی مؤرخوں کے تبصرے پیش نہ کرو۔

حسینؑ دنیاوی جاہ و جلال اور مال و منال کے لئے خلافت کے خواہشمند نہیں تھے، حسینؑ خلافت کو اپنا حق سمجھ کر مانگتے تھے، حسینؑ تختِ حکومت کے بغیر بھی اسلام کے شہزادے تھے، بلادِ اسلامیہ میں جو احترام حسینؑ کا تھا وہ کسی دوسرے کو کیا نصیب ہوگا۔ حسینؑ مسندِ حکومت پر ہوں یا حجرۂ فاطمہؑ کی ٹوٹی ہوئی چٹائی پر۔ "شہزادۂ رسول" کے نام سے ہی پکارے جاتے۔

دنیاوی جاہ و جلال اور مال و منال اور مناصبِ حکومت کی کسے بھوک تھی! حسینؑ کو؟ اُس حسینؑ کو جس کا نانا کائناتِ عالم کا مالک و مختار اور عرب و عجم کا تاجدار ہے اور اُس کی ماں اپنے ہاتھوں سے چکی پیستی ہے۔ اپنے کندھوں پر پانی کے مشکیزے اُٹھاتی ہے۔

اُس حسینؑ پہ دولت و ثروت کا بھوکا ہونے کا گمان کرتے ہو جس کا والدِ محترم خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین ہے مگر وہ متعدد بار حج بیت اللہ کے لئے پیدل تشریف لے جاتا ہے۔

حسینؑ پر ہوسِ اقتدار کا الزام لگانے سے پہلے صرف ایک بات بتا دو کہ جب اُن کے والدِ محترم حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مملکتِ اسلامیہ کے حکمران تھے تو اُس وقت حسینؑ نے اپنے لئے کون کونسی جائداد بنائی۔ بلادِ اسلامیہ میں کہاں کہاں اپنی ذات کیلئے عمارتیں تعمیر

marfat.com

کروائیں، کتنے باغات خریدے، کہاں کہاں زمینیں خریدیں اور اپنی روزمرہ کی زندگی میں کن کن آسائشوں کا اضافہ کیا، کس قدر سونا جمع کیا اور کسقدر جواہرات اکٹھے کئے۔

ہمیں اس حصّہ کو مباحث سے پاک رکھنا ہے اس لئے زیادہ تفصیل میں نہیں جائیں گے۔ حسینؑ کا ہر دور میں جو کچھ بھی تھا خدا کا تھا بلکہ حسینؑ تو خدا کے راہ پر فروخت ہوچکا تھا۔ آپ کے پاس جو کچھ بھی آتا وہ غریبوں، مسکینوں، محتاجوں اور ناداروں میں تقسیم ہوجاتا۔

نادانو! امام عالی مقام یہ جانتے ہوئے بھی کہ ہم میدان کربلا میں بال بچوں سمیت شہید کر دیئے جائیں گے۔ ٹھیک اس عزم و ارادہ کے ساتھ اُٹھتے ہیں کہ یزید پلید کی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا جائے۔ کوفیوں نے آپ کو یہی لکھا تھا کہ پھل پک چکے ہیں آپ تشریف لے آئیں۔ آپ جانتے تھے کہ کوفہ والے بدعہدی میں اپنی مثال آپ ہیں۔ لیکن آپ کو حفاظتِ حق کے لئے بہرصورت جانا تھا اور دنیا کو بتانا تھا کہ اپنا حق وصول کرنے کے لئے جابر و ظالم سے ٹکرانا بھی پڑے تو ٹکرا جاؤ۔

اور حسین کا یہ حق محض بلادِ اسلامیہ کی مخصوص شدہ سرحدوں تک ہی نہیں تھا۔ بلکہ: اسلامی قلمرو کی متعین کر دی گئی سرحدوں سے بڑھ کر نظام شریعت اور اسلامی حدود تک بھی تھا، اسلام کی اُن حدوں تک جن کو یزید پلید حکومت کے نشے میں بدمست ہو کر توڑ رہا تھا ——

حدودِ شریعت کی حفاظت کے لئے حسینؑ نہ اُٹھتے تو کون اُٹھتا۔ جن کی چیز تھی اُنہیں ہی حفاظت کرنا تھی۔ شریعت حسینؑ کے نانا کی تھی، دینِ اسلام حسینؑ کے نانا کا تھا پھر اگر ان کی حفاظت حسینؑ نہ کرتے تو کون کرتا۔

معرکہ کربلا کی حقیقت سے آشنائی چاہتے ہو تو اسے اس انداز میں نہ دیکھو کہ دو آدمیوں کا جائیداد کے لئے جھگڑا ہوگیا ایک مارا گیا اور دوسرا مالک ہوگیا۔ دو گروہوں میں لڑائی ہوئی ایک کو شکست ہوگئی اور دوسرا جیت گیا۔

اس کو دیکھنا ہے تو متنازعہ فیہ مسائل کو سامنے رکھو۔ طرفین کی شخصیتوں کا تعین کرو تنازعہ تو رہتا ہے۔ ابراہیمؑ اور نمرود میں بھی تنازعہ تھا، موسیٰ اور فرعون میں بھی جھگڑا تھا۔ مصطفےٰ اور ابوجہل میں بھی دشمنی تھی —— پھر تم کس کے حق میں فیصلہ دو گے۔

marfat.com

تاریخ سے کیا پیش کرو گے۔ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود یوں کے بُتوں کو پاش پاش نہیں کیا تھا۔ کیا حضرت موسےٰ علیہ السلام نے فرعون کی ڈاڑھی کو نہیں کھینچا تھا۔ کیا اُنہوں نے اپنے مُکّے سے بنی اسرائیل کے ایک شخص کو ہلاک نہیں کیا تھا۔ کیا امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کفّار سے لڑائیاں نہیں کیں۔ کیا صدیقِ اکبر نے زکوٰۃ نہ دینے والوں پر فوج کشی نہیں کی۔ پھر تم کس طرح دو گروہوں کے تصادم کو ایک ہی معیار پر رکھ کر جانچ سکو گے کسی قسم کا فیصلہ کرنے سے پہلے تمہیں شخصیتوں کو دیکھنا پڑے گا۔ اُن کے مقاصد کو دیکھنا پڑیگا حق اور باطل میں امتیاز کرنا ہو گا۔ حق کو حق مان کر اور باطل کو باطل قرار دیکر فیصلہ کرو گے تو حقیقت واضح ہو جائے گی۔

موسیٰؑ و فرعونؑ و شبیرؑ و یزیدؑ — ایں دو قوّت از حیات آمد پدید
زندہ حق از قوتِ شبیری است — باطل آخر داغِ حسرت میری است
چوں خلافت رشتہ از قرآں گسیخت — حرّیت را زہر اندر کام ریخت
خاست آں سر جلوۂ خیرُ الاُمم — چوں سحابِ قبلہ باراں در قدم
برزمینِ کربلا بارید و رفت — لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت
تاقیامت قطعِ استبداد کرد — موجِ اُو خوںِ چمن آباد کرد
بہرِ حق درخاک و خوں غلطیدہ است — پس بنائے لاالٰہ گردیدہ است
مدعایش سلطنت[1] بودے اگر — خود نکردے باچنیں ساماں سفر
دشمناں چوں ریگ صحرا لا تُعد — دوستانِ اُو بہ یزداں[2] ہم عدد
سرِ ابراہیم و اسماعیل بُود — یعنی آں اجمال را تفصیل بُود
عزمِ اُو چوں کوہساراں استوار — پائدار و تند سیر و کامگار
تیغ بہرِ عزتِ دین است و بس — مقصدِ اُو حفظِ آئین است و بس
ماسوا اللہ را مسلماں بندہ نیست — پیشِ فرعونے سرش افگندہ نیست

---

[1] سلطنت سے مُراد وہی تختِ حکومت ہے جس کی آڑ لیکر دشمنانِ اہلِ بیت حسینؑ کی شہادت کو خروج و بغاوت کا نام دیتے ہیں۔

[2] یزداں کے بہتّر عدد ہوتے ہیں اور امام عالی مقام کے ساتھیوں کی تعداد بھی بہتّر تھی۔

marfat.com

خونِ اُو تفسیرِ ایں اسرار کرد — ملتِ خوابیدہ را بیدار کرد
تیغِ لا چوں از میاں بیروں کشید — از رگِ اربابِ باطل خوں کشید
نقشِ اِلّا اللّٰہ بر صحرا نوشت — سطرِ عنوانِ نجاتِ ما نوشت
رمزِ قرآں از حسینؓ آموختیم — ز آتشِ اُو شعلہ ہا اندوختیم
شوکتِ شام و فرِ بغداد رفت — سطوتِ غرناطہ ہم از یاد رفت
تارِ ما از زخمہ اَش لرزاں ہنوز — تازہ از تکبیرِ اُو ایماں ہنوز

اَے صبا اَے پیکِ دُور اُفتادگاں
اَشکِ ما بر خاکِ پاکِ اُو رساں (اقبالؒ)

جانبین کے مقاصد کے امتیاز اور حق و باطل کی تمیز کئے بغیر جب کوئی فیصلہ کیا جائے تو وہ راہِ صواب پر کیسے ہو سکتا ہے۔

یزید پلید کا مقصد یزید پلید کا مقصد تھا کہ اسلام کا قلادہ گردن سے اُتار کر حکومت کی جائے۔ اسلامی اقدار کو پاؤں تلے رَوند کر دادِ عیش دی جائے۔ محمدِ عربی کے قوانین کو توڑ دیا جائے۔ حدودِ الٰہیہ کے نشانات معدوم کر دیئے جائیں۔ دستورِ خداوندی کو پامال کر دیا جائے۔ آئینِ شریعت کو مسخ کر دیا جائے۔ مسجدیں ویران ہوتی ہیں تو ہو جائیں۔ عیش و نشاط کی محفلیں برپا ہوتی رہیں۔
اُس دینِ متین کو مٹا دیا جائے جسے رسُولِ ہاشمی نے ہزاروں مصائب اور سینکڑوں مشکلات برداشت کر کے لوگوں تک پہنچایا تھا۔

یزید پلید کا مقصد تھا کہ میں اہلِ اسلام کے دلوں سے حرارتِ ایمانی ختم کر دُوں۔ اسلام کی مرکزیت مٹا دُوں۔ عظمتِ مصطفٰے کے پرچم کو داغدار کر دُوں۔ مسلمانوں کی رسُولِ خدا سے وابستگی کا تصوّر فنا کر دُوں۔

اور پھر اُس نے اس کی ابتدا بھی کر دی۔ عوام کالانعام ہوتے ہیں۔ اُن کا دین "دینِ ملوک" ہوتا ہے۔ وہ بادشاہ کے دین پر گامزن ہونے کو باعثِ عزت و افتخار سمجھتے ہیں۔
فسق و فجور اور بے حیائی کی ابتدا شاہی محلات سے کی گئی تھی۔ اس لئے یہ ضروری تھا کہ اس کے اثرات آہستہ آہستہ دُنیائے اسلام پر مرتب ہوتے۔
ایک مسلّمہ اصول کے مطابق حاکم دیندار اور نیک ہو تو وہ عوام الناس میں پھیلی ہوئی

marfat.com

حواریوں پر قابو حاصل کر سکتا ہے اور اگر حاکم بداعمالیوں اور بے حیائیوں کا شکار ہو جائیں تو عوام بھی ان کی لپیٹ میں آئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

شاہی محلات اور ایوانِ صدر سے نکلی ہوئی برائیوں کو کیسے روکا جا سکتا ہے۔ تاریخ کے اوراق اُلٹیے۔ ہر دور کی تصویر کے خدوخال ملاحظہ کر لیجئے۔ ہر دور اس بات پر مہرِ تصدیق ثبت کر دے گا کہ اگر حاکم نیک دل اور دیانتدار ہے تو اُس نے عوام کی اصلاح کر دی اور اگر حاکم بدکار و بددیانت ہے تو اُس نے عوام کے اخلاق کا بھی بیڑا غرق کر دیا۔

یزید نے بدکاری اور بے حیائی کی ابتدا ایوانِ صدر سے کی تھی۔ اس لئے ضروری تھا کہ عالمِ اسلام اس کی لپیٹ میں آجاتا۔

ضمیر فروشوں، پیٹ پرستوں اور ہوس زدہ لوگوں کی کثیر تعداد ہر دور میں موجود رہتی ہے بلکہ ہر شعبۂ حیات میں ایسے لوگ اپنی چالاکیوں اور سفاکیوں کا مظاہرہ کرتے نظر آتے ہیں ہیں۔ یہ لوگ سوداگر ہوتے ہیں۔ ان کو دولت سے پیار ہوتا ہے۔ دولت کا لالچ دیکر ان سے جو چاہو خرید لو۔ ان کے پاس جو کچھ بھی ہوگا فروخت کر دیں گے۔ بالآخر ان کا سب کچھ بک جاتا ہے حرارتِ ایمانی بک جاتی ہے، دیانت و صداقت فروخت ہو جاتی ہے، ضمیر کی زندگی کا سودا ہو جاتا ہے، قلم کی عصمت نیلام ہو جاتی ہے حتیٰ کہ ان کے قلب و روح اور جسم و جان ہر چیز بازاری جنس کی طرح خریدار کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

یزید خریدار تھا، ضمیر فروشوں کی منڈی لگی ہوئی تھی، مستحق محروم تھے اور بیت المال کا قومی خزانہ فروخت ہونیوالوں کی تجوریوں میں منتقل ہو رہا تھا۔

فروخت شدہ جی حضوریئے، یزید کے ہر فعلِ قبیح کو اسلام کے محاسن بنا کر پیش کرتے یزید کا مقصد پورا ہو رہا تھا شیطان مسکرا رہا تھا۔

روحِ اسلام کفر و الحاد کے شکنجے میں جکڑی ہوئی پھڑپھڑا رہی تھی۔ اسلام خون کے آنسو رو رہا تھا۔

دربار میں ضمیر کی مٹی پلید تھی
گویا بدی جہاں میں بشکلِ یزید تھی
(عاشق کیرانوی)

یزید کے قلبِ سیاہ میں روحِ ابلیس حلول کر چکی تھی۔ وہ سرمایہ اسلام لٹا دینے پر تل گیا تھا جس اسلام کے لئے تاجدارِ انبیاء نے پیٹ پر پتھر باندھے اور جسمِ نازنیں پر پتھروں کی بارش

marfat.com

برداشت کی یزید اس کو مٹا دینا چاہتا تھا

جس اسلام کی حفاظت کیلئے سیدنا صدیق اکبرؓ نے اپنے نحیف اور لاغر جسم کو ڈھال بنائے رکھا یزید اُس کی صورت مسخ کر دینا چاہتا تھا۔

جس اسلام کی سربلندی کیلئے بغیر جان کی پرواہ کئے سیدنا فاروق اعظمؓ نے علی الاعلان اہتمام اذان کیا تھا۔ یزید اسلام کی اس آوازِ صداقت اذان کو خاموش کر دینا چاہتا تھا۔

جس اسلام کو قطع و برید ہونے سے بچانے کیلئے سیدنا عثمان غنیؓ نے اپنے جسم مقدس کو قطع کروا لیا یزید اُس اسلام کے ٹکڑے کر دینا چاہتا تھا۔

جس اسلام کو ضربِ یداللّٰہی اور قوتِ خیبر شکن نے زندگی دی تھی یزید اُسے فنا کر دینا چاہتا تھا۔

جس اسلام کے تحفظ کیلئے سیدنا امیر حمزہؓ کا ایک ایک عضو کٹ چکا تھا، یزید اُس اسلام کی بیخ و بن ہلا دینے کے درپے ہو رہا تھا۔

اسلام کی اصل روح یعنی تقویٰ و طہارت کی جو تصویر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مقدس جماعت نے پیش کی تھی یزید اُس پر فسق و فجور اور بدکاری و بے حیائی کی لکیریں کھینچ دینا چاہتا تھا۔

یزید نے اگر اپنے کافر دماغ اور ملحدانہ روح پر اسلام کا لبادہ نہ اوڑھا ہوتا تو اسلام کو اُس سے وہ خطرہ نہ ہوتا جو اب تھا۔ وہ خلیفۃ المسلمین بھی کہلاتا تھا اور مسلمانوں کا دشمن بھی تھا وہ امیر المومنین بھی بنتا تھا اور مومنوں کے حقوق پر بھی ڈاکہ ڈالتا تھا۔ وہ اسلام کے نام پر اسلام کی حدوں کو توڑ رہا تھا اور کرائے کے لوگ اُس کے ہر مذموم و قبیح فعل کو اسلام کے نام سے پیش کر رہے تھے

ان حالات میں یزیدی اسلام کی کیا صورت ہوتی؟ یزیدی اسلام میں اسلام کی حقیقی روح تقویٰ و طہارت کا نام تک نہ ہوتا۔ یزیدی اسلام میں اُم الخبائث شراب کا پینا جائز و مباح بلکہ موجب ثواب ہوتا۔ یزیدی اسلام میں محرمات سے نکاح جائز ہوتا۔ یزید کے اسلام میں نماز پڑھنا بے کار محض ہوتا حتیٰ کہ یزید کے اسلام میں اسلام کا نام تک نہ ہوتا اس لئے کہ تمام قبیحات و منکرات کو اسلام میں داخل کرنے کی ابتدا اس نے اپنی مکروہ شخصیت سے کی تھی وہ تارک نماز بھی تھا اور زانی بھی عیاش بھی تھا اور بددیانت بھی، شرابی بھی تھا اور بدکردار بھی

marfat.com

بھی۔ بیت المال کا خائن بھی تھا اور قرآن و سنت کا مخالف بھی۔ وہ محرمات سے نکاح جائز سمجھتا تھا اور اُس نے اپنی پھوپھی سے نکاح کر رکھا تھا۔ وہ کھلے دربار میں شراب پیتا تھا اور اُس کے درباری بھی۔

جو خود زانی ہو وہ حدِ زنا کس پر قائم کرتا۔ جو خود شرابی ہو وہ شراب پینے والوں کا مؤاخذ کیسے کرتا۔ جو خود تارکِ نماز ہو وہ ترغیبِ نماز کیسے دیتا؟ جو خود بیت المال کا چور ہو وہ دوسروں کے ہاتھ کیسے کاٹتا۔ جو خود حدودِ الٰہیہ کو توڑتا ہو وہ اُن کی حفاظت کیسے کر سکتا۔ جو خود شریعت کا باغی ہو وہ دوسروں سے احترامِ شریعت کیسے کروا سکتا تھا۔

ہم اپنے وعدہ کے مطابق یزید کے اُن فداکاروں اور نمک خواروں کو اس حصہ میں مخاطب نہیں کریں گے جو دُنیا کو باور کرا دینا چاہتے ہیں کہ یزید تقویٰ و طہارت کا پیکر تھا بڑا عادل اور منصف مزاج تھا، بڑا نیکوکار اور پرہیزگار تھا، صحابہ کرام کا نمونہ اور سنتِ مصطفےٰ کی تصویر تھا۔ مجاہدِ اسلام اور بہت بڑا ولی اللہ تھا۔ اور اس کے برعکس امام حسینؑ ہوس کا پیکر، لالچ کا پتلا، حکومت کا بھوکا، تندی اللسان، خلافتِ اسلامیہ کا باغی اور نااہل سیاست دان تھا۔ معاذ اللہ۔

ہم ان حواریانِ یزید کیلئے ہدایت کی دُعا بھی نہیں کریں گے۔

جو بھی ان کے دل میں آتا ہے کہتے رہیں! میرے آقا حسینؑ کی عظمت و سربلندی تک ان کے طعن و تشنیع کے تیر قیامت تک نہیں پہنچ سکتے۔ یہ لوگ جس قدر زیادہ مخالفت کریں گے شہادتِ حسینؑ کا رنگ اور زیادہ نکھرتا جائے گا۔ خونِ حسینؑ کی سُرخی میں مزید حسن آتا جائے گا۔

اس راز سے واقف ہیں زمانے والے
زندہ ہیں محمّد کے گھرانے والے
مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے آخر
شبیر! ترا نام مٹانے والے

دشمنانِ حسین علیہ السلام کے قلم لکھتے لکھتے کچھ ٹوٹ گئے کچھ ٹوٹ جائیں گے، ان کی زبانیں جھوٹ کو سچ ثابت کرتے کرتے خاموش ہو جائیں گی لیکن فاطمہ کا نام ابد تک پائندہ اور تابندہ و درخشندہ رہے گا۔

marfat.com

نہ یزید کا وہ ستم رہا نہ وہ ظلم ابنِ زیاد کا
جو رہا تو نام حسینؑ کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا (ظفر علیخاں)

ہر دَور کا دیانتدار اور حق پرست انسان شہیدِ اعظمؑ کے حضور میں نذرانہ عقیدت و مؤدت اور خراجِ محبت پیش کرتا رہے گا۔ واقعۂ کربلا کو جس قدر دبایا جائیگا یہ اُسی قدر شہرت پذیر ہوتا رہے گا۔

ظلم کی تکرار میں حق کی صدا بڑھتی رہی
سُرخیِ خونِ شہید نینوا بڑھتی رہی
جتنا شغلِ محتسب دشوار تر ہوتا گیا
اتنا ذکرِ خونِ ناحق مشتہر ہوتا گیا

زمانے نے ہزاروں کروٹیں بدلیں لیکن حقیقت تبدیل نہ ہو سکی۔ حق کا انکار کیا گیا مگر حق حق ہی رہا۔ باطل کو نوازا گیا لیکن باطل باطل ہی رہا۔ ظلم وستم کو عدالت کا نام دینے والے فنا ہو گئے لیکن ظلم کو عدل ثابت نہ کر سکے۔

عظمتِ حسینؑ کا اندازہ کرنے والے مٹ گئے لیکن حسینؑ حسینؑ ہی رہے۔ اُنہیں رسولِ خدا کی تصویر ہی کہا جاتا ہے، اسلام کا محسن اور قرآن کا محافظ ہی کہا جاتا ہے — پاسبانِ شریعت اور شہیدِ اعظمؑ کے لقب سے ہی یاد کیا جاتا ہے۔ لوگ جانتے ہیں اور جانتے رہیں گے مانتے ہیں اور مانتے رہیں گے۔ کہ خونِ حسینؑ کے انوار و تجلیات نے کرب وبلا کی سرزمین کو جنت کا ٹکڑا بنا دیا ہے، ذروں کو آفتاب کر دیا ہے اور موت کو زندگی میں تبدیل کر دیا ہے۔ قلبِ مومن سے ہمیشہ یہ صدا اُٹھتی رہے گی۔

دشتِ بلا کو عرش کا زینہ بنا دیا
جنگل کو مصطفیٰ کا مدینہ بنا دیا
ہر ذرّے کو نجف کا نگینہ بنا دیا
تُو نے حسینؑ مرنے کو جینا بنا دیا
چھُوا جو تُو نے کنکروں کو دُر بنا دیا
قیدی جو آیا سامنے تو حُر بنا دیا

بہرحال ہر دو جانب کے مقاصد سامنے رکھ کر ایمان و دیانت کے ساتھ جو فیصلہ

marfat.com

بنے گا وہی درست اور ٹھیک ہوگا۔ مقصدِ حسین علیہ السلام بھی سامنے
مقصدِ یزید پلید بھی۔

یزید کا مقصد تھا اسلام کو مٹانا، امام حسینؑ کا مقصد تھا اسلام کو بچانا۔

یزید پلید کا مقصد تھا شریعت کی حدوں کو توڑا جائے! امام حسینؑ کا مقصد تھا حدودِ شریعت کی حفاظت کی جائے۔

یزید کا مقصد تھا نظامِ مصطفٰے کو تبدیل کر دوں! امام حسینؑ کا مقصد تھا نظامِ مصطفٰے کا مکمل نفاذ ہو جائے

یزید کا مقصد تھا! حکومت کی بالادستی تسلیم کی جائے، امام حسینؑ کا مقصد تھا شریعت کی بالادستی قائم رہے۔

یزید کا مقصد تھا! حرمتِ قرآنی کو نیلام کیا جائے، حسینؑ کا مقصد تھا قرآن کا احترام کیا جائے۔

یزید کا مقصد تھا! حق خود ارادیت چھین لیا جائے۔ حسینؑ کا مقصد تھا حق خود ارادیت کا تحفظ کیا جائے۔

یزید کا مقصد تھا! حسینؑ حق کی آواز کو روک دے۔ امام حسینؑ چاہتے تھے کہ حق کا بول بالا رہے۔

یزید چاہتا تھا کہ حسینؑ میری غیر اسلامی حکومت کو خلافتِ حقّہ تسلیم کرے۔
امام حسینؑ کا مقصد تھا کہ اسلام میں کفر کو خلط ملط نہ ہونے دیا جائے۔

یزید چاہتا تھا! کہ اگر حسینؑ نے میری ہاں میں ہاں ملا دی تو میری بات بن جائیگی۔
امام حسینؑ کا مقصد تھا کہ اگر ایسا ہوا تو اسلام کی بات بگڑ جائے گی۔

یزید چاہتا تھا! جبر و تشدد کی حکومت ہو۔ امام حسینؑ چاہتے تھے عدل انصاف کی حکومت ہو۔

یزید چاہتا تھا! شیطانی حکومت کو رحمانی خلافت تسلیم کرا دوں۔ امام حسینؑ کا مقصد تھا اس فریب کو بے نقاب کر دوں۔

یزید کا مقصد تھا، جسموں پر حکومت کرنا، امام حسینؑ کا مقصد تھا روحوں پر حکومت کرنا۔

marfat.com

یزید کی طرف شیطان تھا، امام حسینؑ کی طرف رحمان تھا۔ یزید کی طرف سے شیطانی قوت اٹھی، امام حسینؑ کی طرف سے رحمانی طاقت اٹھی۔ اور دونوں طاقتیں پوری شدت سے ایک دوسری کے ساتھ ٹکرا گئیں۔

موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید
این دو قوت از حیات آمد پدید
زندہ حق از قوت شبیری است
باطل آخر داغ حسرت میری است
(اقبال)

شیطانی قوت نے بھرپور حملہ کیا۔ رحمانی قوت استقامت کا پیکر بنی رہی۔ شیطانی قوت نے آواز دی اب بھی مجھے حق تسلیم کر لو۔ رحمانی قوت نے جواب دیا یہ ناممکن ہے شیطانی طاقت نے کہا میں تیری گردن پر خنجر پھیر دوں گی۔ رحمانی طاقت نے کہا میں تیرا نام و نشان مٹا دوں گی۔ شیطانی طاقت نے للکارا میں تجھے خانماں برباد کر دوں گی، رحمانی طاقت نے کہا میں خانہ وفا آباد کر دوں گی۔ اور پھر رحمانی قوت کے پیکر حسین حضرت حسین علیہ السلام جبر و تشدد اور ظلم و استبداد کے یزیدی طوفانوں سے اس طرح ٹکرا گئے کہ:۔

کچھ خوف تھا چہرے پہ نہ تشویش ذرا تھی
ہر ایک ادا مظہر تسلیم و رضا تھی
ہر ایک نگہ! شاہد اقرار وفا تھی
ہر جنبش لب! منکر دستور جفا تھی
(فیض)

شیطان کے آئین کو: شبیر نہ مانے
قرآن کی توہین کو! شبیر نہ مانے
(صائم چشتی)

جب اسلام کی شہ رگ پہ یزید نے شیطانی نظریات کی تلوار پھیرنا چاہی تو شبیر علیہ السلام نے اپنی گردن پیش کر دی۔ فاطمہ کا لال اسلام اور قرآن کا فدیہ ہو گیا! اسلام کو زندگی مل گئی قرآن کا تحفظ ہو گیا۔ عامۃ المسلمین پر چلنے والی جبر و تشدد کی تلواریں آل محمد کی گردنوں پہ چل گئیں۔

چند لمحات کے لئے شیطان کا کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا۔ امت کی سب سے بزرگ ہستی کی

marfat.com

شہادت نے سے غلط فہمی میں ڈال دیا، اس نے گمان کر لیا کہ اب میں فتح یاب ہوں اور اب میرے سامنے کوئی نہیں اٹھ سکے گا، میں اب یزید جیسے سفاک بھیڑیوں کو اسلام پر مسلط کرتا ہی رہوں گا اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آدمؑ کا بدلہ اولادِ آدمؑ سے لے لوں گا،

اُسے نہیں معلوم تھا کہ گردنِ شبّیرؑ پر چلنے والی جبر و استبداد کی تلوار نے اپنا گلا خود ہی کاٹ لیا ہے۔ حلقومِ اصغرؑ سے نکلنے والی خون کی پتلی سی دھار طوفانِ نوحؑ کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اہل بیتِ مصطفیٰ پر برسائے جانے والے زہر میں بجھے ہوئے تیر کفر و ضلالت کے سینہ میں پیوست ہو جائیں گے۔ اُسے نہیں معلوم تھا کہ کربلا نے اپنی جان دے کر حق و انصاف کو بچا لیا ہے اور حرمتِ قرآنی کا تحفظ کر لیا ہے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ:-

موجِ خونِ اُو چمن آباد کرد تا قیامت قطعِ استبداد کرد

اسے کیا معلوم تھا کہ حسین علیہ السلام نے اپنی جان نچھاور کر کے اسلام کو ذبح ہونے سے بچا لیا ہے اور جب تک اسلام زندہ رہے گا جانشینانِ حسین پیدا ہوتے رہیں گے ہر دور میں جبر و تشدد کو للکارا جائیگا، ہر زمانہ میں باطل نظریات کی دھجیاں اڑائی جائینگی اور ہر زمانہ میں نظامِ مصطفیٰ کا اجراء طلب کیا جائے گا۔ ہر حکومت سے حقِ خود ارادیت مانگا جائے گا۔ غلامانِ حسینؑ ہر دور میں اسلام کی بالادستی کا لوہا منوائیں گے۔ دستورِ شریعت کی حفاظت کریں گے۔ آئینِ قرآن کا نفاذ چاہیں گے۔ محمدِ عربی کا قانون مانگیں گے۔ حسینؑ کے نانا کا دستور طلب کریں گے اور پھر یہ حقیقت ظاہر ہو گئی، خونِ حسینؑ نے لَا اِلٰہ کی جن بنیادوں کو استوار کیا تھا وہ ناقابلِ تسخیر ہو گئیں۔ دنیا والے پہلے بھی مشاہدہ کر چکے ہیں اور اب بھی دیکھ رہے ہیں کہ:-

بر زمانہ ہو گیا، باغِ محبت کی تباہی کو
ابھی تک ہیں وہی گلکاریاں خونِ شہیداں کی

بہر صورت کربلائے معلیٰ کے تپتے ہوئے ریگستان پر امام عالی مقام حضرت امام حسینؑ اور یزید پلید کے درمیان جو جنگ ہوئی اسے عام حادثہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ خالصتاً نظریات کی جنگ تھی، حق اور باطل کا ٹکراؤ تھا۔ ایک طرف ابن صادق تھا، ایک طرف خائن تھا ایک طرف مکمل اسلام تھا اور ایک طرف مکمل کفر، یہ جنگ ایمان و دیانت اور کفر و خیانت

marfat.com

بن تھی۔

بظاہر خانوادہ مصطفٰے کو شہید کیا گیا لیکن حقیقت میں یزید مر گیا۔ یزید کے حواری مر گئے۔ یزید کی روح فنا ہو گئی۔ شیطان کی رگیں کٹ گئیں۔ روحِ اسلام پر پڑنے والے یزیدیت کے منحوس سائے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے معدوم ہو گئے۔

حسینؑ جیت گئے، یزید ہار گیا۔ حسینؑ کے ساتھی حیاتِ ابدی کے مالک بن گئے یزید کے ساتھی کتے کی موت مر گئے۔ محمدِ عربی کا لاڈلا جیت گیا، بنو امیہ کا ناخلف ہار گیا۔ فاطمہؓ کا لال جیت گیا، ہندہ کا پوتا مر گیا۔ روحِ اسلام فتحیاب ہو گئی، روحِ شیطان شکست کھا گئی۔ ایمان جیت گیا، کفر ہار گیا، حق کو ساحل نصیب ہو گیا اور باطل ڈوب گیا۔

قتلِ حسینؑ اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد (محمد علی جوہر)

حسینؑ شہید ہو کر موت کی گرفت سے آزاد ہو گئے، یزید پلید مر گیا۔ اب اُسے اُس کے حواری قیامت تک زندہ نہیں کر سکتے۔

جگر گوشۂ رسول کی شہادت اُن روشن ترین مقاصد کی آئینہ دار ہے جن کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ اس شہادتِ عظمٰی کو بے مقصد قرار دینا حقائق سے چشم پوشی اور پاگل پن کی دلیل ہے۔ حسینؑ کا مقصد بلند تھا۔ وہ گردن کٹا کر بھی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ یزید کا مقصد لغو اور پست تھا وہ حسینؑ کو شہید کروا کر بھی ناکام و نامراد ہی رہا۔

یزید کی پوری افواج کی بات چھوڑ دو۔ صرف کربلا میں امام عالی مقام کے مقابلہ میں آنے والے یزیدی لشکر کی تعداد بائیس ہزار تھی اور امام عالی مقام کے ساتھیوں کی تعداد صرف بہتر تھی۔ اب اس کا یوں موازنہ کریں کہ امام عالی مقام کے عقیدت کیشوں اور غلاموں کی تعداد کروڑوں اور اربوں تک پہنچ جاتی ہے اور یزید کے عقیدت مندوں کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے امام عالی مقام کے ماننے والے کردارِ حسین کو علی الاعلان پیش کرتے ہیں اور یزید کے حواری یزید کی عظمت کا پرچار اس طرح کرتے ہیں جیسے چوری کر رہے ہوں یا کسی کی جیب کاٹ رہے ہوں جب تک ان کا ضمیر بالکل مردہ نہیں ہو جاتا ہے انھیں احساس ہوتا رہتا ہے کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں اور دانستہ غلط تاویلیں کر رہے ہیں، قیامت تک نعرۂ حسینیت بلند سے بلند تر ہوتا رہے گا اور بر سرِ عام نعرۂ یزیدیت لگانے والا کوئی پیدا نہیں ہو گا۔

marfat.com

حسینؑ زندہ ہیں۔ زندہ ضمیر حسینؑ کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہی رہیں گے۔
یزید مُردہ ہے اُسے وہی نوازے گا جس کا ضمیر مُردہ ہو چکا ہے۔ رُوحِ ابلیس کا مسکن بھی مَرے ہوئے ضمیر ہیں۔ زندہ ضمیر تو شیطان کے لئے کھُلے چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں حق پرستو کا نعرہ یہی رہے گا۔

حُسینیت زندہ باد ۔ شہیدِ اعظم ..... پائندہ باد
یزیدیت۔ مُردہ باد ۔ یزیدی چیلے.... مُردہ باد

امام عالی مقام کا پیغام تھا، سَر کٹتا ہے تو کٹ جائے لیکن باطل کے سامنے جھکنے نہ دینا۔ جان جاتی ہے تو جائے لیکن ایمان نہ جانے دینا۔ کُنبہ لُٹتا ہے تو لُٹ جائے لیکن عشق کی آبرُو بچالینا۔ بازُو کٹتے ہیں تو کٹ جائیں لیکن عظمتِ قرآن و اسلام کا عَلم سرنگوں نہ ہونے دینا۔ اور یہ پیغام محض زبان سے ہی نہیں دیا تھا بلکہ ریگ زارِ کربلا کے ذرّے ذرّے پر اپنے غیور خون سے نقش کیا تھا۔ جبھی تو آج بھی کربلا کا ذرہ ذرہ یہ پیغام نشر کر رہا ہے اور خونِ حسینؑ آواز دے رہا ہے :-

قتل گاہوں سے چُن کر ہمارے عَلم
اَور نکلیں گے عُشّاق کے قافلے

امام حسین علیہ السلام خود اُپنے دعوے کی دلیل بن کر دُنیا کے سامنے آتے ہیں آپ نے اسلام سے وفاداری کا پیغام خود پیکرِ وفا بن کر دیا۔ جبر و تشدد سے ٹکرانے اور صبر و استقامت کا عَلم خود پیکرِ صبر و استقامت اور تسلیم و رضا بن کر دیا ہے۔ اس لئے اسے جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ حُسینؑ نے جس ذمہ داری کا اعلان کیا تھا اُسے پورا کر دیا۔ خُدا و رسُولؐ کی طرف سے جو حق آپ کے ذمہ تھا وہ آپ نے اَدا کر دیا۔

رسمِ عشّاق یہی ہے کہ وفا کرتے ہیں
یعنی ہر حال میں حق اپنا ادا کرتے ہیں
حوصلہ حضرتِ شبیرؑ کا اَللہُ اَللہُ
سَر جُدا ہوتا ہے اور شکرِ خدا کرتے ہیں

marfat.com

قرآن اور حسینؑ

رمزِ قرآں از حسینؑ آموختیم
ز آتشِ او، شعلہ ہا اندوختیم
(اقبالؔ)

امام الانبیاء رسول صادق و امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمّت کو مخاطب کرکے فرمایا۔ ہم تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہے ہیں، ایک تو قرآن ہے اور دوسری میری اہل بیت۔ اگر تم ان دونوں کا دامن تھام کر رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ قرآن اور میری اہل بیت ہمیشہ ساتھ رہیں گے اور ان کا راستہ کبھی الگ الگ نہیں ہوگا حتیٰ کہ یہ دونوں اکٹھے حوضِ کوثر پر ہم سے ملاقات کریں گے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمانِ عالیشان میں ایک لطیف نکتہ کی نشاندہی ہوتی ہے۔ ایک خاص الخاص راز سے پردہ اُٹھتا ہے۔ قیامت کے دن امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پورے میدانِ محشر میں جلوہ گری ہوگی۔

مقامِ محمود پر آپ تشریف فرما ہوں گے۔ جنّت کے دروازوں کو آپ کھولیں گے۔ عرشِ الٰہی کے سامنے آپ سجدہ ریز ہوں گے۔ پُل صراط پر آپ اپنی اُمّت کو گذار رہے ہونگے "لِوَاءُ الْحَمْد" خدا کی تعریف کا پرچم آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔ انبیاء علیہم السلام کی قیادت آپ فرما رہے ہوں گے۔ خدا تعالیٰ کے حضور میں اُمّت کی سفارش و شفاعت آپ فرما رہے ہوں گے۔ لوگوں کے اعمال وزن کرنے کے لئے میزان پر آپ ہوں گے۔ اُمّت کے دوزخیوں کو آپ جہنم سے نکال رہے ہوں گے۔ اُمّت کا جہنم میں داخلہ رد کرنے کے لئے مالک فرشتہ دوزخ سے محو گفتگو آپ ہوں گے۔ علیٰ ہذا القیاس عرصۂ محشر کا کوئی مقام بھی تو ایسا نہیں ہوگا جہاں محبوبِ خدا

marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لامتناہی نوتوں کا ظہور رہو گا۔

تو پھر کیا وجہ تھی کہ آپ نے اہلِ بیت اور قرآن کے لئے فرمایا کہ یہ دونوں حوضِ کوثر پر ہم سے ملاقات کریں گے۔ اس میں کونسی خاص حکمت تھی کہ باوجود پورے میدانِ محشر پر تربیتِ مصطفائی کا ظہور ہونے کے آپ نے قرآن و اہلِ بیت سے ملاقات کے لئے حوض کو مخصوص فرمایا۔

اس میں راز یہ تھا کہ رسولِ غیب دان شہادتِ حسینؑ کی پیشگوئیاں فرما چکے تھے۔ آپ جانتے تھے کہ کربلا کے تپتے ہوئے صحرا میں جوانانِ اہلِ بیت کے ساتھ میرے حسینؑ کو پیاسا شہید کر دیا جائے گا۔ شدت کی گرمی میں تین دن کی شدید پیاس سے علی اکبر کے ہونٹ خشک ہو چکے ہوں گے۔ ننھے علی اصغر کا حلق سوکھ کر کانٹا ہو چکا ہو گا۔ عون و محمد کی روحیں پانی کے ایک گھونٹ کے لئے ترس رہی ہوں گی۔ قاسم و عباس اور فرزندانِ عقیل و جعفر و علی کو پانی کی سخت ضرورت ہو گی۔

خنجرِ جفا کی دھار کے نیچے ظہر کی نماز تیمم سے ادا کرنے والے حسینؑ کو عصر کی نماز کی ادائیگی کے لئے وضو کرنے کے لئے پانی کی ضرورت ہو گی۔ ان حالات میں ضروری تھا کہ کربلا کے پیاسے شہیدوں کا استقبال کوثر و سلسبیل کے جام ہاتھ میں لے کر کیا جاتا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔

كِتَابُ اللّٰهِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ وَ عِتْرَتِيْ اَهْلُ بَيْتِيْ وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَى الْحَوْضِ (مشکوٰۃ مترجم ۱۱۵)

اہل بیت کو سب سے پہلے حوضِ کوثر پر آنا تھا اور قرآن کو اہلِ بیت کے ساتھ آنا تھا۔ اس لئے کہ رسولِ صادق کا فرمان ہے کہ میرے اہل بیت اور قرآن ہمیشہ ساتھ رہیں گے اور پھر اکٹھے ہی حوضِ کوثر پر ملاقات کریں گے۔

حسینؑ قرآن کے ساتھ تھے قرآن حسین کے ساتھ تھا ـن اور قرآن کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

کربلا کے معلّیٰ میں دو قرآن دوش بدوش تھے۔ ایک قرآن خاموش تھا ایک قرآن ناطق تھا۔ حسینؑ بھی قرآن تھے اور قرآن بھی قرآن۔ ایک قرآن نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزول فرمایا اور ایک قرآن دوشِ رسول کا راکب بنا۔

marfat.com

ایمان حسینؑ مرکزِ ایمان حسینؑ ہیں
دوشِ نبیؐ کی رحل کا قرآں حسینؑ ہیں
(عاشق کبرانوی)

حسینؑ کی عظمت کا اعلان قرآن نے کیا اور قرآن کی عظمت کا عَلَم حسینؑ نے بلند کیا۔

حسینؑ کا احترام قرآن نے بتایا اور قرآن کا احترام کر کے حسینؑ نے دکھایا۔

ناموسِ حسینؑ کی گواہی قرآن نے دی اور ناموسِ قرآن کا تحفظ حسینؑ نے کیا۔

حسینؑ سے محبت و مودّت کرنے کا اعلان قرآن نے کیا اور قرآن سے محبت کرنے کا سلیقہ حسینؑ نے سکھایا۔

حسینؑ کی شان قرآن نے بیان کی اور قرآن کی شان حسینؑ نے بیان کی

حسینؑ کی ابدی زندگی اور سرمدی حیات کی گواہی قرآن نے دی اور قرآن کی حفاظت کیلئے اپنی جان حسینؑ نے پیش کر دی۔

قرآن نے کہا حسینؑ زندہ ہے، حسینؑ نے فرمایا قرآن زندہ کتاب ہے۔

قرآن نے کہا حسینؑ میرا ہے، حسینؑ نے فرمایا قرآن ہمارا ہے۔

قرآن نے کہا حسینؑ کے لئے نہ کوئی خوف ہے اور نہ حزن۔ حسینؑ نے فرمایا قرآن کی حفاظت اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

قرآن نے امام الانبیاء کی زبان سے اعلان کیا کہ اے میرے امتیو! ہم تجھ سے اپنی تبلیغ کا صرف یہ بدلہ مانگتے ہیں کہ ہماری اہل بیت سے محبت و مودّت کرو۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ط (الشوریٰ آیت ۲۳)

حسینؑ نے تیروں تلواروں کی بارش میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ جان جاتی ہے تو جائے قرآن کے قوانین کا احترام کرو۔

قرآن نے اعلان کیا کہ حسین علیہ السلام رسولِ ہاشمی کے نواسے ہی نہیں بیٹے بھی ہیں۔ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ (آیت مباہلہ)

حسینؑ نے خطبہ دیا قرآن کسی مخلوق کا کلام نہیں یہ خالق کا کلام ہے خدا کا قانون ہے اور قانونِ خداوندی کو تبدیل کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

marfat.com

قرآن نے کہا! حسینؑ زندہ ہیں۔ حسینؑ ابدی حیات کے مالک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ (آلِ عمران ۱۶۸)

اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے اُن کو ہرگز مُردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اور اُپنے پروردگار سے روزی پاتے ہیں۔

حسین علیہ السلام نے قرآن کے اس دعویٰ کی دلیل بن کر دکھایا۔ آپ کا سَرِ مبارک جَسدِ اطہر سے علیحدہ ہو کر بھی قرآن مقدس کی تلاوت کر رہا تھا اور اعلان کر رہا تھا کہ حسینؑ کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بھی قرآن کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا۔ اس لئے کہ حسینؑ کے ناناؐ کا فرمان تھا کہ حسینؑ اور قرآن علیحدہ علیحدہ نہیں ہوں گے۔ حتیٰ کہ حوضِ کوثر پر اکٹھے ہی آ کر ہم سے مُلاقات کریں گے۔

قرآن نے حسینؑ کی طہارت و پاکیزگی کی گواہی ان الفاظ میں دی:-

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۚ (الاحزاب ۳۳)

اے نبی کے گھر والو! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر آلُودگی کو دُور رکھے اور تم کو خُوب پاکیزہ کر دے۔

حسین علیہ السلام نے اعلان فرمایا۔ قرآنِ پاک طیب و طاہر ہے۔ اس کے پاک اور مقدس منشور کو بدلنے نہیں دُوں گا۔ اس کے طیب و طاہر دستور میں یزید پلید کے اختراعی اور نجس قوانین کی آمیزش نہیں ہونے دُوں گا۔

سَرزمینِ کربلا پر امام عالی مقام کے مختلف خطباتِ عالیہ کا ماحصل یہی تھا کہ قرآن کے خلاف کوئی آئین برداشت نہیں کیا جائے گا۔ آئین ہوگا تو صرف قرآن کا، دستور ہوگا تو قرآن کا، حکومت ہوگی تو قرآن کی، قانون ہوگا تو قرآن کا۔

فاطمہؑ کے لال پر تیروں، تلواروں اور پتھروں کی بارش ہو رہی تھی۔ لیکن آپ ہر قیمت پر قرآن کا تحفظ کرنا چاہتے تھے۔

چھائے تھے بادل ظلم و تشدد کے آل پر
پتھر برس رہے تھے محمدؐ کے لال پر

marfat.com

امام عالی مقام پر یہ جبر و تشدد اور ظلم و ستم صرف اس لئے ڈھایا گیا تھا کہ آپ نے قرآنی احکام کو توڑنے والی حکومت کو خلافتِ الٰہیہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

قرآن حسینؑ کے سینے کے ساتھ لگا ہوا لرز رہا تھا۔ لیکن محافظِ قرآن استقلال و استقامت کی چٹان بن کر قرآن کی طرف آنے والا ہر تیر اپنے جسمِ نازنین پہ روک رہا تھا اور یہ صداقت نشان خطبہ ارشاد فرما رہا تھا۔ "اے لوگو! حسینؑ نے تمہیں دعوت الی الحق دینے کا فریضہ ادا کر دیا۔ اب تمہاری مرضی ہے اسے قبول کر دیا نہ قبول کرو۔"

میں نے تمہیں بتا دیا ہے کہ باطل کیا ہے اور حق کیا ہے۔ اور اچھی طرح وضاحت کر دی ہے کہ حق کا دوسرا نام مکمل طور پر نظامِ مصطفےٰ کا نفاذ ہے اور نظامِ مصطفےٰ کا دوسرا نام آئینِ قرآن ہے۔

مسلمان کہلانا ہے تو نظامِ مصطفےٰ اور آئینِ قرآن سے روگردانی نہ کرو

ہستیِ مسلم ز آئین است و بس	باطنِ دینِ نبیؐ این است و بس
تو ہمی دانی کہ آئینِ تو چیست ؟	زیرِ گردوں سرِّ تمکینِ تو چیست
آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم	حکمتِ او لایزال است و قدیم
نسخۂ اسرارِ تکوینِ حیات	بے ثبات از قوتش گیرد ثبات
حرفِ او را ریب نے تبدیل نے	آیہ اش شرمندۂ تاویل نے
پختہ تر سودائے خام از زورِ او	در فتد با سنگ جام از زورِ او
نوعِ انساں را پیامِ آخریں	حاملِ او رحمۃ للعالمین
رہزناں از حفظِ او رہبر شدند	از کتابے صاحبِ دفتر شدند

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن (اقبال)

حسینؑ نے آئینِ قرآن کی حفاظت کرنے کا دعویٰ علی الاعلان کیا تھا۔

قرآن نے کہا حسینؑ تمہیں ابدی حیات کی بشارت دینے والا خدا تمہیں آزمانا چاہتا ہے۔ تیرا امتحان مانگتا ہے، تیرے دعوے کی دلیل طلب کرتا ہے۔

حسینؑ نے کہا میں حاضر ہوں۔ قرآن نے کہا بھوک اور پیاس برداشت کرنا پڑے گی حسینؑ نے کہا حاضر ہوں۔ قرآن نے کہا جان سے ہاتھ دھونا پڑیں گے حسینؑ نے کہا حاضر ہوں

marfat.com

جوان نے کہا جانیں دینا پڑیں گی۔ حسینؑ نے کہا! حاضر ہوں۔ قرآن نے کہا پھل چھوڑنے پڑیں گے۔ حسینؑ نے کہا! حاضر ہوں۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ (البقرۃ ۱۵۶)۔

اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے، کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے۔

اور پھر بتولؑ کے چاند نے جب کوہِ رضا اور پیکرِ صبر و استقلال بن کر امتحان دیا تو قرآن پکار اٹھا۔

وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۝ (البقرۃ ۱۵۷)۔

اور خوشخبری دو اُن صبر والوں کو کہ جب اُن پر کوئی مصیبت آجائے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے ہیں اور ہم کو اُسی کی طرف پھرنا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کے درود اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔

قرآن نے کہا حسینؑ! تم امین و صادق رسولؐ کے نواسے ہو۔۔۔ اور خدا کی امانتوں کے امین ہو۔ خدا تم سے اپنی امانتیں واپس مانگتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا۔ (النساء-۵۸)۔ بیشک تمہیں اللہ حکم دیتا ہے کہ جن کی امانتیں ہیں اُنہیں واپس کر دو۔

حسینؑ نے کہا میں حاضر ہوں۔ اور پھر امینِ صادق نے ہر امانت کو بارگاہِ خداوندی میں اس طرح واپس کر دیا کہ جبینِ اقدس پہ بل بھی نہ آیا۔ پورا خاندان خدا کی راہ میں نذر کر دیا۔ جو چل کر میدان میں نہیں جا سکتا تھا اُسے ہاتھوں میں اُٹھا کر بارگاہِ ربِّ جلیل میں پیش کر دیا۔ صدائے سروش آئی۔ حسینؑ! تم امین صادق ہو تمہاری امانت و دیانت کا قیامت تک ڈنکا بجتا رہے گا۔ اور پھر اہلِ بیت کے ایک ایک فرد کو پورے خلوص و نیازمندی کے ساتھ بارگاہِ ایزدی میں پیش کرنے والے امام عالی مقام جب اپنی جان کی امانت بھی پیش کر دینے کے لئے مقتل کو جانے لگے تو سیدہ زینبؓ نے روک لیا۔ آپ مقدس ہمشیر کی با

marfat.com

۹۶

سننے کے لئے رُک گئے۔

یزیدیوں کی طرف سے آواز آئی۔

حسینؑ! اب موت کو سر پہ دیکھ کر ڈر کیوں گئے ہو میدان میں آؤ۔

قرآن نے کہا ظالمو! حسینؑ کو ڈرنے کا طعنہ مت دو۔ خدا کی راہ میں جانیں دینے والوں کو تو تمام خوف و خطرات سے بے نیاز کر دیا جاتا ہے اور اس پہ میری گواہی ہے

فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۔ (آل عمران ۱۷۰)

(شہید) شاد ہیں اس پر جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منا رہے ہیں۔ اپنے پچھلوں کو جو ابھی ان سے نہ ملے کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ کچھ غم۔

قرآن اور حسینؑ کو علیحدہ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ قرآن کا ایک ایک لفظ ایک ایک معنیٰ اور ایک ایک حکم حسینؑ کے بال بال میں رچ بس گیا تھا۔

شبیرؓ دے لوں لوں وچ صائم قرآن اینج رچیا ہویا سی
سر نیزے تے چڑھیا ہویا وی قرآن دی کر تفسیر گیا

قرآن کا نزول حسین کے نانا پر ہوا۔ قرآن کی تلاوت کا حق حسین کی ماں نے ادا کیا اور قرآن کے احکام کو پورے طور پر ماں [illegible] شبیر علیہ السلام نے ادا کر دیا۔ قرآن کا ایک ایک حرف روحِ حسینؑ میں سرایت کر چکا تھا۔ کیوں نہ ہوتا۔ حسینؑ ماں کی گود میں رہتے اور حسینؑ کی ماں چکی بھی پیس رہی ہوتی اور تلاوتِ قرآن بھی کر رہی ہوتی۔ چکی سے آٹا نکالتی تو قرآن کی تلاوت جاری ہوتی۔ آٹے کے لئے پانی نکالتی تو تلاوتِ قرآن کے ساتھ، آٹے میں پانی ڈالتی تو تلاوتِ قرآن کے ساتھ، آٹا گوندھ رہی ہوتی تو تلاوتِ قرآن جاری ہوتی روٹیاں پکا رہی ہوتی تو تلاوتِ قرآن جاری ہوتی۔ روٹی کا ایک ایک لقمہ توڑ کر بچوں کو کھلا رہی ہوتی تو تلاوتِ قرآن جاری ہوتی۔ اب خود ہی اندازہ کر لو کہ حسینؑ کے مقدس خون میں قرآن کس طرح گردش کرتا ہو گا۔

عقل سوال کرتی ہے۔ قرآن اگر حسینؑ کے ساتھ تھا تو حسینؑ کے مقابلہ میں آنے والے بھی قرآن پڑھتے تھے۔ بلکہ ان میں بیشتر لوگ قرآن کے حافظ تھے۔ ان کے سینوں میں بھی قرآن محفوظ تھا۔ پھر حسینؑ کے قرآن میں کیا خصوصیت تھی۔ قرآن تو دونوں فریقوں

marfat.com

کی طرف تھا۔ پھر حسینؑ کے قرآن کو کیوں ترجیح دی جاتی ہے۔

حسینؑ کی طرف سے قرآن نے جواب دیا۔ قرآن نے کہا حسینؑ: تیری عصمت کی حفاظت میرے ذمہ ہے۔ تیری طرف سے میں جواب دیتا ہوں۔ اور پھر قرآن نے کھول کر بتا دیا کہ میں ظالموں کو کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ بلکہ اُن کا تو میں خسارہ بڑھاتا ہوں۔ اُن کے زیان و نقصان کو اور زیادہ کرتا ہوں۔ اُن کے گھاٹے میں اور اضافہ کرتا ہوں۔ میں اگر شفا اور رحمت ہوں تو مومنوں کے لئے۔

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ
وَ لَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝ (بنی اسرائیل ۸۲)

اور ہم قرآن میں جو چیز نازل فرماتے ہیں وہ ایمانداروں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کا تو نقصان ہی بڑھتا ہے۔

قرآن نے یہاں مومنوں کے مقابلہ میں کفّار کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ ظالموں کا ذکر کیا ہے۔ کفّار کو قرآن سے کیا نقصان ہونا وہ تو سرے سے قرآن کو مانتے ہی نہیں۔ گھاٹا تو اُن لوگوں کے لئے ہے جو قرآن کو مانتے ہیں مگر نہیں مانتے۔ قرآن پاک اللہ کی کتاب ہونے کا اقرار کرتے ہیں لیکن اُس کے احکام کو تسلیم نہیں کرتے۔ امام عالی مقام کے مقابلہ میں آنے والے بلاشک و ریب ظالم تھے۔ اُن کے مظالم کو ثابت کرنے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ اُن کے ظلم و ستم کی تو داستانیں بن چکی ہیں۔ اُن کے ظلم کو ظلم کی انتہا کہا جا سکتا ہے۔ اُنہوں نے قرآن پڑھ کر قرآنی احکام کی خلاف ورزی کی تھی۔ قوانینِ خداوندی کو توڑنے والے ذلیل حاکم کا ساتھ دیا تھا، حق کے ساتھ مقابلہ کیا تھا اور باطل کو نوازا تھا۔ وہ قرآن پڑھتے تھے لیکن قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اُترتا تھا قرآن اُن کے سینوں میں تھا مگر اُن کا خسارہ بڑھاتا تھا۔

قرآن اگر شفاء تھا تو حسینؑ کے لئے، رحمت تھا تو حسینؑ کے لئے۔ اس لئے کہ حسینؑ سراپا ایمان تھے۔ قرآن ایمانداروں کے لئے شفا اور رحمت ہے یزید کے حافظ و قاری ظالم تھے۔ قرآن اُن کے لئے خسارے کا باعث بنا۔ اُنہوں نے قرآنی آیات کو رضائے یزید کے لئے استعمال کیا تھا اور حسینؑ نے قرآن کو رضائے حق کے لئے تلاوت فرمایا تھا۔ قرآن کا سینوں میں آجانا باعثِ نجات نہیں ہو سکتا۔ سینے میں آئے ہوئے قرآن کا احترام باعثِ نجات ہے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم فرماتے

maarifat.com

قیامت کے دن کچھ لوگ میدانِ محشر میں اکڑوں بیٹھے ہوں گے ۔ زمین آگ اگل رہی ہوگی۔ آفتاب آگ برسا رہا ہوگا اور اُن کے دماغ کھولتے ہوں گے ۔ خداوند تعالیٰ اُن پر سوال کریں گے تم کون ہو! وہ کہیں گے یا اللہ ہم قرآن کے حافظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا آج کے دن کے لئے کیا لائے ہو۔ وہ کہیں گے ۔ یا اللہ ہم نے تیری رضا حاصل کرنے کے لئے قرآن کو حفظ کیا اور خوش آوازی سے لوگوں کو پڑھ کر سنایا ۔ اللہ ربّ العزت کا ارشاد ہوگا تم غلط کہتے ہو۔ تم جھوٹے اور کذّاب ہو۔ خدا کی آواز کے ساتھ فرشتوں کی آوازیں آئیں گی تم جھوٹے ہو تم جھوٹے ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ۔ تم لوگوں کی خواہش تھی کہ لوگ تمہارا حافظِ قرآن سمجھ کر احترام کریں اور جب تمہیں حافظِ قرآن کہا جاتا تو تمہارا نفس حظ حاصل کرتا تھا تمہاری خواہش کے بدلے تو دُنیا میں تمہیں اس کا بدلہ دے دیا گیا۔ اب وہ عمل پیش کرو جو آج کے دن کیلئے لائے ہو۔

یزید کے لشکر میں کئی حافظِ قرآن تھے ۔ لیکن قرآن اُن کے سینوں میں ایسے تھا جیسے زبردستی محبوس کر دیا گیا ہو۔ انہوں نے قرآن کو قید کر رکھا تھا ۔ قیدی کس طرح خوش رہ سکتا ہے۔ قرآن تو اُن کے لیے بد دُعا کرتا تھا اور یہی اُن کے لئے خسارا تھا ۔ قرآن طیب وطاہر اور پاک تھا اور اُن کے سینوں میں حسد و بغض کی غلاظت بھی تھی اور کینہ توزی کی نجاست بھی ۔ پھر قرآن سے وہ کیا فائدہ اُٹھا سکتے تھے ۔ عنبر و کستوری کو اگر غلاظت کے ڈھیر پر رکھ دیا جائے تو کیا حاصل ہوگا ۔ عطر کی شیشی اگر گندگی اور نجاست پر اُنڈیل دی جائے تو اُس کا کیا فائدہ ہوگا ۔ قرآن حفظ کرنے کا مقصد تو یہ ہے کہ قرآن کا احترام کیا جائے۔ قرآن کے تقدس کی حفاظت کی جائے ، قرآن کے احکام کو مانا جائے اور قرآن کی صدود کو صدق دل سے تسلیم کیا جائے ۔

قرآن کو ڈھانپنے کے لئے طیب وطاہر اور پاک وصاف غلاف کی ضرورت ہے ۔ قرآن کو گندے اور غلیظ غلاف میں رکھنا قرآن کی کھلی توہین ہے ۔ اور کوفی قرآن کی توہین کر رہے تھے ۔

انہوں نے قرآن کو گندے اور نجس غلافوں میں بند کرنے کا جرم کیا تھا۔ اُن کے سینوں کے غلاف انتہائی غلیظ ہو چکے تھے ۔ اُن میں حسد اور بغض کی بدبو پیدا ہو چکی تھی کینے اور عداوت کی تہیں جم چکی تھیں ۔ بے وفائی اور بدعہدی کی نجاست سے آلودہ ہو چکے

marfat.com

تھے۔ اُنہوں نے قرآن ناطق سے بدعہدی کی تھی۔ کتاب اللہ سے بے وفائی کی تھی۔ وہ قرآن کے محض نام کے حافظ تھے محافظ نہیں تھے۔ اُنہوں نے طہارتِ قرآن کو تعفن و بے وفائی کی نجاست و غلاظت سے آلودہ کر رکھا تھا اور قرآن اُن کے ناپاک اور نجس سینوں سے نکل جانے کیلئے تڑپ رہا تھا۔

قرآن اُنہیں گھاٹے اور خسارے کی وعید سُنا رہا تھا۔ اُن کے سینوں میں قرآنی لفظوں کے جسم تھے اُن میں قرآن کی رُوح نہیں تھی۔

اور دوسری طرف امام برحق امام حسین علیہ السلام نے قرآن کو طیب و طاہر اور نور بیز غلافوں میں لپیٹ رکھا تھا۔ قرآن کے ایک ایک حرف کو خوشبوئے رسُول میں بسا رکھا تھا۔

حسینؑ کی طہارت و پاکیزگی کی شہادت خود قرآن نے آیتِ تطہیر میں دے رکھی تھی۔ پھر قرآن کو رہنے کے لئے اس سے زیادہ پاکیزہ جگہ کہاں حاصل ہوتی۔ یہی وجہ تھی کہ قرآن حسینؑ کے ساتھ تھا۔ اور حسینؑ قرآن کے ساتھ تھا۔ قرآن بھی طیب و طاہر ہے اور حسینؑ بھی طیب و طاہر ہیں۔ قرآن بھی نور ہے اور حسینؑ بھی نور ہیں۔ قرآن بھی مرکزِ ہدایت ہے اور حسینؑ بھی مرکزِ ہدایت ہیں۔ قرآن بھی روشنی کا مینار ہے اور حسینؑ بھی روشنی کا مینار ہیں۔

قرآن اور حسینؑ اس لئے اکٹھے رہ گئے کہ دونوں کا منشاء و مقصود ایک ہے۔ دونوں کی آواز ایک ہے، پیغام ایک ہے، مقصد ایک ہے، منشور ایک ہے، آئین اور دستور ایک ہے، منزل ایک ہے، راستہ ایک ہے، فرائض ایک ہیں اور امام الانبیاؐ سے ملاقات کا مقام ایک ہے، وقتِ وصال ایک ہے۔

یزیدی فوج اگر قرآن کے احکام کو تسلیم کر لیتی تو شہزادۂ رسُولؐ اور بتولؑ کے چاند پر کبھی تیغ جفا نہ اُٹھاتی۔ قرآن نے تو فرمایا تھا کہ اہل بیتِ رسُول سے مودت اور محبت کرو۔ لیکن وہ اہل بیتِ رسُول پر تیروں اور تلواروں کی بارش برسا رہے تھے پھر قرآن اُن کے ساتھ کیسے رہ سکتا تھا۔

قرآن تو حسینؑ کے ساتھ تھا جو اپنے دادا جناب اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کے حق میں نازل ہونے والی آیت وَفَدَيْنَٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ کی تفسیر پیش کر رہا تھا

marfat.com

عقل و عشق

ہر کہ پیماں با ہُوالموجود است
گردنش از بند ہر معبود رست

مومن از عشق است و عشق از مومن است
عشق را ناممکن ما ممکن است

عقل سفاک است و او سفاک تر
پاک تر، چالاک تر، بیباک تر

عقل در پیچاک اسباب و علل
عشق چوگاں باز میدانِ عمل

عقل صید از زورِ بازو افگند
عقل مکار است و دامے می زند

عقل را سرمایہ از بیم و شک است
عشق را عزم و یقیں لاینفک است

عقل چوں باد است ارزاں در جہاں
عشق کمیاب و بہائے او گراں

عقل محکم از اساسِ چون و چند
عشق عریاں از لباسِ چون و چند

عقل میگوید کہ خود را پیش کُن
عشق گوید امتحانِ خویش کُن

عقل گوید شاد شَو آباد شَو
عشق گوید بندہ شَو آزاد شَو

عشق را آرامِ جاں حُریّت است
ناقہ اش را ساربان حُریّت است

آں شنیدستی کہ ہنگامِ نبرد
عشق با عقلِ ہوس پرور چہ کرد
(اقبال)

فتح کردار کی ہوتی ہے تلوار کی نہیں۔ ذوالفقارِ حیدری کے ساتھ ساتھ کردارِ یداللّٰہی بھی تھا۔ اسلامی فتوحات کے ساتھ کردار کی بلندیاں شامل نہ ہوتیں تو اسلام کا نام و نشان مٹ جاتا

صفِ جنگاہ میں مردانِ خدا کی تکبیر
جوشِ کردار سے بنتی ہے خدا کی آواز
(اقبال)

مظلوم کی آہ، عرشِ الٰہی کو کیوں ہلا دیتی ہے! خداوند قدوس ظالموں سے برأت و علیحدگی کا کیوں اظہار فرماتے ہیں۔ یہاں تھوڑا سا غور کرنا ہوگا۔ ظالم بظاہر فاتح اور اُس کے ظلم و ستم کا نشانہ بننے والا مظلوم بظاہر شکست خوردہ ہوتا ہے۔ پھر ظالم کی فتح کو خراجِ عقیدت کیوں پیش نہیں کیا جاتا۔ اُس کی فتح کا ذکر اچھے لفظوں سے کیوں نہیں ہوتا

marfat.com

مؤرخ اُسے فتح کی داد کیوں نہیں دیتا۔ صرف اس لئے کہ اُس کی فتح کے پس پردہ اُس کے اخلاق کی شکست اور کردار کی موت ہوتی ہے۔ بیشتر انبیائے کرام تیغ جفا کا شکار ہو کر مقام شہادت پر فائز ہوئے۔ لیکن وہ قطعی طور پر فاتح قرار پائیں گے۔ اُن کی موت کو اُن کی شکست کے نام سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ اُن کی موت تو زندگی کی بھی زندگی ہے۔ ہر بات کے ناپ تول کے لئے عقل کا پیمانہ کافی نہیں ہوتا۔ عقل تو بارہا بار دھوکہ کھا جاتی ہے۔ عقل تو ہمارے دُنیاوی کاروبار میں بھی پُوری پُوری راہنمائی نہیں کرتی۔ ہم اس کے بتلائے ہوئے راستوں پر چل کر متعدّد بار ٹھوکروں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ پھر اس پر اندھا دُھند اعتماد کس طرح کیا جا سکتا ہے عقل بھی تو ایک جیسی نہیں ہوتی۔ ظروف بدلنے سے اس کا انداز اور طریقہ استعمال بھی بدل جاتا ہے۔ پھر کونسا ضروری امر ہے کہ اسے ہر بات میں اور ہر ظرف میں مطمئن کیا جا سکے۔ اگر عقل پر ہی اعتبارِ حقیقت رکھا جائے گا تو پھر یہ تو اُسی بات کو مانے گی جس کا یہ احاطہ کر سکے۔ اس کا دار و مدار مشاہدات پر ہے۔ اُن مشاہدات و محسوسات پر جسے یہ ظاہر کی آنکھ سے دیکھ سکے یا محسوس کر سکے اس سے زیادہ نہیں۔ جبھی تو اسے اطمینان کی دولت نصیب نہیں۔

قرآن مقدّس میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا" جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں اُنہیں مُردہ مت کہیں"۔

وَمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ

عقل پریشان ہوگئی۔ ایک طرف ارشادِ خداوندی ہے۔ دُوسری طرف ناقابل قبول بات ہے۔ جھنجھلا کر سوال کر دیا" اللہ کی راہ میں مارے جانے والوں کو مُردہ کیسے نہ کہیں جبکہ وہ مر چکے ہیں۔ اُن کے جسم کے تمام اعضا کاٹے جا چکے ہیں۔ زندگی کے آثار ختم ہو چکے ہیں۔ رشتۂ حیات ٹوٹ چکا ہے۔ شیرازۂ ہستی منتشر ہو چکا ہے۔ جسم کا ایک ایک حصّہ بے حس ہو چکا ہے۔ ہر عضو بدن سے حرارتِ حیات ختم ہو چکی ہے۔ گردن کا منکا ڈھل چکا ہے آنکھوں میں حلقے پڑ چکے ہیں، پتلیوں کا نُور ختم ہو چکا ہے خون کا ہر قطرہ یا تو بہہ چکا ہے یا منجمد ہو کر رہ گیا ہے۔ گردن جسم سے علیحدہ ہو چکی ہے۔ جسم کے اعضاء کٹ کٹ کر بکھر چکے ہیں اور ان اعضا کو بھی گھوڑوں کے سُموں سے پامال کر دیا گیا ہے۔

پھر اس حالت میں اُسے مُردہ نہ کہیں تو کیا کہیں عقل نے بڑی ہمّت سے استدلال پیش کیا تھا لیکن قرآن یہاں خاموش نہیں ہے۔ قرآن نے فرمایا۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ بَلْ اَحْيَاءٌ۔

marfat.com

شہید کی موت تجدید حیات کرتی ہے۔ شہید کا ہر عضوِ بدن کٹ جانے پر بھی زندگی کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا اور لحد کے اندر بھی رشتۂ حیات نہیں ٹوٹتا

سردیٔ مرقد سے بھی افسردہ ہو سکتا نہیں
خاک میں دب کر بھی اپنا سوز کھو سکتا نہیں

پھول بن کر اپنی تربت سے نکل آتا ہے یہ
موت سے گویا قبائے زندگی پاتا ہے یہ

ہے لحد اس قوتِ آشفتہ کی شیرازہ بند
ڈالتی ہے گردنِ گردوں میں جو اپنی کمند

موت تجدیدِ مذاقِ زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے (اقبال)

عقل پیچ و تاب کھانے لگی۔ اپنی نارسائی پہ ندامت کے آنسو بہائے مضطرب ہو کر سوال کر دیا۔ خدا کی راہ میں مارے جانے والے زندہ ہیں تو ہمیں نظر کیوں نہیں آتے

سوال بڑا گہرا اور پیچیدہ تھا۔ عقل نے پوری قوت سے سوال کیا تھا لیکن قرآن نے اُسے خاموش کر دیا۔ قرآن معمے کی بات نہیں کرتا۔ قرآن کا اپنے لئے اعلان ہے کہ مجھ میں ہر چیز کی تفصیل ہے۔

قرآن نے فرمایا۔ شہید تو زندہ ہیں مگر تم شہیدوں کی زندگی کا شعور نہیں کر سکتے وَلٰكِن لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝

قرآن مقدس کا عقل کے لئے یہ کھلا چیلنج تھا۔ اُسے اُس کی ناسمجھی کا طعنہ دیا گیا تھا۔ مگر اُس کے پاس بے بسی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اپنی ناتمامی کا اقرار کرنا پڑا۔ اپنے محدود ہونے کا اعتراف کرنا پڑا۔ اپنی مایوسی اور محرومی کو محسوس کرنا پڑا۔ عقل عیار تھی احساسِ کمتری نے پریشان کر دیا۔ اسلام کا لبادہ اُتار دیا۔ قرآن کی حدود سے نکلنے کے لئے ظرف بدل لیا۔ ظرف کی تبدیلی سے سوچنے کا انداز بدل گیا۔ اور سوال کر دیا۔

ایسی بات کا یقین کیسے کر لیا جائے جس کا شعور نہیں کیا جا سکتا۔ شہید زندہ ہیں تو نظر کیوں نہیں آتے

عقل ناتمام کو اس سوال کے بعد اطمینان حاصل ہو گیا۔ اُس نے بڑا زوردار سوال کیا تھا۔ ظاہر بینوں اور مشاہدات تک محدود رہنے والوں کے لئے اس سوال میں بے پناہ کشش ہے۔ لیکن عقل کا یہ سوال بھی اُس کی کم عقلی کی دلیل ہے۔ انتہائی ناقص اور کمزور دلیل

ہم پوچھتے ہیں کہ اگر زندگی اور موجودگی کا اعتبار ہمارے مشاہدات پر ہی رکھا جائے گا تو پھر

marfat.com

ہمیں تو ہم جنات کیوں نظر نہیں آتی حالانکہ وہ زندہ بھی ہے اور موجود بھی۔ ہمیں فرشتے کیوں نظر نہیں آتے جو زندہ بھی ہیں اور موجود بھی۔ کیا تم ان کی زندگی کا انکار کر سکتے ہو۔

مگر یہ جواب ان ظروف کو کیسے مطمئن کر سکتا ہے جن کا کتابِ مقدس پر اعتماد و یقین ہی نہیں۔ فرشتوں اور جنوں کی مثال ان کے لئے بیکار ہے۔ اس لئے ان پر ہم دوسرا سوال کریں گے کہ اگر یہ درست ہے کہ زندگی کا دارومدار نظر آنے پر ہی رکھا جاسکتا ہے۔ تو پھر ایسی نظر تلاش کرو جو ہوا کو دیکھ سکے۔ تمہاری ریسرچ نے تمہیں باور کرا دیا ہے کہ ہوا زندہ ہے بلکہ تم اس سے بڑھ کر ہوا کو حیات بخش اور حیات آفرین بھی تسلیم کرتے ہو۔

تم ہمیں ہوا کی صورت دکھا دو ہم تمہیں سید الشہداء امام حسینؑ کی زیارت کروا دیتے ہیں۔ حالانکہ ہوا نظر آتی ہے۔ ہم نے ہوا کو کئی بار دیکھا ہے۔ تم کہو گے کہ لاؤ وہ آنکھ ہمیں دیدہ جو ہوا کو دیکھ سکتی ہے۔ مگر یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ تم سب نے بھی ہوا کو دیکھا ہو گا۔ ہوا جب گرد و غبار کا کثیف لباس اوڑھتی ہے تو بگولوں اور آندھی کی شکل میں ہم سب کو نظر آجاتی ہے۔

لیکن جب گرد و غبار کا کثیف لباس اس کے جسمِ لطیف سے اتر جاتا ہے تو باوجود زندہ اور موجود ہونے کے نہ تو نظر آتی ہے اور نہ ہی محسوس کی جاسکتی ہے۔ گرد و غبار کی کثافت اتر جانے سے اس کی قوت میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس میں ایک خاص قسم کا ٹھہراؤ آجاتا ہے۔ وہ فضا کے درمیان ایک مضبوط دیوار بن جاتی ہے۔ اسے اطمینان اور قرار حاصل ہو جاتا ہے۔ وہ کبھی نسیمِ سحری بن کر مشامِ دل و جان کو معطر کرتی ہے اور کبھی بادِ صبا کا روپ دھار لیتی ہے۔

بلاتشبیہہ اسی طرح جب شہید اربعہ عناصر کے کثیف لباس کی قید سے باہر آجاتا ہے۔ تو اسے حیاتِ لطیف حاصل ہو جاتی ہے۔ اسے ایک ایسی پائدار اور مضبوط زندگی مل جاتی ہے۔ جو کبھی زوال و انحطاط کا شکار نہیں ہوتی۔ وہ موت کی دست برد سے باہر آجاتا ہے۔ اس کی قوت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

اس کا جسم اگرچہ متشکل ہوتا ہے مگر روح ہی کی طرح لطیف ہو جاتا ہے۔ اس قدر لطیف اور طاقتور کہ موسم کا تغیر و تبدل اسے متاثر نہیں کر سکتا۔

موسم کے لحاظ سے ہوا کی حدت و برودت کا احساس ضرور ہوتا ہے اگرچہ وہ نظر نہ

marfat.com

لیکن ہوا کی موجودگی کو محسوس کر لینے کے لئے بھی شرطِ حیات ہے۔ ہوا کی سردی گرمی اور موجودگی کا احساس زندہ کے لئے ہے مُردہ کے لئے نہیں۔

شہید کی موجودگی اور اُس کی زندہ قوتوں کا احساس بھی وہی کر سکتا ہے جو خود زندہ ہو۔ ہوا پہ موسم کے تغیّرات حاوی ہوتے ہیں۔ اِس لئے اُس کی سردی گرمی کو اجسام کی زندگی محسوس کر لیتی ہے شہید کی زندگی پہ یہ تغیرات رُونما نہیں ہو سکتے اس لئے اس کا احساس ارواح کو ہوتا ہے۔

شہید کی موجودگی کا احساس کرنے کیلئے زندگی شرط ہے۔ رُوح کی زندگی، ضمیر کی زندگی قلب و دماغ کی زندگی، ایمان اور یقین کی زندگی۔

شہزادۂ گلگوں قبا، سیّد الشہداء امام حُسینؑ علیہ السّلام کی حیات آفرین زندگی کا مشاہدہ کرنا ہو تو ایمان و یقین کو زندہ کرو۔ قلب و ضمیر کو زندہ کرو۔ اپنی بیمار رُوح کو تندرست کرو۔

دِلِ مُردہ دِل نہیں ہے اِسے زندہ کر دوبارہ

کہ یہی ہے اُمتوں کے مرضِ کہن کا چارہ (اقبالؔ)

جب تمہارے قلب و ضمیر زندہ ہو جائیں اور رُوح کو بالیدگی اور ایمان کو حرارت نصیب ہو جائے تو پھر دیکھنا کہ تمہیں امام عالی مقام کی حیات آفرین حیات کا احساس کس شدت سے ہوتا ہے۔ تم جب بھی اُن کا ذکر کرو گے وہ تمہارے پاس ہوں گے۔ یہ اُس مقدس طائفہ کے لوگ ہیں جو کبھی اپنے ذاکر سے دُور نہیں ہوتے۔ وہ مذکور ہی کیا جو اپنے ذاکر سے دُور ہو۔

جب ذکرِ حسینؑ کرتے یا سُنتے ہوئے تمہاری آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب موجزن ہو جائے دل بیقرار ہو کر تڑپنے لگے۔ ہر مُوئے بدن چیختا ہوا محسوس ہونے لگے تو سمجھ لینا کہ امام عالی مقام تشریف لا چکے ہیں اور رباب دل پہ اُنہیں کے کرم کی چوٹ پڑی ہے۔ اب تم سوال کرو گے۔ قلب و ضمیر کو زندگی کیسے دی جائے، ایمان کو حرارت کیسے نصیب ہو گی، رُوح کو جلا کیسے ملیگی تو ان سب کے احیاء کیلئے ایک ہی نُسخہ کافی ہے۔

اور وہ ہے عقل کی بھول بھلیّوں اور خود فریبیوں کے جال کو توڑ کر عشق کی دُنیا میں آجانا۔ عشق تمام مُردہ قوتوں کو زندہ کر دے گا، حجابات اُٹھ جائیں گے، مشاہدات کی دُنیا میں آجاؤ گے احساسات کے جہان میں انقلاب آجائے گا اور قلب و رُوح پر ہمہ وقت تجلیات کا ورود ہو گا۔ عشق تمہیں حیاتِ ابدی عطا کر دے گا۔

marfat.com

عشق آئینِ حیاتِ عالم است — امتزاجِ سالماتِ عالم است
عشق را از تیغ و خنجر باک نیست — اصلِ عشق از آب و باد و خاک نیست
در جہاں ہم صلح و ہم پیکارِ عشق — آبِ حیواں، تیغِ جوہر دارِ عشق!

از نگاہِ عشق خارا شق شود
عشقِ حق آخر ہمہ حق سراپا حق شود (اقبال)

کربلا کے آگ کی طرح جلتے ہوئے ریگستان میں نیزوں، برچھیوں اور تیروں تلواروں کی کی بارش میں عاشقوں کے امام نے یہی پیغام تو نشر کیا تھا "کہ مقصودِ مومن عشق ہے جان نہیں"۔

عشق اگر فرماں دہد از جانِ شیریں ہم گذر
عشق محبوب است و مقصود است جاں مقصود نے (اقبال)

عقل بڑے کام کی چیز ہے لیکن کسی حد تک اس کا مقام متعین ہو چکا ہے۔ اگر اس کو غلام بنا کر رکھو گے تو پھر نفع ہی نفع حاصل ہوگا۔ اور اگر اس کی خود غلامی اور اتباع اختیار کرو گے تو خسارہ ہی خسارہ اور گھاٹا ہی گھاٹا ہے۔

امام عالی مقام کا پیغام تھا۔ زندہ رہنا ہے تو آزادی و حریت کی زندگی بسر کرو اور اگر آزادیٔ قلب و ضمیر حاصل نہیں تو جان قربان کر دو۔ اور دامنِ حریت کو داغدار ہونے سے بچا لو۔ پیمبرِ عشق کا ایک فرمان یہ بھی تھا کہ اپنا رہنما بنانا ہے تو عشق کو بناؤ عقل کو عشق کے تابع فرمان کر دو تم پر حیاتِ ابدی کے اسرار کھل جائیں گے۔

من بندۂ آزادم عشق است امامِ من
عشق است امامِ من عقل است غلامِ من

عشق اگر امام ہوگا تو آسودۂ منزل ہو جاؤ گے اور اگر یہی امامت عقل کو سونپ دو گے تو منزل سے دور ہوتے چلے جاؤ گے، عقل کی راہبری میں چلو گے تو یہ تمہیں شک و ریب میں مبتلا کر دے گی اور پھر نفس راہزنِ تم سے یقین و اعتماد کی دولت لوٹ لے گا۔

عقل بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں
راہبر ہو ظن و تخمیں تو زبوں کارِ حیات (اقبال)

عقل نا تمام کو امام بنا لینے والے اس انداز سے بھی سوچ رہے ہیں کہ اگر امام حسینؑ تختِ حکومت کے لالچ اور ہوس میں جلد بازی نہ کرتے تو ان کا یہ حشر نہ ہوتا۔ بیمار عقلوں کے فرسودہ ظروف

marfat.com

اُس پیکرِ عشق اور امام برحق کی سیاسی غلطیاں جمع کرنے میں مصروف ہیں جس کا خمیر ہی عقلِ کل کے مقدس خون سے اُٹھایا گیا تھا جس کے رگ و ریشہ میں خونِ رسولؐ رچا ہوا تھا جس نے مدینۃ العلم کی آغوش میں آنکھ کھولی اور بابُ العلم کے زیرِ سایہ تربیت حاصل کی تھی۔

ان کی بے حضور عقلیں اور محدود علم اُس بحر العلوم اور عشق کے امام کو مشورے دے رہے ہیں کہ اُنہیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا اور ایسا کرنا چاہیئے تھا۔

ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ امام عالی مقام نے بیعتِ یزید سے اس لئے انکار کیا تھا کہ اگر وہ بیعت کر لیتے تو اُنہیں حکومت مل جانے کا چانس ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو جاتا۔

یہ کہتے ہیں کہ امام حسینؑ کو کوفہ والوں نے حکومت کے سبز باغ دکھائے تھے۔ آپ حکومت کرنے کے نشہ میں سرشار کوفے جا رہے تھے لیکن چند سیاسی غلطیوں کی بنا پر اپنا بال بچہ بھی کٹوا بیٹھے۔

عقلِ نا تمام اُس عظیم قربانی کو شہادت کے درجہ سے بھی گرا دینا چاہتی ہے جس نے دم توڑتے ہوئے دینِ اسلام کو حیاتِ ابدی سے آشنا کر دیا۔ وہ عظیم قربانی جسے تکمیلِ ذبحِ عظیم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اسے کیا معلوم کہ عشقِ کامل اور عقلِ کمال کے امتزاج کا نام حسینؑ اور حق و صداقت کی سربلندیوں کا نام حسینیت ہے۔

اِن عقل کے غلاموں کو کیا پتہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام ظاہر و باطن کے تمام تر علوم پر احاطہ کئے ہوئے تھے۔ اور تمام اُمت کی عقل اگر جمع کر لی جائے تو عقلِ حسینؑ کی برابری نہیں کر سکتی۔ اور پھر تمہاری عقلِ ناقص کے ترازو پر عشقِ حسینؑ کو کس طرح وزن کیا جا سکتا ہے۔

امام عالی مقام کی شہادت کو عقلی سیاست کے معیار پر جانچنے والو اس طرف بھی غور کرو۔ کیا تمہاری عقل تمہیں یہ اجازت دے سکتی ہے کہ آتشِ نمرود کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں چھلانگ لگا دو۔

کیا تمہاری عقل تمہیں یہ مشورہ دے سکتی ہے کہ اپنے نوخیز بیٹے کی گردن پر چھری پھیر دو حسین علیہ السلام کی شہادتِ عظمیٰ کے لطائف سے آگاہی چاہتے ہو تو فاطمہؑ کے لال کی شخصیت کا تعارف حاصل کرو۔ عزمِ حسینؑ کو سمجھو، جذبۂ شبیری سے تعلق جوڑو، عشق پیدا کرو اس لئے کہ عاشقانِ پاک طینت کی معرفت کے لئے محض عقل کی نہیں عشق کی بھی ضرورت ہے۔ عشق

marfat.com

کے مسائل عشق سے حل ہوں گے۔ عقل ان اسرار و معارف کا کب احاطہ کر سکتی ہے۔

عشق کی گرمی سے ہے معرکۂ کائنات !
عشق سکون و ثبات عشق حیات و ممات
عشق کے ہیں معجزات سلطنتِ فقر و دیں
عشق کے ادنیٰ غلام صاحبِ تاج و نگیں
عشق بہ بجلی حلال عشق پہ حاصل حرام
شورشِ طوفاں حلال لذتِ ساحل حرام
عشق سراپا یقیں اور یقیں فتحیاب
عقل ہے ابن الکتاب عشق ہے اُمّ الکتاب
(اقبال)

عقلی استدلال کی بساط لپیٹ دو یہ تمہیں لے ڈوبے گی۔ ہو سکتا ہے کہ تم نے مخلصانہ تحقیق کی ہو اور تمہیں تمہاری تحقیق نے دھوکہ دیا ہو۔ لیکن امام حسین علیہ السلام سے محبت کرنا تو قرآن و حدیث سے منصوص ہے۔ غور تو کرو تم کیسا حقِ محبت ادا کرتے ہو، بے وفاؤ! کچھ تو سوچو !

خلوصِ دل ہی نہیں ربطِ باہمی کے لئے
وفا بھی شرطِ ضروری ہے دوستی کے لئے

۱ے تغیر لفظی سے

شہادتِ حسینؑ
کا پس منظر

کوفہ کا گورنر مغیرہ بن شعبہ دارالامارت مسند امارت پر بیٹھا ہوا ہے پہرے دار نے امیر شام کا قاصد آنے کی اطلاع دی تو اُسے اندر بلا لیا۔ قاصد نے آداب شاہی کے ساتھ چمڑے کے تھیلے سے خط نکالا اور پیش کر دیا۔ خط کھول کر پڑھا تو ہاتھ کانپنے لگے۔ خط میں لکھا تھا:۔

منجانب امیر شام۔ "گورنر کوفہ مغیرہ کے نام" اس خط کو اپنی معزولی کا حکمنامہ سمجھو۔ اور فوراً دمشق پہنچو۔ اور نیچے دستخط تھے۔ "امیر معاویہ"

جناب مغیرہ بن شعبہ نے اپنے حلقہ کے لوگوں کو بلایا اور رات کو ایک خفیہ میٹنگ کی۔ قاصد کو اعزاز شاہی کے ساتھ واپس کر دیا۔ اور خود بدستور گورنری کے فرائض انجام دیتا رہا۔ کافی عرصہ گذار لینے کے بعد دمشق پہنچا اور امیر معاویہ کے دربار میں پہنچ گیا۔ امیر معاویہ نے سرزنش کے انداز میں پوچھا کہ اس قدر دیر کر کے کیوں آئے ہو؟ بہت ضروری کام میں مصروف تھا امیر! اس لئے دیر ہو گئی۔ مغیرہ نے جواب دیا۔

امیر معاویہ :۔ ہم اس ضروری کام کی نوعیت جاننا چاہتے ہیں۔

مغیرہ :۔ اُس کیلئے تخلیہ کی ضرورت ہے امیر! میں دربار عام میں نہیں بتا سکتا۔

پھر تخلیہ ہو گیا تو مغیرہ نے کہا کہ میں آپ کے بعد تختِ حکومت کے لئے یزید کے حق میں لوگوں کو ہموار کر رہا تھا۔

امیر معاویہ نے تھوڑی دیر سوچا اور کہا! یہ بڑا مشکل کام ہے مغیرہ۔ لوگ اس بات کو آسانی سے تسلیم نہیں کریں گے۔

ھاں امیر! مشکل تو ضرور ہے لیکن کوشش سے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ مغیرہ نے کہا اور پھر امیر معاویہ نے مغیرہ کو کوفہ کی گورنری پر بحال کر دیا اور کام تیز کر نے کی بھی ہدایت کر دی اور خود بھی یہ بیڑا اُٹھا لیا۔ دمشق اور اطراف جوانب کے لوگوں نے اس کا فیصلہ اہلِ حجاز پر چھوڑ دیا۔ امیر معاویہ نے گورنرِ مدینہ کو لکھا! ہماری خواہش ہے کہ اپنے بعد

marfat.com

یزید کو خلیفہ بنا دیا جائے ۔ اہلِ عجم نے یہ بات قبول کر لی ہے تم مدینہ منورہ اور اطراف و جوانب کے لوگوں کو بیعتِ یزید کر لینے پر رضا مند کرو۔

گورنر نے حالات کا جائزہ لیا اور دیکھا کہ یہ لوگ اس بات کو ہرگز قبول نہیں کر رہے اور پھر اُن کو حج کے بہانہ سے مکۂ معظمہ میں خود آنا پڑا ۔ حالات سے آگاہی حاصل کرنے پر پتہ چلا کہ عوام الناس متفقہ طور پر درج ذیل ان پانچ آدمیوں میں سے کسی ایک کے حق میں ووٹ دینا چاہتے ہیں اور یزید کی بیعت کرنے پر تیار نہیں ۔

جناب حسینؑ بن علی ، جناب عبدالرحمٰن ابن ابوبکر ، جناب عبداللہ ابنِ عمر ، جناب عبداللہ ابن عباس ، جناب عبداللہ ابن زبیر۔

امیر معاویہ نے زیادہ زور دیا تو لوگوں نے سارا بوجھ ان پانچوں پر ڈال دیا کہ اگر یہ لوگ بیعتِ یزید پر رضامندی ظاہر کر دیں تو ہم بھی تسلیم کر لیں گے ۔ کیونکہ یہ بزرگ ترین صحابہ کی اولاد ہونے کے ساتھ ساتھ خود بھی کئی ایک صحابیٔ رسولؐ ہیں۔

امیر معاویہ کا خیال تھا کہ حج کے موقعہ پر مسلمانوں کا اجتماعِ کثیر ہے اور اس وقت کو ضائع نہ کیا جائے ۔ چنانچہ ایک کمرہ میں سوائے امام حسینؑ کے ان سب کو جمع کیا اور کہا کہ ملک فتنہ و فساد سے بچ جائے گا اس لئے میری تجویز سے اتفاق کر لو۔

ان معتبر حضرات نے متفقہ علیہ جو جواب دیا وہ یہ تھا کہ ہم یہ کبھی برداشت نہیں کر سکتے کہ نظامِ اسلام میں اس بدعت کو رواج دیا جائے ۔ خلافتِ اسلامیہ کو آمریت و ملوکیت میں میں تبدیل کرنا اسلام کی شہ رگ پر چھری پھیر دینے کے مترادف ہے ۔ اگر کسی کو ولی عہد بنانا جائز ہوتا تو ابوبکر صدیق اور جناب عمر فاروق اپنے بیٹوں کو ولی عہد بنا دیتے ۔ امیر معاویہ نے ہر قسم کا لالچ بھی دیا اور دھمکی بھی دی ۔ لیکن اُن مقدس ہستیوں نے بیعتِ یزید سے صاف انکار کر دیا کمرے کے باہر حرم کے سامنے دُنیا بھر کے کونے کونے سے حج کے لئے آئے ہوئے لوگوں کا جمِ غفیر جمع ہے اور لوگ اُس اعلان کا انتظار کر رہے ہیں جو اوپر بتائے گئے چاروں حضرات نے یزید کی خلافت کے بارے میں کرنا تھا ۔ امیر معاویہ کو جب اُن سے مایوس ہونا پڑا تو کمرے کے باہر چند سپاہیوں کو ننگی تلواریں دے کر متعین کر دیا کہ ان میں سے کوئی باہر نہ آنے پائے اور خود باہر آ کر اعلان کر دیا کہ وہ لوگ بیعتِ یزید پر متفق ہو گئے ہیں اس لئے تم سب لوگ بھی اُس کی خلافت قبول کر لو ۔ شام کے لوگوں نے کہا کہ اگر وہ بیعت قبول کر کے اُس کا اعلان

marfat.com

باہر آکر نہیں کرتے تو ہم اُن کی گردنیں اُڑا دیں گے۔ اُن لوگوں کو امیر شام نے بڑی سختی سے خاموش کرایا۔

دُنیا بھر سے آئے ہوئے لوگ مختلف قسم کے ذہن لیکر منتشر ہو گئے۔ وقت گذرتا رہا اور آخر میں امیر معاویہ کے انتقال کا وقت آگیا۔ یزید کو بُلا کر وصیت کی کہ میں نے ہر ممکن طریقہ سے تیری جانشینی کے لئے فضا کو سازگار کر دیا ہے۔ اب تمہیں پورے عجم سے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں البتہ اہلِ حجاز کی طرف سے خدشات ابھی باقی ہیں۔ اُن خدشات و خطرات کو دُور کرنے کے لئے تمہیں ان چار شخصوں پہ قابو حاصل کرنا ہے۔

حسینؓ بن علیؓ۔ عبداللہ ابن زبیر، عبداللہ ابن عباس، عبداللہ ابن عمرؓ ان کے پانچویں ساتھی عبدالرحمٰن بن ابُو بکر تھے۔ اور ان کا انتقال ہو چکا ہے۔ ان میں بھی مؤخرالذکر دونوں شخص تمہارے لئے زیادہ خطرناک نہیں۔ وہ اگرچہ لوگوں میں بہت زیادہ صاحب اثر ہیں لیکن وہ سیاست میں زیادہ حصہ نہیں لیتے۔ البتہ عبداللہ ابن زبیر تیرے لئے بے حد خطرناک ہے۔ چوتھے حسین بن علی ہیں یہ بہت زیادہ صاحب اثر ہیں اس لئے ان کے معاملہ میں تمہیں بہت غور و فکر سے قدم اُٹھانا ہوگا اور پھر امیر معاویہ کا انتقال ہو گیا۔

یزید کو اَّ تو بیشک خلافت یا کسرائی یادگار جانشینی مِل ہی چکی تھی۔ تختِ آمریت ملتے ہی اُس نے عامل مدینہ ولید کو لکھا کہ ان چاروں شخصوں سے میرے لئے بیعت طلب کرو۔ انکار کی صورت میں تشدد کرو۔ عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن عمر اس سے پہلے ہی مکہ معظمہ جا چکے تھے۔ عبداللہ ابن زبیر کو جب پتہ چلا کہ عامل کے سپاہی مجھے تلاش کر رہے ہیں تو وہ بھی رات ہی کو مکہ معظمہ کو روانہ ہو گئے۔

اب ان میں سے امام عالی مقام ہی مدینہ منورہ میں موجود تھے جنہیں ولید نے دارالامارت میں بُلایا۔ آپ تشریف لائے تو اُس نے یزید کا حکمنامہ پڑھ کر سنایا۔ آپ نے فرمایا یہ بات کبھی نہیں ہو سکتی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ نظام رُوحِ اسلام کے منافی ہے۔ اسلام کسی کو حق خودارادیت چھیننے کا حق نہیں دیتا۔ یہ خالصتاً عامتہ المسلمین کا حق ہے کہ جسے چاہیں اپنا خلیفہ مقرر کریں۔ یزید لاکھوں مسلمانوں کا حق غصب کرنا چاہتا ہے اس لئے ہم کسی غاصب کی اطاعت کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ یزید فاسق و فاجر، غاصب و تارکِ نماز ہے۔ ان صورتوں میں ہمارے لئے قطعی طور پہ ناممکن الامر بات ہے کہ ہم کسی فاسق و

marfat.com

فاجر، غاصب اور ڈکٹیٹر کی اطاعت کریں۔

ولید نے آپ کا آخری فیصلہ سُنا تو خاموش ہو گیا۔ آپ اُٹھ کر جانے لگے تو مروان نے ولید کو مشورہ دیا کہ اب تو یہ تمہارے قابو میں ہے تشدد کرو اور اپنا مطلب پورا کرو۔

امام عالی مقام ابھی دروازے پر ہی پہنچے تھے۔ مروان کی گفتگو سُنی تو واپس پلٹ آئے۔ اور پھر تلوار میان سے باہر کھینچ لی۔ گورنر ولید اہل بیت کا محب تھا۔ اُس نے مروان کو بُرا بھلا کہا اور امام عالی مقام کو جانے کی اجازت دے کر کہا کہ آپ بھی اس مسئلے پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ کیونکہ میں حکومت کا حکم ماننے پر مجبور ہوں۔ امام عالی مقام گھر واپس تشریف لائے اور اہلبیت کو فرمایا کہ حالات بے حد خراب ہو چکے ہیں۔ معاویہ کا بیٹا جبر و تشدد پر تُل چکا ہے وہ ہر قیمت پر اپنی غیر اسلامی حکومت کی جڑیں مضبوط کرنا چاہتا ہے خواہ اُسے خون کی ندیاں بہانا پڑیں۔

میرے لئے یہ انتہائی مشکل ہے کہ میرے ہوتے ہوئے مدینہ منورہ کی گلیوں میں خون کی نہریں رواں ہوں۔ مجھے نانا کے مدفن کی جُدائی کا بھی انتہائی غم ہے اور مدینہ منورہ کی بے حرمتی کا کا بھی شدید خطرہ ہے اور میرے لئے یہ امر بھی محال ترین ہے کہ کسی غاصب و ڈکٹیٹر اور فاسق و فاجر کی اطاعت کر کے نانا کے دین کے حلق پر چھری پھیر دوں۔

ان حالات میں میرے سامنے اب صرف ایک ہی راستہ ہے کہ مدینہ منورہ کی جدائی برداشت کروں اور اس مقدس شہر کو بے حرمتی ہونے سے بچاؤں۔ آپ سب لوگ تیار ہو جائیں۔ آج ہی رات کو یہاں سے مکہ معظمہ کی طرف روانگی ہو جائے گی۔ جناب زینب سلام اللہ بھی وہاں موجود تھیں۔ آپ نے اپنے شوہر جناب عبداللہ بن جعفر طیار سے بھائی کے ساتھ جانے کی اجازت طلب کی تو اُنہوں نے بخوشی اجازت دے دی۔

marfat.com

اہلِ مدینہ کی معروضات

اہل بیتِ مصطفےٰ کی اس تیاری کا علم تمام ہمسایوں اور قرب و جوار کے لوگوں کو چند ہی لمحوں بعد ہو گیا۔ مہاجرین و انصار کی عورتیں جمع ہونا شروع ہو گئیں اور پھر یہ سلسلہ تا دیر جاری رہا گھر کے اندر عورتوں کا جمِ غفیر جمع ہے اور مسجد نبوی شریف میں عاشقانِ محمد و اہل بیتِ محمد نے امام عالی مقام کے گرد گھیرا ڈالا ہوا ہے۔ ہر شخص اپنی ہمت و استطاعت کے مطابق امام عالی مقام کی بارگاہِ اقدس میں اپنی اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے فریاد کر رہا ہے کہ اے نواسۂ رسول اے جگر گوشۂ بتول خدا کے لئے آپ مدینہ منورہ کو چھوڑ کر نہ جائیں اے جوانانِ جنت کے سردار آپ کے بغیر ہماری زندگیاں تلخ ہو جائیں گی۔

یا امام آپ یادگارِ مصطفےٰ ہیں۔ آپ کو دیکھ لیتے ہیں تو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہو جاتی ہے۔ اے شہزادۂ رسول آپ گلشنِ رسول کی بہار ہیں ہمیں اپنے سائۂ عاطفت سے محروم نہ کریں۔ امام عالی مقام نے ان محبانِ خاص کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا مہربان دوستو! ہم آپ کے بحد مشکور ہیں۔ آپ نہیں جانتے کہ وہ کونسی مجبوریاں ہیں جو ہمیں درپیش ہیں۔ آپ کو کیا بتایا جائے کہ مدینہ منورہ کی بہاروں کے چھوٹ جانے کے خیال سے ہمارے دل کی کیا حالت ہے۔ جنت کو چھوڑ کر جانا آسان تو نہیں ہوتا۔ اور پھر ہمارا تو سب کچھ ہی مدینہ میں ہے۔ اسی مدینہ منورہ میں جسے تاراج کرنے کے لئے دشمنانِ دین پر تول رہے ہیں۔ احباب کو روتے تڑپتے چھوڑ کر آپ گھر کے اندر تشریف لائے تو محلہ کی عورتوں کو روتے اور فریاد کرتے پایا۔ آپ نے نہایت مشفقانہ اور کریمانہ انداز سے سب کا شکریہ ادا کیا اور اطمینان دلایا۔ مگر وہ بے چاریاں مطمئن کیا ہوتیں بس اشکبار آنکھوں سے الوداع کہہ کر آہیں بھرتی ہوئی اپنے اپنے گھروں کو واپس چلی گئیں۔ پھر آپ اہل بیت کرام کو جلد از جلد تیاری مکمل کر لینے کا حکم فرما کر گھر سے باہر تشریف لے گئے۔

marfat.com

حسین ماں کے مزار پر

اَہل بیتِ اطہار کو تیاری کا حکم فرما کر "کربلا کا مسافر" ماں کے مزارِ اَقدس پر حاضر ہوتا ہے۔"

رات بھیگتی جا رہی ہے، مدینہ منورہ کے لوگ چین اور آرام کی نیند سو رہے ہیں۔

جنت البقیع شریف کے قبرستان میں دل ہلا دینے والا پُرہول سناٹا چھایا ہوا ہے ہرطرف ہُو کا عالم ہے۔

حسینؓ آتے ہیں اور ماں کی قبر پر دیوانہ وار گر جاتے ہیں اور انتہائی کرب کے عالم میں مزارِ اَقدس پر باہیں پھیلا دیتے ہیں۔

سسکی بندھی ہوئی ہے اور ماں کے حضور میں فریاد کرتے ہیں۔

اَے غریبوں مسکینوں کے سوال پورے فرمانے والی بنتِ رسول! اَے خود بھوکی رہ کر دوسروں کو کھانا کھلانے والی مقدس ماں!

تیرا حسینؓ تیرے دربار میں تیرا سوالی بن کر آیا ہے۔

اَے میری تقدس مآب امّی! تیرے نازوں کے پالے حسینؓ پر اُمت کے شریروں نے مدینہ کی زمین تنگ کر دی ہے۔

میری پیاری ماں! آپنے حسینؓ کا آخری سلام قبول کر لو۔ امی جان مجھے ایک بار الوداع تو کہہ دو۔

مقدس ماں! حسینؓ بزدل نہیں، حسینؓ نے تیرا دُودھ پیا ہے۔

حسینؓ کی رگوں میں حیدرِ کرار کا خون ہے۔

حسینؓ امام الانبیاء کی زبان مبارک کو چُوستا رہا ہے۔

میری پیاری امّی! مجھے جان جانے کا غم نہیں۔ تیرا حسینؓ موت سے کبھی نہیں ڈر سکتا امّی جان! میں اس لئے روتا ہوں کہ نانا کا مدینہ چھوٹ رہا ہے، ماں کی قبر کی زیارت سے محروم ہو رہا ہوں، بھائی حسنؓ کے قدموں سے دُور جا رہا ہوں۔ میری شفیق ماں! میں فریادی

marfat.com

بن کر آیا ہوں۔ میری فریاد سُنو! میرا آخری سلام قبول کرو۔ مجھے الوداع کہو، مجھے تسلی دو، میرے لئے دُعا فرماؤ کہ میں امتحان میں کامیاب ہو جاؤں!

میری نفکی ہو تی یا ہوں ہیں جب تیرا معصوم علی اصغر دم توڑ رہا ہو تو مجھے استقامت نصیب ہو۔

تیرے جوان اکبر کا لاشہ دیکھ کر گھبرا نہ جاؤں۔ ماں! میرے لئے صبر و استقامت کی دُعا کرو۔

پیاری امّی! آپ نے کبھی کسی سائل کا سوال رَدّ نہیں کیا۔ آج تیرا حسینؑ زیارت کا سوال کرتا ہے، آخری بار تیرے قدموں کو بوسہ دینا چاہتا ہے، اُے شہزادیٔ مصطفٰی مجھے محروم نہ رکھنا، پیاری ماں! تیرے دربار سے تیرا حسینؑ مایوس نہ لوٹے۔

یہ الفاظ کہتے کہتے امام عالی مقام کا گلا رُندھ جاتا ہے، شدّتِ جذبات سے مغلوب ہو کر آپ سسکیاں بھرنے لگتے ہیں۔

اِدھر امام عالی مقام کی یہ حالت ہے اُدھر شہزادیٔ کونین خاتونِ جنّت کی قبرِ انور کو لرزہ آجاتا ہے، زمین کانپنے لگتی ہے، آسمانوں پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے، ستارے ٹوٹنے لگتے ہیں، چاند کا دل ڈوب جاتا ہے، جنّت البقیع شریف کے تمام مزار کانپ جاتے ہیں، حُوروں کی چیخیں نکل جاتی ہیں۔

شہزادیٔ مصطفٰی کے مزارِ اَقدس سے دَرد میں ڈوبی ہوئی آواز آتی ہے۔ فضا کا سینہ چِر جاتا ہے۔

مَاں کا پیار کائناتِ عالم کو سوز و اَلم کی تصویر بنا دیتا ہے، قبرِ انور سے آواز آتی ہے، میرے لال چُپ ہو جاؤ، اَب کچھ نہ کہنا میرے حسینؑ! اَب کچھ نہ کہنا، ماں کا کلیجہ پھٹ جائے گا، نظامِ عالم تہہ و بالا ہو جائے گا۔

میرے بیٹے! تیری فریاد نے ماں کے سینے پر چھریاں چلا دی ہیں۔

میرے لال! دل یہی چاہتا ہے کہ قبر سے باہر آکر تجھے شہادت کا دُولہا بناؤں!

تیری پیشانی اور گردن کو چُوموں، تجھے سینے سے لگاؤں اور خود اپنے ہاتھوں سے تجھے شہادت کا جوڑا پہناؤں۔

marfat.com

لیکن مجبوری ہے، میرے چاند! میں اس لئے مجبور ہوں کہ میرے اس طرح باہر آجانے سے ابھی قیامت آجائے گی۔ زمین دھنس جائے گی، آسمان ٹوٹ پڑے گا، میرے نازوں کے پالے حسینؑ تیری دردانگیز گفتگو نے ماں کا دل ہلا دیا ہے ــــ میری آنکھوں کی ٹھنڈک، میرے لال! تو ابھی بچہ ہی تھا کہ تیری جان کا سودا ہو گیا تھا۔ میرے بیٹے تجھے دُنیا کے تمام شہیدوں کا قافلہ سالار بننا ہے۔

تمہیں ماں کے دُودھ کی لاج رکھنا ہے!

تمہیں ذوالفقارِ حیدری کی عصمت کا تحفظ کرنا ہے۔

تمہیں نانا کی اُمت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو سہارا دینا ہے۔ تمہیں اپنا سب کچھ قربان کر کے نانا کے دم توڑتے ہوئے دین کو زندگی دینا ہے۔

تمہارے لہُو کے ہر قطرے میں فاطمہ کا دُودھ رچا ہوُا ہے۔ اس کی سُرخی ہمیشہ قائم رہے گی۔

میرے چاند اُٹھو! اور باطل کی ہر قوت سے ٹکرا جاؤ۔ میرے لال! جب تمہارا خون تپتے ہوئے صحرا کے سینے پر گرے گا تو مجھے تمہارے نانا کے حضوُر میں سُرخرُوئی حاصل ہو جائے گی۔

میں آؤں گی، میرے بیٹے میں آؤں گی! تیرا مقتل دیکھنے آؤں گی، تیری شہادت گاہ کا نظارہ کروں گی۔

دشتِ کربلا کی آگ اُگلتی ہوئی ریت کو اپنے آنسوؤں سے ٹھنڈا کرونگی۔

تیری گھوڑوں کے سُموں سے کچلی ہوئی سر بریدہ لاش کے ٹکڑے اکٹھے کروں گی۔

میرے لال! میں تیری لاش کے ٹکڑوں پر اپنی چادرِ تطہیر کا سایہ کروں گی!

کربلا کی ریت پر بکھرے ہوئے کانٹوں کو سمیٹوں گی۔

اے شبیرِ خدا کے شبیر! تیری بہادری کے جوہر دیکھوں گی۔

شہر بانو کا صبر دیکھوں گی! زینب کا پہرہ دیکھوں گی، سکینہ کے خشک ہونٹوں کو چُوموں گی۔

لوگ قبروں پر پانی چھڑکتے ہیں۔ میں تیرے علی اصغر کی قبر پر آنسوؤں کا چھڑکاؤ

marfat.com

دل گی!

میرے لال! تمہارے نانا بھی ساتھ ہوں گے، تیرے ابا بھی ساتھ آئیں گے، تمہارا بھائی حسنؑ بھی آئے گا، ہم سب تمہارا امتحان دیکھیں گے، لوگ مرنے والے کے کفن پر مُشک کافور ملتے ہیں لیکن جب تم شہادت کا جام نوش کرو گے تو تمہارے نانا کی عنبر فشاں زلفیں بکھر جائیں گی۔ کربلا کا ذرہ ذرہ مہک اٹھے گا۔

جاؤ میرے چاند! میں تمہیں پورے اعتماد اور مکمل یقین کے ساتھ بھیج رہی ہوں تم یقیناً کامیاب رہو گے۔

اس کٹھن امتحان میں تمہارے سوا کوئی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ تم فاطمہؓ کے دودھ کی ضرور لاج رکھو گے۔

جاؤ خدا تمہاری حمایت و نصرت فرمائے! میری بیٹی زینب کا خیال رکھنا، اس کے مشوروں کو قبول کرنا، اس کا دل نہ توڑنا۔

اس نے بھی فاطمہ کا دودھ پیا ہے۔ وہ بھی اس دردناک امتحان میں کامیاب و کامران رہے گی۔ وہ بھی تمہاری طرح صبر و استقامت کا پیکر بنی رہے گی۔

جاؤ میرے لال! ماں تجھے الوداع کہتی ہے۔ تمہارا سلام قبول کرتی ہے۔

میرے بیٹے! تیرا سلام قبول نہیں کروں گی تو اور کس کا کروں گی۔

میرے چاند! یہ جدائی عارضی ہے۔ ہم بہت جلد ملنے والے ہیں۔

میرے حسینؑ! بہت جلد ملاقات ہو گی۔

تیری گردن پر پھرنے والی ظلم و استبداد اور جور و جبر کی تلوار اس عارضی جدائی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دے گی!

جاؤ اور جان دے کر نانا کے دین کو زندگی بخشو۔ میرے لال تم ہمیشہ زندہ رہو گے۔ ہمیشہ زندہ، ابدی حیات کے مالک۔

بھائی حسنؑ سے ملاقات کر کے نانا کے حضور میں جاؤ اور الوداعی سلام کہہ کر اجازت حاصل کرو۔

خدا حافظ، میرے چاند خدا حافظ!

فضا پھر اسی طرح خاموش ہو جاتی ہے۔ وہی پُرہول سناٹا چھا جاتا ہے۔

marfat.com

ہمزدہ ساری فضا تھی۔ فلک تھراتا رہا
غم کے آنسو صورتِ شبنم میں برساتا رہا!
پوچھئے خاتونِ جنت کے دلِ دلگیر کو!
الوداع کیسے کہا تھا آپ نے شبیر کو (مقام چشتی)

حسینؑ اُٹھے! ماں کی قبر انور کو قدموں کی جانب بوسہ دیا اور عالم بے خودی میں اُلٹے پاؤں یہ الفاظ کہتے ہوئے واپس لوٹے:۔

اَلوداع اَے امّی جان اَلوداع
اَلوداع اَے بنتِ رسولؐ اَلوداع
اَے مالکِ ردائے تطہیر اَلوداع
اَلوداع خاتونِ قیامت اَلوداع
اَے غریبوں مسکینوں کی فریاد رس اَلوداع

الوداع اَے مرکزِ مہر و محبت الوداع
الوداع بنتِ نبیؐ، خاتونِ جنت الوداع
میری امّی جان میرے دل کی راحت الوداع
یاد رکھنا اب میرا وقتِ شہادت! الوداع
بھول نہ جانا کہیں۔ امّی میری فریاد کو
کربلا میں پہنچنا، بہرِ خدا امداد کو (مقام چشتی)

اسی عالم میں الوداع کہتے ہوئے اُمّہات المومنین کے مزارات پر آئے۔ ان تمام مقدس مزارات کو بوسے دیئے۔ جنت البقیع کے دیگر مکینوں کو سلام کہا اور پھر ابراہیم ابنِ رسولِ اللہ کی ننھی سی قبر پر حاضر ہوتے اور قبر انور کو چوم کر فرمایا!

محترم ننھے ماموں جان! آج حسینؑ آپ کا بدلہ اُتارنے کے لئے جارہا ہے۔ ایک وقت تھا کہ میں اور آپ امام الانبیاء کی گود میں کھیل رہے تھے۔ نانا کو دوہری خوشیاں حاصل تھیں۔

خدا تعالےٰ نے ہم دونوں میں سے ایک کو مانگ لیا۔ نانا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے

marfat.com

رکھ لیا اور آپ کو موت کے حوالے کر دیا۔
میں آپ کا فدیہ ہو سکا لیکن آپ میرا فدیہ ہو گئے، ماموں جان مجھے معاف کر دینا میں آج آپ کا قرض اُتارنے کے لئے جا رہا ہوں۔ میرے لئے دُعا کرنا۔ آپ ابنِ رسولؐ ہیں، شہزادہ مصطفےٰ ہیں۔
میرے ننھے ماموں جان! حسینؑ کا سلام قبول ہو، الوداع! اور پھر آپ نانا کے حضور میں آ گئے۔

حسینؑ نانا کے مزار پر

امام الانبیاء کا دربارِ اقدس ہے۔ رات تیسرے پہر میں داخل ہو رہی ہے۔ ملائکہ کرام آسمان سے صف بہ صف سلامی و زیارت کیلئے نازل ہو رہے ہیں۔
ایک نور ہے جو زمین و آسمان کے درمیان خلاؤں اور فضاؤں کو منور کئے ہوئے ہے۔
یہ فیصلہ کرنا انتہائی مشکل ہے کہ یہ نور آسمان کی جانب پرواز کر رہا ہے یا آسمان سے زمین کی طرف نزول کر رہا ہے۔
اہلِ عرفان ہی اس حقیقت سے پردہ اُٹھا سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ مرکزِ نور کی بات ہے۔
اِنہی انوار و تجلیات کی برسات میں حسینؑ حاضر ہو کر مقدس نانا کے حضور میں صلوٰۃ و سلام کا ہدیہ پیش کرتے ہیں اور پھر عرض کرتے ہیں۔

نانا ترے کرم کے خزینے کی خیر ہو
دے بھیک مجھ کو۔ تیرے مدینے کی خیر ہو (سالم چشتی)

marfat.com

میں جا رہا ہوں چھوڑ کر آنکھوں کے چین کو
اٹھ کر گلے لگایئے اپنے حسینؓ کو (صائم چشتی)

کون اندازہ کر سکتا ہے غم و آلام کے اُس طوفان کا جو امام عالی مقام امام حسینؓ کے سینے میں موجزن تھا۔ آپ تصویرِ درد بنے ہوئے فریاد پر فریاد کرتے ہیں۔

اے میرے غمگسار و مہربان نانا! تیرا حسینؓ حاضر ہے۔ اور شرفِ باریابی چاہتا ہے۔

نانا جان! آپ بولتے کیوں نہیں۔ میں آپ کا وہی حسینؓ ہوں جس کی آمد پہ آپ خطبہ چھوڑ کر منبر سے اُتر آتے تھے۔

ہاں میرے محترم نانا! وہی حسینؓ جو حالتِ نماز میں آپ کی پشت پر سوار ہو جاتا تھا تو آپ اُس وقت تک سجدہ سے سر نہ اُٹھاتے تھے جب تک میں خود نہ اُتر آتا۔

نانا جان! آپ کا نازوں کا پالا ہوا حسینؓ۔ آج تیرے قدموں سے دُور جا رہا ہے اس کو سہارا دیجئے۔

حضور! میں آپ کا جمالِ جہاں آرا دیکھنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ میں واللیل زلفوں کے جھرمٹ میں والضحیٰ چہرے کی زیارت کو آیا ہوں مجھے شرفِ زیارت بخشیئے۔

نانا جان! میری حالتِ زار پر رحم فرمایئے! مجھے میرے فرائض سے آگاہی بخشئے، میری راہنمائی کیجئے، میری مشکل کشائی فرمایئے۔

مجھ کو نانا دیکھئے میں آپ کی تصویر ہوں
جس کو کندھوں پر بٹھاتے تھے وہی شبّیر ہوں (صائم چشتی)

نانا جان! جب میں آپ کے کندھوں پر سوار تھا تو میں نے ایک آواز سُنی کہ حسینؓ کو کتنی اچھی سواری میسّر ہے۔ تو آپ نے فرمایا تھا سوار بھی تو بہت اچھا ہے۔ مقدس نانا! میں آپ کی عنبریں زلفوں کو تھام لیتا تھا کہ کہیں گر نہ جاؤں۔ آپ نے مجھے شہسوار بنایا ہے۔ نانا میں حقِ شہسواری ادا کروں گا۔

پیارے نانا جان! میں اُس وقت تک اپنے سینے پر نیزوں، بھالوں، تیروں اور تلواروں کے زخم کھاتا رہوں گا جب تک میری سواری کی کونچیں نہ کاٹ دی

جائیں۔

نانا جان! آپ کا سوار اُس وقت زمین پر گرے گا، جب سواری گر جائے گی۔

مگر میرے حضور! آپ مجھے شہادت کی جن بلندیوں پر دیکھنا چاہتے ہیں وہ آپ کی دستگیری کے بغیر محال ہیں۔

اُس مقام پر آپ ہی مجھے گرنے سے بچا سکتے ہیں۔ خدارا اپنے حسینؑ کو اُس وقت تھام لینا، میرے نانا اُس وقت مجھے ضرور سہارا دینا۔

نانا! میں آپ کی حُرمت کیلئے جا رہا ہوں میرا خیال رکھنا۔

پیارے نانا جان! آپ جواب کیوں نہیں دیتے۔ آپ تو حسینؑ کے لئے بیقرار ہو جاتے تھے۔

میرے بچپن میں جب آپ کو میری شہادت کی خبر دی گئی تو آپ زار و قطار روتے رہے تھے۔

اَے میرے آقا و مولا! اَے فریاد کرنے والوں کے فریاد رس اَے غریبوں اور بیکسوں کے ملجا و ماویٰ، اَے ناداروں اور مسکینوں کو پناہ دینے والے مقدس رسُول، اَے امام الانبیاء، اَے رحمتہ للعلمین اپنے حسینؑ کو ایک بار آغوش میں لے لو۔ میں آپ کی بیٹی کا بیٹا ہوں۔ آپ مجھے اور بھائی حسنؑ کو آسمانوں کے گوشوارے فرماتے تھے۔

میرے پیارے نانا! مجھے زیارت کی بھیک عطا کرو۔ مجھے سینے سے لگا کر ایک بار پیار تو کر لو۔ مجھے سہارا دو۔ مجھے استقامت عطا فرماؤ۔ مجھے کربلا کا نظارہ کرادو۔ مجھے میری قتل گاہ دکھا دو۔

میرے مولا! تیرا حسینؑ کب تک فریاد کرتا رہے گا۔

اسی طرح آہ و زاری کرتے ہوئے حسینؑ نانا کے مزار سے چمٹ جاتے ہیں۔

بادِ رحمت چلتی ہے، نیم خوابی کا عالم طاری ہو جاتا ہے۔

حسینؑ دیکھتے ہیں کہ انبیاء و ملائکہ کے جھرمٹ میں شب اسریٰ کے دُولہا امام الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم درد و اَلم اور حزن و ملال کی تصویر بنے ہوئے

marfat.com

سامنے تشریف فرما ہیں۔
نانا کے حسرت و یاس میں ڈوبے ہوئے رُخِ وَالضُّحٰی کی زیارت کر کے حسینؑ تھرا جاتے ہیں۔
نانا بڑھتے ہیں۔ نواسے کا سَر اپنی گود میں لیتے ہیں اور اپنی نُورانی انگلیوں سے حسینؑ کی زُلفوں میں کنگھی کرتے ہیں۔
حسینؑ نانا کی آغوش میں سمٹ جاتے ہیں اور سِسکیاں بھرتے ہوئے فریاد کرتے ہیں۔
نانا جان! دُنیا بدل چکی ہے۔ حسینؑ کا اب اس بے وفا دُنیا میں رہنا مشکل ہو گیا ہے۔
میرے پیارے نانا جان! مجھے اَب اپنے پاس رکھ لو۔ اپنے مقدس مزار میں تھوڑی سی جگہ دے دو۔
نانا! مجھے اپنی اسی آغوشِ رحمت میں میٹھی نیند کے مزے لینے دو۔ مجھے اَب زندگی کی خواہش نہیں ہے۔
نانا میں آپ کے حجرہ میں رہنا چاہتا ہوں۔
نانا میں ماں کے حجرہ میں رہنا چاہتا ہوں۔ مجھے ماں کے حجرہ میں رہنے کی اجازت دی جائے۔
امام الانبیاء بیقرار ہو جاتے ہیں اور فرماتے ہیں حسینؑ! ایسی گفتگو نہ کرو۔ نانا کا دِل نہ توڑو۔ میرے لال تمہیں تو میرے دین کو زندگی دینا ہے۔ تمہیں تو بہت بڑا امتحان دینا ہے۔
شیرِ خدا کے شیر! اپنے امتحان کی تیاری کرو۔
اَے نوجوانانِ جنت کے سردار اور میرے گلشن کی بہار حسینؑ اُدھر دیکھو! وہ سامنے تمہاری قتل گاہ ہے۔
یہ تمہاری شہادت کی جگہ بھی ہے اور تمہاری امتحان گاہ بھی! یہاں تیرا امتحان ہوگا۔ عظیم امتحان۔
تو اسی مقام پہ ہی تو فرائضِ ذبحِ عظیم کی تکمیل کرے گا۔ میرے حسینؑ اس

marfat.com

بے آب وگیاہ اور تپتے ہوئے صحرا اور کرب وبلا کی زمین کو تیرے خون سے آبیاری کے بعد کربلا معلیٰ کا نام دیا جائے گا۔

حسینؑ! یہ فرات ہے۔ لیکن تجھے اس کا پانی نہیں ملے گا! تیرے ننھے علی اصغر کا حلق سوکھ کر کانٹا ہو جائے گا۔

تیری معصوم سکینہ کو پیاس کی شدت بیتاب کر دے گی۔

تیری تمام اہلبیت اطہار شدتِ پیاس سے تڑپ رہی ہوگی۔ لیکن اے میرے حسینؑ! تجھے اس نہر سے پانی نہیں ملے گا۔

تیرے دشمنوں کے جانور تک پانی پیتے ہوں گے۔ مگر میرے لال تجھے اس کے استعمال سے محروم کر دیا جائے گا اس لئے کہ تیرا امتحان ہے تجھے پیاسے ہی کو امتحان دینا ہے۔

میرے لال حسینؑ! تیرا ان صدمات کو قبول کرنا اختیاری ہوگا۔ تو اگر چاہے تو اس تپتے ہوئے صحرا اور چٹیل میدان کو سمندر بن جانے کا حکم دیکر تمام ریگزاروں کو پانی میں تبدیل کر سکتا ہے۔

لیکن میرے حسینؑ! تجھے پیاسے رہ کر امتحان دینا ہے۔

تجھے سیدزادیوں کے خشک ہونٹوں اور سوکھے ہوئے حلقوم دیکھ کر صبر کرنا ہے۔ یہی تو تیرا امتحان ہے کہ دنیا بھر کی تمام مصیبتیں جمع کر کے تم پر ڈال دی جائیں اور پھر بھی تو صبر و استقامت کی تصویر بن کر شکر خداوندی کرتا رہے۔ اور یوں پیکر تسلیم و رضا بن کر اللہ رب العزت کی خوشنودی حاصل کرے۔

حسینؑ! تیرا نانا قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے حضور میں تیری قربانیاں پیش کر کے امت کی بخشش طلب کرے گا۔

میرے حسینؑ! تیری شہادت میری نبوت کا کمال ہے۔ اسے تمام شہادتوں سے عظیم اور ارفع ہونا چاہیئے۔

حسینؑ! تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ تیری شہادت میری شہادت ہے، تیری مصیبت میری مصیبت ہے، تیرا امتحان میرا امتحان ہے۔ کربلا کی تپتی ہوئی زمین پر تیری گردن سے میرا خون بہے گا۔

marfat.com

حسینؑ! تیرا خون میرا خون ہے۔ تیرا گوشت میرا گوشت ہے۔ تیرا نور میرا نور ہے۔ حسینؑ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

حسینؑ! تیرا نانا تجھ سے دور نہیں ہوگا۔ وہ ہر مقام پر تیرے ساتھ ہوگا۔ تیری راہنمائی کرے گا۔ تیرے امتحان کا مشاہدہ کرے گا اور تیری شہادت کو اس ارفع مقام تک پہنچادے گا جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں۔

میرے لال حسینؑ! تیرے نانا کا ہر منصب تمام کائنات سے بلند و بالا ہے۔ اور یہ منصب شہادت جو ہمیں تیری طرف سے ہو کر ملے گا یہ بھی تمام کائنات سے عظیم ہوگا۔

میرے پیارے حسینؑ! ایک بار میدانِ کربلا کا پھر اچھی طرح نظارہ کر لو۔

ایتھے تیرے اکبر اُتے وَرھن رگیاں شمشیراں!
ایتھے تیرے قاسم تائیں کرناں ای قتل شریراں
ایتھے جسم تیرے وچ آ کے کھبناں ای زہری تیراں
ایتھے صائم وقت جمعے دے ہونیاں گل اخیراں

ایتھے ایتھے خیمے لادیں اے پردیسی میرے
گود تیری وچ تیر ہے کھانا ایتھے اصغر تیرے
ایس طرف ہتھیں خیمیاں تائیں ظالماں آن جلاناں
ایتھے اصغر دے جھولے دیاں ڈوریاں نے رُل جاناں (صائم چشتی)

حسینؑ! خوب اچھی طرح دیکھ لو! یہاں تیرے علی اکبر کو ذبح کیا جائے گا اس مقام پر حسنؑ کی نشانی قاسم کی جوانی لوٹے گی۔

(فرمایا) یہ وہ دردناک مقام ہے جہاں تیرے معصوم علی اصغر کے نازک گلے میں زہر میں بجھا ہوا تیر پیوست کر دیا جائے گا اور وہ تیری گود میں حسرت زدہ نگاہوں سے تیری طرف دیکھ کر دم توڑ دے گا۔

یہ وہ جگہ ہے جہاں میری بیٹی کی بیٹی زینب شہیدانِ وفا کی لاشوں کے ٹکڑے جمع کرے گی۔

marfat.com

ہمزہ! یہ وہ جگہ ہے جہاں شہر بانو سارا گھر اُجڑ جانے کے بعد تیری شہادت کا نظارہ کرے گی۔ اپنا لٹتا ہوا سہاگ دیکھے گی۔ اپنی اُمنگوں اور آرزوؤں کا جنازہ نکلتے دیکھے گی۔

امام عالی مقام ایک ایک کر کے کربلا کے تمام مناظر کا مشاہدہ فرماتے جا رہے ہیں۔ اور آغوشِ رسُول میں خوابِ راحت کا مزہ لے رہے ہیں۔

لیکن یہ سکُون و راحت بھی عارضی ثابت ہوئے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے رُخِ انور کو بوسہ دے کر فرمایا:

میرے مظلوم حسینؑ اب جاؤ۔ اہلِ بیت تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ میرے پردیسی اور غریب الوطن ہونے والے حسینؑ! اُٹھو اور اپنی منزل کی جانب روانہ ہو جاؤ اور جان کی بازی لگا کر سر اُٹھاتی ہوئی ابلیس کی طاغوتی طاقتوں کو فنا کر دو۔

میرے لال اُٹھو! اور باطل کی سر اُبھارتی ہوئی قوتوں کو کچل کر رکھ دو۔

کذب و افترا کی بنیادوں پہ قائم کی ہوئی سلطنت سے ٹکرا جاؤ۔ خود فنا ہو کر بقا حاصل کرو۔ لیکن باطل کے خونی عفریت کو اُس کے پنجے گاڑنے سے پہلے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فنا کر دو۔

میرے حسینؑ! میری اُمّت کی کشتی اَمارت کے چڑھتے ہوئے طوفانوں کے تھپیڑے کھا رہی ہے۔ اُٹھو اور اپنی جان دیکر اُسے کنارے پر لگا دو۔ میرے مقدس دین کو ظلم و جبر کی طاقتیں ختم کر دینا چاہتی ہیں۔ اُٹھو اور میرے دین کو ہمیشگی کی زندگی دیدو۔

میرے حسینؑ تم بہت بڑے امتحان کیلئے جا رہے ہو۔ اللہ تمہیں کامیاب کرے۔

جاؤ میرے شہزادے اللہ تعالیٰ تمہارا حامی و ناصر ہو۔

نانا کے دل کے ٹکڑے تم جہاں کہیں بھی ہوئے ہم تمہارے ساتھ ہوں گے۔

خدا حافظ، میرے حسینؑ خدا حافظ!

حسینؑ اس نیم بیداری میں آنکھیں کھول دیتے ہیں۔ خواب میں دیکھا ہوا کربلا کا تمام منظر آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔

آپ اُٹھتے ہیں، نانا کی قبر کو والہانہ طور پر بار بار چومتے ہیں اور سلام عرض کر کے حجرۂ رسُولؐ سے حجرۂ بتولؑ میں آجاتے ہیں۔

marfat.com

اہل بیت کی تیاری

قیامتِ صُغریٰ

گھر میں آتے ہیں تو دس سال کی معصوم بچی شہزادی حسینؑ سیدہ فاطمہ صغراؓ کی فریاد و فغاں اور آہ و زاری نے قیامتِ صُغراؓ کا نقشہ کھینچ رکھا ہے۔

بیمار بچی بخار کی شدت سے بیتاب ہے۔ جسم جل رہا ہے۔ اُٹھتی ہے تو گر پڑتی ہے گری ہوئی کو جو اُٹھانے لگتا ہے تو اسی کے سامنے فریاد شروع کر دیتی ہے۔ پھوپھی زینبؓ آگے بڑھ کر سہارا دیتی ہیں اور تسلی کے الفاظ کہتی ہیں۔

معصوم بچی کی آہ نکل جاتی ہے۔ بیقرار ہو کر پھوپھی کا دامن پکڑ لیتی ہے۔ ہاتھ کانپ رہے ہیں، زبان میں لرزہ ہے، جسم پر رعشہ طاری ہے، بات کرتے ہوئے زبان میں بل پڑتے ہیں، اس حالت میں عرض کرتی ہیں۔

میری پیاری پھوپھی کیا بات ہے۔ آج آپ سب کیوں بدلے ہوئے ہیں! آپ سب میری طرف کھوئی کھوئی نظروں سے کیوں دیکھتے ہیں۔

پیاری پھوپھی جان! یہ کیسی تیاریاں ہیں۔ آپ سب کدھر جا رہے ہیں۔ مجھے آپ کیوں تیار نہیں کرتے۔

پھوپھی جان! میرے حالِ زار پر رحم کیجئے۔ مجھ سے یہ سب کچھ نہیں دیکھا جاتا پھوپھی جان صُغرا اس صدمہ سے مر جائے گی۔

بھیا علی اکبر بھی تیار معلوم ہوتے ہیں۔ علی اصغر کا جھولا بھی صحن میں منگوا رکھا ہے۔ امی جان بھی برقعہ اوڑھنے کی تیاری کر رہی ہیں۔

لیکن! مجھ قسمت کی ماری کو کوئی پوچھنے والا نہیں۔ آج سے پہلے تو آپ نے

marfat.com

کبھی ایسا نہیں کیا - پھوپھی جان بتا تو دیجئے کہ بات کیا ہے۔

امام عالی مقام بچی کی یہ حالت دیکھ رہے ہیں۔ دل میں سفر کا خیال آتا ہے بیمار کو اس حالت میں چھوڑ جانے کا تصور کرتے ہیں تو رواں رواں کانپ اٹھتا ہے۔

دل میں خیال آتا ہے حسینؑ تیرا امتحان ابھی سے شروع ہو چکا ہے — یہ تیرے امتحان کی پہلی کڑی ہے - آپ دل کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر بارگاہِ ایزدی میں عرض کرتے ہیں یا اللہ میرے حال پر رحم فرما - مجھے میرے امتحان میں کامیابی نصیب فرما۔

پھر حضرت شہر بانو کو اشارہ کرتے ہیں کہ علی اکبرؑ کو بلاؤ۔ علی اصغر کو لاؤ۔ تاکہ بیمار بہن سے آخری بار گلے مل لیں۔

بانو کو اشارہ کیا حضرت نے کہ جاؤ
اکبر کو بلاؤ، علی اصغر کو بھی لاؤ
آئے علی اکبر تو کہا شاہ نے آؤ
روٹھی ہے بہن تم سے اگلے اس کو لگاؤ
چلتے ہوئے جی بھر کے ذرا پیار تو کر لو
لینے اِنہیں کب آؤ گے، اقرار تو کر لو (انیسؔ)

شہزادۂ حسینؑ علی اکبرؑ آگے بڑھتے ہیں۔ بہن کی یہ نازک حالت دیکھ کر پہلے ہی بیقرار تھے اور بیقرار ہو گئے۔ آنسوؤں کو روکنے کی بڑی کوشش کرتے رہے لیکن یہ طوفان کب رُکتا ہے۔

صائمؔ کمالِ ضبط کی کوشش تو کی مگر
پلکوں کا حلقہ توڑ کے آنسو نکل گئے (صائمؔ چشتی)

بات کرنے لگتے ہیں مگر بات نہیں ہوتی۔ ہمشیر کے چہرہ کی طرف دیکھنا چاہتے ہیں مگر آنسوؤں کی دیوار حائل ہو جاتی ہے۔ بڑی مشکل سے اتنی بات کر سکے۔

میری بہن کیا تو مجھ سے ناراض ہو گئی ہے۔ اچھی بہن خفا نہ ہو۔ میرا تو کوئی قصور نہیں۔ اور پھر اضطراب میں کفِ افسوس ملنے لگے۔

بیمار بچی نے بھائی کے سینے پر سر رکھ کر کچھ اس طرح فریاد کی کہ عرشِ بریں کو

marfat.com

بھی لرزہ آگیا۔

فریاد کیا تھی برقِ غم تھی۔ جس نے سب اہل بیت کے دلوں کو تڑپا دیا۔ آپ عالم بے خودی میں بھائی سے باتیں کرتی رہیں۔ اُن کی شادی کی باتیں، بھابی کو لانے کی باتیں گھوڑی پر چڑھنے کی باتیں۔ دُولہا بنانے کی باتیں۔ باگ پکڑائی کی باتیں۔

چلّانے لگی چھاتی پہ مُنہ رکھ کے وہ دلگیر
محبوب برادر تیرے قربان یہ ہمشیر
صَدقے تیرے سر پہ سے اُتارے مجھے کوئی
بل کھاتی ہوئی زُلفوں پہ وارے مجھے کوئی

رُخساروں پہ سبزے کے نکلنے کے مَیں صَدقے
تلوار لئے شان سے چلنے کے مَیں صَدقے
افسوس سے اِن ہاتھوں کے مَلنے کے مَیں صَدقے
کیوں روتے ہو اشک آنکھوں سے ڈھلنے کے مَیں صدقے
جلد آکے بہن کی خبر لیجیو بھائی
بے میرے کہیں بیاہ نہ کر لیجیو بھائی (انیسؔ)

میرے اچھے بھائی جان! اگر میرا حال پوچھا ہے تو امّی جان سے میری سفارش بھی کر دو۔ آپ جہاں بھی جانا چاہتے ہیں مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔

آپ لوگوں کی جُدائی مجھے زندہ نہیں چھوڑے گی۔ اب اگر آؤ گے تو میری قبر سے ملاقات کرو گے۔

بھیّا مجھے اپنے ساتھ لیتے چلو۔ میری امّی سے سفارش کر دو۔ نہیں تو مَیں مر جاؤں گی بھیّا۔

بی بی شہربانو نے بیمار بچّی کے یہ الفاظ سُنے تو کلیجہ مُنہ کو آگیا، رو کر فرمانے لگیں ——!

جانِ مادر! مجبور ماں کے دل پر چھُریاں نہ چلاؤ۔ پیاری بیٹی مجھے اب

marfat.com

اور نہ تڑپاؤ۔ تمہاری گفتگو سے میری جان نکل جائے گی۔

پیاری صغرا میری سفارش کی بات کرتی ہو۔ ماں کب چاہتی ہے کہ اپنے جگر کے ٹکڑے کو اس حالت میں چھوڑ کر چلی جائے۔

بیٹی! تمہیں سخت بخار ہے۔ تم سفر کے قابل نہیں ہو۔ تمہاری تکلیف اور بڑھ جائے گی۔

میری دعا ہے کہ تو جلد صحتیاب ہو جائے۔ اللہ تعالےٰ تیری نگہبانی فرمائے صغرا صبر کرو۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ تو تندرست ہو جائے گی تو علی اکبر تمہیں آکر لے جائیں گے۔ اب نہ رونا میری بیٹی اب نہ رونا۔ ننھا علی اصغر تمہاری دردناک آواز سن کر رونے لگتا ہے۔

میں صدقے گئی بس! نہ کرو گریہ زاری اصغر میرا روتا ہے صدا سن کے تمہاری
وہ کانپتے ہاتھوں کو اٹھا کر یہ پکاری آ میرے ننھے سے مسافر تیرے واری

چھٹتی ہے یہ بیمار بہن جان گئے تم؟
اصغرؓ میری آواز کو پہچان گئے تم؟ (انیسؔ)

ننھے سے علی اصغر نے جب بہن کی پھیلی ہوئی باہوں کو دیکھا تو پاس جانے کے لئے مچلنے لگا۔

ماں نے جب ننھے سے بھائی کو بہن کی گود میں دینا چاہا تو صغرا نے ہاتھ پیچھے کر لئے۔

اس غم کو کن الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ اس الم کا کیسے اظہار کیا جا سکتا ہے۔

ع اس غم کے بیاں کرنے کو الفاظ نہیں ملتے

ایک طرف تو ہمشیر تڑپ رہی ہے کہ ننھے کو گود میں لیکر پیار کروں، سینے سے لگاؤں، اس کا منہ چوموں، اسے لوریاں دوں۔

اور دوسری طرف اس جذبہ کے ساتھ ہاتھ کھینچ لئے کہ مجھے تیز بخار چڑھا ہوا ہے۔

آپ کہتی ہیں۔ امی! علی اصغر کو اپنے پاس ہی رکھو۔ میرے بخار کی گرمی

marfat.com

سے میرا ننھا سا پھول مرجھا جائے گا۔

بس میرے قریب بیٹھ جاؤ کہ میں اسے دیکھتی رہوں۔

بی بی شہر بانو قریب بیٹھ جاتی ہیں اور معصوم بہن یوں معصوم بھائی سے مخاطب ہوتی ہے۔

تم جاتے ہو ساتھ اور بہن جا نہیں سکتی
تپ ہے، تمہیں چھاتی سے میں لپٹا نہیں سکتی
بیکس ہوں میرا کوئی مددگار نہیں ہے
تم ہو سو تمہیں طاقتِ گفتار نہیں ہے (انیس)

معصوم نے جس دم یہ سنی درد کی گفتار
صغرا کی طرف ہاتھوں کو لٹکا دیا یک بار
لے لیکے بلائیں یہ لگی کہنے وہ بیمار
جھک جھک کے دکھاتے ہو مجھے آخری دیدار
دنیا سے کوئی دن میں گذر جائے گی صغرا
تم بھی یہ سمجھتے ہو کہ مر جائے گی صغرا (انیس)

میرے ماں جائے اصغر! میرا جی تو یہ چاہتا ہے کہ تمہیں سینے سے لگا کر تمہاری بلائیں لوں، لیکن بہن مجبور ہے۔

تو بہن کے جلتے ہوئے جسم اور تپتے ہوئے سینے کی گرمی برداشت نہیں کر سکیگا میرے ننھے چاند تم میری طرف دیکھتے رہو اور میں تمہاری طرف دیکھتی رہوں۔

اس قسم کی درد انگیز گفتگو کرتے کرتے بخار اور تیز ہو جاتا ہے۔ بیمار کو پھر غش آگیا۔

امام عالی مقام بچی کی یہ حالت دیکھ کر تڑپ گئے۔ بیٹی کے سرہانے بیٹھ کر نبض پر ہاتھ رکھا تو بخار اس قدر تیز تھا جیسے بھٹی جل رہی ہو۔ ماتھے کو چھوا تو ہاتھ جلنے لگا۔

پیکرِ صبر و رضا حسینؑ کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو جاتی ہیں۔

بیبیوں سے نظر بچا کر دستار مبارک کے پلڑے میں گرم گرم آنسوؤں کو جذب کر لیتے ہیں۔

marfat.com

پھر بھی جگر کو چیرتی ہوئی ٹھنڈی آہ! نکل ہی گئی۔ سورہ فاتحہ پڑھ کر بچی کو دم کیا۔
شہزادۂ مصطفےٰ کی قوتِ مسیحائی نے پورا پورا اثر کیا۔ بچی نے آنکھیں
کھول دیں۔

بیمار نے پائی جو گلِ زہرا کی خوشبو
آنکھوں کو تو کھولا، پہ ٹپکنے لگے آنسو (انیس)

امام کے حضور مجسم فریاد بن کر بی بی صغرا نے عرض کیا، بابا! آپ آگئے بابا! میرے
مسیحا آپ اب تک کہاں تھے، یہاں کیا ہو رہا ہے بابا!
میرے پیارے ابو جان یہ کہاں کی تیاری ہو رہی ہے۔ آپ اپنی صغرا کو کس
کے سہارے چھوڑ کر جا رہے ہیں
مجھے سب کچھ بتا دو میرے ابا۔ میں بہت پریشان ہوں۔
امام عالی مقام نے فرمایا۔ بیٹی صبر کرو۔ ہم دیر سے آئے ہوئے تمہاری یہ
حالت دیکھ رہے ہیں۔
بیٹی تمہاری یہ حالت مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔
بیٹی میں اس لئے سامنے نہیں آتا تھا کہ تمہارے سوالوں کا کیا جواب دوں گا۔
اب سن میری بیٹی میں تم کو سب کچھ بتا دیتا ہوں۔

تم رہتی ہو اس واسطے سب روتے ہیں صغرا
ہم آج سے آوارہ وطن ہوتے ہیں صغرا (انیس)

بیٹی! میرا امتحان شروع ہو چکا ہے، مجھے بہت لمبے اور دل ہلا دینے
والے سفر پر جانا ہے۔ میں تمہیں ضرور ساتھ لے جاتا مگر میری بچی تم بیمار ہو۔ تمہیں شدید
بخار ہے، زبردست نقاہت ہے۔ تمہیں لمحہ بہ لمحہ غشی آ رہا ہے۔ تم سواری پر بھی نہیں بیٹھ
سکو گی۔ تمہیں بڑے آرام کی ضرورت ہے۔ راستہ پر ہول بھی ہے اور طویل بھی۔
میری پیاری بیٹی! تجھے اس حال میں یہاں چھوڑتے ہوئے جو میرا حال ہو رہا ہے وہ
تجھ پر کیسے ظاہر کروں، تجھے یہاں چھوڑ کر جانا بھی میرے لئے بہت بڑی مصیبت ہے۔

ناچار یہ فرقت کا الم سہتا ہوں صغرا
ہے مصلحتِ حق یہی جو کہتا ہوں صغرا (انیس)

marfat.com

صحت دے تمہیں اللہ یہی بابا کی دُعا ہے　　اولاد کو راحت ہو تو جینے کا مزہ ہے
اَب بادیہ پیمائی ہے، ایذا ہے، بلا ہے　　کیا جانیئے شبّیر کی تقدیر میں کیا ہے
دل جلتا ہے جب تپ میں تمہیں پاتا ہوں صغرا
اس رنج میں میں اور گھُلا جاتا ہوں صغرا　　(انیس)

تم جلنے کے قابل نہیں میں رہ نہیں سکتا
سب سے ہے وہ تشویش کہ کچھ کہہ نہیں سکتا
بچوں میں کوئی تم سے زیادہ نہیں پیارا
مجبور ہوں بے بس نہیں اب کوئی چارا
فرقت میں سدا نالہ و فریاد کروں گا
اُتروں گا جو منزل پہ تمہیں یاد کروں گا　　(انیس)

بابا کی درد بھری اور واضح گفتگو سُن کر معصوم بیمار کے دل کی دھڑکن اور بھی تیز ہو گئی۔ پھر غش کی حالت ہونے لگی۔ شدتِ کرب سے آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں لیکن نہ جانے صغرا نے کس قوت کے سہارے بیہوشی کے جال کو توڑ دیا۔ بیمار کی یہ آخری کوشش تھی جس نے لرزتے ہوئے جسم کو سنبھالا دے دیا۔ پانی کا پیالہ قریب تھا، بخار سے کانپتے ہوئے ہاتھوں کو سنبھال کر پیالے کو اُٹھایا، چند گھونٹ پانی پی کر بچے ہوئے پانی کے آنکھوں پہ چھینٹے مارے۔ لبوں پہ زبردستی کی مسکراہٹ پیدا کر کے امام سے مخاطب ہوتی ہے۔

بابا میری نبض دیکھو اب میں تندرست ہوں۔ اب تو سارا بخار اُتر گیا ہے میرے بابا۔ میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔ معمولی سی نقاہت ہے سو وہ بھی آپ کی زیارت سے دُور ہو ہی جائے گی۔

اگر آپ چاہیں تو میں چل پھر کر بھی دکھا سکتی ہوں۔ پیارے ابّو جان اب مجھے ضرور ساتھ لے چلیں۔

میں آپ کے بہت کام کیا کروں گی بابا۔ میں علی اصغر کا جھولا جھلایا کروں گی۔ وہ میرے ساتھ بہت مانوس ہے۔ میری گود میں آ کر کبھی نہیں روتا۔ بابا میں اُسے کبھی نہیں

marfat.com

رونے دوں گی۔ اگر میں ساتھ نہ گئی تو وہ بہت روئے گا۔ امّی جان کو اور آپ کو بہت پریشان کرے گا۔

میں آپ کے کپڑے بھی دھویا کروں گی بابا۔ امّی کے بھی کام آؤں گی، آٹا گوندھوں گی روٹیاں پکاؤں گی۔ ابّا جان میں آپ کے خیموں میں جھاڑو بھی دیا کروں گی۔ آپ کے جاتے نماز کو ہر وقت صاف رکھا کروں گی۔

سواری کم ہے تو جب بھی کوئی بات نہیں۔ میں آپ کی سواریوں کے پیچھے پیچھے دوڑتی ہوئی چلتی رہونگی بابا۔ جب میں آپ کی سواری کے پیچھے دوڑوں گی تو پسینہ آجانے سے باقی ماندہ بخار بالکل اُتر جائے گا۔

کچھ بھوک کا شکوہ نہیں کرنے کی یہ بیمار
پانی جو کہیں راہ میں مانگوں تو گنہگار
گرمی میں بھی راحت سے گذر جائیگی بابا
آئے گا پسینہ تپ اُتر جائیگی بابا

کیا تاب اگر منہ سے کہوں درد ہے سر میں
اُف تک نہ کروں بھڑکے اگر آگ جگر میں
بھولے سے بھی شب کو نہ کراہوں گی سفر میں
قربان گئی چھوڑ کے نہ جاؤ مجھے گھر میں
ہو جانا نہ خفا، راہ میں گر روئے گی صغرا
یاں نیند کب آتی ہے جو واں سوئے گی صغرا

ہر صبح میں پی لوں گی دوا آپ بنا کر
دن بھر مری گود میں رہیں گے علی اصغر
میں یہ نہیں کہتی کہ عماری میں بٹھا دو
بابا مجھے فضہ[1] کی سواری میں بٹھا دو (دلگیر)

بیمار بچّی کے معصوم جذبے کی کیفیت کو الفاظ میں کس طرح ڈھالا جا سکتا ہے۔ بیمار معصوم نے خود کو تندرست ثابت کرنے کے لئے آخری کوشش بھی کر کے دیکھ لی۔

صغرا نے کہا بابا! میں آپ کو چل پھر کر دکھا سکتی ہوں۔ آپ دیکھ لیں میں اب بالکل نہیں گروں گی۔ یہ جملہ کہتے ہی اپنی تمام طاقت کو جمع کر کے معصوم بچّی پورے اعتماد کے ساتھ خود کو سنبھالتے ہوئے اُٹھی۔ ابھی پہلا قدم ہی اٹھایا تھا کہ چکر آگیا اور تیورا کر گر پڑی۔

---

[1] فضہ امام عالی مقام کی ایک کنیز کا نام تھا۔ جن کو سیّدہ فاطمہ زہرا کی کنیز ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔

marfat.com

بچوں سے لیکر بڑوں تک کی چیخیں نکل گئیں۔ گھر بھر میں کہرام مچ گیا۔ امام عالی مقام کے دل سے ہُوک اُٹھتی ہے۔

آپ بے ہوش بچی کی طرف دیکھ کر فرماتے ہیں۔ میری پیاری بیٹی ....! اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔

جانِ پدر! باپ تیری اس معصوم کوشش کے قربان۔ تیری خواہش تھی کہ جس طرح بھی ہو سکے تو ہمارے ساتھ چلی جائے۔ تو نے بیماری کے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھ لیا۔ بیماری جیت گئی اور تو ہار گئی

پیاری صُغرا! باپ تیرے اس مقدس جذبے کی قدر کرتا ہے۔ حسینؑ تیرے دل کی کیفیت کو پوری طرح جانتا ہے۔

میرے سینے میں بھی دل ہے بیٹی۔ میں سب کچھ محسوس کر رہا ہوں۔ میری بیٹی! میں اولاد کے غم کو جانتا ہوں۔ تو میری اولاد ہے۔ اگر تجھے بچھڑنے کا غم ہے تو تیرے بابا حسینؑ کو دوہرا غم ہے۔ ایک اپنا غم ہے اور ایک تیرے غم کا غم۔ بیٹی یہ تقدیر الٰہی ہے اسے قبول کرو۔ میں بھی خدا کی رضا کو قبول کرتا ہوں اور تو بھی کر۔

جانِ پدر! اگر بابا کی رضا کی بات ہوتی تو میں تجھے ابھی تندرستی عطا کر دیتا۔ لیکن تیرے غم کو سینے میں لیکر اس دردناک سفر کا آغاز کرنا ہے۔ مجھے نانا کے مدینہ کو اسی حالت میں چھوڑنا ہے کہ تیرا بخار میں جلتا ہوا جسم اور ستا ہوا زرد چہرہ ہر وقت میری آنکھوں کے سامنے رہے، مجھے تیرا غم تڑپاتا رہے اور میں اس کرب اور بیقراری کو سینے میں دباتا ہوا اپنا سفر جاری رکھوں۔

میرے دل کے ٹکڑے صُغرا! اللہ تعالیٰ تجھے شفائے کامل نصیب فرمائے، تو جلد صحتیاب ہو جائے۔ بابا کی دُعا ہے کہ تیرا بخار مجھے آ جائے۔ تیری بیماری مجھے مل جائے اور تو تندرست ہو جائے۔

امام عالی مقام کی گفتگو نے گھر بھر کو ماتم کدہ بنا کر رکھ دیا۔ سینے سے اُٹھنے والے غم کے طوفان آنکھوں کے راستے آنسوؤں کی نہریں بن کر رواں تھے۔

معصوم بچی سکینہ روتی ہوئی۔ باپ کے سینے سے لپٹ جاتی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا بیٹی ایک بار اپنی بہن صُغرا کو ہوش میں لاؤ۔ باپ اُسے آخری بار الوداع کہنا چاہتا ہے۔

marfat.com

شہزادی حسینؑ جناب سکینہ آگے بڑھتی ہے۔ بیمار کے مُنہ پر چھینٹے مارتی ہوش میں لانے کی کوشش کرتی ہے۔

کہتی تھی سکینہ کہ بہن آنکھیں تو کھولو
کچھ بات کرو ہم سے ذرا مُنہ سے تو بولو
ہم جاتے ہیں تم اُٹھ کے بغلگیر تو ہو لو
چھاتی سے لگو باپ کی دل کھول کے رو لو

تم جن کی ہو شیدا وہ برادر نہ ملے گا
پھر گھر میں جو ڈھونڈو گی تو اکبر نہ ملے گا

اصغر کو کرو پیار کلیجے سے لگا کر
ہشیار ہو! کیا دیر سے بے ہوش ہو خواہر
چھاتی سے لگو اُٹھ کے کھڑی روتی ہے مادر
ہم روتے ہیں! دیکھو تو ذرا آنکھ اُٹھا کر

افسوس اسی طور سے غفلت میں رہو گی؟
کیا آخری بابا کی زیارت نہ کرو گی؟ (دانیس)

مُنہ پر پانی کے چھینٹے دینے سے بیمار نے آنکھیں کھول دیں ۔ نقاہت پہلے سے کئی گُنا بڑھ گئی ہے ۔ ساتھ چلنے کی آس بھی ٹوٹ چکی ہے ۔ اب تو اُٹھ کر بیٹھ جانے کی بھی ہمت نہیں ۔ تصویرِ یاس و ناامیدی بنے ہوئے ہر ایک کا چہرہ دیکھے جارہی ہے ، سینے کے اندر اُٹھنے والے طُوفانوں کا اظہار بھی نہیں کیا جا سکتا ۔

آنکھیں ہیں جیسے پتھرا گئی ہوں ، چہرہ زرد ہے ، بات کرنے کو جی چاہتا ہے ، لیکن ہونٹ تھرا کر رہ جاتے ہیں ۔

تمام اہل بیت چُپکے چُپکے رو رہے ہیں اور بیمار کو دیکھتے جارہے ہیں ۔ کسی میں بھی بات کرنے کا حوصلہ نہیں ۔ بات کی بھی جائے تو کونسی ...... بالکل یُوں معلوم ہوتا تھا جیسے سب کسی لاش کے پاس کھڑے ہوں اور حسرت و یاس کے ساتھ دیکھتے جارہے ہوں ۔ اس سکراتِ موت جیسے عالم میں امام عالی مقام کی درد میں ڈوبی ہوئی آواز اُبھرتی ہے ۔

میری بچی! ہمیں ان حسرت زدہ نگاہوں سے نہ دیکھو ۔ ہمارے سینے چھلنی ہو جائیں گے ۔ پیاری صغرا صبر کرو! صبر میری بیٹی ، صبر ہی سے ان غموں کا مداوا ہو سکے گا ہمیں بہت دیر ہو گئی ہے ۔ سفر طویل ہے ۔ ہم صبح طلوع ہونے سے پہلے پہلے سفر کا آغاز کر دینا چاہتے ہیں ۔ میری بچی اللہ تعالیٰ تجھے جلد صحتیاب فرمائے ۔

چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤ ۔ تو نانا کے حضور میں ہمارے لئے دُعا کرنے کو جانا ۔

marfat.com

اپنی دادی مخدومۂ کائنات خاتونِ قیامت کے حضور میں روز حاضری دینا اور بابا کے لئے دُعا کرتی رہنا۔ خدا حافظ میری صُغرا، خدا حافظ! غمزدہ حسینؑ کی غمزدہ بیٹی الوداع! بچی کے سر پر آخری پیار دے کر امام عالی مقام حُجرہ سے باہر تشریف لے آتے ہیں۔

خانۂ حیدر کی عزت، ناموسِ مصطفٰےؐ، گلستانِ فاطمہ کی کلیوں کو سواریوں پر بٹھایا، سامانِ سفر تیار ہو چکا تھا ایک بیمار بھی جسے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کفالت میں دے کر ہاشمی خاندان کی عورتوں اور حضرت عبداللہ بن جعفر کو پورا پورا خیال رکھنے کا ارشاد فرمایا۔

عجیب بات ہے کہ مدینہ کو بسانے والے خود مدینہ سے دُور جا رہے ہیں۔ بیمار صُغرا کو بھی حضرت زینبؑ کے گھر میں رہنا تھا۔ گویا آج حُجرۂ فاطمہؑ خالی ہو گیا ہے۔ وہ مقدس گھر جس میں اپنی حیاتِ ظاہری میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزانہ تشریف لاتے تھے آج اُس کی تالہ بندی ہو رہی ہے۔

رُباعی

گلی گلی مدینے دی چیخ اُٹھی
حیدروں کربلا دا شہسوار ٹُریا
ایہہ تے جگرا حسینؑ دا ای جان دا اے
کیویں بچی نوں لے کے بیمار ٹُریا
دُنیا کوئی نہیں گھراں نوں چھڈ جاندی
جیویں فاطمہؑ دا ماہ انوار ٹُریا
روندا ہویا حسینؑ ذیشان صائم
جندرے اماں دے حُجرے نوں مار ٹُریا - (صائم چشتی)

سواریاں ابھی دروازے کے پاس ہی موجود ہیں کہ حُجرہ کے اندر سے درد میں ڈوبی اور لرزتی ہوئی مدھم سی آواز آئی۔ اے میرے علی اصغر!

بی بی صغریٰ کی والدہ بے تاب ہو کر امام عالی مقام کی بارگاہ میں عرض کرتی ہیں اے ناموسِ محمدؐ کے محافظ! اے میرے سرتاج! ایک بار صُغرا کی چارپائی باہر منگوا دیں۔ صرف ایک لمحہ کے لئے میرے سرتاج، مجھ سے اس کی دردناک چیخ برداشت نہیں ہو سکی۔ بیمار کو صرف دو باتیں کر لینے دیں۔

امام عالی مقام نے جلدی جلدی بیمار کی چارپائی دروازے کے قریب لانے

marfat.com

کا حکم دیا۔

صغرا کو نقاہت سے نہ تھی طاقتِ رفتار
دروازے کے پاس آکے یہ کہتی تھی وہ بیمار
قربان گئی آخری دیدار کرا دو
اماں مجھے اصغر کو پھر اک بار دکھا دو
مضطر ہوئی سن کر یہ سخن بانوے بے پر
پردے سے جگر بند کا منہ کر دیا باہر
بیٹی سے کہا، دستِ پسر ماتھے پہ رکھ کر
لو آخری تسلیم بجا لاتے ہیں اصغر
منہ زرد ہے رخساروں پہ آنسو بھی بہے ہیں
یہ نرگسی آنکھوں سے تمہیں دیکھ رہے ہیں
تھراتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر وہ پکاری
اس ہاتھ کے اس چاند سے ماتھے پہ میں واری
آخر کوئی دن میں ہے بس اب موت ہماری
بھیا نہیں جینے کی میں فرقت میں تمہاری
جب آکے پھر اس جوڑے کو آباد کرو گے
تم بھی مری گودی کو بہت یاد کرو گے
(انیس)

بہن بھائی سے آخری گفتگو کر لیتی ہے تو پھر چارپائی اندر رکھوا دی جاتی ہے سواریوں کو چلنے کا حکم دیکر کربلا کا مسافر نانا جان کے روضۂ اقدس کی جانب منہ کر کے آخری کلام کرتا ہے۔

marfat.com

مدینہ چھوٹ جاتا ہے

۴ شعبان المعظم سنہ ۶۰ ہجری کی صبح طلوع ہونے میں ابھی کچھ وقت باقی ہے۔ مدینہ منورہ کی پُرکیف فضا فردوسِ بریں کا نقشہ پیش کر رہی ہے۔ نخلستانوں میں کھجوروں کے پتے وجد و کیف کے عالم میں ایک دوسرے کے گلے مِل رہے ہیں۔

مدینۃ الرّسُول کے مکین آغوشِ رحمت میں چین کی نیند سو رہے ہیں۔ مسجد نبوی شریف میں نزولِ انوارِ خداوندی ہو رہا ہے۔ ملائکہ کی صفیں نہایت ادب سے دربارِ رسالتمآب میں ہدیۂ صلواۃ و سلام پیش کر رہی ہیں۔ ہر طرف آرام و راحت اور سکون ہی سکون نظر آتا ہے۔ مگر ایک ایسا بزرگ جاگ رہا ہے جس کے قد و قامت اور رفتار کو دیکھ کر یُوں معلوم ہوتا ہے جیسے خود شہنشاہِ دو عالم تشریف لا رہے ہوں یہ بزرگ حسینؓ ابنِ علیؓ ہے، نواسۂ رسُولؐ ہے، سبطِ پیغمبر اور شبیہِ مصطفٰے ہے۔ یہ زہرا بتُول کا دُلارا شبّیر ہے، یہ مدینۃ النّبی کا شہزادہ ہے، یہ سلطنتِ اسلامیہ کا رُوحانی تاجدار ہے جو اس وقت اپنے نانا جان سے یُوں ہمکلام ہے:۔

نانا جان! مَیں آپ کے ارشاد کی تعمیل کے لئے جا رہا ہُوں۔ آپ نے مجھے جس امتحان کے لئے پالا تھا۔ ہی مکمل کر لی ہے، تیرے ناموس، تیری اہل بیت کو دُکھوں، مصیبتوں کے اذیّت ناک سفر پر روانہ کر دیا ہے۔

نانا جان! آپکا غلام پورے طور پر حقِ غلامی ادا کریگا۔ میرے پیارے نانا تیرا حسینؑ تیرے دین کی زندگی کیلئے اپنا سب کچھ قربان کر دیگا۔

آپ اگر میری خواہش کو عزیز رکھتے تھے تو مَیں بھی آپ کی ہر خواہش کا پُورا پُورا احترام کروں گا۔

آپ نے بچپن میں میرے لئے جنّت سے جوڑا منگوایا تھا۔ مَیں آپ کے دین کی سربلندی کے لئے اپنی ٹکڑے ٹکڑے لاش کے لئے کفن بھی نہیں مانگوں گا۔

marfat.com

حضورؐ! آپ نے میرے لئے منبر چھوڑ دیا تھا۔ آج آپ کا غلام آپ کے ناموس کیلئے مدینہ چھوڑ رہا ہے۔

نانا جان! حسینؑ کے جسم میں جب تک خون کا آخری قطرہ بھی موجود ہو گا آپ کی عظمت کے پرچم کو سرنگوں نہیں ہونے دے گا۔

پیارے نانا جان! آپ نے مجھے کربلا کی جو تصویر دکھائی ہے میں اُس کے ہر خاکے میں اپنے خون کی سُرخی بھر دوں گا۔

نانا جان! مجھے کربلا کا محشر خیز نظارا دیکھ کر وہ تکلیف نہیں ہوئی جو آپکا مدینہ چھوڑتے وقت محسوس کر رہا ہوں۔

وہ کوئی بدبخت ہی ہو گا جو آپ کے مدینہ میں رہ سکتا ہو اور پھر نہ رہے۔ نانا جان جنّت کو چھوڑنے کیلئے اپنی خوشی سے کون تیار ہوتا ہے۔

محترم نانا! میں اپنی اِس جنّت کو صرف آپکی رضا کیلئے چھوڑ رہا ہوں۔

نانا جان! اگر میری کوئی غلطی ہو تو معاف فرما دینا۔

محترم نانا! اپنے اس غریب الوطن پردیسی مسافر پہ نگاہِ شفقت رکھنا۔ اسے دُکھوں اور مصیبتوں سے مقابلہ کرنے کی ہمت عطا فرمانا۔

نانا جان! اپنے حسینؑ کو بھول نہ جانا۔ نانا! آپ کے کرم کے بغیر حسینؑ ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔ آپ ہی تو میری راہنمائی کریں گے۔ آپ ہی تو مجھے منزل سے آشنا کریں گے۔

میرے حضورؐ! آپ ہی تو میری رُوح اور میری زندگی ہیں، آپ میرا خیال نہیں رکھیں گے تو اور کون رکھے گا۔ حضورؐ مجھے کسی اِبتلا کے وقت بھی اکیلے نہ چھوڑنا۔

اَب میں اجازت چاہتا ہوں۔ میرے کریم! اَب اپنے حسینؑ کو اجازت مرحمت فرمائیے۔

میرے آقا! بیمار صُغرا کا خیال رکھنا۔ میں نے اُسے جس حال میں چھوڑا ہے وہ سب آپ پہ ظاہر ہے۔

حضورؐ! وہ آپ ہی کا خُون ہے۔ میں اُس اَلم نصیب کو آپ کی پناہ میں

marfat.com

دیتا ہوں۔ تاجدارِ دو عالم کی پناہ میں، شہنشاہِ کونین کی پناہ میں، پناہِ بیکساں کی پناہ میں۔ اُس غمگسارِ غریباں کی پناہ میں۔ جس کی پناہ میں آنے کے بعد غم خوشی میں بدل جاتے ہیں۔ بیماری تندرستی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ دُکھ، سُکھ بن جاتے ہیں۔

حضور! حسینؑ کی بیکس بچی کا خیال رکھنا۔ خدا حافظ میرے غمگسار نانا خدا حافظ خدا تعالیٰ آپ کے مدینہ کو آباد رکھے۔ آپ کی خیر ہو، آپ کے ساتھیوں کی خیر ہو، مدینہ کی گلیوں کی خیر ہو۔ لہلہاتے نخلستانوں کی خیر ہو۔ عنبر بار گلستانوں کی خیر ہو۔۔۔ جنت البقیع کے مزاروں کی خیر ہو۔ مدینہ کی بہاروں کی خیر ہو۔ میری امّی جان کے حجرہ کی خیر ہو، مسجد نبوی کے محراب و منبر کی خیر ہو۔

الوداع اے تاجدارِ دو عالم الوداع، خدا حافظ اے نانا جان حسینؑ کا آخری سلام قبول ہو، خدا حافظ!

پھر آپ روتے ہوئے اُلٹے پاؤں واپس ہوئے۔ اہلِ بیت کا قافلہ جا چکا تھا۔ آپ اپنی سواری پر بیٹھے اور ڈوبتے ہوئے دل کے ساتھ منزل کی جانب روانہ ہو گئے شہر کے باہر اہلِ بیت کا قافلہ رُکا ہوا ہے اور سب مدینہ کی طرف حسرت زدہ نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔

آج سے ساٹھ سال پہلے عرب کا چاند ثنیات الوداع کی گھاٹیوں سے طلوع ہوا تھا آج اُس چاند کا چاند اُنہیں گھاٹیوں میں غروب ہو رہا ہے۔

یہ وہ گھاٹی ہے جہاں تک مدینہ کے لوگ اپنے مہمانوں کی واپسی پر الوداع کہنے آتے ہیں۔

مگر آج حسینؑ جا رہا ہے تو اُسے کوئی بھی الوداع کہنے والا نہیں۔ آپ نے حسرت سے اُس گھاٹی کی طرف دیکھ کر فرمایا۔

میرے نانا کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری پر بنی نجار کی لڑکیوں نے یہاں خوشی کے گیت گائے تھے۔

ہائے افسوس کہ تھوڑی دیر تک یہ گھاٹی بھی میری نگاہوں سے اوجھل ہو جائے گی۔ مدینہ کو چھوڑ دینا آسان نہیں۔ مدینہ چھوڑتے وقت جان نکل جاتی ہے۔ عام لوگوں کی یہ حالت ہے کہ مدینہ چھوڑتے وقت چیخیں مار مار کر بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ آنکھیں

marfat.com

خون کے آنسو برساتی ہیں۔ دل ڈوب جاتے ہیں۔

مدینہ سے نکلتے وقت جو حالت ہوتی ہے۔ یہ وہی لوگ جان سکتے ہیں جو مدینہ سے ہو کر آسکے ہیں۔

اور یہ تو حسینؑ مدینہ چھوڑ رہے ہیں جن کا گھر مدینہ میں ہے، جن کی امّی جان کا حجرہ مدینہ میں ہے، جن کے بھائی حسنؑ مدینہ میں ہیں، جن کی ماں مدینہ میں ہے، جن کا سب کچھ مدینہ میں ہے، جن کے نانا مدینہ میں ہیں، جن کی بیمار صغرا مدینہ میں ہے، مدینہ چھوڑتے وقت اُن کی کیا حالت ہوگی یہ تصور کر لینا بھی مشکل ہے کہ مدینہ چھوڑتے وقت حسینؑ کے سینے میں کس کس طرح کے طوفان اُٹھ رہے تھے۔

سیدہ زینبؑ کے دل کی کیا حالت تھی۔ علی اکبر کو بہن کی جدائی نے کس طرح بے قرار کیا ہوگا۔ جناب قاسم کو باپ کی قبرِ انور کے بچھڑنے کا کیا صدمہ ہوگا، کون جان سکتا ہے۔

اُس غریب الوطن ہونے والے قافلہ والوں کے دلوں کی حالت نہ قلم بیان کر سکتی ہے نہ زبان اَدا کر سکتی ہے۔ اُن کے دلوں پر جدائی کی چلنے والی چھریوں کے زخموں کی گہرائی کو کون ناپ سکتا ہے۔

اُن کی مصیبت کو یا خُدا جانتا تھا یا مصطفےٰ جانتے تھے یا وہ جانتے تھے۔ نبضیں تھرا رہی تھیں، کلیجے دھڑک رہے تھے، سینے پھڑک رہے تھے، دل ڈوب رہے تھے آنکھیں خون کے آنسو برسا رہی تھیں اور زبان پر صدائے الفراق الفراق تھی۔

اِسی عالمِ اندوہ وغم میں حسینؑ کی حسرت و یاس میں ڈوبی ہوئی نگاہیں اُٹھتی ہیں، ہمسفروں کی طرف دیکھتے ہیں اور ٹوٹے ہوئے دل سے روانگی کا حکم دیتے ہیں۔

قافلہ روانہ ہوتا ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے سواروں کے جذبے تو سواریاں بھی جانتی ہیں۔ قدم اُٹھتا ہے مگر نہیں اُٹھتا۔ یوں لگتا تھا جیسے ہر ناقہ کے پاؤں باندھ دیئے گئے ہیں۔

قافلہ آہستہ آہستہ طوعاً و کرہاً چلا جا رہا ہے۔ سبھی لوگوں کی گردنیں مڑی ہوئی ہیں، اور نظریں مدینہ منورہ کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ آخر چلتے چلتے یہ آرزوؤں اور ارمانوں کا شہر نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔

marfat.com

حسینؑ مکہ معظمہ میں

عجیب اتفاق ہے کہ نانا نے رات کے وقت مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ اور اب نواسے کو رات ہی کے وقت مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف آنا پڑا۔ اُس وقت خاندانی عداوت کفر اور اسلام کے نام پر ظاہر ہو رہی تھی اور اب وہی خاندانی عداوت اسلام کے نام پر اسلام سے ٹکرانا چاہتی ہے۔

بہر حال امام حسینؑ سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے منزل بمنزل مکہ معظمہ میں تشریف لے آتے ہیں۔

عبداللہ ابن زبیر آپ سے پہلے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ میں آچکے تھے۔ عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن عمر پہلے ہی وہاں موجود تھے ان سب نے مل کر امام عالی مقام کا شاندار استقبال کیا اور قافلۂ اہل بیت نہایت عزت و احترام کے ساتھ اپنے نانا و دادا کے مکانوں میں فروکش ہو گیا۔ نانا کا مولد مبارک سب کے لئے باعث تسکین بن گیا۔ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کے مکانوں کی رہائش نے مدینہ منورہ کی جدائی کے زخموں پر مرہم کا کام کیا۔ ان گلیوں میں بھی سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عنبر فشاں زلفوں کی مہک رچی بسی ہوئی تھی۔ یہ وہی گھر تھا جہاں شہزادی کونین، مخدومۂ کائنات، سیدۃ النساء العٰلمین، خاتونِ قیامت سیدہ فاطمۃ الزہرا صلواۃ اللہ علیہا کی ولادت باسعادت ہوئی تھی۔ ماں کے مزارِ اقدس کی جگہ نانی سلام اللہ علیہا کا مزار وجہِ سکون و قرار بنا ہوا تھا۔ مدینہ بھولنے کی چیز نہیں لیکن یہاں تاجدارِ مدینہ کے آثار تھے، نشانیاں تھیں جن کی زیارت سے تصورات کی دنیا بہت کچھ حاصل کر لیتی ہے۔

امام عالی مقام کا زیادہ وقت حرم ہی میں گذر رہا ہے۔ وعظ و ارشاد، پند و نصائح کا بازار ہر وقت گرم رہتا ہے۔ مکہ معظمہ کے لوگ شہزادۂ رسول کے ارشادات سننے کے لئے انبوہ در انبوہ آپ کے گرد جمع رہتے۔

اُن دنوں عاملِ مکہ سعید بن عمر بن العاص تھا۔ اگرچہ یہ گورنر یزید کی طرف سے مقرر تھا۔

marfat.com

لیکن امام عالی مقام کے گرد لوگوں کے ہجوم سے کچھ تعرض نہ کرتا۔

اندرونِ خانہ مکّہ معظّمہ کے بیشتر لوگ یزید کی حکومت سے بیزاری کا بھی اظہار کرتے اور اُس سے نفرت بھی کرتے۔

لیکن فضا پُرسکون تھی۔ نہ تو حکومت کی طرف سے کسی قسم کا کوئی تشدد کیا جاتا اور نہ ہی لوگ کھُل کر حکومت کی مخالفت کرتے۔ امام عالی مقام نہایت خاموشی سے اپنا وقت گذار رہے تھے اور اُس وقت کا انتظار کر رہے تھے جب کہ بلا کا خونیں معرکہ قائم ہونا تھا۔

اُن لمحات کا انتظار تھا جن میں تکمیلِ ذبحِ عظیم ہونا تھی۔ اُن گھڑیوں کے منتظر تھے جن میں خدا تعالےٰ کے حضور میں امتحان کے پرچے پیش کرنا تھے۔

marfat.com

کُوفہ والوں کے خطوط

بالآخر یہ انتظار کی گھڑیاں ختم ہونے کے قریب آگئیں اور وہ اسباب پیدا ہونے کا وقت آگیا جو آپکو آپ کی شہادت گاہ تک لے جاتے۔

عراق کے دارالخلافت کُوفہ سے امام عالی مقام کے نام خط آنا شروع ہوگئے۔ کُوفہ کے رئیسوں کے خطوط، شہریوں کے خطوط، امیروں کے خطوط، علماء کے خطوط عوام کے خطوط۔

ایک ایک خط پر کئی کئی مُہریں ہوتیں، ایک خط پر کُوفہ کے سَتّر سربرآوردہ لوگوں کی مُہریں تھیں۔

دو، چار، پانچ، دس نہیں بیسیوں خطوط، پُورے ایک سَو بیس[1] خطوط امام عالی مقام کو موصُول ہوتے۔

جو نامہ بر بھی آتا تحریر کیا ہُوا خط شہزادۂ گلگوں قبا کے حضُور میں پیش کرکے فریاد شروع کر دیتا۔ ہر نامہ بر کی گفت گو اور ہر خط کا مضمون ایک ہی جیسا ہوتا۔ امام عالی مقام خط پڑھتے، خط لانے والوں کے چہروں کو پڑھتے، اُن کے دِلوں کا مطالعہ کرتے، اور پھر نانا جان سے کیا ہُوا وعدہ یاد کرکے زیرلب مُسکرا دیتے۔ متعدد خطوط آنے تک آپ نے "ہاں! نہ" کچھ بھی نہ کہا۔

بالآخر آپ نے ایک وفد سے وعدہ فرمالیا کہ ہم آجائیں گے۔ لیکن ہم سے پہلے ہمارے بھائی جناب مسلم ابنِ عقیل تمہارے پاس آئیں گے۔

وہ حالات کا جائزہ لیکر ہمیں خط لکھیں گے تو ہم ضرور آجائیں گے۔ وَفد واپس چلا گیا۔ اُدھر کُوفہ میں ہر شخص کو اطلاع ہوگئی کہ امام عالی مقام ابنِ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تشریف لانیکا وعدہ فرمالیا ہے اور مُسلم بن عقیل آپ کے نائب بن کر بہت جلد پہنچ رہے ہیں۔

اِدھر امام عالی مقام نے حضرتِ مُسلم کو ارشاد فرمایا۔

برادرِ مُحترم! کُوفہ والوں کی طرف سے مسلسل خطوط کی آمد آپ پہ ظاہر ہے۔ وہ لکھنے

---

[1] بعض روایتوں میں ہے کہ ان کی تعداد ایک سَو پچاس سے بھی زیادہ ہے۔

marfat.com

ہیں کہ ہمیں یزید کی بیعت قبول نہیں۔

وہ چاہتے ہیں کہ ہم مصالحت پر بیعت کریں۔ اُن کا ایک جملہ یہ بھی ہے کہ اگر ہمیں ایک فاسق و فاجر کے رحم و کرم پر چھوڑا تو اس کی ذمہ داری ابنِ رسولؐ پر ہو گی۔ اور وہ قیامت کے دن بری الذمہ ہوں گے۔

برادرِ عزیز! ہم کوفہ والوں کو جانتے ہیں۔ اس لئے آپ کو پہلے بھیجنا چاہتے ہیں۔ آپ وہاں تشریف لے جائیں۔ وہاں کا جائزہ لے کہ ہمیں خط لکھیں —— تو ہم بھی آجائیں گے۔

پیارے بھائی شریعت کا فتویٰ ظاہر پر ہوتا ہے۔ سب کچھ جانتے ہوئے بھی ہمیں اتمامِ حجت کرنا ہی پڑے گا۔

ہم نہیں چاہتے کہ وہ لوگ قیامت کے دن رسول اللہ کے سامنے یہ شکایت کریں کہ حسینؓ نے ہماری مدد نہیں کی۔ اور وہ ایک فاسق و فاجر کی بیعت قائم رکھنے پر مجبور تھے۔

آپ کو صبح آغازِ سفر کر دینا ہے۔ خدا آپ کا حافظ و ناصر ہے۔

امام مسلم کی کوفہ کو روانگی

حضرتِ مسلم نے امام عالی مقام کا ارشادِ عالیہ سن کر گردن جھکا دی اور عرض کیا۔ کہ یا ابنِ رسولؐ اللہ! غلام حاضر ہے۔ میں انشاء اللہ العزیز صبح کی نماز کے بعد کوفہ کو روانہ ہو جاؤں گا۔

میرے سردار! میں بھی کوفہ والوں کی بے وفائی کو جانتا ہوں۔ اس لئے آپ پوری احتیاط فرمائیے۔ جب تک غلام کا عریضہ نہ آجائے آپ کوفہ کی جانب ہرگز تشریف نہ لائیں۔ میرے آقا وہ لوگ بڑے درجے کے دغا باز ہیں۔

اگلی صبح فجر کی نماز کے بعد نائبِ ابنِ رسولؐ، قاصدِ حسینؓ حضرتِ مسلمؓ مختصر زادِ راہ لیکر سواری پر بیٹھنے لگتے ہیں تو دو ننھے شہزادے آپ کی سواری کے آگے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مسلم سواری پر سے اُترتے ہیں، بچوں کو پیار کرتے ہیں، دونوں کے

marfat.com

رخساروں کو تھپتھپا کر فرماتے ہیں۔

میرے لال جاؤ، بابا حسینؑ کے پاس جاؤ! میں بہت جلد واپس آجاؤں گا۔ یا تم سب بابا کے ساتھ میرے پاس آجاؤ گے۔

دونوں شہزادے مچل جاتے ہیں۔ ابا جان! ہم آپ کے ساتھ جائیں گے۔ ہمیں آپ کے سفر کا رات ہی کو پتہ چل گیا تھا۔ اور ہم اُس وقت سے تیار ہو کر بیٹھے ہیں اچھے ابا جان ہمیں ضرور ساتھ لے چلیں۔ ہم کبھی ضد نہیں کریں گے۔ ہم آپ سے کوئی چیز نہیں مانگیں گے اور نہ ہی آپ کو پریشان کریں گے۔ دونوں ننھے صاجزادے ایک دوسرے کے کندھے پر ہاتھ رکھے باپ کو رو کے ہوئے ہیں۔

شہزادۂ گلگوں قبا، ابن بتولؑ امام حسینؑ بھی اُدھر تشریف لے آتے ہیں۔ بچوں کی ضد کا ماجرا سُن کر ارشاد فرمایا۔ مسلم! ان کی بات مان جائیے! ورنہ یہ آپ کی یاد میں پریشان ہو جائیں گے۔ مجھ سے ان کا مچلنا دیکھا نہیں جاتا۔ میں بیمار صغریٰ کو چھوڑ تو آیا ہوں مگر آج تک پریشان ہوں۔ اُس کی یاد اس شدت کے ساتھ آتی ہے کہ میرا دل تڑپ جاتا ہے۔

آپ اپنے شہزادوں کو ساتھ لے جائیں۔ یہ بھی خوش ہو جائیں گے اور آپکا دل بھی بہلا رہے گا۔

ہاں کپڑوں کے ایک دو جوڑے اور ساتھ لے لو۔ اور دھوپ کی تمازت سے پہلے کچھ نہ کچھ سفر طے کر لو۔

حضرت مسلم مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہ اُس کا فرمان تھا جس کا کوئی حکم ٹالا ہی نہیں جا سکتا۔

آپ شہزادۂ رسولؐ کو جھک کر سلام کہتے ہیں اور بچوں کو آگے بٹھاتے ہیں اور سواری کو اپنے راستے پر چھوڑ دیتے ہیں۔

مکہ معظمہ سے کوفہ تک کا سفر اُن دنوں خاص طور پر دشوار تھا۔ دُور دُور تک کسی بستی کا نشان نہیں تھا۔ لق و دق صحرا، چٹیل میدان، کہیں کہیں پہاڑیاں اور پھر ریت کے اُونچے اُونچے ٹیلے۔ کوئی باقاعدہ نخلستان شاید ہی کہیں ہو ورنہ کہیں کہیں اکیلا دوکیلا کھجور کا درخت نظر آجاتا تو کوئی مسافر اُس کے نہ ہونے کے برابر سایہ میں چند گھڑیاں

marfat.com

سستا لیتا — البتہ بعض مقامات پر خار دار جھاڑیوں کے جھنڈ کے جھنڈ پھیلے ہوئے نظر آتے۔ پانی کا دور دور تک نشان نہیں۔

اس جانکاہ سفر میں امام عالی مقام کے نائب حضرت مسلمؓ اپنے پھول سے شہزادوں کو ساتھ لئے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔

نہ دھوپ کی پرواہ ہے نہ پیاس کا ڈر۔ بچوں کو کئی بار پیاس کی شدت بیقرار کر دیتی ہے لیکن انہیں اپنا وعدہ ہر وقت یاد رہتا ہے کہ ابا جان ہم ضد نہیں کریں گے اور نہ ہی آپ کو پریشان کریں گے۔ کہیں کوئی قافلہ نظر آجاتا ہے تو آپ اس کے ساتھ پڑاؤ ڈال کر رات بسر کر لیتے ہیں اور صبح قافلے والوں کے اٹھنے سے پہلے ہی اپنا سفر شروع کر دیتے ہیں۔

گرم گرم ریت کے بگولے جب سواری کو اپنی لپیٹ میں لیتے ہیں تو ننھے بچے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں لیکن کب تک!

ریت کے ذرات آنکھوں میں پڑ جاتے ہیں۔ بچوں کی آنکھیں بار بار ملنے سے سرخ ہو جاتی ہیں۔

راستے کی پریشانیوں کو کہاں تک قلمبند کیا جا سکتا ہے۔ ان حالات کو کچھ وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن کو کبھی ایسے سفر سے واسطہ پڑا ہو۔

جوں توں کر کے سفر ختم ہو جاتا ہے۔ کوفہ شہر سے نظر آجاتا ہے۔ آپ سواری کو تیز کر دیتے ہیں۔ بالآخر معرکہ کربلا کا پہلا شہید شہر میں داخل ہو جاتا ہے۔

حضرت مسلمؓ کوفہ میں

آپ کی آمد کی اطلاع جنگل کی آگ کی طرح پورے شہر میں پھیل جاتی ہے۔ کوفہ کے لوگ جوق در جوق آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہو جاتے ہیں۔ کوئی پاؤں کو بوسہ دے رہا ہے اور کوئی ہاتھ چوم رہا ہے۔

خوش آمدید اور لبیک کے نعروں سے کوفہ کا ہر بازار گونج رہا ہے۔ آپ کو نہایت عزت [illegible] شان و شوکت کے ساتھ رئیس کوفہ مختار ثقفی کے گھر ٹھہرایا گیا

marfat.com

وہاں پر کوفے کے دوسرے زعماء و رؤساء جمع ہو جاتے ہیں۔ ان میں بیشتر تعداد اُن لوگوں کی تھی جن کی طرف سے امام عالی مقام کے نام خطوط لکھے گئے تھے چند مشہور لوگوں کے نام یہ ہیں :-

سلیمان بن صرد خزاعی ، مسیب فرازی ، رعافہ بن شداد ، عارب ، رقار ، اشعب ، عبدالرحمٰن بن مخنف ، عبداللہ عفیف ، طارق اعمش ، مختار ثقفی ابی عبیدہ ، قاضی شریح وغیرہ ۔

حضرت مسلمؓ کا خط امام عالیمقام کے نام

امام مسلمؓ نے جب اُن لوگوں کے جذبات و احساسات کا اندازہ لگایا تو آپکو ایک گونہ تسلی ہو گئی کہ یہ لوگ اہل بیت اطہار کی محبت سے سرشار ہیں۔ رؤسائے کوفہ کی استدعا پر امام عالی مقام کے نام پر بیعت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ معتبر روایت کے مطابق اُسی ایک روز میں بارہ ہزار کوفیوں نے امام مسلمؓ کے دستِ حق پرست پر سیدنا امام حسین علیہ السلام کے نام کی بیعت کی۔ وہ لوگ کھلے بندوں یزید لعین کو بُرا بھلا کہتے۔ اُس کی حکومت و امارت کو غیر اسلامی قرار دیتے اور اپنے خطوط کے مطابق یزید سے پوری پوری بیزاری اور نفرت کا اظہار کرتے اور امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کی مدح و ستائش بیان کرتے۔

حضرت مسلمؓ نے کچھ دن وہاں رہ کر سامنے آنے والے حالات کا بخوبی اندازہ لگا لیا اور اچھی طرح جائزہ لے لیا تو شہزادۂ مصطفٰے کے نام خط لکھ کر روانہ کر دیا

خط میں لکھا تھا کہ یہاں کے حالات درست ہیں آپ تشریف لے آئیں۔ تمام کوفہ کے لوگ سوائے چند ایک کے آپ کے نام کی بیعت کر چکے ہیں اور اب وہ آپکا انتظار کر رہے ہیں کہ آپ تشریف لائیں اور مسلمانوں کو یزید کی ہلاکت خیزیوں سے نجات دلائیں۔

اِدھر حضرت مسلمؓ کا قاصد روانہ ہو جاتا ہے اور دوسری جانب کوفہ میں رہنے والے یزید پلید کے چند شریر چیلے اور جاسوس شام کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔

marfat.com

یزید کے جاسوس

اُنہوں نے جا کر یزید کو کوفہ کے حالات سے مطلع کیا کہ وہاں مسلمؓ کے ہاتھ پر پورا کوفہ حسینؓ کے نام کی بیعت کر چکا ہے۔

لوگ تمہیں کھلے بندوں گالیاں دیتے ہیں لیکن وہاں کا گورنر کسی قسم کا تعرض نہیں کرتا اگر تم نے جلد حالات پر قابو نہ پالیا تو پھر کوفہ سے اُٹھنے والا طوفان تمہاری حکومت اور امارت کو غرق کر دے گا۔

جاسوسوں کی اطلاع سُن کر یزید کا رنگ اُڑ جاتا ہے۔ اُس نے اُسی وقت اپنے ہی جیسے ایک شیطان وزیر کو بلایا جو یہودی النسل بھی تھا اور اسلام کا دشمن بھی۔ اور اُسے لیکر خاص کمرے میں بیٹھ کر مشورہ کرنے لگا۔

یزید :۔ بہت بڑی مصیبت نازل ہونے والی ہے، مجھے مشورہ دو کہ اب میں کیا کروں۔

یہودی وزیر سرجون :۔ آخر کونسی مصیبت آرہی ہے کچھ بتاؤ تو سہی۔ جو بھی بلا آئے گی اُس کا حل نکال لیا جائے گا۔

یزید :۔ کوفہ سے ابھی ابھی اطلاع آئی ہے کہ وہاں مسلم ابنِ عقیل کو حسین ابنِ علیؓ نے اپنے لئے بیعت لینے کی غرض سے بھیج رکھا ہے۔

سرجون :۔ تو پھر کیا ہوا امیر! گھبرانے کی کیا بات ہے۔

یزید :۔ تم عجیب آدمی ہو۔ پورا کوفہ حسینؓ کے نام کی بیعت کر چکا ہے اور تم کہتے ہو کہ پھر کیا ہوا۔

سرجون :۔ کیا کوفہ کے گورنر نے لوگوں کو بیعتِ حسینؓ سے منع نہیں کیا۔

یزید :۔ یہی تو مصیبت ہے کہ وہ بھی اُنہی لوگوں سے ملا ہوا ہے۔ جاسوسوں کی اطلاع کے مطابق کوفہ کے لوگ مجھے گالیاں دیتے ہیں۔ اور سرِ بازار بُرا بھلا کہتے ہیں لیکن وہ کسی کو نہیں روکتا۔

سرجون :۔ کوئی بات نہیں ٹھیک ہو جائے گا۔ کوفہ کے لوگوں کو میں خوب جانتا ہوں۔ سب بے ایمان ہے۔ کوفہ کے لوگ موم کی ناک ہیں امیر! اُنہیں جو چاہے جس طرف چاہے

marfat.com

موڑ سکتا ہے۔ تھوڑی سی سیاست اور ہمت کی ضرورت ہے۔

یزید :۔ تو پھر کب سیاست کھیلی جائے گی، کب ہمت سے کام لیا جائے گا۔ پانی تو سر سے اونچا ہو رہا ہے سرجون۔ یہ سیلاب اگر بڑھتا گیا تو شام کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیگا۔

سرجون :۔ مت پرواہ کرو امیر! ابھی بندوبست کئے دیتا ہوں۔ بصرہ کے گورنر ابنِ زیاد کی طرف ابھی ایک خط لکھواؤ اور شاہی مُہر لگوا کر فوراً قاصد کو روانہ کردو۔ اسی لفافہ میں کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر کی معزولی کا بھی حکم نامہ بھیج دو۔ ابنِ زیاد کو لکھو کہ حکمنامہ ملتے ہی بصرہ کے کسی معتمد کو عامل بنا کر کوفہ چلا جائے۔ وہاں جاتے ہی وہاں کے گورنر کو معزول کر کے خود چارج سنبھال لے اور کوفہ والوں کو ہر طرح قابو میں کر لے۔

یزید :۔ میں تمہاری تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ ابنِ زیاد اس کام کو ٹھیک طور پر انجام دے سکے گا۔ اب مضمون مرتب کرو اور فوراً قاصد کو بھیجنے کا بندوبست کرو۔ اُسے خط میں لکھ دو کہ تمہیں ہر قیمت پر کوفہ کی فضا پر قابو حاصل کرنا ہے۔

لالچی آدمیوں پر خزانوں کے مُنہ کھول دو۔ اہل بیت سے زیادہ محبت دکھانے والوں پر تشدد کرو۔ تم جس کی چاہو گردن زنی کر سکتے ہو۔

تمہیں قتل و غارت گری کا عام اختیار ہوگا۔ اُسے لکھ دو کہ تمہیں کوفہ میں داخل ہونے کا طریقہ اپنی عقل کے مطابق اپنانا ہوگا۔ حالات پر قابو پاتے ہی مُسلم بن عقیل کو قتل کر دینا۔

اُسے یہ بھی لکھ دو کہ امیر نے تمہیں پوری اسلامی قلمرو سے بہتر سمجھتے ہوئے منتخب کیا ہے۔ اور تم امیر کے اعتماد کو برقرار رکھو گے۔

یزید کا خط ابنِ زیاد کے نام

خط لکھ دیا گیا اور قاصد تیزی کے ساتھ سفر ختم کرتا ہوا ابنِ زیاد کے پاس پہنچ گیا ابنِ زیاد لعین نے خط کھولا تو اُس کی خوشی سے باچھیں کھِل گئیں۔ وہ طبعاً متشدد تھا۔ اسلئے ہی تو اُس کا انتخاب کیا گیا تھا۔ اور پھر جب اُس نے اپنے لئے تعریفی جملے پڑھے تو اُس کی شیطانی آنکھیں چمکنے لگیں۔ وہ ایسے انداز میں اُٹھا جیسے کسی درندے کو انسانی خون کی بُو آگئی ہو۔ وحشت اور درندگی نے پاگل بنا دیا ہو

marfat.com

خط کو دو تین بار پڑھا، اٹھا اور اپنے بھائی کو اپنی جگہ حاکم مقرر کیا اور نعمان بن بشیر کی معزولی کا حکمنامہ جیب میں ڈال کر سفر کی تیاری کرنے لگا۔

کوفہ میں داخل ہونے کا طریقہ اُس نے سوچ لیا تھا۔ جس قسم کی دستار امام عالی مقام سیدنا امام حسین باندھا کرتے تھے، باندھ لی اور سیاہ رنگ کی نقاب منگوائی اور تیز چلنے والی سواری پر بیٹھ کر کوفہ کو روانہ ہو گیا۔

اب دیکھئے کیا ہوتا ہے؟

کوفہ کے لوگ انتظار میں تھے کہ امام عالی مقام کو حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کا خط پہنچ چکا ہے اور وہ تشریف لانے والے ہیں۔ اس تصور سے حمایتِ امام میں اُن کے جوش و خروش میں ہر روز اضافہ ہوتا جاتا۔

بڑے بڑے اجتماع ہوتے یزید کے خلاف اور امام عالی مقام کے حق میں نعرہ بازی ہوتی۔ کوفہ کا گورنر واقعی نرم دل اور اہل بیتِ مصطفےٰ کا غلام ہے۔ لیکن کوفیوں کے اس رویّہ پر اُسے تشویش ضرور تھی۔ اُس نے چند زُعماء کو بلا کر سمجھانے کی بھی کوشش کی کہ میں تمہیں امام عالی مقام کی بیعت سے منع نہیں کرتا لیکن اپنی اُن کارروائیوں کو روک دیں جن میں تشدد کا رنگ پایا جاتا ہے۔ مگر کوفیوں نے اُس کی کسی بات کی پرواہ نہ کی اور اپنی بات پر اَڑے رہے۔ ایک روز جامع مسجد میں نعمان نے تشدد روکنے کیلئے دھمکی آمیز خطبہ بھی دیا لیکن کسی نے کوئی بات نہ مانی

حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کے گرد ہر وقت ہزاروں لوگوں کا اجتماع رہتا۔ آپ کے پیچھے ہی نمازیں ادا کرتے۔ جگہ جگہ پر مجالس و محافل وعظ و ارشاد کا اہتمام ہوتا۔ یوں سمجھنا چاہیئے کہ لوگوں کی اکثریت اپنے کام کاج بھول کر شمع حسینیت کا پروانہ وار طواف کرنے میں مصروف رہتی۔ جدھر سے ابنِ عقیل کا گذر ہوتا ہے لوگ آپ کی راہ میں آنکھیں بچھاتے ہیں۔

آپ کے شہزادوں کی زیارت کے لئے عورتوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ جاتے ہیں۔ کوئی اُن کا منہ چوم رہی ہے، کوئی کپڑے تبدیل کر رہی ہے، کوئی پھل کھلانے کے لئے بیتاب ہے، کوئی قدموں کو بوسے دے رہی ہے، کوئی اُن کے جسم پر ہاتھ مل کر برکت کے لئے اپنے جسم پر پھیر رہی ہے عجیب میلہ لگا ہوا ہے۔ کوئی آ رہی ہے

marfat.com

کوئی جارہی ہے، کوئی پنکھا جھل رہی ہے اور کوئی قریب جانے کے لئے بے قرار کھڑی ہے۔

نقاب پوش شیطان

اس طرف تو یہ پیار و محبّت کے میلے لگے ہوتے ہیں اور اُدھر ابنِ زیاد اپنا سفر قطع کرتا ہوا کوفہ میں اس طریقہ سے داخل ہوتا ہے کہ سر پہ سیاہ رنگ کی دستار ہے اور چہرے پر نقاب پہنی ہوئی ہے اور بجائے بصرہ کی طرف سے آنے کے راستہ تبدیل کرکے مکّہ معظمہ کے راستے سے آتا ہے۔ اُس کے ساتھ فوج کے چند دستے بھی تھے جنہیں کہا گیا کہ تم کوفہ میں صبح داخل ہونا کسی شخص نے دُور سے ایک نقاب پوش سوار کو دیکھا تو اُس نے پورے شہر میں دُہائی مچادی کہ لوگو تمہیں مبارک ہو کہ امام عالی مقام تشریف لے آئے۔ لوگ شہر سے باہر نکل آتے ہیں۔ لیکن وہ تیزی سے گھوڑا دوڑاتا ہوا شہر میں داخل ہو جاتا ہے اور دارالامارت کے قریب پہنچ جاتا ہے۔

لوگ حیرانی سے واپس آتے ہیں کہ امام کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ ابنِ زیاد عمارت کے اندر ایسی جگہ پر کھڑا ہو جاتا ہے جہاں وہ ان لوگوں کے ساتھ بآسانی بات چیت کر سکتا۔ کوفی دارالامارت کے قریب آتے ہیں۔ ابن زیاد زبان میں زبردستی مٹھاس پیدا کرکے اُن سے اس قسم کی گفتگو کرتا ہے کہ سب لوگ خاموشی سے واپس آجاتے ہیں۔

کوفے کے لوگ زیرِ نقاب نور دیکھنا چاہتے تھے لیکن نقاب اُٹھتے ہی احساس ہوگیا کہ یہ تو آگ اور ظلمات ہے۔ وہ مشتاق تھے کہ فاطمہؓ کے چاند کی زیارت ہوگی لیکن وہ سمیہ کا ولد الحرام نکلا۔ وہ ابنِ رسُولؐ کی راہ دیکھتے تھے۔ اُنہیں ابنِ مجہُول سے واسطہ پڑ گیا۔ وہ مدینہ کے فرشتہ سیرت انسان کے منتظر تھے لیکن اُن کے سامنے بصرہ کا شیطان تھا۔ کوفہ والوں کی اُس جذباتیت کا کیا کیجئے جو اُن کی عقلوں کو سلب کرلیتی تھی۔

اُنہیں معلوم تھا کہ امام عالی مقام یہاں بمعہ اہل و عیال تشریف لارہے ہیں۔ اُنہیں یہ بھی اندازہ تھا کہ امام عالی مقام کے یہاں پہنچنے میں ابھی کچھ دن اور لگیں گے۔ مگر آج ہی

marfat.com

کی طرح وہ بھی جذباتی نعروں کے دام میں جکڑے جایا کرتے تھے۔ کسی ایک نے آواز دے دی کہ امام آگئے ہیں تو سبھی لوگ پکار اُٹھے امام آگئے، امام آگئے۔ اُن کی عقلوں نے سوچا ہی نہیں کہ امام عالی مقام اکیلے نہیں آ رہے اور ابھی اُن کے آنے میں کچھ وقت باقی ہے۔

نعمان کی معزولی

ابن زیاد کوفہ والوں کو یہ بتا دینے کے بعد کہ میں آگیا ہوں آگے بڑھتا ہے۔ نعمان پہلے ہی اُس کے قریب کھڑے تھے اور اُنہیں یہ اندازہ لگانے میں دشواری نہیں ہوئی کہ اس کا اس طریقہ سے آنا خالی از شرارت نہیں۔

وہ اُسے ساتھ لیتے ہیں اور ایک خالی کمرے میں آکر یوں گفتگو شروع کرتے ہیں

نعمان:۔ بصرہ کے عامل کی اس پُراسرار اور غیر متوقع آمد پر میں حیران ہوں۔

ابنِ زیاد:۔ حیرانی کی کوئی بات نہیں مجھے آنا ہی تھا۔

نعمان:۔ اپنی آمد کا مطلب بیان کرو؟

ابن زیاد:۔ مطلب بھی بتا دیتا ہوں پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے کوفیوں کو اتنی کھلی چھٹی کیوں دے رکھی ہے کہ وہ براہِ راست امیرِ شام کو گالیاں دے سکیں۔

نعمان:۔ میں نے اُنہیں روکنے کی کوشش کی ہے۔ کل بھی میں نے اُن کے زعماء کو بلا کر اس جوش و خروش سے منع کیا تھا۔

ابن زیاد:۔ تمہارے ہوتے ہوئے مسلمؓ نے حسینؓ کے نام کی بیعت کیوں لی۔ کیا تم یزید کے نمک خوار ملازم نہیں ہو؟

نعمان:۔ میں یزید کا ملازم ضرور ہوں لیکن میں عقیدت کے اس سیلاب کو کس طرح روک سکتا تھا۔ جبکہ عوام کے ساتھ فوج کا کچھ حصہ بھی امام عالی مقام کے مداحوں میں ہے۔

ابنِ زیاد:۔ تمہیں طاقت استعمال کرنا تھی۔ مسلم ابن عقیلؓ کے آتے ہی اُس کا سر قلم کروا دیتے تو کوفیوں کا سارا جوش و خروش اُسی وقت ٹھنڈا ہو جاتا۔

نعمان:۔ ابنِ زیاد ہوش کی دوا لو۔ میں خاندانِ مصطفےٰ کے چشم و چراغ کا سر کس طرح قلم

کروا سکتا تھا۔ کیا تم اُس نبیؐ کے اُمتی نہیں ہو جس کے یہ عزیز ہیں۔

ابن زیاد:۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم بھی اس حق میں ہو کہ حسینؑ کو من مانی کرنے دی جائے اور یزید کی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا جائے۔

نعمان:۔ میرا یہ مطلب تو نہیں۔ لیکن میں اس کا انکار نہیں کر سکتا کہ مجھے اہل بیتِ مصطفےٰ سے محبت ضرور ہے

ابنِ زیاد:۔ اہلِ بیت سے محبت کا صاف مطلب یہ ہے کہ تم امیرِ شام کے دشمن ہو۔ اس لئے یہ لو امیرِ شام کا حکمنامہ جس میں تمہیں حکومت کا بدخواہ ہونے کی وجہ سے معزول کر دیا گیا ہے۔

نعمان پہلے ہی جان گئے تھے کہ یہ شیطان خیر کے ساتھ تو ہرگز نہیں آیا۔ اب شک نے یقین کی صورت اختیار کر لی۔ آپ نے دل ہی دل میں ٹھنڈی آہ بھر کر الحمد للہ کہا اور دارالامارت سے باہر آ گئے۔

الحمد للہ تو اس لئے کہا کہ میں اُس امتحان سے بچ گیا جو امام عالی مقام کے آنے کے بعد شروع ہونا۔ ہو سکتا ہے کہ حکومتی نظم و نسق برقرار رکھنے کے لئے اہلِ بیت کے ساتھ کوئی زیادتی ہو جاتی۔

اور ٹھنڈی آہ اس لئے بھری تھی کہ بصرے کا یہ ظالم گورنر انسان کے رُوپ میں شیطان ہے۔ اور یہ اہلِ بیت کے ساتھ کسی بھی قسم کے ظلم و زیادتی سے باز نہیں رہیگا

رات ہی رات یہ خبر کوفہ میں گردش کرتی ہوئی ہر شخص تک پہنچ گئی کہ نعمان گورنری سے معزول ہو چکے ہیں اور اُن کی جگہ اب ابنِ زیاد عاملِ کوفہ بن گیا ہے۔ اس خبر نے کوفیوں کی نیند حرام کر دی اور ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر بیتاب نظر آنے لگا۔

marfat.com

کوفیوں کا کردار

صبح طلوع ہوتی ہے ۔ آج بجائے نعمان کے ابنِ زیاد کا دربار لگتا ہے اور وہ اپنی عیار نگاہیں اپنے درباریوں کے چہروں پر گاڑ دیتا ہے اور پھر اپنی مرضی کے چند لوگ منتخب کر لیتا ہے ۔

بند کمرے میں منتخب لوگوں سے مشورہ کیا۔ مکمل طور پر حالات سے آگاہی حاصل کی کچھ لوگوں کو خرید کر انہیں دوسروں کو خریدنے کے لئے بازار میں بھیج دیا۔ پہلا پتا پھینکتے ہی خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا۔ کئی کام کے آدمی خرید لئے گئے۔ پھر دوسرا پتا پھینک دیا گیا۔ ایک کھلا اجلاس طلب کیا گیا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ ادھر اُدھر مسلح فوجی دستے بھی پھیلا دیئے گئے ۔ اُس کی اپنی فوج بھی شہر میں داخل ہو چکی تھی ۔

گفتگو میں زبردستی کی نرمی پیدا کر کے لوگوں کو فضا ساز گار رکھنے اور پُر امن رہنے کی تلقین کی گئی اور ساتھ ہی ساتھ بدامنی کے نتائج سے دَبے الفاظ سے آگاہ کر دیا دونوں حربے نہایت کارگر ثابت ہوئے ۔ کوفیوں کا جوش و خروش کافی حد تک ختم ہو چکا تھا ۔

اب لوگ امام عالی مقام کی حمایت کا ذکر تو کرتے تھے لیکن یزید کے خلاف کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالتے تھے ۔

پھر ایک اور اجلاس ہوا۔ لوگوں کو سیاست چھوڑ کر کاروبار میں دلچسپی لینے پر زور دیا گیا۔ سیاست کے نقصانات اور کاروباری فوائد گنوائے گئے ۔

جنگ و جدل کی ہولناکیوں سے ڈرایا گیا اور امن و آشتی کی خوبیوں سے آگاہ کیا گیا ۔

اب تقریر کرنے والا ابنِ زیاد نہیں تھا بلکہ یہ مقرر اُن لوگوں میں سے تھے جنہوں نے امام عالی مقام کو خطوط لکھے تھے۔ جنہوں نے امام مسلمؑ کا استقبال کیا تھا اور جو یزید کی حکومت کا تختہ اُلٹنے کا خواب دکھایا کرتے تھے ۔

ان لوگوں کا عوام کے سامنے اس رُوپ میں آنا —— جو اثرات مرتب کر سکتا

marfat.com

تھا وہ پورے طور پر نمایاں ہو گئے۔

امام مسلمؓ کا حلقہ اب کوفہ کی جامع مسجد تک محدود ہو کر رہ گیا تھا۔ لوگ ہزاروں کی تعداد میں نماز کے وقت مسجد میں آتے اور حضرت مسلمؓ کی اقتدا میں نماز پڑھتے۔

لیکن اب نماز کے بعد مسجد میں ٹھہرنے کے لئے کوئی بھی تیار نہ ہوتا۔ لوگ ہر نماز کے فوراً بعد اپنے اپنے دنیاوی مشاغل میں مصروف ہو جاتے۔

امام مسلمؓ کوفہ والوں کی یہ تبدیلی دیکھ کر انتہائی پریشان تھے۔ انہیں اپنی فکر تو کم تھی لیکن انہیں اس خط کا غم تھا جو امام عالی مقام شہزادہ گلگوں قبا کے نام لکھ چکے تھے۔

امام مسلم کی پریشانی

وہ سوچتے رہے کہ جب امام آئیں گے تو یہ لوگ اور بھی بدل چکے ہوں گے۔

ہم نے خط لکھ کر اچھا نہیں کیا۔ خدا خیر ... ہے۔

چند لوگ باقی ایسے تھے جن ... آپ شب باشی فرماتے تھے۔ اُن کے سامنے اپنے ان خدشات کا اظہار کیا ... حالات خراب ہو چکے ہیں کسی طرح امام عالیمقام کو اطلاع دے دی جائے کہ وہ کو... ریف نہ لائیں۔ راستے میں جہاں بھی ہیں وہیں سے واپس چلے جائیں۔

وہ لوگ تسلی دیتے اور و... ہ کرتے کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ چند دنوں تک اس نئے حاکم کو ہم اپنے قابو میں کریں گے اور پھر فضا سازگار ہو جائے گی۔ آپ بالکل فکر نہ کریں۔

لیکن جب صبح ہوئی تو ان کے پاس ابن زیاد کا آدمی بلانے کیلئے آگیا کہ وہ حضرت مسلم کو لیکر میرے پاس آئیں۔ وہ بے خوف ہو کر چلے گئے۔

ابن زیاد نے حضرت مسلمؓ پر سوال کیا کہ آپ لوگوں میں تفرقہ پیدا کرنے کیلئے یہاں آئے ہیں۔

حضرت مسلمؓ نے ارشاد فرمایا کہ ہرگز نہیں!

ہم تو ان کے پاس اس لئے آئے ہیں کہ ان کو انصاف کا حکم دیں اور انہیں

marfat.com

کتاب اللہ کے احکام کی طرف بلائیں۔

ابنِ زیاد:۔ آپ جو بھی کرنا چاہتے ہیں یا کر رہے ہیں اسکو حکومت برداشت نہیں کر سکتی۔ اس لئے اس سلسلے کو بند کر دو۔

امام مسلمؓ:۔ ابنِ زیاد ہم یہاں اپنی مرضی سے نہیں آئے بلکہ ہمیں ان لوگوں نے سینکڑوں خطوط لکھ کر منگوایا ہے۔

ابنِ زیاد:۔ میں جانتا ہوں۔ لیکن اب یہ لوگ میری مرضی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے۔ اسلئے پہلا خیال دل سے نکال دو۔

حضرت مسلمؓ بحث کو طول نہیں دینا چاہتے تھے اس لئے خاموشی سے واپس تشریف لے آئے۔

مغرب کی نماز کا وقت ہے۔ کوفہ کے لوگ حسب معمول مسجد میں آ رہے ہیں۔ وضو کر چکے ہیں۔ جماعت شروع ہونے والی ہے کہ مسجد کے باہر کسی نے اعلان کر دیا "جو شخص امام مسلمؓ کو اپنے پاس رکھے گا اُسے قتل کر دیا جائے گا۔"

جناب مسلمؑ نے اللہ اکبر کہا اور نماز کی نیت باندھ لی ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ فرضوں کی نماز پوری ہوئی نائبِ حسینؑ نے سلام پھیرا۔ دُعا مانگی اور سُنتوں کی نیت باندھ لی۔ سُنتوں کے بعد نوافل پڑھ کر فارغ ہوئے پیچھے مُڑ کر دیکھا تو مسجد خالی تھی۔

صرف ایک نحیف و ضعیف بزرگ ہاتھ میں تسبیح لئے بیٹھا ہے۔ آپ حیران ہو کر بُوڑھے سے سوال کرتے ہیں "بابا کیا ہوا....... سب لوگ کدھر چلے گئے، کیا اُنہیں زمین کھا گئی یا آسمان نے اُٹھا لیا۔"

بابا آتا ہے، آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ حضورؑ یہاں حالات بالکل خراب ہو چکے ہیں۔ نماز کے وقت مسجد کے باہر اس قسم کا اعلان ہوا تھا جسے سن کر سب لوگ بھاگ گئے۔

میرا نام ہانی ہے۔ میں نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے اور مجھے آپؐ کا صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

آیئے آپ میرے گھر میں تشریف لے آئیں۔ میں جیسا بھی ہوں سرورِ دو عالم صلی اللہ

marfat.com

علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت کا خادم ہوں۔ میرے گھر کے دروازے آپ پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کھلے رہیں گے۔

اور میں اسی ارادہ سے یہاں پیچھے رہ گیا تھا کہ آپ کو اپنے ساتھ لے جاؤں۔ تمام گھری ہو چکی تھی۔ لوگوں نے ڈر کی وجہ سے اپنے دروازے بند کر رکھے تھے کہ کہیں امام مسلمؑ ہمارے گھر نہ آجائیں۔ ایک روایت میں ہے کہ مختار ثقفی کا گھر چھوڑ کر آپ پہلے ہی حضرت ہانی کے ہاں رہائش پذیر تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آپ کوفہ میں جائے پناہ تلاش کر رہے تھے تو حضرت ہانی نے پہلے انکار کیا اور پھر پناہ دے دی۔

آپ کے بچے کسی دوسرے کے گھر تھے۔ آپ نے حضرت ہانی کو بلا کر فرمایا بابا! میرے ساتھ دو بچے بھی آئے تھے۔ صبح ان کا بھی پتہ کرنا ہے مجھے ان کی بہت فکر ہے۔ یہ ارشاد فرما کر پھر امام عالی مقام کی تشریف آوری پر غور و فکر کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ عشاء کی نماز کے بعد اوراد و وظائف کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

بعد ازاں آرام کی غرض سے لیٹتے ہیں لیکن آرام کہاں۔ تمام رات کروٹیں بدلتے بدلتے اور سوچتے سوچتے گذر جاتی ہے۔

آپ جاگ ہی رہے ہوتے ہیں کہ فجر کی اذان کی آواز آجاتی ہے۔ آپ نے خیال فرمایا کہ مسجد میں تشریف لے جائیں۔ پھر کچھ سوچ کر وہیں پر ہی نماز فجر ادا کی۔

صبح ہوئی تو ہر گھر میں آپ کی تلاش جاری تھی۔ آخر کسی نہ کسی طرح شیطان کے جاسوسوں نے معلوم کر لیا کہ آپ حضرت ہانی کے گھر تشریف فرما ہیں۔

حضرت ہانی کو بلاوا

ابن زیاد نے سپاہیوں کو بھیج کر حضرت ہانیؓ کو دار الامارت میں بلوالیا اور سوال کیا کہ بابا! مسلم ابن عقیل تمہارے گھر میں ہیں۔

حضرت ہانی: ۔ ہاں میرے غریب خانہ پر ہی ہیں لیکن تم انہیں تلاش نہیں کر سکتے۔

ابن زیاد: ۔ کیا آپ نے اعلان نہیں سنا تھا کہ مسلمؑ کو پناہ دینے والے کو قتل کر دیا جائے گا۔

marfat.com

حضرت ہانی:۔ میں نے یہ اعلان سنا تھا۔ لیکن میں صحابئ رسول ہوں اور حضرت مسلم اہل بیتِ رسول ہیں۔

ابن زیاد:۔ بابا مجھے تمہارے بڑھاپے پر ترس آگیا ہے ورنہ میں تجھے ضرور قتل کر دیتا

حضرت ہانی:۔ کیا رسول اللہ کی اہل بیت کو پناہ دینے والے کو قتل کی سزا دینا اسلام میں جائز ہے۔

ابن زیاد:۔ (گرم ہو کر) بوڑھے مسئلے مت کرو۔ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔ اس لئے جاؤ اور ابھی مسلم کو ساتھ لیکر حاضر ہو جاؤ۔

حضرت ہانی:۔ ابن زیاد! بیشک تم کوفہ کے گورنر ہو۔ لیکن میں یہ تمہاری بات نہیں مان سکتا۔

ابن زیاد:۔ کیوں؟

حضرت ہانی:۔ اس لئے کہ میں نے حضرت مسلم کو پناہ دے رکھی ہے۔ میں انہیں کسی قیمت پر تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔

ابن زیاد:۔ اچھا صرف یہ بتا دو کہ مسلم کو تم نے کہاں چھپا رکھا ہے۔

حضرت ہانی:۔ میں یہ بھی نہیں بتاؤں گا۔ میں نے انہیں ایسی جگہ چھپا رکھا ہے جہاں تمہارے خونی ہاتھ نہیں پہنچ سکتے۔

ابن زیاد:۔ غصے سے پاگل ہو جاتا ہے اور پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بوڑھے صحابی کے چہرے پر زور سے چھڑی کی ضربیں لگاتا ہے۔ بابا ہانی کی چیخ نکل جاتی ہے۔ لیکن چابک کھانے کے باوجود بھی آپ نے حضرت مسلم کو پیش کرنے کا اقرار نہ کیا۔ ابن زیاد نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ بوڑھے کو گرفتار کر لو۔ میں مسلم کو خود تلاش کر لوں گا۔

عارضی جوش

جناب ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کے معززین میں شمار ہوتے تھے۔ ان کے بلائے جانے کا تو پہلے ہی پتہ لگ چکا تھا۔ لیکن اب یہ افواہ بھی مشہور ہو گئی کہ پہلے انہیں گرفتار

marfat.com

کیا گیا تھا لیکن اب انہیں قتل بھی کر دیا گیا ہے۔

اس افواہ نے کوفیوں میں پھر ایک جوش سا پیدا کر دیا۔ حضرت مسلمؑ نے یہ خبر سُنی تو آپ باہر تشریف لے آئے اور فرمایا کہ ہم اپنے محسن کا فوراً انتقام لیں گے خواہ تم ہمارا ساتھ دو یا نہ دو۔

خدا جانے وہ لوگ اتنی تیزی سے اکٹھے کس طرح ہو جایا کرتے تھے۔ دار الامارت کے سامنے ہزاروں کا مجمع تھا اور نعرے پہ نعرہ لگ رہا تھا کہ ابن زیاد! تم نے رسول اللہؐ کے صحابی کو شہید کیا ہے۔ ہم تمہارے گورنر ہاؤس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ ہم تیری فوج کو بھی دیکھ لیں گے۔ آج ہم خون کی ندیاں بہا دینے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ لیکن اُن سے خون کا ایک قطرہ بھی نہ گرایا گیا۔

ابن زیاد نے صورتِ حال کو بھانپ لیا۔ اُس نے خود سامنے ہونے کے بجائے اُن جیسے ہی چند آدمیوں کو اُن کے پاس بھیج دیا۔

وہ کوفے کے چند سرداروں کو مل کر کہنے لگے کہ آپ عجیب لوگ ہیں۔ خواہ مخواہ ذرا ذرا سی بات پہ مشتعل ہو جاتے ہو۔ حضرت ہانی کو ہرگز قتل نہیں کیا گیا۔ وہ بڑے آرام سے اُوپر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اُن کے غصّہ دلانے نے سے ابن زیاد نے ایک دو چھڑیاں لگا دی ہیں جس کا ہمیں بھی بے حد افسوس ہے اور خود ابنِ زیاد کو بھی افسوس ہے۔ وہ اس شرمندگی کی وجہ سے آپ لوگوں کے سامنے نہیں آیا۔ ورنہ وہ ڈرنے والا تو ہے نہیں۔ ہمیں حکومتوں کے جھگڑے سے کیا لینا ہے۔ ہم خواہ مخواہ کیوں اپنی عورتوں کو بیوہ کریں اور اپنے بچوں کو یتیم بنائیں۔

آپ ایسا کریں چند معتبر لوگوں کو ہمارے ساتھ بھیج دیں جو حضرت ہانی کو دیکھ لیں اور حقیقتِ حال سے لوگوں کو آگاہ کر دیں۔

چنانچہ چند آدمی گئے اور اُنہوں نے آ کر لوگوں کو بتا دیا کہ ہانی زندہ ہیں گھبرانے کی کوئی بات نہیں، یہ صرف افواہ تھی جس نے ہم سب کو پریشان کر دیا تھا۔ گورنر اُنہیں چھڑی مار دینے کی وجہ سے سخت شرمندہ ہے اور وہ ہانی سے معافی مانگ رہا ہے۔ اور یہ بات بالکل ہی گول کر گئے کہ ہانی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ چند ہی لمحوں میں مجمع منتشر ہو کر کائی کی طرح پھٹ گیا اور جنابِ مسلمؑ پھر بے یار و مددگار اکیلے کے اکیلے رہ گئے۔

marfat.com

مسلمؓ ہانیؓ کا گھر چھوڑ دیتے ہیں

حضرت مسلمؓ نے جب کوفیوں کی یہ حالت دیکھی تو آپ سخت مضطرب ہوئے۔ آپ نے رات کے وقت ہانیؓ کا گھر چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ اُن کی وجہ سے کوئی شخص مصیبت میں گرفتار ہو۔ انہیں یقین تھا کہ ہم یہاں نہیں ہوں گے تو ہانی رہا کر دیئے جائیں گے

آپ کی عجیب حالت ہے۔ کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جس سے بچوں کے متعلق معلومات حاصل کریں۔ کوفہ کو چھوڑنا بھی دشوار ہو چکا ہے اور رہنا بھی مشکل ہے۔ آخر آپ نے فیصلہ کیا کہ آج کی رات گذارنے کے بعد کوفہ کو ہر حالت میں چھوڑ دیا جائے گا۔ شاید کسی طریقہ سے بچوں کا سُراغ مل سکے۔

رات کے وقت آپ اسی خیال سے اپنا ٹھکانہ چھوڑ دیتے ہیں اور عجیب کسمپرسی کے عالم میں اِدھر اُدھر دیکھ رہے ہیں۔ تمام کوفہ والے ان دنوں سرِ شام ہی اپنے دروازے بند کر لیتے تھے۔ کہیں کہیں ابنِ زیاد کے سپاہی کتّوں کی طرح بُو سونگھتے پھرتے ہیں کہ کہیں حضرت مسلمؓ ہاتھ آجائیں تو وہ اُن کو گرفتار کر کے ابنِ زیاد سے شاباش حاصل کریں۔

آپ اُن کی نظروں سے بچتے بچاتے گلیوں کے موڑ کاٹ رہے ہیں کہ ایک دروازہ کھلا ہوا نظر آجاتا ہے کچھ اُمید کی صورت نظر آتی ہے۔ آپ آگے بڑھتے ہیں۔ چراغ کی مدھم لَو میں ایک ضعیفہ کا چہرہ نظر آیا جو دروازہ کی دہلیز کے ساتھ اس طرح لگی بیٹھی ہے جیسے کسی کی منتظر ہو۔

آپ نے ضعیفہ کو سلام کیا۔ اُس نے جواب دیکر پوچھا بیٹا! آپ کون ہیں۔ آپ نے فرمایا ”اماں میں مسافر ہوں۔ کبھی مدینۃ الرسولؐ میں رہا کرتا تھا۔ ضعیفہ کسی خیال کے تحت ایکدم خوش ہو کر پوچھتی ہے۔ ”بیٹا! آپ مسلم بن عقیل تو نہیں؟ ہاں اماں میں وہی بدنصیب ہوں جس کا آپ نے نام لیا ہے۔

بڑھیا خوشی سے بے قابو ہو کر آپ کی بلائیں لینے لگتی ہے اور آپ کو اندر آجانے کی دعوت دیتی ہے۔ آپ اندر تشریف لے جاتے ہیں تو بڑھیا نے نہایت ادب سے کھانے کے متعلق عرض کیا۔ آپ نے فرمایا ماں! میں نے بہت کچھ کھا پی لیا ہے۔ میرا ایک کام ہے۔ اگر وہ آپ کسی طرح کر دیں تو آپ کو دعا دوں گا۔ پہلے آپ یہ بتائیں کہ آپ نے

marfat.com

دروازہ کیوں کھولا ہوا ہے اور کس کا انتظار کر رہی ہیں ۔ جبکہ تمام کوفہ والے میری وجہ سے سرِشام ہی دروازے بند کر لیتے ہیں

حضور! میرا ایک بیٹا ہے جو سرکاری نوکری کرتا ہے اور اُسے رات ہی کو چھٹی ملتی ہے بس اُس کا ہی انتظار تھا کہ میرے گھر میں خدا کی رحمت آگئی ۔ اب آپ مجھے حکم فرمائیں کہ آپ کو مجھ سے کیا کام لینا ہے ۔ اگرچہ میرے جسم میں طاقت نہیں ہے پھر بھی مجھ سے جہاں تک ہو سکا میں، اہل بیتِ رسولؐ کے ضرور کام آؤں گی۔

آپ نے فرمایا! میرے ساتھ دو بچے آئے تھے جن کے متعلق مجھے معلوم نہیں کہ وہ اس وقت کہاں ہیں ۔

بس اُن کا پتہ لگانا ہے کہ وہ کہاں ہیں ۔ وہ مجھے مل جائیں تو میں کوفہ چھوڑ دوں اور جلد از جلد امام عالی مقام کو راستہ ہی میں یہاں کے حالات سے آگاہ کر کے واپس لے جاؤں ۔

ضعیفہ نے خوش ہوتے ہوئے کہا کہ یا حضرت یہ تو بہت معمولی کام ہے ۔۔ میرا بیٹا سرکاری ملازم ہے ۔

اُسے اس بات کا پتہ ہو گا کہ آپ کے بچے اس وقت کہاں ہیں ۔ کیونکہ حکومت آجکل آپ کے متعلق بہت چھان بین کر رہی ہے ۔ وہ گھر میں آئے تو میں اُسے ابھی بھیجوں گی کہ جس طرح بھی ہو سکے بچوں کو ساتھ لے کر آئے ۔

امام مسلم کو ضعیفہ کی باتوں میں صداقت ہی صداقت نظر آئی اور کوفہ کے اندھیرے میں کچھ نہ کچھ اُمید کی کرن ظاہر ہوئی ۔

تھوڑا عرصہ گذرنے کے بعد بڑھیا کا بیٹا بھی آگیا اور حضرت مُسلم کو اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے دیکھ کر کچھ بڑبڑا سا گیا ۔ اور پھر آپ کو سلام کر کے بیٹھ گیا ۔ بڑھیا اُس کے لئے کھانا لائی ۔ وہ کھانا کھاتا رہا اور اُس کی ماں بڑے پیار سے بچوں کو تلاش کر کے لانے پر آمادہ کرتی رہی ۔

بڑھیا جب گفتگو ختم کر چکی تو اُس نے کچھ سوچ کر وعدہ کر لیا کہ ماں! میں آپ کا حکم کیسے ٹال سکتا ہوں ۔ اور یہ تو میری بہت بڑی سعادت ہے کہ میں اہل بیتِ مصطفےٰ کے کسی کام آسکوں ۔

مجھے امام کے صاحبزادوں کے متعلق سب کچھ پتہ ہے ۔ وہ قاضی شریح کے

marfat.com

کھڑا ہو جود ہیں۔
میں تھوڑی دیر آرام کر لوں۔ پھر آدھی رات کے بعد جب پہرے کے سپاہیوں کو نیند آجائے گی تو جاؤں گا اور صبح ہونے سے پہلے پہلے شہزادوں کو ساتھ لاکر آپ کے حوالے کر دوں گا۔ اور پھر وہ جناب مسلمؑ کو بڑے ادب سے سلام کر کے سو گیا، دروازہ بند کر دیا گیا۔

حضرت مسلمؑ کی شہادت

اِدھر حضرت امام مسلمؑ چارپائی پر لیٹے ہوئے کروٹ پہ کروٹ بدل رہے ہیں۔ نیند کا کہیں دُور دور تک پتہ نہیں۔ کبھی شہزادوں کی فرشتوں جیسی معصوم صورتیں سامنے آجاتی ہیں کبھی اپنی کسمپرسی کا خیال آجاتا ہے کبھی کوفیوں کی بے وفائی سے اُلجھن ہونے لگتی ہے اور کبھی امام عالی مقام کی کوفہ میں آمد کا خیال دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر رکھ دیتا ہے۔
کبھی آپ سوچتے ہیں کہ بچے اگر صبح سے پہلے پہلے آبھی جائیں تو سواری کا انتظام ابھی باقی ہے۔ پھر خیال آجاتا ہے کہ بڑھیا کے بیٹے نے کہیں جھوٹ ہی نہ بولا ہو۔ پھر سوچتے ہیں کہ بڑھیا کی باتوں میں تو سچائی ہی سچائی تھی۔
لیکن اللہ تعالیٰ زندوں سے مُردے بھی پیدا کر دیتا ہے۔ پھول اور کانٹے کا بھی پرانا رشتہ ہے۔ بہت ممکن ہے کہ بڑھیا کی عقیدت کے پھول کے ساتھ اُس کا بیٹا کانٹا ثابت ہو۔ اور یہ بجائے بچوں کے لانے کے ہمیں دھوکہ دے جائے۔
بس اسی قسم کے سینکڑوں خیالات کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ اُدھر بڑھیا کا بیٹا چارپائی پر لیٹا ہوا اس قسم کے تانے بانے بُن رہا ہے۔ میں آدھی رات کے بعد اُٹھوں گا ـــــــ اور پہرے داروں سے مل کر کسی نہ کسی طرح کوفہ کے گورنر تک رسائی حاصل کر لوں گا۔ میں انہیں بتاؤں گا کہ انتہائی ضروری اطلاع ہے جو میں براہِ راست گورنر کو دوں گا۔ لیکن تمہارے ساتھ ایک وعدہ ضرور کرتا ہوں کہ انعام واکرام میں تم میرے ساتھ برابر کے حصہ دار ہو گے وہ ہمارے گھر میں چند سپاہی آئیں گے اور نہایت آسانی سے ابنِ عقیل کو قید کر کے لے جائیں گے۔

marfat.com

یہ میری انتہائی خوش بختی ہے کہ شکار خود چل کر میرے گھر میں آگیا ہے۔ میں بھی اب امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ سے زندگی بسر کروں گا۔

رات کا تیسرا پہر ہے۔ مائی طوعہ جس کے گھر میں حضرت امام مسلمؓ ٹھہرے ہوئے تھے اپنے بیٹے کو آواز دیتی ہے بیٹا بلال اٹھو! اور جا کر جلدی سے جلدی بچوں کو لانے کی کوشش کرو۔

طوعہ کا بیٹا بلال اٹھتا ہے گھر کا دروازہ کھولتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے۔

بیٹے کو بھیج کر بڑھیا خدا کے دربار میں ہاتھ اٹھا دیتی ہے۔ یا اللہ! میرا بچہ جلد ہی امام مسلمؓ کے شہزادوں کو لیکر آجائے تاکہ میں قیامت کے دن سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے سامنے سُرخروئی حاصل کر سکوں۔ خداوندا، میرے اٹھے ہوئے بوڑھے ہاتھوں کی لاج رکھ لینا۔

اُدھر حضرت مسلمؓ نے بھی طوعہ کے بیٹے کو جاتے ہوئے دیکھا۔ اُس کے گھر سے نکلنے کا انداز درست نہیں تھا۔ آپ نے اندازہ لگالیا کہ اس کی نیت خراب ہے۔ لیکن آپ خاموش رہے۔

نمازِ تہجد کا وقت ہوچکا تھا۔ آپ نے وضو فرمایا اور مصروفِ نماز ہو گئے۔ تہجد کے نوافل ادا کرنے کے بعد آپ دیگر اوراد و وظائف میں مشغول ہو گئے اور پھر صبح کی اذان ہو گئی۔ آپ نے نمازِ فجر بھی ادا کر لی۔ لیکن طوعہ کا بیٹا اب تک بھی نہیں آیا تھا۔ جوں جوں وقت گذرتا جاتا ہے آپکی پریشانی بڑھتی جاتی ہے۔

مختلف خیالات کا ہجوم دماغ پر ہتھوڑے برسا رہا ہے۔

آپ طلوعِ سحر سے پہلے پہلے کوفہ چھوڑ دینا چاہتے تھے لیکن بچوں کا ابھی تک کچھ بھی پتہ نہیں لگ سکا تھا۔ اُدھر ابنِ زیاد نے کوفہ کی مکمل ناکہ بندی کر رکھی تھی کہ مسلمؓ باہر نہ نکل سکیں حضرتِ مسلمؓ کے دل کی حالت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ وطن دُور، زمانہ دشمن بچوں کی جدائی اور ان سب مصیبتوں سے بڑھ کر امام عالی مقام کو خط لکھنے کا غم سینے میں ایک طوفان بپا کئے ہوئے ہے۔ آپ سوچتے ہیں کہ اگر امام عالی مقام ان ظالموں کے شکنجے میں آگئے تو کیا ہو گا۔ ابنِ رسولؐ اور جگر گوشۂ بتولؓ نے اگر پوچھ لیا کہ مسلم یہ کیا ہے تو پھر میں کیا جواب دوں گا۔

آپ اِنہی ذہنی اُلجھنوں میں مبتلا ہیں کہ دروازے کے باہر شور و غل کی آواز سنائی دیتی ہے

marfat.com

آپ کے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے۔ آنے والے لمحات کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ آپ کو یقین ہو گیا کہ مائی طوعہ کے بیٹے بلال نے دھوکہ دیا ہے اور وہ بجائے بچوں کو لانے کے ابن زیاد کے درندوں کو لے آیا ہے۔

باہر سے آواز آتی ہے "مسلم باہر نکل آؤ اور خود کو حراست میں سمجھو!" آپ کیلئے ایسا ہو جانا غیر متوقع نہیں تھا۔ آپکا دل پہلے ہی اسکی گواہی دے رہا تھا۔

آپ نے دروازے کے باہر دیکھا۔ کوفی فوج کے سینکڑوں سپاہی صفیں باندھے کھڑے تھے۔ بی بی طوعہ کے گھر کا مکمل طور پر گھیراؤ کیا جا چکا تھا۔ کوتوال شہر محمد ابن اشعث آگے بڑھتا ہے اور چاہتا ہے کہ آپ کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دے لیکن آپ اُس کا ہاتھ جھٹک کر فرماتے ہیں پہلے میرے ایک سوال کا جواب دو۔

ابن اشعث:۔ آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔

امام مسلم:۔ یہ بتاؤ کہ صرف ایک شخص کو گرفتار کرنے کے لئے اتنی بڑی فوج کی کیا ضرورت تھی۔

ابن اشعث:۔ اس بات کا ڈر تھا کہ کہیں پھر کوفے والے آپکی حمایت پر نہ نکل آئیں۔ اور مقابلہ کی صورت نہ بن جائے۔

امام مسلم:۔ محمد بن اشعث! مقابلہ تو اب بھی ہوگا۔

ابن اشعث:۔ اب اس غلط فہمی کو دل سے نکال دیں اور مقابلے کو بھول جائیے۔

امام مسلم:۔ کیوں! مقابلہ کیوں نہیں ہوگا؟

ابن اشعث:۔ اس لئے کہ میں کوفہ کا رہنے والا ہوں۔ میں یہاں کے باشندوں کی نفسیات کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ یہ لوگ ایک ایک لمحہ میں کئی کئی رنگ بدلتے ہیں۔

امام مسلم:۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ امام حسینؑ کے نام لکھے جانے والے خطوط میں تمہاری بھی مُہر تھی لیکن اب تم میری گرفتاری کے لئے آ چکے ہو۔

تمہاری طرح ثابت بن ربیع، حجار بن ابجر، یزید بن الحرشا، یزید بن رابعہ، عروہ بن قیس اور عمر بن الحجاج زبیدی کے بھی نام تھے ــــ لیکن وہ سب بھی حکومت سے مل بیٹھے ہیں۔

marfat.com

ابنِ اشعث: میں آپ سے شرمندہ ہوں۔ میں واقعی امام عالی مقام کے حامیوں میں سے
تھا اور میں نے کئی خطوط پر دستخط بھی کئے ہیں۔ یہاں کے سب لوگ
میری ہی طرح حالات دیکھ کر بدل جاتے ہیں۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ
خود کو ہمارے حوالے کر دیں۔ کیونکہ اب کوئی شخص بھی آپ کی حمایت کو نہیں
آئے گا۔ ہانی بن عروہ کو قتل کیا جا چکا ہے لیکن اب اُس کے سارے
ہمدردوں کی زبانیں گنگ ہیں۔ حالانکہ پورا شہر ایک دفعہ ہانی کا انتقام
لینے کے لئے آپ کے ساتھ نکل آیا تھا۔

امام مسلم: کیا یہ سچ ہے کہ ہانی شہید کر دیئے گئے؟

کوتوال: بالکل درست ہے! حاکمِ شہر نے بہت کوشش کی کہ وہ آپ کو پیش کر دیں لیکن
وہ مسلسل انکار کرتے رہے۔ آخر اُن کا سر تن سے جدا کر دیا گیا۔

امام مسلم کو حضرت ہانی کی شہادت کا انتہائی صدمہ ہوا۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ آپ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھا اور کوتوال کو غصے سے فرمایا "اب مقابلہ ہو کر ہی رہے گا"۔ میں تمہارے ہاتھوں گرفتار ہو کر بے بسی کی موت پر بہادروں کی موت کو ترجیح دیتا ہوں۔ میں بزدلوں کی طرح ہاشمی خون کی غیرت کو نیلام نہیں کر سکتا۔ تم لوگوں نے میرے محسن ہانی کو شہید کیا ہے مجھے اُس کے خون کا بدلہ بھی تم سے لینا ہے۔

کوتوال ایک لمحے کیلئے کچھ سوچتا ہے اور پھر اُس نے سپاہیوں کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ اکیلے ہیں ان کا کوئی حمایتی آگے نہیں بڑھے گا۔ تم آگے بڑھ کر چاروں طرف سے گھیر لو۔ آج ان کی حمایت کر کے کوئی اپنی عورت کو بیوہ اور بچوں کو یتیم بنانا پسند نہیں کرے گا۔ اور اگر کوئی اسکا خواہشمند ہو تو اُس کی بھی خواہش پوری کر دو۔ سپاہیوں کا دستہ آگے بڑھتا ہے۔ امام مسلم نے چاروں طرف ایک طائرانہ نظر ڈالی اور محسوس کر لیا کہ کوفیوں کے بے غیرت خون میں جوشِ ایمانی کی کوئی رمق باقی نہیں۔ تمام لوگ یا تو کچھ تماشائی بنے دُور کھڑے ہیں یا گھروں میں دبکے پڑے ہیں۔ البتہ بی بی طوعہ دروازے میں کھڑی چیخ رہی ہے۔ نالہ و شیون اور فریاد و فغاں کر رہی ہے کہ ظالمو! اہلِ بیتِ مصطفٰے پر ظلم نہ کرو مگر اُس بیچاری کی کون سنتا ہے۔

marfat.com

ہاشمی تلوار چل رہی ہے

ابنِ زیاد کے سپاہیوں کا پورا دستہ آگے بڑھتا ہے ۔ امام مسلم بھی تلوار کھینچ لیتے ہیں حیدری کچھار کے شیر کی تلوار بجلی کی طرح کوند جاتی ہے ۔ سامنے آنے والوں میں سے کسی کا سر نہیں اور کسی کا بازو نہیں ہے ۔ کسی کا سینہ کٹ گیا ہے اور کسی کا شانہ زخمی ہے ۔ جو بھی سامنے آتا ہے گاجر مولی کی طرح کٹ جاتا ہے ...... نائبِ حسینؑ کی تلوار گردنوں پر اس طرح پھر رہی ہے جیسے سطحِ آب پر مچھلی تیر رہی ہو ۔ خون میں ڈوبی ہوئی تلوار سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہاشمی شہزادے کی تلوار کو بھی جلال آگیا ہے اور وہ غصے سے سُرخ ہو رہی ہے ۔

سردارِ بطحا حضرت ابوطالبؑ کا پوتا عقیل کا بیٹا اور حیدرِ کرار کا بھتیجا کوفہ والوں کو ہاشمی خون کے جوہر دکھانے پر تلا ہوا ہے ۔

قوتِ یداللّٰہی پورے جلال و جبروت کے ساتھ سامنے آچکی ہے ۔ جذبۂ حسینیت کا پورے احتشام و وقار کے ساتھ ظہور ہو چکا ہے ۔ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی تصویر کھنچی ہوئی ہے ۔ دھڑوں سے سروں کا بوجھ اتر رہا ہے ۔ آگے بڑھنے والے دستے کا مکمل صفایا ہو جاتا ہے ۔ کوفے کے عوام دُور کھڑے حیدری شیر کی قوت کا مظاہرہ دیکھ رہے ہیں ۔ کاش ان لوگوں کے خون میں وفا کی بھی تھوڑی سی حرارت ہوتی

اور یہ امام مسلم کا ساتھ دے دیتے تو اب بھی یزیدی فوج کے ٹکڑے اُڑائے جا سکتے تھے ۔ ابن زیاد کی تکہ بوٹی کی جا سکتی تھی ۔ لیکن وہ یہ حرارت لاتے کہاں سے ۔ اگر ان میں بوئے وفا آجاتی تو اُن کی بے وفائی ضرب المثل کیسے بنتی ۔

اکیلا ہاشمی شہزادہ قوتِ خیبر شکن کا مظاہرہ کر رہا ہے ۔ ابن زیاد کے سپاہی آگے بڑھتے ہوئے ڈرتے ہیں ۔ امام حسینؑ کا شیر خود آگے بڑھ بڑھ کر ظالموں کو موت کی نیند سُلا رہا ہے ۔ اندازہ کیجئے کہ اس جنگ کا نقشہ کیا ہوگا ۔ ایک طرف اکیلا ہے جس کے پاس نہ گھوڑا ہے نہ ڈھال ، نہ زرہ ہے نہ خود ، نہ نیزہ ہے نہ برچھی ، فقط ایک تلوار ہے اور ضربِ حیدرِ کرار ۔ اور دوسری طرف دشمنوں کی تعداد سینکڑوں تک ہے ۔

marfat.com

اُن کے پاس نیزے ہیں، برچھیاں ہیں، ڈھالیں ہیں، تلواریں ہیں، کمانیں ہیں، تیر ہیں لیکن اس کے باوجود وہ سامنے آنے سے ڈرتے ہیں۔

اب سامنے سے، عقب سے، دائیں سے، بائیں سے، چاروں طرف سے حملہ ہو جاتا ہے لیکن امام مسلم کی تلوار ہے کہ جیسے ناچ رہی ہو۔ چاروں جانب ہی اپنا لوہا منوا رہی ہے۔ ہر طرف ایک ہی جیسی کاٹ کر رہی ہے۔

تیروں کا مینہ برس رہا ہے۔ کئی کئی تلواریں ایک ساتھ چل رہی ہیں۔ نیزوں کی باڑھ آ رہی ہے لیکن محمدؐ عربی کا سپاہی، حیدر کا شیر، شبیر کا نائب، ابو طالب کا پوتا، عقیل کا شہزادہ، جعفر طیار کا بھتیجا تن تنہا بہادری کے وہ جوہر دکھاتا ہے کہ دیکھنے والے حیران و ششدر رہ جاتے ہیں۔

ابن زیاد کے چند سپاہی کوٹھے کی چھت پر چڑھ کر اُوپر سے تیروں کا مینہ برساتے ہیں، آگ کی بارش کرتے ہیں اور عورتوں کی طرح اینٹ پتھر جو بھی ہاتھ میں آتا ہے مارنا شروع کر دیتے ہیں۔ امام مسلم کے جسمِ اقدس پر کئی زخم آ چکے ہیں۔ پھر بھی آپ شیر کی طرح چھلانگ لگا کر ایک ہی جست میں کوٹھے کی چھت پر پہنچ جاتے ہیں۔ تلوار چل رہی ہے، سپاہی کٹ رہے ہیں اور باقی ماندہ نیچے چھلانگیں لگا دیتے ہیں

ابنِ اشعث نے ہاشمی شیر کی جرأت و جوانمردی کا مشاہدہ کیا تو گھبرا گیا اور گھبرا کر پکارا کہ آپ چھت چھوڑ کر نیچے آ جائیں آپ کو امان دی جاتی ہے۔

آپ نے تلوار میان میں کر لی اور چھت سے اُتر آئے۔ صبح سے تلوار چل رہی تھی، اکیلے کا سینکڑوں سے مقابلہ تھا، جسم زخمی ہو چکا تھا۔ شدت کی پیاس محسوس ہوئی۔ طوعہ سے پانی مانگا، اُس نے جلدی سے پانی کا پیالہ پیش کیا، آپ نے پہلا گھونٹ لیا۔ پانی سُرخ تھا، اُوپر کا ہونٹ کٹ چکا تھا جس سے بہنے والے خون نے پانی کو سُرخ کر دیا تھا۔

آپ نے پانی کا پیالہ واپس کر دیا۔ زخم ٹھنڈے پڑتے جا رہے تھے۔ جسم کے بال بال میں درد ہو رہا تھا۔ سارا جسم زخمی اور چُور چُور تھا۔ زخموں سے بہت زیادہ خون بہہ چکا تھا۔ کمزوری اور نقاہت کی وجہ سے شہزادۂ عقیل کو چکر سے آنے لگے اور پھر آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ آپ نے پوری طاقت جمع کر کے دیوار کے قریب ہو کر ٹیک لگائی اور بیہوش ہو گئے۔ اسی حالت میں کوتوالِ شہر نے آپ کے میان سے تلوار نکال لی اور آپ کو خچر پر بٹھا کر دارالامارت میں لے گیا۔

افسوس! صد افسوس! اے کوفہ کے رہنے والو تمہاری بدلتی ہوئی ذہنیت پر، چند دن پہلے جس مہمان کے راستے میں تم آنکھیں بچھاتے تھے آج وہ تمہاری گلیوں سے اس طرح گذر رہا ہے

marfat.com

کہ اُس کے کٹے ہوئے جسم پر پٹیوں کی بجائے رسیاں بندھی ہوئی ہیں۔ اور تم ہو کہ لومڑیوں کی طرح گھروں میں چھپتے پھرتے ہو۔

بُزدل و بے وفا ہو تُم!
ظالم و پُر جفا ہو تُم
ظلم کی انتہا ہو تُم
جانے تمہیں کہ کیا ہو تُم

(قائم چشتی)

قصرِ امارت میں کافی دیر کے بعد امام مسلم کو ہوش آتا ہے۔ ہوش آتے ہی آپ کی نظر میان کی طرف گئی جو تلوار سے خالی ہو چکی تھی۔ ابنِ اشعث بھی سامنے تھا۔ آپ نے اُسے مخاطب کر کے فرمایا۔ تُو نے ہمارے ساتھ بدعہدی کی ہے، تُو نے مجھے امان دیکر میری تلوار پر قبضہ کر کے مجھے بے دست و پا کر دیا ہے یہ کہتے ہوئے آپ پر رقت طاری ہو گئی۔ عمرو واہلی نے رقت کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھے امام حسینؑ اور اُن کے اہل و عیال پر رونا آتا ہے جو میرا خط پڑھ کر مکہ مشرفہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہو چکے ہوں گے۔ پھر ابنِ اشعث سے فرمایا۔

"تم اس سے پہلے تو اپنے وعدوں پر پورے نہیں اُترے مگر اب ایک آخری وعدہ کرو کہ راستہ ہی میں امام حسینؑ کو یہاں کے حالات سے آگاہ کر دو گے۔ اور یہ وعدہ تمہاری طاقت پر مشروط ہے۔ اگر تم میں یہ قوت ہو تو وعدہ کرنا۔"

ابنِ اشعث نے کہا کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ امام عالی مقام کو آپ کا یہ پیغام پہنچا دوں گا کہ آپ واپس تشریف لے جائیں۔ (اور یہ وعدہ اُس نے پورا بھی کر دیا۔)[1]

پھر آپ نے وہیں پر ہی قاضی شریح کو بلوایا اور وصیت فرمائی کہ میرے بچوں کو یا تو مدینہ منورہ بھیج دینا یا جس جگہ امام حسینؑ کا قافلہ آچکا ہو وہاں پہنچا دینا۔

ابنِ زیاد کے سامنے

تھوڑی دیر کے بعد آپ کو اسی طرح زخمی حالت میں ابنِ زیاد کے پاس لایا گیا۔ آپ نے ابنِ زیاد کو سلام نہیں کیا۔ حرسی ازدی نام کے ایک درباری سگ نے اعتراض کیا کہ امیر کو سلام

---

[1] بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے یہ وعدہ اپنے قاتل ابن بکیر سے لیا تھا۔ (واللہ اعلم)

marfat.com

کیوں نہیں کیا۔

امام مسلم نے فرمایا "تم کون ہو یہ مشورہ دینے والے۔ جو شخص مجھے قتل کرنے کے منصوبے بنا رہا ہو اُسے سلام کیسا"

ابن زیاد نے کہا۔ میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔

امام مسلم نے فرمایا۔ مجھے اس کا یقین ہے لیکن میں موت سے نہیں ڈرتا۔

ابن زیاد:۔ مگر میں چاہوں تو تم ایک شرط پر زندہ رہ سکتے ہو!

امام مسلم:۔ تم غلط کہتے ہو، مگر وہ شرط کیا ہے؟

ابن زیاد:۔ امام حسینؑ کا ساتھ چھوڑ دو اور امیر یزید کی بیعت کر لو۔

امام مسلم:۔ مرجانہ کے بیٹے! ہوش کی دوا کر۔ عقل کا علاج کرواؤ۔ حسینؑ کا غلام یزید جیسے دشمنِ اسلام کی بیعت نہیں کر سکتا۔

ابن زیاد:۔ تو پھر مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ میں تمہیں ایسی بے دردی سے قتل کراؤں گا کہ کوفے کی گلیاں چیخ اٹھیں گی۔

امام مسلم:۔ تم تھوڑی دیر پہلے ہاشمی خون کی غیرت کا مشاہدہ کر چکے ہو۔ مجھے موت کی دھمکی مت دو۔ میری رگوں میں شیخ البطحا ابوطالب کا خون ہے۔ میری تربیت اللہ کے شیر کے شیر حسین ابن علی کے ہاتھوں میں ہوئی ہے۔ میں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرا سکتا ہوں۔

ابن زیاد:۔ خاموش! حکومتِ وقت کے باغی حسینؑ کا نام بار بار مت لو۔

امام مسلم کا زخمی چہرہ غصہ سے سُرخ ہو جاتا ہے۔ آپ نے غضبناک ہو کر فرمایا۔

او مرجانہ کے ناہنجار بیٹے زبان سنبھال! تجھے حسینؑ کو باغی کہتے ہوئے شرم آنا چاہیئے۔ باغی حسینؑ نہیں تم ہو۔ تمہارا امیر شرابی باغی ہے، تم نے بغاوت کی ہے، ظالمو! تم باغی ہو۔

تم نے قرآن سے بغاوت کی ہے، اسلام سے بغاوت کی ہے، اللہ کے رسولؐ سے بغاوت کی ہے، تم نے خداوندی سے بغاوت کی ہے، آئینِ مصطفائی سے بغاوت کی ہے۔ تم نے شریعت کے قوانین کو توڑا ہے۔ تم نے اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوئی حدوں کو توڑا ہے۔ تم نے اسلام کا مذاق اُڑایا ہے۔ تمہارے صرف نام اسلامی ہیں لیکن تم اسلام کے دشمن ہو، خدا کے

marfat.com

دشمن ہو، مصطفٰے کے دشمن ہو۔ اور حسینؑ سے دشمنی کا مطلب بھی یہی ہے کہ تم خدا کے دشمن ہو۔ تم حسینؑ کے نانا کے دین کو تبدیل کر دینا چاہتے ہو۔ لیکن حسینؑ ابھی زندہ ہے۔ میرا آقا حسینؑ تمہیں کبھی ایسا نہیں کرنے دے گا۔ وہ تمہیں کبھی من مانی نہیں کرنے دے گا۔ وہ اپنے نانا کے دین کی حفاظت کرنا جانتا ہے۔ شیر خدا کا شیر زندہ ہے، فاطمہؑ کا لال زندہ ہے، محمدؐ کا نواسہ زندہ ہے وہ تمہارے ارادوں کو ملیامیٹ کر دے گا۔ وہ اب اٹھا ہے تو تم اُسے نہیں روک سکو گے۔ وہ باطل کی قوتوں کو فنا کر دے گا۔ نامراد! تو اُسے باغی کہتا ہے جس کے نانا سے تم نے بغاوت کی ہے۔

امام مسلم کی یہ شعلہ بار تقریر سن کر کوفیوں کی گردنیں جھک گئیں۔ ابن زیاد کا چہرہ شعلہ جوالہ بن گیا۔ غصے میں پکارا۔ لے جاؤ اس باغی کو اور اسے قتل کر دو۔

ابن زیاد کے سپاہیوں نے امام مسلم کا ہاتھ پکڑا اور قصر امارت کی چھت پر لے آئے۔ آپ خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا میں مصروف ہو گئے۔ پھر مدینہ کی طرف منہ کر کے امام الانبیاء کے حضور میں ہدیۂ صلوٰۃ و سلام پیش کیا۔ مکہ معظمہ کی طرف جانے والے راستے کی طرف دیکھا کہ شاید امام عالی مقام کے قافلہ کی گرد و غبار کی زیارت ہو جائے۔ پھر دل ہی دل میں امام حسینؑ کو مخاطب کر کے عرض کیا یا ابن رسول اللہ! غلام آپ کے نام پر جان دے رہا ہے میرا یہ حقیر نذرانہ قبول فرمالینا۔

آپ انہی تصورات میں تھے، قصر امارت کے اوپر مقام حدائن کے سامنے ابن بکیر یا بکر بن حمدان نے تلوار کا وار کیا اور سر تن سے جدا کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ

آپ کے سر اور لاش کو ابن زیاد کے حکم سے بے گور و کفن پہلے چھت سے سڑک پر پھینک دیا گیا اور پھر وہاں سے اٹھوا کر جنگل میں پھینک دیا گیا۔ اور یوں کربلا کے خونیں معرکہ کا پہلا شہید شمع حق و انصاف کی حفاظت کرتا ہوا منصب شہادت پر سرفراز ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گیا ع خدا رحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت را

لے بعض روایات میں ہے کہ یزید پلید کے حکم پر آپؑ کا سر مبارک یزید پلید کو بھیجا گیا تھا۔

marfat.com

دو ننّھے مُسافِر

ابنِ زیاد نے کوفہ میں ہونے والی تمام کاروائی یزید پلید تک پہنچا دی۔ جس میں امام مسلم کے بچوں کا بھی ذکر تھا۔ یزید کی طرف سے حکم ملا کہ ان بچوں کو میرے پاس پہنچا دو۔ مظلوم بچے ابھی تک قاضی شریح کے گھر میں تھے۔ ابنِ زیاد نے اعلان کروا دیا کہ جس کے پاس مسلم کے بچے ہوں وہ دارالامارت میں پہنچا دے۔ قاضی شریح کو حضرت مسلم سے کیا ہوا وعدہ یاد آ گیا اور بیقرار ہو گیا۔ بچوں کو مدینہ منورہ بھیجنے کی ترکیبیں سوچنے لگا۔ پتہ چلا کہ رات کو ایک قافلہ مدینہ کی طرف جانیوالا ہے رات کے وقت اپنے لڑکے کو بلا کر سمجھایا کہ تم مسلم کے بچوں کو لیکر احتیاط سے چھپتے چھپاتے شہر سے باہر چلے جانا۔ وہاں تمہیں مدینہ منورّہ کو جانے والا قافلہ تیار ملے گا۔ میں نے اُن سے بات کر رکھی ہے۔ بچوں کو اُن کے سپرد کر دینا کہ ان کا خیال رکھیں اور مدینہ پہنچا دیں۔ میں اس لئے نہیں جاتا کہ کہیں پہچان نہ لیا جاؤں۔ تم اگر سپاہیوں کی نظر میں آ بھی گئے تو میں تمہیں بچاؤں گا۔ اپنے بیٹے کو اچھی طرح سب کچھ سمجھا لینے کے بعد شریح نے سوئے ہوئے بچوں کو جگایا، ہاتھ مُنہ دُھلایا تاکہ نیند کا غلبہ کم ہو جائے۔

پھر دونوں شہزادوں کو گلے لگا کر پیار کیا۔ پیار کرتے کرتے حضرت مسلم کی شہادت کی طرف خیال چلا گیا۔ قاضی شریح کی چیخ نکل گئی اور زار و قطار رونے لگا۔ ننھے شہزادے پریشان ہو گئے۔ شہزادوں نے بیقرار ہو کر پوچھا۔ بابا! آپ روتے کیوں ہیں۔ ہمارے ابا کہاں ہیں۔ آپ کہتے تھے کہ وہ کسی دوسرے شہر گئے ہوئے ہیں۔ کیا ابھی تک وہ واپس نہیں آئے؟ بابا! ہم نے ابا سے وعدہ کیا تھا کہ ہم کبھی ضد نہیں کریں گے اور نہ ہی کوئی چیز مانگیں گے۔ اسی وجہ سے ہم ضد نہیں کرتے بابا۔ مگر اب تو ابا جان کو ملے ہوئے کئی روز ہو گئے ہیں۔ اب تو ہم سارا سارا دن پریشان رہتے ہیں۔ بابا ہم کسی کے سامنے اپنے غم کا اظہار تو نہیں کرتے۔ لیکن علیحدہ کمرے میں جا کر ابّو جان کی یاد میں ہم پہروں روتے رہتے ہیں بابا گھر والے سمجھتے ہیں کہ ہم سوئے ہوئے ہیں۔ لیکن ہمیں نیند کب آتی ہے بابا! ہم راتیں ابا کی یاد میں رو رو کر گذارتے ہیں۔

ابا جان نے ہمیں یہ نہیں بتایا تھا کہ وہاں جا کر ہم ایک جگہ نہیں رہیں گے ورنہ ہم کبھی نہ

marfat.com

آتے۔ ہم نے سفر کی مصیبت اسی لئے تو برداشت کی تھی کہ ابّو کے ساتھ رہیں گے۔ ہم نے سارے گھر والوں کو صرف اس لئے چھوڑا تھا کہ ابا سے جدائی نہ ہو مگر وہ تو کئی روز ہوئے ہمارا پتہ لینے بھی نہیں آئے۔

شہزادوں کی دردناک اور رقّت انگیز گفتگو سن کر بابا شریح دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ بابا کو روتے دیکھ کر بچے بھی بیقرار ہو گئے۔ اُن کے ننھے ننھے دل سینوں کے اندر دھڑکنے لگے۔ اب اُن کے سامنے کچھ اَور ہی نقشہ تھا۔

بڑے صاحبزادے نے بیتاب ہو کر پوچھا۔ بابا! ہمارے ابا کہاں ہیں؟ آپ روتے کیوں ہیں۔ ہمیں کچھ تو بتاؤ بابا۔ ہمیں جلدی سے بتادو کہ کیا بات ہے۔ ہمارے سینوں پہ ہاتھ رکھ کر دیکھو بابا، ہمارے سینے پھٹ رہے ہیں۔ بچوں کی فریاد اور آہ و زاری اور قاضی شریح کا دھاڑیں مار مار کر رونا فضائے عالم کو غمزدہ کر دیتا ہے۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ قاضی شریح کا گھر ماتم کدہ بن گیا ہے۔

چند لمحوں کے بعد چھوٹا شہزادہ سوال کر دیتا ہے کہ بابا بتاتے کیوں نہیں ہمارے ابّو جان کہاں ہیں؟ وہ ہمارا پتہ لینے کیوں نہیں آتے؟

قاضی شریح نے دل پہ جبر کرتے ہوئے رُندھی ہوئی آواز میں بتایا عرب کے شہزادو! تمہارا باپ اب اس دُنیا میں نہیں ہے۔ تمہارے باپ کو ظالموں نے شہید کر دیا ہے۔ تم یتیم ہو چکے ہو، تمہارے بابا حسینؑ بھی ابھی تک یہاں نہیں آئے۔ ابھی تھوڑی دیر تک ایک قافلہ مدینے کو جانیوالا ہے تمہیں اُن کے ساتھ مدینہ بھیج رہا ہوں۔

مَیں نے اس لئے ہی تمہیں اس وقت جگایا ہے سا جلدی کرو اور میرے لڑکے کے ساتھ چھُپتے چھُپاتے چلے جاؤ۔ یہاں کا حاکم تمہیں بھی ڈھونڈ رہا ہے تاکہ وہ تمہیں بھی شہید کر دے۔ اب دیر نہ کرو۔ کہیں قافلہ چلا نہ جائے۔

اب کس طرح بتایا جائے کہ امام مسلم کے یتیموں پہ یہ خبر سُن کر کیا بیتی تھی یہ اندازہ تو صاحب اولاد ہی لگا سکتے ہیں۔ بچوں کے تو دل پھٹ گئے ——— کلیجے چر گئے ——— حسرتوں کے طوفان آنکھوں سے آنسو بن بن کر ٹپکنے لگے۔ ایک ہی لمحے میں گلاب کے غنچے مرسول کے ہیولے بن گئے، سینے سے اُٹھنے والے طوفان حلقوں میں گولے بن کر پھنس گئے۔ پھٹی پھٹی سی آنکھوں سے قاضی شریح کی طرف دیکھا اور نگاہوں میں ہزاروں سوال لئے اُس کے لڑکے

marfat.com

کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔

جلتے ہیں چاک دامن راحت کئے ہوئے
ننھے سے پھول داغ یتیمی لئے ہوئے (صائم بہشتی)

ٹھوکر تو لگ ہی چکی تھی، اب گرنے میں کیا دیر ہے، گرتے ہیں، اُٹھتے ہیں، اُٹھتے ہیں اور گرتے ہیں۔ رات کا اندھیرا، کوفیوں کے ناہموار دلوں کی طرح راستے، گلیوں کے موڑ، کبھی کسی دیوار کی ٹکر لگ جاتی ہے کبھی پاؤں مڑ جاتا ہے۔ شریح کے لڑکے کی رفتار تیز ہے۔ دوڑ دوڑ کر اُس تک پہنچتے ہیں۔ کبھی چھوٹا گرتا ہے تو بڑا تھام لیتا ہے بڑا گرنے لگتا ہے تو چھوٹا سہارا دے دیتا ہے۔

اب آنسو تھمے ہوئے ہیں۔ آنسو کہاں سے آتے آنکھوں کو تو غم نے پتھر بنا دیا تھا اسی طرح شہر سے باہر آجاتے ہیں۔ لیکن اس غم کو الفاظ میں کیسے سموؤں کہ چاند کی چاندنی میں بہت دور جاتے ہوئے قافلے کا اڑتا ہوا غبار نظر آتا ہے۔ قافلہ جا چکا ہے۔ مدینہ منورہ کو جانے والا قافلہ، ارمانوں کی بستی کو جانے والا قافلہ، آرزوؤں کے شہر کو جانے والا قافلہ! ؏ اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

اب کدھر جائیں

قاضی شریح کے لڑکے نے کہا، قافلے والے آہستہ چلتے ہیں تم تیز تیز دوڑو رات چاندنی ہے تم جلد ہی قافلہ تک پہنچ جاؤ گے۔ اور پھر وہ تمہیں سواری پہ بٹھا لیں گے دیر نہ کرو جلدی دوڑو، زور زور سے بھاگتے رہو، قافلہ زیادہ دور نہیں!

شریح کا لڑکا تو رستے کا راستہ بتا کر گھر آگیا اور معصوموں نے دوڑنا شروع کر دیا اب دلوں پہ ہاتھ رکھ کر تصور کریں کہ اونٹوں اور گھوڑوں کی سواریوں تک معصوم بچے کس طرح پہنچ سکتے تھے۔

بس! تقدیر جدھر دوڑا رہی تھی دوڑ رہے تھے۔ قافلہ تک کیا پہنچنا تھا قافلہ کا

marfat.com

سانس پھول گئے اور بے بس ہو کر گر گئے۔

رات کا وقت ہے، ریت کے ٹیلے ہیں، خوفناک جنگل، ننھے سے پھول، یتیمی کا داغ، غم کی تصویریں، سینے فگار، پھٹے ہوئے دل، سہمی ہوئی نگاہیں، نہ کوئی منزل نہ کوئی رہبر، بے یار و مددگار ریت پر بیٹھے ہوئے ایک دوسرے کی طرف حسرت زدہ نگاہوں سے دیکھتے جا رہے ہیں۔

اُٹھنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اٹھا نہیں جاتا۔ بیٹھے رہتے ہیں تو جنگل کی وحشت خوف زدہ کرتی ہے۔ کہیں ہلکی سی سرسراہٹ ہوتی تو اس خیال سے دل ڈوبنے لگتے کہ کوئی ہمیں پکڑنے کے لئے آ رہا ہے۔

لوگوں کے بچے اس وقت بستروں پر خواب راحت کے مزے لے رہے ہیں لیکن نائب حسینؑ کے یتیم شہزادے تھکاوٹ سے چکنا چور ہو کر ریت پر گرے پڑے ہیں

اس طرح کچھ وقت گذر جاتا ہے تو چھوٹے شہزادے نے کہا بھیا اُٹھیئے ورنہ ہمیں سپاہی پکڑ کر لے جائیں گے۔

بڑے نے فرمایا، بات تو ٹھیک ہے۔ لیکن تم بہت زیادہ تھک چکے ہو میں تو کسی نہ کسی طرح دوڑ ہی لوں گا لیکن تم سے تو چلا بھی نہیں جاتا۔

نہیں بھائی جان آپ میرا فکر نہ کریں۔ اب میری ٹانگوں کو کچھ سکون ہے۔ میں آپ کیساتھ ساتھ چلتا رہوں گا۔

آپس میں مشورہ کر کے شہزادے اُٹھتے ہیں اور آہستہ آہستہ دوڑنا شروع کر دیتے ہیں راستے کا تو کچھ پتہ ہی نہ تھا۔

مدینہ پہنچ جانے کے تصور ہی میں دوڑتے رہے۔ زیادہ تھک جاتے تو تھوڑی دیر آرام کر لیتے اور پھر چلنا شروع کر دیتے۔

اس طرح چلتے چلتے صبح کے آثار نمودار ہو جاتے ہیں۔ سامنے دیکھتے ہیں تو ایک شہر ہے۔ دل کو ایک ڈھارس بندھی کہ وہاں چل کر سواری کا کوئی بندوبست ہو ہی جائے گا۔ لیکن تقدیر کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

چند قدم پر ہی شہر سے آنے والا ایک آدمی نظر آ گیا۔ وہ شخص صبح ہی صبح دو بچوں کو شہر کی طرف آتا دیکھ کر بڑا حیران ہوا۔ اُتنے عرصے میں بچے قریب پہنچ گئے۔ بڑے شہزادے نے

marfat.com

پوچھا بابا اس شہر کا نام کیا ہے؟

اُس نے بتایا کہ کوفہ!

کوفے کا نام سن کر بچوں کی جو حالت ہوئی وہ احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ اُس شخص نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ سچوں کی اولاد تھے سچی بات ہی کہنا تھی۔ فرمایا کہ مسلم کے یتیم۔

لالچیوں کا شہر تھا، وہ اُن دونوں کو لے کر ابنِ زیاد کے پاس آگیا۔ اُس نے کہا کہ جا کر داروغۂ جیل کے سپرد کر دو۔

حق بیان کرنے والوں کے لئے جیل پرانی بات ہے۔ ننھے یتیموں نے سچی بات کہی تھی اس لئے اُنہیں جیل بھیج دیا۔

ورنہ اُن کی عمر ہی کیا تھی۔ نہ اُنھوں نے ڈاکہ ڈالا نہ چوری کی اور نہ ہی کوئی دوسرا جرم کیا مجرم پیشہ کب جیل جاتے ہیں وہ تو حکومتوں کی پناہ میں ہوتے ہیں۔ ڈاکوؤں اور چوروں کو جیل سے کیا سروکار۔

دار و رسن تو حق کہنے والوں کیلئے ہی مخصوص ہے۔

جیل کے داروغہ کا نام مشکور تھا۔ تھا تو حکومت کا ملازم مگر اہل بیت سے بے پناہ محبت رکھتا تھا۔ اُس نے شہزادوں کے ساتھ بڑا پیار کیا۔ سارا دن اُن کو تسلیاں دیتا رہا۔ اس عالم میں کسی کا پیار سے پوچھ لینا ہی بڑی بات ہوتی ہے۔ داروغۂ جیل کی شفقت سے شہزادوں کو کچھ تسلی ہوئی۔ داروغہ نے کھانے پینے کی چیزیں بھی پیش کیں جن سے بادلِ ناخواستہ تھوڑا بہت کھا لیا۔ لیکن کھانا کیا تھا باپ کی یاد تو سینے پر چھریاں چلا رہی تھی۔

اسی طرح دن گذر گیا شام ہوگئی، رات کا اندھیرا بڑھنے لگا۔ مشکور نے بچوں کو ساتھ لیا اور شہر کے باہر آگیا۔ بچوں کے سر پر دستِ شفقت پھیرا۔ بڑے شہزادے کو ایک انگوٹھی دے کر کہنے لگا کہ یہ راستہ شہر قادسیہ کا ہے۔ دل تو نہیں مانتا کہ رات کے وقت آپ کو سفر کی تکلیف دوں۔ لیکن مجبوری ہے۔ یہاں کا حاکم بڑا سخت اور بدبخت ہے مجھے ڈر ہے کہ کہیں تمہیں وہ شہید نہ کر دے۔ یہ نہایت پُرامن راستہ ہے۔ آپ بالکل بغیر ڈر کے اپنا سفر جاری رکھیں۔ جب قادسیہ میں جائیں تو میرے بھائی کا پتہ پوچھ لینا۔ اُسے مل کر میری انگوٹھی دینا۔ وہ آپکو سواری کے ذریعے مدینہ منورہ پہنچا دے گا۔

شہزادے مشکور کے جذبۂ رحم سے بے حد متاثر ہوئے لیکن سر پر پھر وہی سفر کی

marfat.com

مصیبت دیکھ کر پریشان ہو گئے۔

تقدیر کب کسی کی پریشانیاں دیکھتی ہے۔ مشکور چند قدم ساتھ چلتا رہا اور پھر دونوں کو پیار کر کے واپس ہو گیا۔

سات آٹھ سال کے ننھے مسافر رات کے اندھیرے میں چلے جا رہے ہیں۔ پھر چاند طلوع ہو جاتا ہے۔ شہزادے تھوڑا سا تیز چلنا شروع کر دیتے ہیں۔ جب بہت زیادہ تھک جاتے ہیں تو بیٹھ جاتے ہیں۔

مسلسل تیس گھنٹوں سے جاگ رہے ہیں۔ کسی جگہ آرام کرتے ہیں تو نیند کا غلبہ بھی محسوس ہوتا ہے لیکن سونے کی خواہش خود بخود دم توڑ دیتی ہے۔ جلد از جلد مدینہ پہنچ جانے کا خیال نیند کو دُور بھگا دیتا ہے۔ آنکھیں ملتے ہوئے اُٹھتے ہیں اور پھر چلنا شروع کر دیتے ہیں۔

پوری رات یہ مصیبت کا سفر کرتے کرتے آثارِ صبح نمودار ہو جاتے ہیں اور ساتھ ہی سامنے ایک شہر بھی نظر آتا ہے۔ گویا تھکے ماندے ننھے مسافروں کو غم و آلام کے گھرے اندھیرے میں اُمید کی کرن نظر آ گئی۔

چلتے چلتے پاؤں میں ورم آ چکے تھے۔ ایڑیوں پر ہاتھ نہیں رکھا جاتا تھا۔ پنڈلیوں کا گوشت پھوڑا بن گیا تھا۔ مگر مدینہ کے معصوم مسافروں میں شہر دیکھ کر ایک نیا ولولہ پیدا ہو گیا ارمانوں کی دُنیا میں انقلاب آ گیا۔ حالت یہ تھی کہ ایک قدم اُٹھانا بھی دشوار ہے۔ سارا جسم تھکن سے چُور چُور ہے لیکن اب خود بخود قدم تیزی سے اُٹھ رہے ہیں۔ بڑے شہزادے نے کپڑے میں بندھی ہوئی انگوٹھی کو کھول کر دیکھا مشکور کے بھائی کا نام یاد کیا اور چھوٹے شہزادے کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مشکور بہت نیک آدمی تھے۔ دُعا کرو کہ اُن کا بھائی بھی ویسا ہی ہو۔

تھکاوٹ تو بہت ہے لیکن اُسے یہی کہتے رہنا کہ بابا ہمیں آج ہی مدینہ پہنچا دو۔ چھوٹے نے ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔ بھائی جان آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں۔ ہمیں آج ہی مدینہ کو روانہ ہو جانا چاہیئے۔ شہزادے اس قسم کی معصوم گفتگو کرتے کرتے شہر کے بالکل قریب پہنچ گئے۔ مدینہ پہنچ جانے کی خوشی میں دل تیزی سے دھڑکنے لگے۔

جب ذرا شہر کے اور قریب ہوئے تو یوں ہوا کہ جیسے کسی نے بجلی کا شاک لگا دیا ہو۔ دونوں ہی تصویرِ حیرت بنے ہوئے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ دونوں نے پہچان لیا کہ یہ تو وہی شہر کوفہ ہے جہاں سے ہم نے آغازِ سفر کیا تھا۔

marfat.com

ننھے مسافروں کے دل ٹوٹ گئے۔ پریشان ہو کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ نزدیک ہی چشمہ تھا اُس کی طرف چلے گئے۔ چشمے کا ٹھنڈا پانی پیا، مُنہ ہاتھ دھویا۔

دونوں کے جسم درد سے بھرے پڑے تھے کسی بھی حصّے پر ہاتھ نہیں رکھا جاتا تھا۔

دل میں اگر ہو دَرد تو دَوا کیجئے
بَن جائے دل ہی دَرد تو کیا کیجئے

مشکور کی شہادت

اُدھر صُبح ہوتے ہی ابنِ زیاد کو خبر مِل جاتی ہے کہ حضرت مسلم کے بچے جیل میں نہیں ہیں۔ ابنِ زیاد نے داروغہ جیل مشکُور کو حاضر ہونے کا حکم دے دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مشکور ابنِ زیاد کے فرعونی دربار میں پہنچ جاتے ہیں۔

اِبنِ زیاد :۔ مسلم کے بچوں کے متعلق مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ جیل میں نہیں ہیں — کیا یہ درست ہے؟

مشکُور :۔ ہاں، یہ اطلاع درست ہے۔

اِبنِ زیاد :۔ کیا تم نے اُن کو کسی اور جگہ ٹھہرایا ہُوا ہے؟

مشکُور :۔ نہیں! بلکہ میں نے اُنہیں خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے رات ہی کو آزاد کر دیا تھا۔

اِبن زیاد :۔ کیا تمہیں میرا ڈر نہیں تھا؟

مشکُور :۔ جسے اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو وہ کسی دُوسرے سے نہیں ڈرتا۔ ابن زیاد تُو بھی خُدا سے ڈر! تُو نے معصُوم بچوں کے باپ کو بیگناہ شہید کر دیا ہے۔ اب دو بیگناہ یتیم معصوموں اور پردیسی شہزادوں کو قید و زندان میں ڈال کر تم قہرِ الٰہی کو آواز دینا چاہتے ہو۔ میں نے سیدالکونین امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے اُن کو رہا کر دیا ہے۔

اِبن زیاد :۔ مشکور جانتے ہو تم کس کے ساتھ گفتگو کر رہے ہو؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں اس انداز سے گفتگو کرنیوالوں کی زبانیں کھینچ لیتا ہُوں۔

مشکُور :۔ مَیں جانتا ہُوں، لیکن یاد رکھ! ایک وقت ایسا بھی آنے والا ہے کہ تم موت کو آواز دیتے پھرو گے لیکن موت تم سے دُور بھاگے گی۔ تم جس قصرِ اَمارت میں اپنی فرعونیت کا مظاہرہ کر رہے ہو یہیں تم ایڑیاں رگڑ رگڑ کر فنا ہو جاؤ گے۔ مَیں حیران ہُوں کہ جس رسُول کی قیامت کے دن شفاعت کی اُمید رکھے ہوئے ہو اُسی کے بے گناہ بچوں کو اس بیدردی کے ساتھ شہید کر رہے ہو کہ نمرود و

marfat.com

شدّاد کی روحیں بھی کانپ جاتی ہیں۔

ابن زیاد :۔ آگ بگولا ہو کر۔ مشکور خاموش ہو جاؤ۔ ورنہ میں تمہاری زبان کاٹ دوں گا۔

مشکور :۔ مجھے زبان کے کٹ جانے کا کچھ افسوس نہیں ہوگا۔ حق بیان کرتے ہوئے اگر زبان کٹتی ہے تو کٹ جائے۔

مشکور کی حق گوئی نے ابن زیاد کے تن بدن میں آگ لگا دی۔ جلّاد کو بلا کر کہنے لگا کہ اس کا سر قلم کر دو۔

جلّاد تلوار اٹھا کر چلانے لگا تو ابن زیاد نے کہا ٹھہر جاؤ۔ پہلے اس کے جسم پر پانچ سو دُرّے لگاؤ اور پھر اس کا سر قلم کر دینا۔

روحِ انسانیت تڑپ اٹھی۔ وحشت و بربریت کی انتہا ہو گئی۔ شیطان اپنے مکروہ دانت نکال کر کھِل کھِلا اٹھا۔ درندگی کو سکون حاصل ہو گیا۔

جلّاد نے پہلا چابک چلایا، مشکور نے کہا بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

شائیں کی آواز سے دوسرا چابک پڑا۔ مشکور نے کہا، یا اللہ مجھے صبر عطا فرما۔

تیسرا وار ہوا۔ مشکور نے کہا، یا اللہ میری دستگیری فرما۔

چوتھا چابک آیا۔ آواز آئی مجھے فرزندانِ رسولؐ کی محبت عطا کر۔

پانچواں چابک پڑتا ہے۔ مشکور نے کہا یا اللہ مجھے اہل بیتِ مصطفٰےؐ کے دامن میں جگہ دینا پھر چابک پہ چابک پڑتا ہے لیکن مشکور خاموش رہتے ہیں۔ اسی طرح پانچ سو دُرّہ پورا ہو جاتا ہے۔ مشکور نے کراہتے ہوئے پانی طلب کیا۔ ابن زیاد نے کہا اسے پانی مت دینا۔

پانچ سو دُرّہ لگ جانے کے بعد زندگی اور موت میں کیا فاصلہ باقی رہ جاتا ہے۔ لیکن عمر بن الحارث نے سفارش کی کہ اب اسے قتل نہ کیا جائے اور مجھے اجازت دی جائے کہ میں اسے اپنے گھر لے جاؤں۔

ابن زیاد نے کسی مصلحت کی بنا پر اُس کی بات مان لی! ابن حارث مشکور کو اپنے گھر لے آیا۔ پانی پیش کیا۔ آپ نے کہا۔ یہ پانی میں نہیں پیوں گا۔ میرے لئے حسینؑ کے نانا کوثر کا جام لئے کھڑے ہیں۔ یہ کہتے ہی کلمۂ شہادت کی گواہی دی اور راہیٔ مُلکِ بقا ہو گئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ۝

marfat.com

ہزار ہزار سلام ہوں اہل بیت کے اُس سچے خادم اور وفادار پر جس نے جان تو دیدی مگر ابن زیاد جیسے جابر و ظالم کے سامنے کلمۂ حق کہنے سے باز نہ رہا۔
یہی حسینیت ہے اور یہی پیغامِ حسینؓ ہے کہ دار و رسن کی پرواہ کئے بغیر کلمۂ حق کہتے رہو :-

دِل میں حق و حُرّیت کا نور ہونا چاہیئے
جذبۂ مشکور کا مشکور ہونا چاہیئے (صابر چشتی)

اِدھر مشکور جن معصوم یتیموں کو بچانے کے لئے جامِ شہادت نوش فرماتے ہیں وہ چشمے کے کنارے بیٹھے ہوئے چھپنے کی جگہ تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ اوپر دیکھتے ہیں تو چشمے کے کنارے والے درخت کے موٹے تنے میں کافی خلاء ہے۔
یہ معصومانہ سوچ تھی جو بھی سمجھ میں آیا کر دیا۔ دونوں ہی درخت کی اُس کھوہ میں دبک کر بیٹھ گئے۔

حبشیہ کنیز کا آنا

تھوڑا ہی عرصہ گذرا کہ ایک عورت ہاتھ میں برتن لئے چشمے پر آئی۔ جب اُس نے چشمہ سے پانی لینا چاہا تو درخت کے عکس کے ساتھ اُسے شہزادوں کا عکس بھی نظر آ گیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے دو چاند بیک وقت پانی کی تہہ سے طلوع ہو رہے ہوں۔ دو نور کی تصویریں ہیں جن کے گلاب کے پھولوں جیسے چہرے خون کے آنسوؤں میں بھیگ کر گُلِ لالہ بن چکے ہوں۔

دو گُل از گلشنِ دولت دمیدہ دو سرو از باغِ خوبی قد کشیدہ
دو ماہ از بُرجِ آبے رُخ نمودہ ز دیدہ چشمۂ باراں کشودہ
رُخِ ہر یکے تابندہ مہر از دلِ رُبائے یکے چوں! آبِ خضر از جاں فزائے
گُلِ رخسار! بشاں زیرِ کلالہ شدہ از گریۂ خونیں! چوں لالہ
لبِ آں گشتہ خشک از آتشِ غم
رُخِ ایں ماندہ تر از اشکِ نم (کاشفی)

وہ عورت ایک حارث نامی شخص کی کنیز تھی۔ اُس نے اُوپر نظر اُٹھائی۔ مُسلم کے دونوں یتیم سراپا درد کی تصویر بن کر اُس کی جانب ہی دیکھ رہے تھے۔ کنیز نے شہزادوں کی حالت دیکھی

marfat.com

تو تڑپ گئی۔ وہ سوچنے لگی کہ اتنے خوبصورت بچے اس قدر آلام وغم کی تصویر کیوں بنے ہوئے ہیں۔ ان پر کیا مصیبت نازل ہوئی ہے جو اس طرح چہرے ستے ہوتے ہیں۔ آنکھیں سوجی ہوئی ہیں، بال بکھرے ہوئے ہیں اور اتنی حسرت بھری نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہے ہیں ـــــــ!

دل کو سنبھال کر عرض کرتی ہے۔ اچھے بچو تم کون ہو۔ تمہیں کس کا ڈر ہے جو اس طرح چھپے بیٹھے ہو۔ تمہارے باپ کا کیا نام ہے۔

جواب آیا! بی بی! ہم سے یہ نہ پوچھو کہ ہم کس کے بیٹے ہیں۔ باپ کا نام بتلاتے وقت ہمارے سینے پھٹ جاتے ہیں۔ بس یہ سمجھ لو دو یتیم ہیں۔

خدارا اے رفیق از منزلِ جاناں مدہ یا دم
کہ من در وادیٔ ہجراں زحالِ خود لبغر یا دم

کنیز کے دل میں اچانک خیال آگیا کہ یہ بچے کوفیوں کے معلوم نہیں ہوتے۔ یہ یقیناً حضرت مسلم کے صاحبزادے ہیں۔

پھر ٹھنڈی آہ بھر کر بچوں سے مخاطب ہوتی ہے۔ اگر میرا خیال غلط نہیں تو آپ حضرت مسلم کے دلبند ہیں۔ بڑے شہزادے نے تڑپ کر کہا۔

بی بی! تم ٹھیک کہتی ہو۔ مگر اب ہمیں مسلم کے دلبند نہ کہو۔ ہمیں مسلم کے یتیم کہو۔ غریب الوطن پردیسی کہہ کر پکارو۔

ہو طور جن کا چھپ گیا، ہم وہ کلیم ہیں
دلبند کس کے رہ گئے! اب تو یتیم ہیں
بی بی! ہمیں اب یاد کے تحفے نہ دیجئے
ہم بے وطن مسافروں پہ رحم کیجئے
(صائم چشتی)

کنیز یہ درد بھری گفتگو سن کر تڑپ ہی تو گئی۔ پھر عرض کرتی ہے۔ اچھے شہزادو اللہ تمہیں صبر دے۔ مسلم کے یتیمو! اللہ تم پر رحم فرمائے۔ میں ایک بی بی کی کنیز ہوں۔ یہ بھی خاندانِ مصطفےٰ کی غلام ہوں اور میری مالکہ کو بھی اہل بیت رسول سے عشق ہے۔ میں ابھی جاکر اُسے تمہارے متعلق بتاتی ہوں۔ تم کسی قسم کا فکر نہ کرنا۔ میں ابھی آتی ہوں شہزادو!

کنیز چلی گئی تو بڑے شہزادے محمد نے چھوٹے شہزادے کو مخاطب کر کے فرمایا۔

marfat.com

بھائی ابراہیم :- کہیں ہم پھر کسی جال میں نہ پھنس جائیں۔

ابراہیم :- بھائی جان اب تو جو بھی تقدیر دکھائے گی دیکھنا پڑے گا۔

محمد :- مجھے تو اس حبشی کنیز کی باتوں میں سچائی معلوم ہوتی ہے۔

ابراہیم :- ہاں بھائی جان! سیاہ فام حبشیہ کے چہرے پر عقیدت اور سچائی کا نور صاف ظاہر تھا۔

محمد :- خدا کرے کہ اس کے دل میں بھی سچائی کا نور ہو۔

اِدھر شہزادے اس طرح کی سوچ اور فکر میں محو ہیں اُدھر اُس کنیز نے جاکر اپنی مالکہ کو سب حالات سے آگاہ کردیا۔ مالکہ نے جب حضرت مسلم کے یتیم شہزادوں کا حال سُنا تو تڑپ کر رہ گئی اور پھر والہانہ انداز میں باہر کو دوڑی، کنیز بھی ساتھ تھی۔ دروازے کے پاس پہنچ کر رُک گئی، کنیز بھی رُک گئی۔ مالکہ نے اپنے سر کا دوپٹہ اُتارا اور کنیز کے سر پہ دے کر کہنے لگی آج سے تم میری لونڈی نہیں بلکہ میری بہن ہو۔ تُو نے مجھے بہت بڑی خوشخبری سُنائی ہے۔ میں اس کے صلہ میں تمہیں اپنے مال کے حصہ سے آزاد کرتی ہوں۔

اور پھر ننگے سر ہی والہانہ دوڑتی ہوئی چشمے پہ آگئی۔ شہزادے اُسی طرح درخت کی کھوہ میں دبکے پڑے تھے۔ یہ عالم دیکھ کر بی بی کی چیخ نکل گئی۔ قریب پہنچ کر نہایت شفقت سے بولی۔

گلستانِ محمدؐ کے نونہالو! نیچے تشریف لے آؤ۔ ڈرو نہیں پیارے شہزادو! میں آپ کی خادمہ ہوں، میں اہل بیتِ محمدؐ کی غلام ہوں، میں خاندانِ نبوت کی لونڈی ہوں، میرے چاند! مجھے اپنی کنیز سمجھو۔

دونوں بھائی ڈرے ڈرے سہمے سہمے نیچے اُتر آئے۔ اُترنا تو تھا ہی۔ خواہ کچھ بھی سلوک ہوتا۔

مگر وہ بی بی تو جو کچھ کہہ رہی تھی دل کی گہرائیوں سے کہہ رہی تھی۔ شہزادوں کو گود میں لیکر بے اختیار روتی رہی۔ کبھی ایک کا منہ چومتی کبھی دوسرے کو گلے لگاتی۔ کبھی دونوں کو گلے لگا کر پھوٹ پھوٹ کر روتی اور پھر ایک بھائی کو اپنی گود میں اٹھایا اور دوسرے کو آزاد شدہ کنیز نے اُٹھایا اور گھر کے اندر لے آئی۔

جلدی جلدی پانی گرم کیا۔ ایک نے بچوں کے کپڑے دھوکر سکھانے شروع کر دیئے دوسری نے نہلایا دھلایا، کپڑے پہنائے، بستر بچھایا، اوپر بٹھایا اور کھانا آگے رکھ دیا

marfat.com

معصوموں کو کچھ تسلی ہوئی۔ تھوڑا بہت کھانا تناول فرمایا۔ پھر وہ دُودھ لائی۔
بچوں نے انکار کیا، زینؑ پوبیٹھ کر خوشامد کرنے لگی۔ پیارے شہزادو تھوڑا سا پی لو۔
آپ بہت تھکے ہوئے ہیں گرم گرم دُودھ پینے سے راحت ملے گی۔
شہزادوں نے اُس نیک بی بی کا پیار دیکھا تو ماں کی یاد آگئی۔ اُس کا دل رکھنے کیلئے
دو دو گھونٹ دُودھ تو پی لیا لیکن اب ماں کی یاد دل پر ہتھوڑے برسانے لگی۔ آنسو بھی عجیب
چیز ہیں۔ انسان دُکھی ہو تو جب بھی آجاتے ہیں۔ دُکھ کے بعد راحت ملے تو دُکھوں کو یاد کر کے
مچل جاتے ہیں۔ یہی حال شہزادوں کا تھا۔ ماں جیسا پیار نصیب ہوا تو ماں کی مامتا یاد آگئی۔
لیکن دل پر جبر کر کے آنسوؤں کو روکے رکھا کہ کہیں اس محسنہ کا دل نہ ٹوٹ جائے۔
پھر بی بی نے پچھلے کمرے میں بستر لگا دیا اور ہاتھ باندھ کر عرض کیا، مدینہ کے شہزادو!
تم بہت تھکے ہوئے ہو، دو راتوں سے جاگ رہے ہو تھوڑی دیر آرام کر لو۔ شہزادے
اُٹھتے ہیں۔ بی بی گود میں لینے کے لئے باہیں پھیلا دیتی ہے۔
بڑے نے کہا ہم خود چل کر جائیں گے بی بی! اب ہماری تھکن دُور ہو گئی ہے۔
لیکن بی بی آگے بڑھی اور ایک کو گودی میں اُٹھا لیا کنیز نے دوسرے کو آغوش میں لیا
اور بستر پر بٹھا دیا۔ شہزادے تھکے ہوئے تھے فوراً ہی نیند کی آغوش میں چلے گئے۔
شہزادے سو رہے ہیں اور بی بی سرہانے بیٹھی ہوئی زیارت کے مزے لے رہی ہے
کبھی پیار میں جوش آجاتا ہے تو آہستہ آہستہ اُنگلیوں سے کبھی ایک کی زُلفوں کو سنوارتی ہے،
اور کبھی دوسرے کے چہرے پر آئی ہوئی لٹ کو اوپر اُٹھا دیتی ہے۔ کچھ یاد آتا ہے تو باہر
جاتی ہے اور پھر فوراً ہی واپس آکر سوتے ہوئے شہزادوں کو دیکھنا شروع کر دیتی ہے۔
کتنا منور تھا اُس بی بی کا دل کس قدر روشن تھا اُس کا سینہ۔ جس میں سچا خلوص اور سچا پیار تھا
وفا کی دمک تھی، ہدایت کی چمک تھی، رحم کا جذبہ تھا، اسلام کی چاشنی تھی، اِخلاص کا نور تھا
اِنسانیت کی عظمت تھی، مودّت کی سربلندیاں تھیں، ایمان کی حرارت تھی، صداقت کی روشنی
تھی، شرافت کی ضیاء تھی، اہل بیتِ رسولؐ کی عقیدت تھی، خاندانِ نبوّت کی محبت تھی،
بہنوں کا پیار تھا اور ماں کی مامتا تھی۔

اُس کے سینے میں خلوص و پیار کی تنویر تھی
اُس کے دل پہ اُلفتِ آلِ نبیؐ تحریر تھی

marfat.com

پیکرِ مہر و وفا، آلِ محمدؐ کی غلام
چلتی پھرتی مامتا کے پیار کی تصویر تھی

(صائم چشتی)

شہزادے سوتے رہے اور وہ والہانہ چکر پہ چکر لگاتی رہی۔ اُن کے صدقے واری جاتی رہی۔ اُن کی بلائیں لیتی رہی۔ آج وہ اتنی خوش تھی جیسے اُسے دونوں جہان کی دولت مل گئی ہو۔ کبھی سوچتی ہے کہ کافی سو لیا ہے اب شہزادوں کو جگا کر اُن سے باتیں کروں۔ اُن کو کھانا کھلاؤں، اور پھر اس خیال سے اس ارادہ کو توڑ دیتی ہے کہ ان کے لئے سونا ہی بہتر ہے۔ انہیں آرام کی سخت ضرورت ہے۔ یہ پوری دو راتیں جاگتے رہے ہیں۔ ہائے یہ ننھے سے پھول کس مصیبت میں پڑ گئے رات بھر دوڑتے دوڑتے ان کی کیا حالت ہوتی ہو گی۔ اور پھر سرد آہ کھینچتی اور بے ساختہ رونے لگتی۔

رات ہو جاتی ہے۔ آزاد کی گئی کنیز کو بلایا۔ پیار سے سینے لگا کر کہا اچھی بہن میں تجھے مبارک باد کہنا بھول ہی گئی تھی۔ شہزادوں کی آمد کی خوشی میں مجھے یاد ہی نہ رہا کہ تمہیں آزادی کی مبارک بھی دینا ہے۔ اب تم کنیز نہیں ہو۔ تم تو ہو میری ماں جائی بہن۔

تمہارے وسیلے سے اللہ تعالےٰ نے مجھے بہت بڑی دولت عطا فرمائی ہے۔ مجھے اہل بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت کا موقعہ ملا ہے۔ مجھے رسولِ پاکؐ کی خوشنودی حاصل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ اللہ تمہیں جزائے خیر دے میری اچھی بہن۔

کنیز نے مالکہ کی یہ باتیں سنیں تو دل بھر آیا۔ گلے لگ کر رونے لگی۔ پھر کہا یہ آپ کی شفقت ہے بی بی جو مجھے یہ اعزاز بخشا۔ میں اب بھی آپ کی لونڈی بن کر ہی رہوں گی۔ اب تو آپ میری بہن بھی ہیں۔ میں آزاد ہو کر بھی بہن کی غلامی میں رہنا کہیں اور جانے سے بہتر سمجھتی ہوں۔

بی بی دعا کرو اللہ تعالےٰ ایسا بندوبست فرما دے کہ شہزادے خیریت کے ساتھ اپنے گھر والوں تک پہنچ جائیں۔

بی بی :۔ اسی لئے تمہیں بلایا ہے میری بہن۔ تمہیں بھی ایک کام کرنا ہے۔

کنیز :۔ حکم فرمائیے میں آپ کے ہر ارشاد کی تعمیل کروں گی۔

بی بی :۔ کام یہ ہے کہ تم میرے شوہر حارث کی عادت کو جانتی ہو۔

کنیز :۔ ہاں بی بی! میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ وہ حکومت کے ملازم ہیں۔

بی بی :۔ صرف حکومت کا ملازم ہی نہیں بلکہ وہ لالچی بھی ہے۔ میں نے سنا ہے کہ حکومت نے

marfat.com

شہزادوں کو پیش کرنے والے کے لئے کافی انعام مقرر کر رکھا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں میرا شوہر حارث انعام کے لالچ میں مجھ سے یہ دولت نہ چھین لے۔

کنیز :۔ تو پھر کیا کریں بی بی! یہ تو بڑی مصیبت بن جائے گی۔

بی بی :۔ اب یہی کرنا ہے کہ انتہائی رازداری سے کام لیا جائے۔ اُس کو بالکل پتہ نہ لگ سکے کہ شہزادے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ سوائے تمہارے اور میرے کوئی اس راز سے واقف نہیں۔ جب حارث آئے تو اُسے جلد ہی کھانا پیش کر دیا جائے۔ کھانا کھانے کے بعد وہ جلد سو جانے کا عادی ہے۔

کنیز :۔ بہت بہتر بی بی۔ میں پوری رازداری سے کام لوں گی۔ آپ بالکل فکر نہ کریں۔ اور آپ بھی یہ احتیاط کریں کہ جب مالک گھر آجائیں تو شہزادوں کے کمرے کی طرف جانا ترک کر دیں۔

بی بی :۔ ایسا ہی کروں گی۔ حارث کو اب مالک نہ کہا کرو۔ بلکہ اپنا بھائی سمجھو۔ کیونکہ تم میری کنیز تھیں میں نے تمہیں آزاد کر دیا ہے۔

کافی رات گزر جانے کے بعد حارث گھر آتا ہے اور کھانا کھا کر لیٹ جاتا ہے اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتا ہے۔ بی بی اُس کی آواز پر کان لگا دیتی ہے۔ وہ اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا۔

ہماری ایسی قسمت کہاں ہے۔ صبح سے بچوں کو تلاش کرتے کرتے جسم چکنا چور ہو گیا ہے۔ اچھا صبح کو پھر قسمت آزمائی کروں گا۔

شوہر کی لرزہ خیز گفتگو سن کر بی بی کا دل ہل جاتا ہے۔ دل ہی دل میں اللہ تعالےٰ کے حضور میں فریاد کرتی ہے۔ اے میرے خدا مجھ پر رحم فرما۔ کہیں میری سب محنت اکارت ہی نہ ہو جائے۔ کہیں مجھے رسول اللہؐ کی خوشنودی حاصل کرتے کرتے اُن کی طرف سے شرمندگی نہ اُٹھانا پڑے۔ میرے خدا تو میرے حالِ زار کو جانتا ہے۔

یا اللہ! حضرت مسلم کے شہزادوں کی حفاظت فرما۔ یا اللہ! بچوں نے مجھ پر بھروسہ کیا ہوا ہے اُن کے سامنے مجھے ذلیل نہ کرنا۔

میرے اللہ! حارث کو ہدایت دیدے۔ یا اللہ! یہ صبح ہی صبح کہیں چلا جائے تو میں بچوں کو بھیجنے کا بندوبست کروں گی۔

marfat.com

خداوندا! حارث بڑا خود غرض ہے۔ تُو اس کے دل کو پھیر دے۔
یا اللہ! تُو ہی غریبوں کا فریاد رس ہے۔

الٰہی لاج رکھ لینا میری اِن اِلتجاؤں کی
حفاظت آپ فرمانا، یتیموں بے نواؤں کی (صائم چشتی)

یتیم بچّے ذبح ہوتے ہیں

حارث کو بھی نیند نہیں آتی اور بی بی بھی جاگ رہی ہے۔ حارث سوچ رہا ہے صُبح مُنہ اندھیرے ہی گھر سے چلا جاؤں گا۔ قسمت آزمائی کرنے میں کیا حرج ہے۔ ممکن ہے کل قسمت ساتھ دے ہی جائے اور مُسلم کے بچے کہیں چھپتے چھپاتے مل جائیں۔ اور پھر شاہی انعام میری جھولی میں ہوگا۔ عیش ہی عیش ہو جائیں گے۔

نیک بی بی سوچ رہی ہے "یا اللہ اہلِ بیت کے ساتھ میری محبت داغدار نہ ہو جائے"۔ بچے سمجھیں گے میں نے اُن کے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ معصوم شہزادوں کے دل ٹوٹ جائیں گے۔ یتیموں کی آہ نکل جائے گی۔

یا اللہ! مظلوموں کی آہ سے تو تیرا عرش بھی کانپ اُٹھتا ہے۔ مجھے اس امتحان میں نہ ڈالنا شہزادوں کی حفاظت فرمانا۔ اپنی اپنی سوچ ہے اور اپنا اپنا راستہ۔ یہ فطرت کی نیرنگیاں ہیں۔
ایک ہی گھر میں نور بھی ہے اور نار بھی، پھول بھی ہے اور خار بھی، پیار بھی ہے اور ظلم بھی، شرافت بھی ہے اور شرارت بھی، ہدایت بھی ہے اور گمراہی بھی، روشنی بھی ہے اور تاریکی بھی محبت بھی ہے اور عداوت بھی۔ بیوی بچانا چاہتی ہے شوہر مارنا ہے۔ بیوی اہلِ بیت کی خادمہ ہے شوہر اہلِ بیت کا دشمن۔ بیوی جنت کے ملنے کی خوشی میں کنیز کو آزاد کر دیتی ہے شوہر اُن کو ضائع کر کے انعام حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ایک طرف تریاق ہے اور دوسری طرف زہر۔ ایک طرف حیات ہے اور دوسری طرف موت۔ ایک طرف پیکرِ انسانیت ہے اور دوسری طرف تصویرِ خبیث طینت۔ ایک ہی گھر میں ایک ہی کمرہ میں عقیدت کو بھی نیند نہیں آتی اور بُغض بھی جاگ رہا ہے۔
یہی تو خدا کی شان ہے۔ یہی تو اسرارِ الٰہیہ ہیں۔ یہی تو قدرت کے راز ہیں۔ یہی ت

marfat.com

معینہ ہیں جن کی کُنہ تک عقل و خرد کی رسائی ناممکن و محال ہے۔

ایک واقعہ

ایک قصاب نے اپنا پیشہ ترک کرنے کی وجہ بتائی کہ مجھے علی الصبح کسی گاہک کو گوشت دینا تھا۔ تڑکے کا وقت ہے۔ سات آٹھ ماہ کا بکری کا بچہ جسے ذبح کرنا تھا وہ ٹانگیں پھیلائے پوری مستی میں سو رہا ہے۔ میرے ہاتھ سے چھری گر گئی۔ اس کے سونے کے انداز نے میرا دل تڑپا دیا۔ اس کے بعد میں کسی جانور کو ذبح کرنے کے تصور سے بھی کانپ جاتا ہوں۔ یہ دل بدل جانے کی بات ہے ورنہ حلال جانوروں کو ذبح کرنا منع نہیں۔

جنّت کا خواب

دونوں شہزادے سو رہے ہیں۔ تھکن کے بعد آرام کی نیند۔ معصومیت کی نیند۔ غمزدوں کی نیند (غم آنے پر بھی زیادہ نیند آتی ہے)۔ بڑی ہی میٹھی نیند۔ پیاری پیاری خوابوں کی نیند ابا سے ملاقات کی نیند۔ بڑی ہی بھولی بھالی اور راحت کی نیند کہ تقدیر دونوں کو جھنجھوڑ کر جگا دیتی ہے۔

دونوں بیکس و یتیم دھاڑیں مار مار کر رونے لگتے ہیں۔ بچوں کی آواز سن کر بی بی کی دبی دبی چیخ نکل گئی۔ بے اختیار منہ سے نکلا یا اللہ خیر ہو۔ حارث نے بھی رونے کی آواز سن لی تھی لیکن خاموش رہا۔

اُدھر بڑے شہزادے نے چھوٹے شہزادے کو زور سے سینے کے ساتھ چمٹا لیا اور فرمایا۔ ابراہیم اب چلنے کی تیاری کرو۔

ابراہیم:۔ کہاں چلنا ہے اس وقت بھائی جان کیا پھر دوڑنا پڑے گا۔ یہاں بھی ہمارا کوئی دشمن آگیا ہے۔ باہر تو ابھی رات ہے بھائی جان۔ اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ ہائے اس اندھیرے میں پھر بھاگنا پڑے گا۔

محمد:۔ نہیں پیارے بھائی اب ہمیں دوڑنا نہیں پڑے گا۔ اب ہماری بھاگ دوڑ ختم ہو چکی ہے۔ اب ہماری مصیبتیں کٹنے والی ہیں۔ اب داغِ یتیمی دُھلنے والا ہے۔ اب جدائی کی گھڑیاں ختم ہونے والی ہیں۔

marfat.com

مَیں نے ایک بڑا ہی پیارا خواب دیکھا ہے۔ مَیں نے دیکھا ایک بہت ہی خوبصورت باغ ہے۔ اُس میں بڑا ہی پیارا تخت بچھا ہُوا ہے۔ اُس پر رسُولِ پاکؐ بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجھے ابّا نے بتایا تھا کہ یہ رسُولِ پاک ہیں۔ یہ تمہاری دادی ہیں حضرت فاطمۃ الزہرا۔ اور بھی بہت سارے لوگ تھے سب کی صُورتیں بڑی ہی پیاری تھیں۔ مجھے رسُولِ پاک نے اپنی گود میں لیکر بہت پیار کیا۔ پھر ہمارے ابّا جان کو مخاطب کر کے فرمایا مسلم تم نے یہ کیا کیا کہ خود آ گئے اور ان معصوم یتیموں کو دُکھوں کی دنیا میں چھوڑ آئے۔ ابّا جان نے رسُولِ پاک کے قدموں کو بوسہ دے کر وعدہ کیا۔ حضورؐ یہ صُبح ہوتے ہی آپ کے حضُور میں پہنچ جائیں گے۔ پھر وہ پیارا تخت اور خوبصورت باغ غائب ہو گیا مجھے یقین ہے کہ ہم صُبح ہوتے ہی شہید کر دیئے جائیں گے اور پھر ابّا جان سے ملاقات کریں گے پیارے بھائی جب ابّا جان ہی پاس نہیں تو اس جینے میں رکھا ہی کیا ہے۔ ہمیں اس دکھوں اور مصیبتوں کی دنیا سے کیا لینا ہے۔ چھوٹے نے بھائی کا خواب سُنا تو چیخ نکل گئی۔ بڑے نے چھوٹے کی یہ حالت دیکھی تو وہ بھی زار و قطار رونے لگا۔

حارث ان دَرد میں ڈوبی ہوئی آوازوں کو بغور سُنتا رہا۔ اُسے اُس کی بیوی کی طرف سے آنے والی سسکیوں اور آہوں کی دبی دبی آواز بھی مُسلسل سُنائی دیتی رہی۔ بی بی اُٹھنا چاہتی تھی لیکن اس ڈر سے نہ اُٹھتی تھی کہ کہیں حارث کو شک نہ ہو جائے۔ عجیب کرب کی کیفیت میں کروٹ پر کروٹ بدل رہی ہے۔ انسان کی سوچ اپنی جگہ ہے اور تقدیر کا وار اپنی جگہ۔

حارث پُوچھ لیتا ہے کہ یہ رونے کی آواز کہاں سے آ رہی ہے۔ بی بی تقریباً روتے ہوئے ہی جواب دیتی ہے "معلوم نہیں" یہاں تو کوئی پڑوس بھی نہیں۔ شاید دُور کہیں کسی کے بچے رو رہے ہیں۔

حارث: مجھے تو یُوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ آواز ہمارے ہی گھر سے آ رہی ہے۔ اور یہ تو بتاؤ کہ تمہیں نیند کیوں نہیں آتی اور تم سسکیاں کیوں بھرتی ہو۔

حارث کی بیوی: خدا جانے بس نیند نہیں آ رہی۔ جسم ٹوٹتا ہے شاید بخار ہو گیا ہے۔

حارث خاموشی سے اُٹھ کر بیٹھ جاتا ہے اور پھر اُس کمرے کی جانب جاتا ہے جہاں شہزادوں کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ اُس کی بیوی بھی بیقرار ہو کر اُس کے پیچھے دَوڑتی ہے حارث کو دیکھ کر بچے سہم کر چُپ ہو گئے۔

بچّو تم کون ہو! حارث نے پوچھا۔ بچّوں کے بجائے اُس کی بیوی نے جواب دیا کہ یہ تو

marfat.com

حضرت مسلمؑ کے شہزادے ہیں ۔ میں نے کہا سو رہے ہوں گے تمہیں صبح ملاؤں گی ۔

حارث : ہم پر یہ خدا نے فضل کیا ہے کہ اہل بیتِ مصطفٰے کے شہزادے ہمارے مہمان ہیں ۔ ایک دو روز ہم ان کی خدمت کر کے اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسُول صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی خوشنودی حاصل کریں گے پھر ان کو کسی طرح مدینہ شریف پہنچا دیں گے ۔

پیارے حارث ! ان کا آنا ہمارے لئے باعثِ رحمتِ خداوندی ہے۔ ہمارے سب دُکھ دُور ہو جائیں گے ۔ پتہ نہیں یہ کیوں رو رہے تھے ۔ دیکھو تو سہی پھُول سے چہرے رو رو کر مُرجھائے ہوئے ہیں ۔ آگے بڑھو ، ان کو پیار کرو اور تسلّی دو کہ ہم تمہیں جلدی ہی مدینہ پہنچا دیں گے ۔ یہ شاید اسی لئے رو رہے ہیں ۔

یتیمی کا تازہ تازہ داغ لگا ہے ، زخم ابھی ہرے ہیں ، تازہ زخم جلدی دُکھ جاتے ہیں ۔ آگے تو بڑھو پیارے حارث تم چُپ کیوں ہو ۔ آگے بڑھ کر ان سے پیار کرو تمہیں اللہ تعالیٰ اس کا بہت بڑا اجر دے گا ۔

وہیں کھڑے کھڑے حارث نے کہا سو جاؤ بچو ۔ رو رو کر ہماری نیند کیوں حرام کرتے ہو اُس کی بیوی تسلّی دینے کے لئے آگے بڑھتی ہے تو اُس کا ہاتھ کھینچ کر اپنے کمرے میں آجاتا ہے ۔ کمرے میں آکر حارث نے بیوی کو مخاطب کیا کہ تم نے مجھ سے جان بوجھ کر پردہ رکھنے کی کوشش کی ہے جو ابھی بیوی کے لئے جائز نہیں ۔ پھر بھی میں تجھے معاف کرتا ہُوں ۔ تم نے اپنی سب باتوں میں کام کی صرف ایک بات کی ہے کہ ان بچوں کے آنے سے ہمارے گھر میں رحمتِ خداوندی آجائے گی ۔ میں تمہاری اس بات سے اتفاق کرتا ہُوں ۔ تم نے واقعی سچ کہا ۔ صبح کو میں ان بچوں کے سر کاٹ کر ابنِ زیاد کے دربار میں پیش کروں گا ۔ اور وہاں سے اس قدر مال و دولت حاصل کرونگا کہ ہمارے عیش ہو جائیں گے اور مزے سے ساری زندگی بسر کریں گے ۔ بس یہی رحمتِ خداوندی ہے جو ان کی آمد سے ہمارے گھر میں آئے گی ۔

اور یہ بھی ہماری خوش قسمتی کی انتہا سمجھو کہ میں کل سارا دن ان بچوں کو تلاش کرتا رہا بلکہ رات کا کافی حصہ انہی کی جستجو میں بھاگ دوڑ کرتا رہا ۔

خدا کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا ۔ اُس نے میری محنت کا یہ صلہ دیا کہ ان کو میرے گھر میں بھیج دیا ۔ گویا شکار خود شکاری کے پاس پہنچ گیا ہے ۔

شوہر کی وحشتناک اور ہولناک گفتگو سُن کر بی بی کا کلیجہ ہِل جاتا ہے ۔ رات کا باقی حصہ

marfat.com

ہر طرح سے منّت خوشامد کر کے اُسے راہِ راست پہ لانے کی کوشش کرتی رہی لیکن اُدھر تو دولت کا بھوت سوار تھا - اُس دولت کا جو کوفیوں کی بہت بڑی کمزوری ہے -

خدا ہی جانتا ہے کہ دوسری طرف مسلم کے بیکس و معصوم یتیموں نے کس طرح رات کا باقی حصّہ بسر کیا -

صُبح ہوتے ہی حارث نے بچوں کو بازوؤں سے پکڑا اور باہر کی طرف جانے لگا - اُس کا شہزادوں کو پکڑنے کا انداز ایسا تھا جیسے قصاب دو بکروں کو کانوں سے پکڑ کر ذبح خانے کی طرف لے جاتا ہے اور کانوں کو زور سے پکڑے رکھتا ہے کہ ذبیحے بھاگ نہ جائیں -

حارث کی عورت بچوں کو بچانے کے لئے جو کچھ بھی کر سکتی تھی کر گذری - اُس نے ہر طریقہ سے اُس خونی درندے سے بچوں کو چھڑانا چاہا لیکن کامیاب نہ ہو سکی - آخر اُس نے فیصلہ کیا کہ بچوں کو بچانے کے لئے جان کی بازی لگا دوں - یہ سوچ کر آگے بڑھی اور حارث کو روک کر کہنے لگی - ظالم! اگر تُو ان بچوں کو قتل ہی کرنا چاہتا ہے تو پہلے مجھے قتل کر دے - مَیں دُنیا سے اپنے ساتھ اہلِ بیتِ مصطفےٰ کے ساتھ غداری کے کلنک کا ٹیکہ نہیں لے جانا چاہتی - حارث پر لالچ کا بھوت سوار تھا - اُس پہ کوئی حربہ بھی کارگر ثابت نہیں ہو سکتا تھا -

لالچ انسان کو اندھا کر دیتا ہے - پاگل بنا دیتا ہے - اُس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کو بیکار کر دیتا ہے - اُس کا دماغ ماؤف کر دیتا ہے - وہ اپنے پرائے میں تمیز کرنے سے بے بہرہ ہو جاتا ہے - وہ اندھا ہو جاتا ہے - پاگل ہو جاتا ہے - حارث بھی اندھا اور پاگل ہو گیا تھا - اُس نے شدّتِ غیض سے تلوار کھینچی اور اُس دنیا کی پاک باز خود اور نیک فطرت بی بی پر وار کر دیا - تلوار سر پہ چلائی گئی تھی - بی بی کا سر چر گیا - ماتھے سے خون کا فوارہ چھوٹ پڑا - چکرا کر گری - دونوں ہاتھوں سے پھٹتے ہوئے سر کو تھام کر بچوں سے کہا - شہزادو مجھے معاف کر دینا مَیں بے قصور ہوں - مَیں تم سے شرمندہ ہوں یتیمو تم میرے گھر سے مقتل کی طرف جا رہے ہو کاش مَیں تمہیں گھر میں ہی نہ لاتی!

سر سے خون کے دھارے بہتے رہے - حارث نے اُسے پاؤں کی ٹھوکر ماری اور بیکس یتیموں کو زلفوں سے پکڑ کر کھینچتا ہوا آگے بڑھ گیا - اُس پاکباز کی درد میں ڈوبی ہوئی آواز آتی رہی - محمدِ عربی کے شہزادو مجھے معاف کر دینا - قیامت کے دن میری شکایت نہ کرنا مَیں بے قصور ہوں مگر نادم ہوں - یا اللہ مجھے معاف کر دے - یہ کہا اور بیہوش ہو گئی -

marfat.com

معصوم بچوں کے سامنے حارث کی بیوی پر وار ہوا تھا۔ اس وار نے اُن کے دل بھی چیر دیئے۔ اُن کے دِلوں سے ہُوک اُٹھی اور اس ہُوک کے ساتھ یہ خیال بھی آیا کہ کاش یہ ظالم ہمیں قتل کر دیتا اور اُس پاکباز بی بی کو کچھ نہ ہوتا۔ ہمیں تو قتل ہونا ہی تھا وہ بیچاری بھی ہماری تقدیر کی لپیٹ میں آ گئی۔

ابھی ان خیالوں میں ہی تھے کہ نہر کا کنارا آ گیا۔ حارث نے بڑے شہزادے کو کہا کہ لیٹ جاؤ۔ بڑا ابھی لیٹنے ہی والا تھا کہ پہلے چھوٹا لیٹ گیا اور کہا کہ پہلے مجھے قتل کر دو۔ میں بھائی کو قتل ہوتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔ بڑے نے کہا رُک جاؤ پہلے مجھے قتل کرو۔

معصوم محبت کا یہ انداز دیکھ کر حوروں کی چیخیں نکل گئیں۔ آسمان کا کلیجہ پھٹ گیا۔ عرشِ خداوندی کو لرزہ آ گیا۔ فرشتے تلملا کر رہ گئے۔ زمین کو زلزلہ آ گیا۔ کائناتِ عالم کانپ اُٹھی، لیکن بے رحم حارث کو رحم نہ آیا۔ ظالم نے کہا زیادہ باتیں نہ بناؤ اور دونوں ایک ساتھ لیٹ جاؤ۔

نبیؐ کے تارے، علیؓ کے دلارے، حسینؓ کے پیارے، مسلمؓ کے یتیم، عقیل کے پوتے، محبت کے شہکار، اہلِ بیت کی بہار، ایک دُوسرے کو سینے سے لگا کر ایسے لیٹ گئے جیسے بستر پر آرام کرنے کے لئے لیٹے ہوں۔ ابّا جان سے ملاقات کا شوق شہادت کا ذوق ہر غم سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ سینے مِلے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے کے بازو گردنوں میں حمائل ہیں۔ سونے کے انداز میں آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ حارث کی تلوار اُٹھتی ہے، چمکتی ہے اور دونوں یتیمانِ مسلم کے سَر تن سے جدا کر دیتی ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ○

اہلِ بیت کے معصوم، محمدؐ کے مظلوم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چین کی میٹھی نیند سو جاتے ہیں۔ دُنیا کے دُکھوں سے نجات ہو جاتی ہے۔ ابّا جان سے مُلاقات ہو جاتی ہے۔

ظالم نے ظلم و جبر کی انتہا کر دی۔ صابروں نے صبر کی انتہا کر دی۔
فرشتوں کی معصومیت کانپتی رہی۔ شیطان کی شقاوت مسکراتی رہی۔

جنت میں جاتے جاتے ننھے شہیدوں کی رُوحوں نے دنیا کے بڑے بڑے فلاسفروں اور دانشوروں کو ایک پیغام دیا کہ موت کو سَر پر دیکھ کر بھی بھائی کو بھائی سے محبت کا رشتہ نہیں توڑنا چاہیئے۔ ایثار کرنا سیکھو اے دنیا والو۔ ایثار ہی معقولِ انسانیت ہے جان تو دینا ہی پڑے گی۔ ایک دوسرے پر قربان ہونا سیکھو۔

marfat.com

ظلم کی سزا

شیطان حارث نے یتیموں کے دھڑوں کو نہر میں پھینک دیا۔ یہ وہی نہر فرات ہے جس کا پانی شہیدوں کے لئے بند کر دیا گیا تھا۔ اہل بیتِ مصطفٰے اُس نہر کا پانی کیسے پی سکتے تھے جس میں مسلم کے یتیموں کا خون ملا ہوا تھا۔

حارث نے سر اُٹھائے اور طشت میں سجا کر ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ طشت اُس کے سامنے رکھ کر، اوپر سے رومال اُٹھا کر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ دل میں انعام ملنے کی خوشی سے لڈو پھوٹ رہے ہیں۔

ابن زیاد نے شہزادوں کے کٹے ہوئے سر دیکھ کر پوچھا یہ کیا ہے؟

حضور! یہ مسلم کے بچوں کے سر ہیں۔ بڑی مشکل سے پکڑے گئے تھے۔ حارث نے خوش ہو کر کہا۔

ابنِ زیاد نے غصے میں کانپتے ہوئے کہا۔ تمہیں کس نے کہا تھا کہ بچوں کے سر کاٹ کر لاؤ۔ احمق کے بیٹے مجھ سے یزید نے زندہ بچے مانگے ہیں سر نہیں مانگے۔ حرام زادے تم نے انہیں قتل کیوں کیا ہے

حارث کانپنے لگتا ہے۔ کانپتے کانپتے کہا غلطی ہو گئی جناب۔ معاف کر دیجئے۔

ابن زیاد نے اور غصے میں آ کر کہا۔ یہ غلطی معاف نہیں ہو سکتی۔ جلاد لے جاؤ اسے، چوراہے میں گاڑ کر اس پر تھوک تھوک کر گدھوں کے لئے چھوڑ دو۔ اس کی یہی سزا ہے۔

ابن زیاد کو بچوں کی شہادت کا غم نہیں تھا اُسے یزید کی طلبی کا ڈر تھا۔ جو کچھ بھی تھا یہ قدرت کا انتقام تھا، فطرتِ خاموش کا انتقام۔ معصوم بچوں کی معصوم رُوحوں کا انتقام۔ قاتل کو قتل ہونا ہی پڑتا ہے۔ ظالم کو اپنے ظلم کا بدلہ وصول کرنا ہی پڑتا ہے۔

یہ نظامِ قدرت ہے اسے کوئی نہیں تبدیل کر سکتا۔ ظالم کو ظلم کرنے کے لئے وقت دیا جا سکتا ہے لیکن اُس پر گرفت قائم رہتی ہے۔ اُس کے لئے قدرت کا شکنجہ تیار رہتا ہے سر لینے کے بدلے میں سر دینا ہی پڑتا ہے۔ کسی کے ارمانوں کا خون کر کے اپنے ارمانوں کا لاشہ اُٹھانا ہی پڑتا ہے۔

یہ قانونِ فطرت ہے۔ یہ قضاء قدر کا اصول ہے، یہ قدرت کا اٹل دستور ہے

marfat.com

اس کی گرفت سے بچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ قانونِ قدرت کو توڑا نہیں جا سکتا۔ یہ ازل ہے اور ابد تک رہے گا۔

دنیا کے بعد ابھی آخرت باقی ہے جہاں ذرّے ذرّے کا حساب ہوگا۔ من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ، ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔

حارث کو کوفہ کے چوراہے میں سینے تک گاڑ دیا گیا اور اس پر وہیں پھینک کر خونخوار کتوں کو چھوڑ دیا گیا۔

خونخوار کتوں نے انسان نما کتے کے جسم کی تکا بوٹی کر دی۔ ظالم کو ظلم کی سزا مل گئی۔ فطرت خاموش کو سکون حاصل ہو گیا۔ قضا و قدر نے اپنا انتقام لے لیا۔ اب یوم حساب باقی ہے ....ہے۔

ع عبرت ہے اہل نظر کے لئے

marfat.com

مکّہ مکرمہ سے روانگی

حضرت مسلم نے یکم ذوالحجہ ۶۰ھ کو کوفہ سے خط لکھا تھا۔ تیز رو قاصد دن رات ایک کر کے ۸ ذوالحجہ کو دربارِ امام میں پہنچ گیا۔ آپ نے بھائی کا خط پڑھا۔ کوفے کے حالات سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد اہل بیت کو نئے سفر پہ تیاری کا حکم دے دیا۔

۸ ذوالحجہ کی صبح درخشاں طلوع ہوتی ہے۔ کائناتِ ارضی کے گوشہ گوشہ سے آئے ہوئے فرزندانِ توحید منیٰ کو جانے کی تیاریوں میں مصروف ہیں لیکن کربلا کا مسافر مکہ چھوڑ رہا ہے۔

محبانِ اہل بیت منیٰ جانے سے پہلے شہزادۂ مصطفٰے کی زیارت کو جوق در جوق آرہے ہیں لیکن آپ کی کوفہ کو تیاری دیکھ کر حیران ہو کر زبانِ حال سے کہتے ہیں:- ؎

اے تماشہ گاہِ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا ! می روی

۸ ذوالحجہ کو مکّہ معظمہ (زاد اللہ شرفہا) میں کیا ہوتا ہے۔ یہ وہی لوگ بتا سکتے ہیں جو حج کی سعادت سے مشرف ہو چکے ہوں۔ ملک ملک سے آئے ہوئے لوگ سفید احراموں کے ایک ہی جیسے لباس میں مساواتِ اسلامی کا کامل نمونہ بن کر حرم کے اندر اور باہر شانہ بشانہ کھڑے ہوتے ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے :-

ایک ہیں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کی صدائیں ہیں۔ بارگاہِ خداوند جلّ و علا میں دعاؤں کے لئے ہاتھ اٹھے ہوئے ہیں۔ غلافِ کعبہ کو تھام کر فریاد پہ فریاد ہو رہی ہے۔ لوگ اپنے اپنے گناہوں کی گٹھڑیاں ہاتھوں پہ رکھے ہوئے ربّ کائنات کے حضور میں سر جھکائے کھڑے ہیں۔ عجیب میلہ لگا ہوا ہے۔ یہ وہ واحد مقام ہے جہاں عورتوں اور مردوں کے اختلاط کی اسلام نے اجازت دے رکھی ہے لیکن کیا مجال کسی کی آنکھ میں کجی آجائے۔ لوگ تو پہلے ہی اپنے اپنے گناہوں پہ سچے دل سے شرمندہ ہوتے ہیں پھر گناہ کا تصور کہاں۔

marfat.com

حرم کے اندر اور باہر ایک ملکوتی حُسن چھا جاتا ہے - کوئی طواف کر رہا ہے، کوئی حجرِ اسود کو چوم رہا ہے، کوئی میزابِ رحمت کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا ہے - کوئی زمزم سے پیاس بجھا کر دُعا مانگ رہا ہے - حطیم میں نوافل ادا کئے جا رہے ہیں - مقامِ ابراہیم پر نمازیں پڑھی جا رہی ہیں - صفا مروہ کی دَوڑیں لگ رہی ہیں - ہر طرف نُور کی چادر تنی ہوئی ہے - رحمتِ الٰہی جوش میں ہے - ایسا رِقت انگیز سماں ہے کہ آنسو خود بخود جاری ہو جاتے ہیں - مجھے بھی یہ بہاریں دیکھنے کا شرف حاصل ہے اور پھر دوبارہ حاضر ہونے کے لئے تڑپ رہا ہوں - خداوند تعالےٰ ہر مسلمان کو حج بیت اللہ شریف کی سعادت نصیب فرمائے، آمین!

حج کا میلہ لگا ہوا ہے - لوگ دُور دُور سے مکہ معظمہ میں آ رہے ہیں - لیکن پا پیادہ پچیس حج کرنے والے امامِ حسینؓ آج نفلی حج کو چھوڑ کر مکہ معظمہ سے باہر جا رہے ہیں - عظیم ترین مقصد کیلئے حج سے بھی بڑا مقصد، جبھی تو اُس مقصد پہ حج کو قربان کیا جا رہا ہے - ظاہر کے حالات سے بھی آپ پوری طرح واقف تھے اور باطن کے پردے بھی آپ کے سامنے اُٹھے ہوئے تھے - آپ کے سامنے یزیدیت کا سیلاب تھا جسے روکنا بے حد ضروری تھا اور اس سیلاب کو صرف جوانانِ اہلِ بیت کی لاشوں کے ٹکڑوں کا بند باندھ کر ہی روکا جا سکتا تھا -

حرم میں خون گرانا حرام ہے - امام چاہتے تھے کہ حرمِ محترم کا احترام قائم رہے اور میرے ہوتے ہوئے یہاں خون ریزی نہ ہونے پائے - شہزادۂ کونین کا مقصد تھا حرم کا تحفظ - حرم سے دُور جا کر کیا جائے -

آپ کو معلوم تھا کہ حرم میں ایک شخص کو مینڈھے کی طرح ذبح کیا جائے گا - آپ حرم کی حُرمت

لہ میرے حج کے ساتھیوں میں چند نام یہ ہیں - غلام محمد نمبردار صاحب ڈھکوٹی - چوہدری محمد شفیع صاحب پیر محل - شیخ محمد خلیل، محمد رفیق، خوشی محمد صاحبان - شیخ محمد ابراہیم، محمد حنیف کامونکی - ڈاکٹر شاہ محمد، قاری محمد یونس، محمد یوسف راولپنڈی - حکیم حبیب الرحمٰن صاحب چک اوٹھیاں - حکیم حبیب الرحمٰن صاحب کی اہلیہ محترمہ اماں ستاں کا میں خاص طور پر مشکور ہوں - اُنہوں نے میری بیمار اہلیہ کی بہت خدمت کی تھی، اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے - ان کے علاوہ مولانا محمد حسین صاحب، خان محمد نور محمد چک سہر لال اور محمد انور بھی شریکِ سفر تھے - اور بھی بہت سے احباب ہیں ان سب کا تفصیلی ذکر میں نے سفرنامہ میں کیا ہے - حافظ محمد طاہر و شیخ میاں عنایت اللہ سے بھی ملاقات ہوئی اور رہبر ۔۔۔ جاتا بھی ساتھ تھیں -

marfat.com

کو بچانا چاہتے تھے۔ آپ حرم کی زمین چھوڑ دینا چاہتے تھے۔ آپ کے دادا اسمٰعیلؑ نے حرم کی بنیادوں کو استوار کیا۔ آپ اُن بنیادوں کو مضبوط کرنا چاہتے تھے۔ ؎

غریب وسادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؑ ابتدا ہے اسمٰعیلؑ (اقبالؔ)

کوفیوں نے کہا تھا ہمارا کوئی امام نہیں ہم بے امام ہیں۔ ہماری دستگیری کیجئے۔ ہم یزید کو اپنا خلیفہ تسلیم نہیں کرتے ہمیں سہارا دیجئے۔ جگر گوشۂ رسولؐ تھا، علیؑ کا جگر پارا تھا، فاطمہؑ کا دُلارا تھا۔ کیسے سہارا نہ دیتا اور کیوں فریاد رسی نہ کرتا۔ ؎

زندہ حق از قوتِ شبیری است!
باطل آخر داغِ حسرتِ میری است! (اقبالؔ)

آیا تھا! یہ خیال بھی دل میں آیا تھا کہ دو دن اور رُک کر نفلی حج ادا کروں! لیکن نانا کی آواز کانوں میں رس گھول رہی تھی، حسینؑ! اُٹھو نفلی حج کی فکر نہ کرو۔ تمہیں حجِ اکبری ادا کرنا ہے۔

لوگ دس ذوالحجہ کو منٰی میں بکروں اور مینڈھوں کو قربان کر کے تمہارے دادا اسمٰعیل کی یاد کو تازہ کریں گے۔ لیکن تم دس محرم کو اپنے بیٹوں کی قربانیاں پیش کرو گے۔ اپنے بھائیوں کی قربانیاں دو گے، اپنے بھتیجوں کی قربانیاں دو گے اور پھر تم خود بھی قربان ہو کر تکمیلِ ذبحِ عظیم کر دو گے۔ ؎

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر
معنیِ ذبحِ عظیم آمد پسر

حسینؑ! تمہارے دادا اسمٰعیلؑ کی قربانی کا یہ اثر ہے کہ اب تک لوگ کروڑوں جانوروں کو قربان کر چکے ہیں اور یہ سلسلہ تا قیامِ قیامت جاری رہے گا۔

تمہارے دادا اسمٰعیلؑ کی جگہ جانور قربان ہوا تھا۔ لوگ جانوروں کو ذبح کر کے اُن کی یاد مناتے ہیں۔

لیکن میرے پیارے حسینؑ! تمہاری جگہ مینڈھا قربان نہیں ہوگا۔ تم تو اُن مقدس انسانوں کی قربانیاں پیش کرو گے جن میں قدسی صفات ہوں گی۔ جن کے چہروں پہ ملکوتی حسن ہوگا۔ جن کے خون کے ہر قطرے سے صدائے اللہ اکبر بلند ہوتی ہوگی۔ جن کے دلوں میں ایمان کی حرارت ہوگی اور جن کے سینوں میں شمعِ صداقت فروزاں ہوگی۔

marfat.com

پھر تمہاری ان قربانیوں کا اثر لامتناہی ہو جائے گا۔ سرمدی اور ابدی ہو جائے گا۔ اور لوگ تمہاری ان قربانیوں کی یاد بکروں اور مینڈھوں کو قربان کرنے کے بجائے اپنی جانیں پیش کر کے منائیں گے۔ مائیں اپنے بیٹوں کی شہادت پہ فخر کریں گی۔ باپ اپنا سرمایۂ حیات لُٹتے ہوئے دیکھ کر خوش ہوں گے۔ اہلِ وفا شہید ہو کر تمہارے پرچم تلے جمع ہونے کے لئے بیقرار ہو جائیں گے۔ قیامت تک ہر دور میں نعرۂ حسینیت بلند ہوتا رہے گا اور اہلِ حق لوگ اپنی جانیں قربان کر کے تمہیں خراجِ عقیدت پیش کرتے رہیں گے۔ اُن کا خون تمہارے خون کی سلامی کے لئے مچل جائے گا اور تمہارا لہو اُن کے لہو میں حرارتِ ایمانی بھر دے گا۔ اُن کے خون کے ہر قطرہ میں بھی بوئے وفا رچ بس جائے گی۔ اُنہیں حق و صداقت کی سربلندیوں سے آگاہی حاصل ہو جائیگی اور یہ سب تیرے طیب و طاہر اور مقدس خون کا اثر ہوگا۔

اُٹھو میرے حسین! بکروں اور مینڈھوں کی قربانیوں کی بجائے اپنے جگر کے ٹکڑوں کی قربانیاں پیش کرو۔

اکبر و اصغر کی قربانی پیش کرو۔ قاسم و عباس کی قربانی پیش کرو۔ عون و محمد کی قربانی پیش کرو۔ اپنے وفا پرور ساتھیوں کی قربانیاں پیش کرو۔

اور پھر خدا تعالےٰ کے قانون کے تحفظ کے لئے، میرے دین کو بچانے کے لئے میری شریعت کی حفاظت کے لئے، حق کی سربلندی کے لئے، اسلام کی بقا کے لئے عظمتِ انسانیت کے لئے خود بھی قربان ہو جاؤ۔

پرستارانِ توحید آج یہاں سفید احراموں کے کفن باندھ کر بارگاہِ ایزدی میں حاضر ہو کر ندامت کے آنسو پیش کر رہے ہیں۔

لیکن میرے مظلوم شہید! تم دس محرم کو سُرخ احرام باندھ کر خدا تعالےٰ کی کبریائی اور عظمت کا اعلان کرو گے اور بجائے آنسوؤں کی برسات کرنے کے اپنے خونِ مقدس کا ہر قطرہ پیش کر دو گے۔

لوگ یہاں زمزم سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ کربلا میں تم تین دن کی پیاس برداشت کر کے نانا کے ہاتھوں کوثر و سلسبیل کے جام نوش کرو گے۔

میرے حسینؑ اُٹھو! لوگ میرا دین تبدیل کر دینا چاہتے ہیں۔ اگر آج تم نے حق و باطل میں امتیاز پیش نہ کیا تو لوگ قیامت تک حق و باطل میں تمیز نہیں کر سکیں گے۔ دنیا والے گمان کریں

marfat.com

گے کہ ہر امیر کی اطاعت واجب ہے خواہ وہ شرابی ہو، زانی ہو، بدکار ہو اور قوانین الٰہیہ کو پامال کرتا ہو۔

میرے بیٹے! دنیا کو بتا دے کہ اُولِی الاَمۡرِ مِنۡکُمۡ کا مطلب کیا ہے۔ میرے چاند نشاندہی کر دو کہ وہ کون امیر ہے جس کی اطاعت خدا و رسولؐ کے بعد ضروری ہے۔ خدا و رسولؐ سے بغاوت کرنے والا حاکم کس طرح قابلِ اطاعت ہو سکتا ہے۔ خدا کے باغی کی اطاعت کرو گے تو خدا و رسولؐ کی اطاعت کیسے ہو سکے گی جبکہ آیت میں ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو۔ اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور پھر امیر کی اطاعت کرو۔

پیارے حسینؑ! دنیا والے اس ظن میں مبتلا ہو جائیں گے کہ جب محمدؐ کے نواسے نے گمراہی اور بے دینی کی حکومت کو خلافتِ الٰہیہ تسلیم کر لیا تو ہم کیوں نہ کریں۔

حسینؑ! یزید کی بیعت قبول کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ تم نے نانا کی حرمت کو فروخت کر دیا۔ رسالت کے مقصد کو قتل کر دیا۔

اُٹھو میرے حسینؑ! نانا کی حرمت اور مقصدِ رسالت کے تحفظ کے لئے اُٹھو اور یزیدی قوتوں سے ٹکرا جاؤ۔ اُس کی حکومت کو غیر اسلامی قرار دے کر اُس کی اُمیدوں پر پانی پھیر دو۔ تمہاری شہادت یزیدیت کے مُنہ پر طمانچہ ہوگی۔ فسق و فجور اور ضلالت و گمراہی کی موت ہوگی۔

اُٹھو! اور میرے دین کی حدوں کو اپنے سُرخ سُرخ خون کی لکیر کھینچکر اسقدر نمایاں کر دو کہ کم نظر لوگ بھی آسانی کے ساتھ حق و باطل میں تمیز کر سکیں۔

حسینؑ: یہ کام تمہیں کر سکتے ہو۔ یزید اپنے مکروہ اور ناپاک ہاتھوں میں تمہارے مقدس ہاتھ لینا چاہتا ہے۔ اُسے بتا دو کہ حسینؑ سر تو کٹوا سکتا ہے لیکن تیرے پلید ہاتھوں میں ہاتھ دیکر نانا کی حرمت فروخت نہیں کر سکتا۔

اُٹھو میرے حسینؑ! اپنے سفر کا آغاز کر دو۔

احکام سفر اُس شہنشاہ کی طرف سے صادر ہو چکے ہیں جس کا ہر حکم حکم خداوندی ہے۔ پھر دوسروں کے مشوروں پر کس طرح عمل کیا جا سکتا تھا۔

آج عقلِ عیار حسینؑ کی شہادت میں نقائص تلاش کرتی ہے اور سبطِ پیمبر کے اس پُر مقصد اور عظیم سفر میں خامیاں نکالتی ہے اور نواسۂ رسولؐ کو مشورے دیتی ہے کہ اُسے ایسے نہیں کرنا چاہیئے تھا اور اُسے ایسے کرنا چاہیئے تھا۔ معاذ اللہ!

marfat.com

ہم پوچھتے ہیں کہ اگر امام حسینؑ مکہ کو نہ چھوڑتے تو کیا یزید انہیں چین و آرام کی زندگی بسر کرنے کی اجازت دے دیتا۔ جبکہ تاریخ شاہد ہے کہ قتلِ امام کے بعد بھی یزید نے وحشت و بربریت کی انتہا کر دی۔ مدینہ منورہ کی حرمت کو لوٹ کر مکہ معظمہ کی بے حرمتی کی پھر حجاج نے ابن زبیر کو حرمِ محترم میں شہید کر دیا۔ غور تو کیجئے اگر حسینؑ بھی اسی طرح شہید کئے جاتے تو اس بے بسی کی موت کا اثر کس رنگ میں ظاہر ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ظلم و استبداد کا مقابلہ امام عالی مقام کو حجرۂ فاطمہؓ سے باہر آکر ہی کرنا تھا۔ بہر حال ہمیں اس حقہ کو بحث و تحیص سے بالکل پاک رکھنا ہے۔

احباب کی آمد

امام عالی مقام بالکل تیار کھڑے ہیں۔ محبانِ کرام ہیں کہ جوق در جوق چلے آ رہے ہیں۔ سبھی لوگ انتہائی بے بسی کے عالم میں شہزادۂ کونین کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ آنکھوں سے اشک جاری ہیں اور دل حسرت و یاس میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ دلوں کی دنیا بھی عجیب ہے کسی سے گہرا ربط و تعلق ہو تو اس کے متعلق یہ سب کچھ بتا دیتے ہیں۔ اہلِ محبت کے دل شہادت دے رہے تھے کہ شہزادۂ بتولؓ، نواسۂ رسولؐ کی آخری زیارت ہے۔ اور متعدد حضرات دل کی یہ بات زبان پر بھی لے آئے اور یوں فریاد کرتے ہیں:- ؎

سب نے عرض کی شہزادۂ حیدرؓ! نہ جا
اے حسینؑ ابن علی سبطِ پیمبر! نہ جا
صدمے پہنچے ہیں وہاں حیدر کو! حسنؓ کو! کیا کیا
جانا کوفے کا تو ہرگز نہیں بہتر! نہ جا!
روئے انور ہے تیرا آئینہ! اندھے ہیں وہ
بے کے اندھوں میں یہ آئینہ سکندر! نہ جا
سنگِ باراں سے بچا جامِ بلوریں اپنا
ایسے لوگوں میں جو پتھر سے ہیں بدتر! نہ جا
گلِ شادابِ نبی اپنے چمن سے نہ نکل!
نازنیں پھول ہے تو! کانٹوں کے اندر! نہ جا

(بیدل)

؎ سوانح کربلا پر ہر قسم کی بحث سے بچنے کے لیے ہم نے "شہیدِ ابنِ شہیدؑ" کا دوسرا حصہ مخصوص کر رکھا ہے۔ (مصنف)

marfat.com

حضرت عبداللہ ابنِ عمر آگے بڑھتے ہیں۔ آپ کی پیشانی کو چُومتے ہیں، پیشانیٔ انور کو بوسہ دیتے ہیں اور عرض کرتے ہیں "اُے مملکتِ حق و صداقت کے تاجدار، اُے نوجوانانِ جنت کے سردار، اُے شہیدانِ محبت کے قافلہ کے سالار! مَیں آپکو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ حالانکہ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ آپ یقیناً شہید کر دیئے جائیں گے۔

ابو سعید خدری نے گذارش کی کہ آپ تشریف نہ لے جائیں۔ ابو واقد نے منت سماجت کی ۔۔۔ رکا، حضرت عبداللہ ابنِ عباس نے رو رو کر فریاد کی کہ شہزادۂ رسول ابھی ۔۔۔ ر فرمائیں۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ اب کوفہ کا گورنر نعمان بن بشیر ۔۔۔ بھیج دیا ہے۔ وہ بڑا شقی اور بد بخت انسان ہے۔ آپ ۔۔۔ لوگ ابن زیاد کو وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے تو ۔۔۔ آپ کو ضرور ہی جانا ہے تو آپ یمن تشریف لے جائیں۔

۔۔۔ تا ہوں آپ میرے سچے ہمدرد ہیں۔ آپ کی ہر بات دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ مَیں آپ کی نصیحت اور شفقت کا شکر گذار ہوں لیکن مَیں تو عزمِ صمیم کر چکا ہوں مَیں کس طرح رُک سکتا ہوں۔ حسینؑ کا مصمّم ارادہ کس طرح تبدیل ہو سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابنِ عباس نے یہ غیر متزلزل کلمات سُنے تو رو کر عرض کیا۔ اُے شہزادۂ رسولؐ! اگر آپ کا جانا اتنا ہی ضروری ہے تو بچوں کو ساتھ نہ لے جایئے۔ اہلِ بیت کرام کو تو مکہ معظمہ میں چھوڑ جائیں۔ مگر آپ نے منظور نہ فرمایا۔ کیسے منظور فرماتے ان سب کا جانا تو اُتنا ہی ضروری تھا جس قدر آپ کا اپنا جانا۔ آپ نے اپنے سچے بہی خواہوں اور سچے ہمدرد دل سے فرمایا کہ مَیں آپ سب کا شکر گذار ہوں۔
مگر میرا اب رُک جانا امرِ مُحال ہے۔ مشیتِ خداوندی یہی ہے کہ مَیں مکہ معظمہ کو چھوڑ دوں۔ مجھے جانے دو۔ مجھے میرا فرض پکار رہا ہے۔

اُے میرے غمگسارو، ٹھہرا نو مجھ کو جانے دو
مجھے نانا کے دین کی ڈوبتی کشتی بچانے دو
کسی کے روکنے سے ابنِ حیدر رُک نہیں سکتا
یہ سر کٹ سکتا ہے باطل کے آگے جھک نہیں سکتا

marfat.com

مجھے نانا کے حکمِ خاص کی تعمیل کرنے دو
مِنیٰ کے فرض کی جا کر مجھے تکمیل کرنے دو
یہ دُنیا کچھ نہیں اِک صُورتِ موہوم ہے سب کچھ
مجھے تم کیا بتاتے ہو مجھے معلوم ہے سب کچھ (صائم چشتی)

آپ کے ارشاداتِ عالیہ سن کر لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ صدائے الفراق تھی، محبانِ اہلِ بیت کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ صدائے سروش آئی ۔ اَے مکّہ والو اَے دُور دراز سے آنے والے حاجیو! محمدِ عربی کے چاند کی آخری زیارت کر لو۔ فاطمہؓ کے لال کا آخری دیدار کر لو۔ آج کے بعد اس پیکرِ نُور اور شبیہہ مصطفٰے کو نہیں دیکھ سکو گے۔ حسینؑ نے حرم محترم کی طرف نگاہیں اُٹھا کر فرمایا ۔ اَے جلوہ گاہِ ربِ جلیل ! اَے تصویرِ ذوقِ ذبیح و خلیل! حسینؑ تیری عظمتوں کو سلام پیش کرتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ تیری حُرمت کی حفاظت فرمائے تیرا وجود خطا کاروں اور گنہگاروں کے لئے چشمۂ رحمت ہے ۔ تُو سراپا برکت ہی برکت ہے تیری زیارت سے گناہوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے ۔ تیری حُرمت کو بچانے کے لئے نانا جان تجھے چھوڑ کر مدینہ چلے گئے تھے ۔ آج تیری حُرمت کو بچانے کے لیے حسینؑ کربلا کو جا رہا ہے۔ اَے کعبہ کی دیوارو تم سلامت رہو اور خوش نصیب تم سے چمٹ چمٹ کر اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہیں ۔ حجرِ اسود تم بھی سلامت رہو تمہیں میرے نانا نے چُوما ہے تم بہت خوش نصیب ہو تمہیں لوگ قیامت تک چُومتے رہیں گے ۔ میری طرف دیکھو ۔ مَیں بھی بوسہ گاہِ رسُول ہوں لیکن مجھے یہ چُومنے والوں میں سے ہی کچھ لوگ میری گردن پہ تلوار چلا دیں گے ۔ یہ اپنا اپنا مقام ہے ۔ امام عالی مقام کی رِقت انگیز گفتگو سے کعبۃ اللہ کی دیواروں کو لرزہ آجاتا ہے ۔

فضاؤں میں یکایک ایک درد افزا صدا گونجی
ہُوئی گُم مرکزِ اِسلام سے اِسلام کی پُونجی
چلے ہیں کربلا کو، کربلا کے، کعبہ کے والی
خدا کا گھر، نبی زادوں سے گویا ہو گیا خالی

marfat.com

اُس نے کوفہ سے قادسیہ اور قادسیہ سے خفان اور خفان سے قطقطانہ اور وہاں سے کوہِ لعلع تک گھوڑسوار دستے متعیّن کر رکھے تھے۔

امام عالی مقام کے سامنے تو راستے کا ایک دوسرا نقشہ تھا جو نانا حضورؐ نے خوابوں میں دکھا رکھا تھا۔ آپ راستوں کو بدل بدل کر چلتے رہے۔

زہیر بن قین کی ملاقات

زہیر بن قین بجلی، حج کر کے واپس آ رہے تھے چونکہ اُن کے قافلہ میں بچے نہیں تھے صرف چند عورتیں تھیں۔ اس لئے اُن کا قافلہ امام عالی مقام سے چار روز بعد مکّہ معظمہ سے روانہ ہو کر بھی آپ تک پہنچ گیا۔ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سیاسی طور پر کچھ کدورت رکھتے تھے اس لئے جب امام کے قافلہ کو ملے تو سارا دن تو اُن کے ساتھ سفر جاری رکھتے اور رات کو ذرا دُور اپنے خیمے لگا دیتے۔

ایک رات امام عالی مقام نے اُنہیں پیغام بھیجا کہ ہمیں آکر ملو۔ آئے تو سہی لیکن جیسے کسی نے زبردستی دھکیل کر بھیجا ہو۔ بڑی بیزاری اور کراہت کے ساتھ حاضرِ دربار ہوئے۔ شہزادۂ مصطفےٰ نے خصوصی نگاہوں سے دیکھا اور نہ جانے کیا بات کہی کہ زہیر سب کچھ بھول کر دل دے بیٹھے۔ شمشیرِ نگاہِ حسینؓ دل پر چل گئی۔ قدم چوم کر اجازت حاصل کر کے اپنے ساتھیوں میں آ کر فرمایا۔

میں تو نواسۂ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس جا رہا ہوں اور اب وہیں رہوں گا۔ اگر میرے ساتھ کوئی رہنا چاہتا ہے تو آ جائے ورنہ تمہیں اپنی مرضی کرنے کا پورا پورا حق ہے۔ اور میں امام حسینؓ کے ساتھ اس لئے رہنا چاہتا ہوں کہ ایک شہر منجزیہ ہم نے بہادر کیا۔ شہر فتح ہو گیا اور ہمیں بے شمار مالِ غنیمت حاصل ہوا۔ ہم لوگ بڑی خوشی سے مالِ غنیمت تقسیم کر رہے تھے کہ ہم کو مخاطب کر کے حضرت سلمان فارسیؓ نے فرمایا۔ کہ اگر تم نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول امام حسینؑ علیہ السّلام کو اس حال میں پاؤ کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں تو ان کے ساتھ مل کر اس مالِ غنیمت سے زیادہ خوش ہونا۔ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ میں تم سب کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور

marfat.com

کرتی ہو گی ؟

عون نے بتایا کہ جناب اب بیماری سے تو بالکل صحتیاب ہو چکی ہیں لیکن آپ سب کو اس شدت سے یاد کرتی ہیں کہ بیان نہیں کیا جا سکتا ۔ دن رات آپ ہی کی گفتگو کرتی رہتی ہیں۔ کبھی بھائی جان علی اکبر کی باتیں ، کبھی ننھے علی اصغر کی باتیں ، کبھی اپنی امّی کی باتیں اور کبھی ہماری امّی کی باتیں ۔ آپ کا ذکر تو بار بار کرتی رہتی ہیں ۔ ہم جب مکہ معظمہ کو آنے لگے ہمارے گلے لگ لگ کر روتی تھیں آپ کو بہت بہت سلام کہتی ہیں ۔ کہہ رہی تھیں ہمارا سلام بھول نہ جانا بھائی جان ! علی اکبر کے نام پیغام دیا تھا کہ آپ کا وعدہ کدھر گیا ۔ اب مجھے لینے آؤ گے تو صُغریٰ کی قبر سے ملاقات ہو گی آپ کے نام رو رو کر پیغام دے رہی تھیں کہ بابا جان میرے حصّے کا پیار بھی سکینہ سے ہی کر لینا ۔ مَیں آپ کی کیا لگتی ہُوں ۔ پھر کہتی تھیں مَیں سکینہ سے جلتی نہیں وہ تو میری جان ہے ۔ اُسے بہت بہت سلام کہنا ۔ ننھے علی اصغر کو میری طرف سے گود میں لیکر سینے سے چمٹا چمٹا کر پیار کرنا ۔ امام عالی مقام نے آہِ سرد کھینچی اور خط پڑھنا شروع کر دیا لکھا تھا ۔

منجانب عبداللہ بن جعفر بنام نواسۂ رسُول امام حُسینؑ ۔ بعد از حمد و صلوٰۃ آپ کو اور تمام اہلِ بیت کو سلام قبول ہو ۔

اَمّا بعد ، معروض ہُوں کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ نے کُوفہ جانے کی مکمّل تیاری کر لی ہے مَیں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہُوں کہ آپ اپنے اِس عزم و ارادہ کو ملتوی فرما دیں ۔ کیونکہ یہ مصیبت اور بلاؤں کا راستہ ہے ۔ اگر آپ کو معاذ اللہ قتل کر دیا گیا تو زمین کا نور بُجھ جائے گا ۔

اس وقت آپ ہی تو منبعِ ہدایت اور اہلِ ایمان کی اُمیدوں کا مرکز ہیں ۔ مَیں نے عاملِ مدینہ سعید بن عمرو بن العاص سے آپ کیلئے امان حاصل کر لی ہے ۔ مَیں جلد حاضر ہو کر اُس سے تحریری امان نامہ حاصل کر لوں گا ۔ اس لئے آپ میرا انتظار کریں ۔ مَیں بہت جلد حاضرِ خدمت ہو رہا ہُوں ۔

والسّلام مع الخیر

امام عالی مقام نے خط بند کیا ، مدینہ منوّرہ کی طرف رُخ کر کے دل ہی دل میں نانا جان اور

marfat.com

اماں جان کو سلام کہا۔ صغریٰ کی یاد میں اُٹھنے والے طوفانوں کو دبایا اور وہیں پر سے جحون کے قبرستان جنت المعلیٰ کی طرف مُنہ کر کے بابا عبد المطلبؓ کو سلام عرض کیا، دادا ابو طالبؓ کو سلام کہا اور پھر محترمہ نانی جان سیدہ خدیجتہ الکبریٰ کے حضور میں ہدیۂ سلام پیش کرتے ہیں۔

اَلسّلام اَے راحتِ جانِ رسُول
اَلسّلام اَے مادرِ زہرا بتُولؓ

اَلسّلام اَے رازدارِ مصطفےٰ
الوداع اَے غمگسارِ مصطفےٰ

اَلسّلام اَے ملکۂ مُلکِ جناں
الوداع اَے حرمِ شاہِ مُرسلاں

اَلسّلام اَے زوجۂ خیرالانام
الوداع اَے مادرِ اُمت تمام

اَلسّلام اَے پیکرِ شرم و حیا
الوداع اَے منبعِ جُود و عطا

اَلسّلام اَے جاں نثارِ مصطفےٰ
الوداع اَے مہبطِ نُورِ خدا

اَے رفیق و مُونسِ ختم الرُّسل
اَے فروغِ خانۂ مختارِ کُل

اَے حبیبۂ! حبیبِ کبریا
اَے رفیقۂ رسُولِ دوسرا

اَے مری اُمی کی اُمی نُورِ عین
جا رہا ہے دُور قدموں سے حسینؓ
(صائم چشتی)

مخدومہ کائنات، ملکۂ فردوسِ بریں، محبوبۂ محبُوبِ خدا، طیبہ طاہرہ، مقدسہ معظمہ، محترمہ، مکرمہ، سیدہ خدیجتہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے حضور میں الوداعی سلام عرض کرنے کے بعد امام عالی مقام آغازِ سفر فرما دیتے ہیں۔

آغازِ سفر

شہیدانِ وفا کا امام، حق و صداقت کے قافلے کا امیر جانی پہچانی منزل کی طرف جا رہا ہے۔ راستے میں ایک شخص ملا۔ اُس نے عرض کیا۔ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں آپ لوٹ جائیے، کوفیوں پر بھروسہ نہ کیجئے۔

امام عالی مقام نے شفقت سے اُس کی طرف دیکھ کر فرمایا۔

"جو کچھ تم کہتے ہو ہم بھی جانتے ہیں۔ لیکن خدا کے حکم کے خلاف نہیں کیا جا سکتا۔

عرب کا مشہور شاعر فرزدق حج کے لئے آ رہا تھا۔ اہل بیت کے قافلے کو دیکھ کر رُک گیا امام کے قدموں کو چوم کر عرض کیا۔

marfat.com

شہزادۂ عالم! کاش آپ کوفیوں پر بھروسہ نہ کرتے۔ حضور والا! وہ بڑے بے وفا ہیں۔ اُن کے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن تلواریں حکومت کے ساتھ ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ فرزدق! تم ٹھیک کہتے ہو لیکن میرے مقاصد بہت بلند ہیں۔

حضرت عبداللہ بن جعفر خط لکھ کر خود بھی اس خیال سے آگئے کہ شاید امام خط کو لائقِ التفات نہ سمجھیں۔ راستے میں ہی آپ کی مکہ سے روانگی کی اطلاع مل گئی۔ راستہ بدل کر آپؓ تک پہنچ گئے۔ بڑی منت سماجت کی کہ آپ واپس مکہ معظمہ تشریف لے چلیں۔ میں وہاں چل کر حاکمِ مکہ سے تحریری "امان نامہ" حاصل کر کے آپ کو دے دوں گا۔

آپ نے فرمایا! بھائی جان! میں آپ کے مخلصانہ مشوروں کا نہایت مشکور ہوں۔ لیکن میں واپس نہیں جا سکتا۔

"مجھے نانا جان نے خواب میں ایک حکم دیا ہے۔ میں اُسے بہر صورت پورا کروں گا خواہ اُس کا نتیجہ میرے حق میں نکلے یا میرے خلاف جائے۔

مایوس ہو کر حضرت عبداللہ اپنے بچوں عون و محمد کو آپ کے ساتھ رہنے کا حکم دیکر واپس آ گئے۔ کربلا کے مسافر جا رہے ہیں۔ امام عالی مقام کا نانا جان سے مکمل رابطہ ہے۔ گنبدِ خضریٰ کے مکین نواسے کی ہر مقام پہ پوری پوری رہنمائی فرما رہے ہیں۔ قافلہ آہستہ آہستہ اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا ہے۔

راستوں کی ناکہ بندی

حاکمِ مکہ سعید بن عمرو بن العاص نے اگرچہ مکہ معظمہ میں رہائش کے دوران امام عالی مقام سے کوئی تعرض نہیں کیا تھا لیکن آپ کے روانہ ہوتے ہی اُس نے ہر طرف سے ناکہ بندی کر دی یزید کا بھی یہی حکم تھا کہ ابنِ علی کو کوفہ جانے سے ہر قیمت پہ روکا جائے۔

ایک روایت کے مطابق حاکمِ مکہ سعید نے اپنے بھائی کی کمان میں چند دستے سپاہیوں کے بھی روانہ کئے۔ جنہوں نے امام عالی مقام کو سفر جاری رکھنے سے منع کیا اور دھمکی بھی دی۔ جب امام عالی مقام نے انکار فرمایا تو اُنہوں نے تلواریں نکال لیں۔ لیکن کربلا معلیٰ میں پہنچنے سے آپکو کون روک سکتا تھا۔ شہسوارانِ حسینؓ کی تلواریں چمکیں تو وہ لوگ جلد ہی شکست اُٹھا کر بھاگ گئے دوسری طرف ابنِ زیاد نے بھی تمام شاہراہوں پہ ناکہ بندی کروا رکھی تھی۔

marfat.com

درو دیوارِ کعبہ نے لباسِ ماتمی پہنا
عروسِ گل نے پھولوں کا اُتارا جسم سے گہنا
جگر پہ فرطِ غم سے "سنگِ اسود" نے رکھا پتھر
صفا مروہ کو چکر آگیا کھانے لگیں چکر
بنی شکلِ حطیم دِل شکستہ، صورتِ ماتم
بشکلِ چشمِ نم تھا اشک افشاں "چشمۂ زمزم"
مثالِ اشکِ غم دریا بہے میزابِ رحمت سے
ہر اک سجدے سے نے سر ٹکرایا محرابِ عبادت سے
خدا کی راہ میں گھر سے خدا کا مہماں نکلا
شہیدانِ محبت کا امیرِ کارواں نکلا!
(حسن رضا معمولی تغیر سے)

امام عالی مقام کی روانگی کی اطلاع اطراف و جوانب میں تیزی سے پھیل گئی۔ حضرت محمد بن حنفیہ کو جب اطلاع ملی تو آپ اُس وقت طشت میں وضو فرما رہے تھے۔ فرطِ غم سے بیتاب ہو کر رونے لگے۔ وضو کرنا بھی یاد نہ رہا۔ اور اسقدر روئے کہ وہ طشت آپ کے آنسوؤں سے بھر گیا۔ آپ روتے رہے اور آنکھیں وضو کرتی رہیں۔

عبداللہ بن جعفر کا خط

اسی دوران میں مدینہ منورہ سے ایک قافلہ آیا۔ قافلے کے ساتھ دو بچے تھے۔ مکہ معظمہ پہنچ کر وہ قافلے سے الگ ہو گئے اور سیدھے امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ بچے سیدہ زینب صلوٰۃ اللہ علیہا کے جگر کے ٹکڑے حضرت عون اور حضرت محمد تھے ـــــ ماموں جان کے حضور میں حاضر ہو کر ادب سے سلام عرض کیا۔ امام عالی مقام نے انتہائی شفقت و محبت فرماتے ہوئے بھانجوں کو سینے سے لگا لیا۔ اور آنے کا سبب پوچھا۔

بچوں نے عرض کیا۔ آپ کے نام باپ کا خط لے کر آئے ہیں ـــ اور ادب سے خط پیش کر دیا۔

آپ نے خط کھولتے ہوئے پوچھا۔ کہو صغریٰ کی طبیعت کیسی ہے؟ ہمیں یاد تو بہت

marfat.com

پھر اپنی بیوی سے فرمایا کہ میں تمہیں طلاقؔ دیتا ہوں۔ تاکہ تمہیں میری وجہ سے کوئی تکلیف نہ اُٹھانا پڑے۔

یہ نگاہِ شبّیری کا تصرّف تھا، یہ حُسینی توجّہ کا کمال تھا کہ اپنے باپ سے کدُورت رکھنے والے کا دل اِس طرح جیت لیا کہ وہ اپنے بیوی بچّوں کی محبّت کو بھی قربان کر کے آپ کے ساتھ ہو لیا۔

آپ آئندہ اَوراق میں زہیؔر کی بہادری کے کارنامے پڑھ کر انگُشت بدنداں رہ جائیں گے۔

لہ ایک روایت میں ہے کہ زہیر کی بیوی نے طلاق نہ لی تھی بلکہ اولادِ فاطمہؑ کی کنیز بن کر ساتھ ہی رہی تھی۔

marfat.com

قاصدِ حسینؑ کوفہ میں

امام عالی مقام نے حضرت قیس بن مسہر کو امام مسلم کے نام ایک خط دے کر بھی روانہ کر دیا کہ تم تیز تیز چلتے ہوئے ہماری آمد کی اطلاع کوفہ میں کر دو۔ قاصد خوش خرام امام عالی مقام کے قدم چوم کر سواری کو دوڑاتا ہوا اور سفر کو قطع کرتا ہوا جب قادسیہ میں پہنچتا ہے تو ابنِ زیاد کے سپاہیوں نے اُسے گرفتار کر لیا۔ ان واقعات کے پڑھنے سے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے یزید اور ابنِ زیاد نے امام عالی مقام کو گرفتار کرنے کے لئے جاسوسوں کا جال پھیلا رکھا ہو۔

بہر حال قاصدِ حسین کو گرفتار کر کے ابن زیاد لعنتی کے دربار میں پیش کر دیا گیا۔ ابن زیاد ملعون نے امام عالی مقام کا خط اُس سے لے لیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے زمین پر پھینک دیا اور پھر قاصدِ امام حضرت قیس بن مسہر کو مخاطب کر کے کہا کہ حسینؑ کوفہ کی حکومت کے خواب دیکھ رہا ہے حالانکہ اُسے معلوم نہیں کہ کوفہ میں اُس کا اور اُس کے ساتھیوں کا قبرستان بنے گا۔

قیس بن مسہر:۔ ابنِ زیاد! تمہیں نواسۂ رسولؐ کا ذکر کرتے ہوئے احتیاط کرنا چاہیئے۔

ابنِ زیاد:۔ خاموش رہو! اگر جان کی خیر چاہتے ہو تو کوٹھے کی چھت پر چڑھ کر حکومت کے باغی حسینؑ کو ـــــــــــــــ اس قدر سب وشتم کرو کہ مجھے یقین ہو جائے کہ اب تم کبھی اُس کا ساتھ نہیں دو گے

قیس بن مسہر نے جب اُس کی بکواس سُنی تو غصہ سے کانپنے لگے لیکن ضبط کیا۔ اور چھت پر چڑھ گئے۔ چھت پر جا کر پہلے خدا تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی۔ پھر امام الانبیاء صلی اللہ وآلہٖ وسلم کی ستائش وفضیلت بیان کی اور پھر فرمایا۔

اے کوفہ کے لوگو! امام حسینؑ اس وقت تمام جہان سے افضل ہیں۔ وہ رسولِ کریم کے نواسے اور اُن کی تقدس مآب صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا کے جگر کے ٹکڑے ہیں۔ اُن کو خُدا کے مقدس رسُول نے جنت کے جوانوں کے سردار فرمایا ہے۔ اپنی خوشبو فرمایا ہے۔

marfat.com

آسمانوں کا گوشوارہ فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ میں حسینؑ سے ہوں اور حسینؑ مجھ سے ہے۔ حسینؑ تمہارے امام مولا علی کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہیں۔ اُن کی اطاعت کرو، اُن کا حکم مانو، اُن کا ساتھ دو۔ اُن کی بیعت کرو اور اُن کو اپنا امام بناؤ۔ میں اُن کا قاصد ہوں۔

اور میں ابنِ زیاد اور اُس کے باپ پر لعنت بھیجتا ہوں۔ یہ اور یزید خدا و رسولؐ کے باغی ہیں۔

ابنِ زیاد نے چھت پر چڑھایا تھا کہ یہ حسینؑ کو گالیاں دے گا لیکن وہ خاندانِ نبوت کا شیدائی اور شمع اہلِ بیت کا پروانہ اُلٹا اُسی پر برس پڑا۔ یہی تو مقصدِ حسینؑ تھا کہ جابر حاکم کے سامنے علی الاعلان کلمۂ حق کہہ دو۔ مر جاتے ہو تو جاؤ مگر تقیہ باری نہ کرو۔ حُب دارِ حسینؑ کے یہ جملے سُن کر ابنِ زیاد کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے چھت سے نیچے گرا دو۔ کوفی دیکھتے رہے مگر اُن کے سینوں میں حرارت پیدا نہ ہوئی۔

جناب قیس بن مسہر نے سپاہیوں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو مکہ معظمہ کے راستے پر نظریں جما کر عرض کیا۔ اے شہزادۂ کونین، اے جگر گوشۂ رسولؐ، اے جگر پارۂ بتولؑ، اے امام برحق امام حسینؑ! آپ کی محبت اور آپ کی تربیت کا تقاضا یہی تھا جسے میں نے پورا کر دیا۔ میں نے آپ کے غضب العین کو سامنے رکھتے ہوئے کلمۂ حق کہہ دیا ہے جس کے صلہ میں قتل کیا جا رہا ہوں۔ میرے آقا غلام کی یہ قربانی قبول ہو۔ مجھے یہ سزا آپ سے محبت کرنے کے جرم میں مل رہی ہے۔ آپ بھی تو التفات فرما کر اپنے دیوانے کا اندازِ محبت ملاحظہ فرمائیں۔

ے

بجرمِ عشقِ تو ام می کشند غوغا ئیست
تو نیز بر سرِ بام آ کہ خوش تماشا ئیست

ابنِ زیاد جلاد کے سپاہی آتے ہیں اور پروانۂ شمع حسینیت کو دھکا دے کر نیچے گرا دیتے ہیں۔ سینے شہادت بابِ حیات نے کھڑکی تھی۔ آپ گرے اور دائمی حیات کے مالک بن گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥

marfat.com

کوفہ کی خبریں آجاتی ہیں

امام عالی مقام کا قافلہ مقامِ ثعلبہ پہ پہنچ جاتا ہے۔ محمد بن اشعث کوتوال کوفہ نے حضرت مسلم سے کیا ہُوا وعدہ پورا کر دیا۔ اُس کا بھیجا ہُوا آدمی کوفہ کے حالات بتلانے کے لئے امام عالی مقام کے دربار میں حاضر ہُوا اور کوفہ میں ہونیوالے تمام حالات پیش کر دیئے۔

امام عالی مقام نے حضرت ہانی بن عروہ اور حضرت امام مسلم کی شہادت کی جانکاہ خبر سُنی تو بے ساختہ رونے لگے۔

آپ نے تمام ساتھیوں کو بُلایا اور تمام حالات سے آگاہ کیا۔ ساتھیوں نے سُنا تو تڑپ کر رہ گئے۔ حضرت مسلم کے صاحبزادوں کی موت کی خبر نے سینوں پر چھُریاں چلا دیں۔ ہر فرد غم و اندوہ کی تصویر بن گیا۔ امام نے ہمراہیوں کو فرمایا کہ آپ لوگوں نے کوفہ کے حالات سُن لئے۔ وہاں ہمارا استقبال تلواروں سے ہوگا۔ مرحبا کے نعروں کی بجائے تیروں کی بارش کی جائے گی۔

اب اگر آپ لوگ واپس جانا چاہیں تو ہماری طرف سے پوری پوری اجازت ہے۔ کچھ لوگ ابھی کچھ سوچ ہی رہے تھے کہ حضرت مسلم کے حقیقی بھائی محمد ابن عقیل اور حضرت عبدالرحمٰن ابن عقیل نے بیک زبان عرض کیا کہ ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے بلکہ اور تیزی سے آگے بڑھتے رہیں گے یا امام! ہم اپنے شہید بھائی اور بھتیجوں کا انتقام ضرور لیں گے خواہ ہمیں خود قربان ہونا پڑے امام عالی مقام نے دوسرے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ سب نے اس حق میں اظہارِ رضامندی کیا۔

یہ مشورہ امام عالی مقام نے اپنے خاندان کے افراد سے کیا تھا۔ آپ نے آئندہ پیش آنے والے حادثات کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ سب لوگ پھر ایک بار سوچ لیں۔ انجام کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں۔ لیکن خاندانِ اہل بیت کے تمام افراد نے یہی فیصلہ دیا کہ حضرت مسلم کا انتقام ہر قیمت پر لیا جائے گا۔ قدرت کو حضرت حسین علیہ السلام سے جو خاص کام لینا تھا اُس کیلئے ضروری تھا کہ آپ کا دامن کہیں بھی داغدار نہ ہو۔ آپ کو موقعہ دیا گیا کہ ساتھیوں کی مکمل رضامندی حاصل کر لیں۔

marfat.com

مسلم کی بیٹی

اس دردناک خبر کو عورتوں سے کب تک چھپایا جا سکتا تھا۔ آپ خیموں کے اندر تشریف لے گئے تو سامنے حضرت مسلم کی صاحبزادی پر نظر پڑی۔ بچی کو دیکھتے ہی جذبۂ رحم سے آپ کا دل بھر آیا۔ یہ بچی دونوں صاحبزادوں سے بڑی تھی۔ آپ آگے بڑھے اور بچی کے سر پہ دست شفقت رکھ دیا اور ساتھ ہی آپ زار و قطار رونے لگے۔ بچی حیران ہو گئی۔ سراپا التجا بن کر عرض کیا۔ بابا جان کیا بات ہے! اس سے پہلے تو آپ نے مجھے دیکھ کر کبھی ایسا نہیں کیا۔ خیر تو ہے بابا جان! آپ کیوں رو رہے ہیں۔ میرے ابا جان تو ٹھیک ہیں بابا! میرے بھائی محمد اور ابراہیم تو خیریت سے ہیں۔

معصوم بچی کا سوال تھا یا درد کی تلوار۔ امام عالی مقام کا تو دل چیر گیا۔ کیا جواب دیتے اُس یتیم و بے نوا کو۔ جس کی ماں پہلے ہی وفات پا چکی ہیں اب باپ کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا دو چھوٹے چھوٹے ماں جائے تھے وہ بھی بچھڑ گئے کس دل سے امام یہ خبر سناتے۔ آپ روتے رہے۔ بچی نے بھی آپ کی طرف دیکھ کر رونا شروع کر دیا۔ باقی سیدزادیاں بھی جمع ہو گئیں۔ حیرانی کی تصویر بن کر سب نے پوچھا حضور خیریت تو ہے آپ روتے کیوں ہیں؟ امام عالی مقام نے آنسوؤں سے لبریز آنکھوں کو اوپر اُٹھایا اور درد میں ڈوبی ہوئی آواز سے حضرت مسلم اور اُس کے معصوم شہزادوں کی اندوہناک شہادت کی خبر سنائی۔

یہ خبر تھی یا بجلی جو دلوں پر گری اور سب کو تڑپا کر رکھ دیا۔ پھر کون کم روتا۔ آنسوؤں کے دھارے بہہ رہے تھے۔ خیموں میں کہرام مچ گیا کسی کو تسلی دینے کا بھی ہوش نہ تھا..... سب روئے جا رہے تھے۔ امام عالی مقام نے جی کڑا کر کے فرمایا۔ صبر کرو اے ناموس محمد صبر کرو! اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ ابھی تو ابتدا ہوئی ہے۔ خدا جانے ابھی نہیں کیا کیا مصیبتیں دیکھنا ہیں۔

کوفے والے بدل چکے ہیں اس لئے تم سب میرے امتحان میں شریک ہونے کے لئے دلوں کو مضبوط کرنے کی کوشش کرو۔ ہم بھی اپنے بھائی مسلم سے جلد ملاقات کرنے والے ہیں۔ صبر کرو اے اہل بیت صبر کرو۔

marfat.com

یہ نصیحت کر کے آپ روتے ہوئے دل کے ساتھ خیموں سے باہر تشریف لے آئے اور اُن لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے جو حج کی واپسی کے بعد آپ سے ملتے رہے تھے۔ اُن سے آپ نے فرمایا کہ اب کوفہ میں ہمارا استقبال تلواروں سے ہوگا۔ میرے چچازاد بھائی مسلم کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس لئے میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ مجھ سے علیحدہ ہو جاؤ۔ میرے ساتھ رہنا ہے تو مصیبتیں اُٹھانا پڑیں گی۔ دکھ جھیلنا پڑیں گے۔ بھوک اور پیاس برداشت کرنا پڑے گی اور جانیں بھی دینا پڑیں گی۔

بدوؤں کے قافلے تو اس لئے امام کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے کہ کوفہ میں شاندار استقبال کرنا ہوگا۔ وسیع پیمانے پہ دعوتیں ہوں گی۔ اب امام کی تقریر سے کوفے کے حالات کا پتہ چلا تو جان کے لالے پڑ گئے۔ خاموشی سے اُٹھے، خیمے اُکھاڑے، اپنی اپنی سواریوں پہ بیٹھے اور یوں بھاگے کہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

بس امام عالی مقام کے وہی ساتھی رہ گئے جو مکہ معظمہ سے آپ کے ساتھ آئے تھے یا پھر زہیر بن قین بجلی تھے۔ اور یہ لوگ ایسے تھے جنہیں اپنی جانوں سے امام کا حکم زیادہ قیمتی تھا۔

marfat.com

حُر سے مُلاقات

آج کی شب نہایت بے قراری سے گذری۔ حضرت مُسلم اور اُس کے شہزادوں کی موت نے بڑا گہرا اثر کیا تھا۔ اب تصورات کی دنیا میں انقلابِ عظیم آچکا تھا۔ امام عالی مقام تو پہلے ہی جانتے تھے۔ اب ہر شخص نئے انداز سے سوچ رہا تھا۔ صبح ہوتے ہی شہزادۂ رسُول کا قافلۂ نور آگے بڑھتا ہے۔ دوپہر کے وقت موضع شراف سے کچھ دُور آگے نکل جاتے ہیں۔ سامنے کی طرف دیکھ کر ایک شخص نے کہا اَللّٰہُ اَکْبَر وہ سامنے شاید کھجوروں کے درخت نظر آرہے ہیں۔ وہاں سائے میں تھوڑی دیر آرام کریں گے۔

قبیلہ بنی اسد کے دو شخصوں نے بتایا کہ اس مقام پر کھجوروں کا کوئی درخت نہیں ممکن ہے کچھ سوار ہوں۔ امام عالی مقام نے دیکھ کر فرمایا ہمیں بھی سوار ہی معلوم ہوتے ہیں۔ کیا تمہیں کوئی ایسی جگہ معلوم ہے جو پشت پر ہو جس سے فائدہ اٹھا کہ ہم ان سے مقابلہ کر سکیں۔ انہوں نے عرض کیا کوہ ذوحسشم ہے۔ اگر آپ جلدی کریں اور ان سواروں سے پہلے اُس پہ قبضہ کرلیں تو بہت بہتر ہوگا۔ وہاں پر پانی کا چشمہ بھی موجود ہے۔

شہزادۂ کونین نے سواریوں کو تیز کر دیا اور کوہ ذوحسشم کے دامن میں قافلہ اُتار دیا۔ اب ٹھنڈے پانی کا چشمہ بھی آپ کے قبضہ میں تھا اور جنگی اعتبار سے بھی آپکا مورچہ مضبوط تھا۔ چند گھڑیوں کے بعد آپ کے سامنے ایک ہزار سپاہیوں کی فوج ڈیرا ڈال رہی تھی۔ اس فوج کا سپہ سالار حُرؔ تھا۔ وہ اکیلا آگے بڑھا اور امام عالی مقام سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا آجاؤ۔

حُر حاضر ہُوا اور قدم بوسی کر کے مُؤدب کھڑا ہوگیا۔

امام عالی مقام نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے اُس نے عرض کیا "حُر بن یزید ریاحی"۔ پوچھا کیوں آئے ہو؟ عرض کیا، آیا نہیں بھیجا گیا ہوں۔ پوچھا کس نے بھیجا ہے؟ عرض کیا ابن زیاد نے بھیجا ہے کہ آپ کو گرفتار کر کے کوفہ لے جاؤں۔

نمازِ ظہر کا وقت ہو چکا تھا۔ پانی کے چشمہ پہ امام عالی مقام کا قبضہ تھا۔ کوئی اور ہوتا تو اپنے دشمنوں کو چشمے کے قریب نہ پھٹکنے دیتا۔ مگر یہ تو ساقئ کوثر کا شہزادہ تھا۔ آپ

marfat.com

نے فرمایا۔ باقی باتیں بعد میں ہوں گی ۔ چشمہ سے خود بھی پانی پیو اور اپنے جانوروں کو پانی پلاؤ اور وضو کر کے نماز کی تیاری کرو۔ دونوں جانب کے لوگوں نے وضو کر لئے ۔ شہزادۂ کونین کے شہزادے شبیہہ مصطفٰے حضرت علی اکبر نے اذان کہی ۔ نماز کی تیاری ہونے لگی ۔

امام عالی مقام نے حُرؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اپنے ساتھیوں کے امام تم بنو گے یا ہمارے پیچھے نماز پڑھو گے ؟

حُرؓ نے عرض کی یا امام ! آپ کے ہوتے ہوئے میں نماز کیسے پڑھا سکتا ہوں ۔ آپ پیشوائے عالم اور امام جہان ہیں ۔ امام برحق کے ہوتے ہوئے میں نماز کیسے پڑھا سکتا ہوں میں آپ کی اقتدا میں نماز پڑھوں گا ۔

امام عالی مقام کی اقتدا میں حُر اور اُس کے سارے لشکر نے نماز ادا کی ۔ بعد از نماز عالی مقام امام نے فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا ۔

آپ نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔ اَے لوگو خدا تعالیٰ سے ڈرو اور تمہارے لئے کیا ہی اچھا ہے اگر تم ہمارا حق پہچانو ۔ اور یقین رکھو کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی اسی میں ہے کہ تم اہل بیت رسُول کو ان ظالموں کے مقابلہ میں اولی الامر کے زیادہ مستحق سمجھو ۔

اور اگر یہ سعادت تمہارے نصیب میں نہیں اور تم یزید کے مقابلہ میں ہمیں ناپسند کرتے ہو تو ہمیں واپس جانے دو ۔

اِس لئے کہ ہم خود نہیں آئے بلکہ تمہارے بُلانے پر آئے ہیں ۔ تم نے ہمیں خطوں پر خط لکھے کہ ہم بے امام ہیں ہماری دستگیری کیجئے ۔

حُر نے عرض کی کہ مجھے ان خطوط کے بارے میں کوئی علم نہیں اور نہ ہی میں نے کوئی خط لکھا ہے ۔ امام عالی مقام نے ساتھیوں[1] کو فرمایا کہ کوفیوں کے خط لاؤ اور پھر دو خرجیاں خطوط سے بھری ہوئی اُلٹ دی گئیں ۔ خطوں کا ڈھیر لگ گیا اور حُر کی آنکھیں ایک لمحہ کے لئے ندامت سے جھک گئیں ۔ یہ ندامت کوفہ والوں کی طرف سے تھی ۔ وَرنہ حُر نے تو امام کو کوئی خط لکھا ہی نہ تھا اور نہ ہی کسی خط پر اسکے دستخط موجود تھے ۔ البتہ اُس کے لشکر میں چند لوگ ایسے تھے جنہوں نے خطوں پر دستخط کئے تھے ۔ وہ اپنی اپنی جگہ پر شرم سے گردنیں نیچے کئے ہوئے تھے ۔ حُر نے چند لمحے حیران رہنے کے بعد کہا کہ ان خطوط کی ذمہ داری مجھ پر ہرگز عائد

---

[1] خط لانے والے کا نام عقبہ بن سمعان تھا

marfat.com

نہیں ہوتی۔ مجھے جو حکومت کی طرف سے کہا گیا ہے وہ کرنے پہ مجبور ہوں۔ مجھے ہر قیمت پہ آپ کو حراست میں لیکر ابنِ زیاد کے سامنے پیش کرنا ہے۔

آپ نے فرمایا: حُر تیری موت نزدیک ہے اور یہ ارادہ ڈور ہے۔ ہم ہرگز تمہارے ساتھ نہیں جائیں گے۔ پھر اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ تیاری کرو ہم واپس چلتے ہیں۔

حُر نے کہا کہ میں آپ کو واپس بھی نہیں جانے دوں گا۔ امام عالی مقام نے فرمایا، تجھے تیری ماں روئے تو کیا چاہتا ہے؟

حُر نے عرض کی یا امام سنیئے! اگر یہ جملہ مجھے عرب میں کوئی دوسرا کہتا خواہ وہ کوئی بھی ہوتا تو میں جواباً ضرور کہتا۔ مگر خدا کی قسم آپ تو اس عظیم اور بزرگ ماں کے بیٹے ہیں جس کا نامِ پاک تو میں ایسے مقام پہ لے ہی نہیں سکتا۔

امام نے فرمایا۔ آخر تم چاہتے کیا ہو؟

عرض کی کہ میں آپ کو ابنِ زیاد کے پاس لے جانا چاہتا ہوں۔

امام نے فرمایا: خدا کی قسم میں تیرے ساتھ ہرگز نہیں جاؤں گا۔

حُر نے کہا۔ خدا کی قسم! میں آپ کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔

اللہ تعالےٰ نے حُر کی یہ قسم دوسری طرح پوری کر دی اور امام عالی مقام کا دامن آخری سانس تک نہ چھوڑ سکا۔

قسم تو کھالی مگر فوراً ہی ذہن کروٹ لے گیا۔ دماغ روشن ہو گیا۔ دل میں محبتِ اہلِ بیت کی شمعیں روشن ہو گئیں عشقِ مصطفےٰ نے سینے میں انگڑائی لی تو دنیا ہی بدل گئی۔ چند لمحے کچھ سوچا اور پھر سراپا التجا بن کر گذارش کی۔

اے شہزادۂ رسول! میرے ذہن میں ایک تجویز ہے اگر آپ اتفاق فرمائیں تو آپ کا کرم ہوگا۔ امام نے پوچھا بتاؤ؟ حُر نے کہا جب تک دن ہے آپ ہمارے ساتھ چلیں —— کیونکہ ابنِ زیاد کے جاسوس جگہ جگہ چھپے ہوئے ہیں۔ جب رات ہو تو میرے لشکر سے ذرا ہٹ کر اپنے خیمے لگالیں اور پھر جب سپاہی سو جائیں تو آپ اپنے قافلے کو جس طرف آپ کا جی چاہے لے جائیں۔

میرے لئے بہانہ بن جائے گا کہ پاک دامنوں کی وجہ سے خیمے الگ لگائے تھے۔

امام عالی مقام نے یہ تجویز منظور کر لی۔ اور حُر کے لشکر کو یہ خطبہ دیا کہ اے لوگو جب تم

marfat.com

کسی حاکم کو دیکھو جو ظلم کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کی قائم کی ہوئی حدود کو توڑتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے وعدوں سے انحراف کرتا ہے اور کتاب و سنّت کی مخالفت کرتا ہے، مخلوقِ خدا پر فسق و فجور کی حکومت کرتا ہے تو ایسے حاکم سے قول اور فعل کے ساتھ مخالفت کرو۔ اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو خدا تمہیں اچھا ٹھکانہ نہیں بخشے گا۔

دیکھو! یہ لوگ شیطان کی پیروی کرتے اور رحمان سے سرکشی کرتے ہیں، ان کا فتنہ و فساد اظہر من الشمس ہے اللہ تعالیٰ کی متعینہ حدود توڑی جا رہی ہیں مالِ غنیمت پر ناجائز تصرف کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کیا جا رہا ہے۔

میں ان کی سرکشی اور فسق و فجور کو حق و صداقت اور عدل و انصاف میں تبدیل کر دینے کا زیادہ حقدار ہوں۔ تمہارے بھیجے ہوئے خطوط اور قاصد میرے پاس مسلسل پہنچتے رہے تم نے قسمیں اٹھا اٹھا کر مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ بے وفائی نہیں کرو گے اور میری بیعت پر قائم رہو گے۔ اگر تم اپنے عہد کی پابندی کرو گے تو یہ تمہارے لئے ہدایت کا راستہ ہے۔

کیونکہ میں حسین ابنِ حیدرِ کرار ہوں، فاطمہ بنتِ رسول کا بیٹا ہوں۔ رسولِ خدا کا نواسہ ہوں۔ مجھے اپنا نمونہ بناؤ اور مجھ سے گردن نہ موڑو۔ اور اگر تم اپنا عہد توڑ کر اپنی گردن سے بیعت کا قلادہ نکال پھینکو تو یہ بھی تم سے بعید نہیں۔ کیونکہ تم میرے باپ حیدرِ کرار، میرے برادرِ حقیقی حسن ابنِ علی اور چچازاد بھائی مسلم ابنِ عقیل سے ایسا ہی کر چکے ہو۔ یہ درست ہے کہ تم لوگوں پر بھروسہ کر لینا خود کو فریب دینے کے مترادف ہے۔

لیکن! یاد رکھو کہ پہلے بھی تم نے اپنا ہی نقصان کیا ہے اور اب بھی تم اپنا ایمان ضائع کرو گے۔ تم لوگوں نے آخرت کا اپنا حصّہ ضائع کر لیا ہے اور اپنی قسمت خراب کر لی ہے۔ جو کسی سے کیا ہوا عہد و پیمان توڑتا ہے وہ اپنے ہی خلاف بدعہدی کرتا ہے۔ عجب نہیں کہ خداوندِ قدوس مجھے بہت جلد تم لوگوں سے بے نیاز کر دے۔

یہ خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد امام عالی مقام حضرت حسین علیہ السّلام کا قافلہ روانہ ہو جاتا ہے۔

marfat.com

طرماح بن عدی

ایک طرف حُر کا لشکر جا رہا ہے اور ایک طرف ذرا ہٹ کر امام عالی مقام کا نورانی قافلہ چل رہا ہے۔ چلتے چلتے مقام "عذیب الہجانات" پر پہنچ جاتے ہیں۔

وہاں پر کوفہ سے آنے والے چار شخص امام عالی مقام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ عرض کی کوفہ سے۔ فرمایا۔ کوفہ کا حال بتاؤ؟

اُن میں سے ایک شخص مجمع بن عبید اللہ عامری نے عرض کی۔ اے جگر گوشۂ رسولؐ! کوفہ کے حالات انتہائی بدتر ہو چکے ہیں۔ حکومت نے شہر کے رؤساء کو بھاری رشوتیں دیکر خرید لیا ہے۔ اور وہ لوگ اشرفیوں کی بھری ہوئی تھیلیاں لیکر فروخت ہو چکے ہیں۔ وہ لوگ آپ کے پوری شدت سے مخالف ہیں۔ آپ کی تشریف آوری کو حکومتِ الٰہیہ سے بغاوت اور خروج کا نام دیتے ہیں۔ یزید کو امیر المومنین اور خلیفہ برحق سمجھتے ہیں۔ اُن کے منبروں کی کنجی ابن زیاد کے ہاتھوں میں ہے۔

آپ نے پوچھا۔ ہمارے قاصد "قیس بن مسہر" کا حال سناؤ۔ عرض کیا! انہیں آپ سے محبت کرنے کے جرم میں چھت سے گرا کر شہید کر دیا گیا ہے۔

آپ نے سُنا تو رو کر فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ کوئی اپنی منت پوری کر گیا اور کوئی ابھی کرنے والا ہے۔

یا اللہ! ہمیں اور "قیس بن مسہر" کو جنت الفردوس میں جمع فرما۔

قربان جائیں قیس تیرے مقدر کی بلندیوں کے کہ جنت کا سردار جنت میں تیری قربت کی دعا مانگ رہا ہے کتنی عظیم ہے تیری شہادت اور کتنا اونچا ہے تیرا مقام۔

پھر اُن میں سے ایک شخص طرماح بن عدی نے عرض کی۔ اے شہزادۂ رسولؐ! آپ کو لشکر کی

marfat.com

حراست میں رہنا مناسب نہیں۔ یا تو آپ ان لوگوں پر حملہ کر دیں یا ان کو شکست دیکر کوئی دوسری راہ اختیار کرلیں یا پھر ہمارے ساتھ تشریف لے چلیں۔ کیونکہ اس لشکر کے علاوہ بھی بہت بڑی فوج آپ کے مقابلہ کے لئے کوفہ میں تیار کھڑی ہے۔ خدا کی قسم میں نے اتنی بڑی فوج کبھی نہیں دیکھی۔ اس لئے اچھی بات تو یہی ہے کہ یا آپ ابھی ان پر حملہ کر دیں اور ہمیں آپ کے ساتھ شرکت کی سعادت حاصل ہو جائے گی یا پھر ہمارے ساتھ چلیں۔ ہم کوہ آجا کے دامن میں رہتے ہیں۔ اور وہاں پر ہم دشمن کے ہر قسم کے حملہ سے محفوظ ہیں۔ آپ وہاں جا کر ایک خطبہ ارشاد فرمائیں گے تو قبیلہ طے کے بیس ہزار آدمی آپ پر فدا ہونے کیلئے دس روز کے اندر ہی اندر اکٹھے ہو جائیں گے۔ اور جب تک کوئی آنکھ پلک جھپکتی رہے گی وہ آپ پر فدا ہوتے رہیں گے۔ امام عالی مقام نے اُن لوگوں کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

ہم نے کوفیوں سے ایک عہد کر رکھا ہے جس کی خلاف ورزی کرنا مشکل ہے۔ وہ چاروں ہی حسرت و یاس کی تصویریں بنے ہوئے قدمبوسی کر کے واپس ہو گئے۔

marfat.com

ارضِ کربلا

تھوڑی دیر کے بعد حُر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس کے ہاتھوں میں ایک خط تھا۔ جو امام کی خدمت میں پیش کرکے خاموشی سے بیٹھ گیا۔ یہ ابنِ زیاد کا خط تھا حُر کے نام۔ جس میں اس قسم کا مضمون تھا۔

بذریعہ خط ہٰذا مطلع کیا جاتا ہے کہ حسین اور اس کے ساتھیوں کو کسی پناہ گاہ کی طرف نہ جانے دینا اور ان سب کو کھلے میدان میں رکھو، ان کے ساتھ کسی بھی قسم کی رعایت نہ کی جائے۔ میرا یہ قاصد تمہارے ساتھ رہے گا اور تمہاری نقل و حرکت کی نگرانی کرتا رہے گا۔ تا آنکہ میری دوسری سپاہ تم تک پہنچ جائے۔

امام نے خط پڑھ کر واپس کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ تم کیا چاہتے ہو۔ حُر نے عرض کیا کہ آپ رات کے وقت ہر قیمت پر ہم سے علیحدہ ہو جائیں اور راتوں رات زیادہ سے زیادہ سفر کرکے کوئی اچھی سی پناہ گاہ حاصل کرلیں۔ امام نے وعدہ فرمالیا۔ حُر واپس آگیا۔ رات ہو ہی چکی تھی حُر کے سفر میں تھکے ماندے سپاہی جلد ہی نیند کی آغوش میں چلے گئے۔

امام عالی مقام نے اطمینان کرلینے کے بعد قافلے کو چلنے کا حکم دے دیا۔ قافلہ چلتا رہا اور رات کے آخری حصہ میں دشتِ نینوا میں داخل ہوگیا۔

سبھی لوگ تھکن سے چُور چُور تھے ایک مقام پر قافلہ اُتار دیا گیا۔

نیند کس کو آنا تھی بس کمریں سیدھی کرنے کے لئے لیٹ گئے۔ امام عالی مقام پر بھی چند لمحوں کے لئے غنودگی کا عالم طاری ہوگیا۔ امام زین العابدین آپ کی داہنی جانب کجاوے سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے کہ امام عالی مقام انا للّٰہ و انا الیہ راجعون، والحمد للّٰہ رب العٰلمین پڑھتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گئے۔

امام زین العابدین[1] نے تڑپ کر پوچھا۔ ابا جان میں آپ پر قربان کیا کوئی خواب پریشان دیکھا ہے!

---

[1] بعض روایات میں ہے کہ یہ خواب قصر بنی مقاتل۔ سے روانگی کے وقت آیا تھا۔

marfat.com

فرمایا ہاں میرے چاند! میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک سوار جا رہا ہے اور وہ کہہ رہا تھا "کہ لوگ چلتے ہیں اور ساتھ کی فضائیں ان کی طرف بڑھ رہی ہوتی ہیں"۔ یہ صدا سُن کر مجھے یقین ہو گیا کہ اب ہماری شہادت کا وقت قریب آ پہنچا ہے۔

امام زین العابدین نے آگے بڑھ کر باپ کے مقدس ہاتھوں کو چوم کر عرض کی "پیارے ابا جان خدا آپ کو کوئی برائی نہ دکھائے"۔ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟

امام عالی مقام نے فرمایا۔

اے لال! ہم یقیناً یقیناً حق پر ہیں۔ ہم حق پر نہیں ہوں گے تو اور کون ہو گا۔ شہزادہؑ حسینؑ نے عرض کی۔ میرے آقا اگر ہم حق پر ہیں تو پھر ہمیں جانیں دینے کی کیا پرواہ ہے۔

ہم سب آپ پہ فدا ہو جائیں گے میرے حضورؑ! آپ حق پہ ہیں۔ آپ حق کے ساتھ ہیں حق آپ کے ساتھ ہے۔ آپ حق کے امام ہیں۔ آپ حق ہیں۔ حق حق ہے اور باطل باطل۔ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔

آخر آپ لق و دق صحرا میں ایک مقام پر اترنا چاہتے ہیں۔ آپ نے پوچھا یہ کونسی جگہ ہے۔ زہیر بن قین نے بتایا عقر آپ کی طبیعت بوجھل ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں عقر سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ عقر کا مطلب ہے بانجھ ہونا، بے ثمر ہونا، بے نتیجہ ہونا اور چوپایہ کے پاؤں کاٹ دینا۔

پھر کچھ دور جا کر امام عالی مقام نے پوچھا یہ کونسا مقام ہے؟

کسی نے بتایا اَرضِ ماریہ۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ شاید اس جگہ کا کوئی اور نام ہے عرض کیا ہاں: اس مقام کو کربلا بھی کہتے ہیں۔

امام نے فرمایا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَرْضِ کَرْبٍ وَبَلَآءٍ وَسَفْكِ الدِّمَآءِ۔ اللہ اکبر یہ زمین کربلا ہے۔ اس جگہ ہمارا اور ہماری اہل بیت کا خون بہے گا۔

marfat.com

جانی پہچانی منزل

سب سامنے تھی خواب کی تعبیر آ گئی !
ہے کربلا! تو منزلِ شبیر آ گئی (صائم چشتی)

امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام نے اہل بیت کرام اور اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

میرے غمگسار ساتھیو! حسینؑ اپنی منزل پہ پہنچ چکا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جسے اللہ رب العزت نے میری شہادت گاہ کے لئے ازل ہی سے تجویز فرما رکھا ہے۔ اس میدان کو دیکھو۔ یہ میدانِ حشر کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ ان ہواؤں کو سونگھو۔ ان میں کرب و بلا رنج و مصیبت اور آلام و غم کی مہکیں رچی ہوئی ہیں۔

یہی وہ مقام ہے جس کی نشانیاں میرے نانا حضورؐ نے مجھ پر ظاہر فرمائی تھیں۔ یہی وہ جگہ ہے جس کے متعلق متعدد بار جبریل علیہ السلام نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی خدمت میں خدا تعالیٰ کا حکم پہنچایا کہ یہ حسینؑ کی امتحان گاہ ہے۔

میں نے اس کو اچھی طرح جان لیا ہے، پہچان لیا ہے۔ میری نگاہوں نے اس کے ہر گوشہ کو اس سے پہلے اچھی طرح دیکھا ہوا ہے۔

میرے ابا جان حیدرِ کرار علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بھی مجھے اس جگہ کے متعلق بتا رکھا ہے۔ وہ جنگِ صفین سے واپسی کے وقت یہاں سے گذرے تو انہوں نے اس مقام پر خواب میں میری شہادت کا منظر ملاحظہ فرمایا تھا۔

یہ ارشاد فرما کر سبطِ پیمبر اُٹھتے ہیں۔ نانا جان کے خواب میں بتلائے ہوئے نقشے کو سامنے رکھتے ہوئے اہل بیت اطہار کے خیمے نصب فرماتے ہیں۔ ذرا ہٹ کر دوسرے ساتھیوں کے خیموں کو لگوایا۔ نہرِ فرات بھی قریب ہی بہہ رہی تھی۔ شہزادۂ گلگوں قبا نے مکمل طور پر امتحان کی تیاری فرمائی۔ آشیانوں کو سجا لیا گیا۔ اب بجلیوں کا انتظار تھا۔ لق و دق صحرا میں اہل بیتِ مصطفےٰ کا گلشن مہک رہا تھا اور خزاں کی آندھیاں اُسے اپنی

marfat.com

پلیٹ میں لینے کے لئے پر تول رہی تھیں ۔ دو محرم الحرام کی صبح طلوع ہو چکی ہے ۔

ابھی سپیدۂ سحر نمودار ہی ہوا تھا کہ سامنے ریت کے پہاڑ نظر آئے جیسے زمین و آسمان کے درمیان ریت کی ایک دیوار بنا دی گئی ہو ۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ ریت کی دیوار پھٹ گئی ۔ اور سامنے کوفہ کی طرف سے آتا ہوا ایک لشکرِ جرار نظر آیا ۔ امام عالی مقام اور آپ کے ساتھیوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا ۔ ہر ایک کی نگاہ میں سوال بھی تھا اور جواب بھی ۔

عمرو ابنِ سعد

یہ کوفہ سے بھیجا ہوا ابن زیاد کا لشکر تھا جسے اہل بیت کے چند گنتی کے جوانوں سے جنگ کرنا تھی ۔ مؤرخ حیران ہو جاتا ہے کہ چند لوگوں کو گرفتار یا قتل کرنے کے لئے اتنی بڑی سپاہ کی کیا ضرورت تھی ۔ لیکن وہ بھول جاتا ہے کہ ابن زیاد کے مشیر کوفی تھے ۔ اور کوفے والے جانتے تھے کہ زورِ یدُ اللّٰہی اور قوتِ خیبر شکن سے ٹکرانا آسان نہیں ۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس شیطانی فوج کا سپہ سالار عمر بن سعد تھا ۔

یہ فوج کفار کے مقابلہ میں جا رہی تھی ۔ لیکن مکمل اسلام سے ٹکرا گئی ۔ اس کا مقابلہ مکمل کفر سے ہونا تھا لیکن کامل ایمان سے ہو گیا ۔ اس کے سپاہیوں کو شہادت کا درجہ ملنا تھا لیکن جہنم کا ایندھن بن گئے ۔

یہ قدرت کے سربستہ اسرار و رموز ہیں ۔ مقدر اور قسمت کے کھیل میں حق و باطل ، ایمان و کفر ، نور و ظلمات ، ہدایت و گمراہی ، جنت و جہنم ، دن اور رات کی سرحدیں بالکل ساتھ ساتھ ہیں مَرَجَ الۡبَحۡرَیۡنِ یَلۡتَقِیٰنِ ۔ کون جانتا ہے آنے والا لمحہ انسان کو کس طرف لے جاتا ہے ۔ رحمانی قوت اور شیطانی طاقت ٹکرا رہی ہے ۔ ایک طرف نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ اور فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ کا ارشاد ہے اور دوسری طرف شیطان انسان کی شریانوں میں خون کے ساتھ ساتھ گردش کرتا ہے ۔ دونوں قوتیں اپنا اپنا کام کر رہی ہیں ۔ انسان کس کی گرفت میں آتا ہے یہ قسمت کی بات ہے ۔

موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید
ایں دو قوت از حیات آمد پدید (اقبالؒ)

marfat.com

عمرو بن سعد کو دیلم کے کفار سے جہاد کرنا تھا اور فتح حاصل کرنے کی صورت میں اُسے خطۂ "رے" کی حکومت ملنا تھی۔ اُسے "رے" کا حاکم بننا تھا اور اُس کا مُہر شدہ پروانہ اُس کی جیب میں تھا۔ وہ بغرض جہاد دیلم کو جارہا تھا کہ ابن زیاد نے اُسے بُلالیا اور کہا:۔

ابن زیاد:۔ ابن سعد! ابھی تم دیلم کا جہاد ملتوی کر دو۔

ابن سعد:۔ کیوں؟ کیا بات ہے۔

ابن زیاد:۔ حسینؑ اور اُن کے ساتھی دشتِ نینوا میں داخل ہونیوالے ہیں۔ تم نے حُر کو ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ اُن کی گرفتاری کے لئے بھیج دیا ہے۔ اور اب تم بھی جاؤ اور پہلے اُن سے مقابلہ کر کے اُن کو قتل کرو۔ اس کام سے فارغ ہو کر دیلم کی طرف چلے جانا

ابن سعد:۔ جناب مجھے میرے کام پہ چلنے دیں۔ ایک ہزار سپاہی کافی ہوتے ہیں حسینؑ کے ساتھ چند ساتھی ہیں جن پہ حُر آسانی سے کامیابی حاصل کرے گا۔ میں نے حُر کو سب کچھ اچھی طرح سمجھا کر روانہ کیا ہے۔

ابن زیاد:۔ بحث کی ضرورت نہیں۔ تم پہلے حسینؑ کو قتل کرو گے اور پھر دوسرے کام ہوں گے۔

ابن سعد:۔ میرے لئے یہ مشکل امر ہے لہٰذا مجھے اس کام سے معاف رکھا جائے۔

ابن زیاد:۔ لاؤ پھر وہ عہدنامہ مجھے دے دو جس پہ تمہیں "رے" کی حکومت دینے کا معاہدہ لکھا ہُوا ہے۔

ابن سعد:۔ گھبرا کر، مجھے ایک رات سوچنے کی مُہلت دی جائے۔

ابن زیاد:۔ اجازت ہے۔ لیکن کل تمہیں ان دو باتوں میں سے ایک کرنا ہوگی۔ یا تو حسینؑ کا سَر کاٹ کر لانا ہوگا یا "رے" کی حکومت کا نوشتہ واپس کرنا ہوگا۔

ابن سعد صبح جواب دینے کا وعدہ کر کے واپس آگیا۔ ساتھیوں سے مشورہ کیا سب نے بیک زبان قتلِ حسینؑ سے منع کیا۔ اُس کے بھانجے "حمزہ بن مغیرہ" نے کہا "رے" کی حکومت تو نہایت معمولی چیز ہے۔ اگر تمام جہان کی سلطنت بھی ملتی ہو تو اُسے چھوڑ دینا اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ تو خدا تعالیٰ کو دشمنِ اہل بیتِ رسولؐ اور قاتلِ حسینؑ بن کر ملے۔

ابن سعد نے سب کے مشوروں کو سُنا۔ دماغ میں دو مختلف خیال لیکر سونے کی تیاری کرنے لگا۔ لیکن نیند کہاں آتی۔ انتہائی ذہنی کشمکش کا عالم ہے۔ ایک طرف "رے" کی

marfat.com

حکومت ہے دوسری طرف نواسۂ رسول سے ٹکرانا ہے۔ ایک طرف دنیا ملنے کی توقع ہے دوسری طرف دین کی گردن پر چھرا چلانا پڑتا ہے۔ ایک طرف دنیا کی بادشاہی ہے تو دوسری طرف آخرت کی سرخروئی ہے۔ ایک طرف دنیا کا تخت ہے تو دوسری طرف جنت سے محرومی کا ڈر ہے ضمیر اور نفس امارہ میں جنگ جاری ہے۔ رحمانی اور شیطانی قوتیں پوری شدت سے ٹکرا رہی ہیں۔ دونوں طرف سے پیہم آواز آرہی ہے۔

أأترك ملك الري والري رغبتي
ام ارجع مذموما بقتل حسين
وفي قتله النار التي ليس دونها
حجاب وملك الري قرة عين

"رے" کی حکومت چھوڑ دوں؟ لیکن اس کی طرف دل مائل ہے۔ قتل حسینؑ کی مذمت گوارا کروں؛ لیکن قتل حسینؑ کی سزا جہنم کی وہ آگ ہے جسے روکا نہیں جا سکتا۔ اور "رے" کی سلطنت آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

یہ آخری آواز تھی۔ ذہن میں اٹھنے والا دو طرفہ طوفان تھم گیا۔ فیصلہ ہو چکا تھا۔ ضمیر مرگیا۔ امارہ جیت گیا۔ شیطانی پنجہ کی گرفت مضبوط ہو گئی۔ دل نورِ ایمان سے خالی ہو گیا۔ ابن سعد شقاوت کا پتلا بن گیا۔ دنیا کی ہوس نے اس کے کان بہرے کر دیئے۔ آنکھیں اندھی ہو گئیں اور دل پہ مہر لگا دی۔ اب اس کے اندر سے مسلسل ایک ہی آواز آرہی تھی۔ "امام مظلوم کو قتل کروا دو" "رے" کی حکومت کو حاصل کرو۔

صبح ہوئی، ابن زیاد کو اپنے فیصلے سے آگاہ کیا اور کربلا کو روانہ ہو گیا۔ اب اس کی فوجیں امام عالی مقام کے سامنے صف بستہ ہیں۔ حضرت حر بھی اپنا لشکر لے کر آچکے تھے وہ بھی یزیدی فوج میں شامل ہو گئے۔

بالمشافہ گفتگو

ایک رات امام عالی مقام نے ابن سعد کو بلایا۔ دونوں فوجوں کے درمیان ملاقات کی جگہ مقرر ہوئی۔

marfat.com

امام نے فرمایا:۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ہم حق پہ ہیں؟

ابنِ سعد:۔ جانتا ہوں اور مانتا ہوں کہ آپ حق پہ ہیں۔

امام حسینؑ:۔ کیا تم نہیں جانتے کہ یزیدی حکومت باطل ہے؟

ابنِ سعد:۔ جانتا ہوں کہ یزید نے شریعت کی کئی حدوں کو توڑا ہے۔

امام حسینؑ:۔ تو پھر باطل کو چھوڑ کر حق کے ساتھ ملتے کیوں نہیں؟

ابنِ سعد:۔ میرے مکانات گرا دیئے جائیں گے۔

امام حسینؑ:۔ ہم نئے بنوا دیں گے۔

ابنِ سعد:۔ میری جائداد چھین لی جائے گی۔

امام حسینؑ:۔ ہم اُس سے بہتر عطا کر دیں گے۔

ابنِ سعد:۔ آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟

امام حسینؑ:۔ ہم تم سے کچھ بھی نہیں چاہتے۔ صرف دو باتیں کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ ہم یہاں خود بخود نہیں آئے بلکہ ہمیں کوفیوں نے سینکڑوں خط لکھ کر منگوایا ہے۔ اور یہاں آنے کے بعد ہم نے نہ تو کوئی لشکر جمع کیا ہے اور نہ ہی کسی شہر پہ حملہ کیا ہے۔ ایسی صورت میں ہمارے سامنے فوجیں لانے کا کوئی جواز نہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ یا تو ہمیں واپس مکہ معظمہ جانے دیا جائے یا کسی اور سرحد کی طرف جانے دیا جائے یا پھر دمشق جانے دیا جائے تاکہ ہم یزید کے ساتھ خود گفتگو کر لیں۔

ابنِ سعد:۔ میں آپ کے مشورے پہ غور کروں گا۔ اور پھر دونوں ہی اپنی اپنی قیام گاہ کی طرف چلے گئے۔ یہ ملاقات تین راتیں ہوتی رہی اور آخر بڑے غور و فکر کے بعد ابنِ سعد نے ابنِ زیاد کو اس مضمون کا خط لکھا۔

میں نے معاملات کو اچھی طرح کنٹرول کر لیا ہے۔ اب حسینؑ نے تین شرطیں رکھی ہیں۔ اوّل یہ کہ مجھے مکہ معظمہ واپس جانے دیا جائے۔ دوم یہ کہ میں کسی اور اسلامی سرحد کی طرف چلا جاتا ہوں۔ سوم یہ کہ میں یزید کی بیعت کرنے پہ تیار ہوں۔

یہ جملہ ابنِ سعد نے اپنی طرف سے لکھا تھا اور یہ قطعی طور پہ غلط اور زبردست تاریخی جھوٹ ہے کہ امام عالی مقام نے اُسے کہا تھا کہ ہم یزید کی بیعت کر لیں گے۔

ابنِ سعد کا اپنا خیال تھا کہ ابنِ زیاد یہ آسانی سے مان جائے گا اور اس طرح وہ امام کو

دمشق جانے سے نہیں روکے گا۔

اور پھر اپنی طرف سے مشورہ دیا کہ تیسری شرط یعنی بیعتِ یزید مان کر امام حسینؑ نے تمہارا مقصد پورا کر دیا ہے۔ اس لئے قتل کرنے سے بدرجہا بہتر ہے کہ حسینؑ بیعتِ یزید کرے۔ اس طرح یزیدی حکومت کو تمام عالم اسلام مکمل طور پر خلافتِ الٰہیہ مان لے گا۔

ابن سعد کا یہ خط لیکر جب قاصد ابن زیاد کے پاس پہنچا تو وہاں شمر ذوالجوشن لعین بھی موجود تھا۔ ابن زیاد نے شمر کو خط کا مضمون بتا کر کہا کہ اگر یہ بات درست ہو کہ حسین یزید کی بیعت پر آمادہ ہے تو اسے مان لینے میں کوئی حرج نہیں۔

شمر آخر شمر تھا۔ اور یہی وہ ملعون تھا جس کے متعلق رسولِ صادقؐ نے فرمایا تھا کہ میرے حسینؑ کا قاتل (سگ ابرص) ڈبا کتا ہوگا۔

ابن زیاد کی بات سن کر کہنے لگا کہ اس طرح حسینؑ نے یزید کی تابعداری تو کر لی لیکن تمہیں کیا فائدہ پہنچا اب حسینؑ تمہارے قابو میں ہے اسے اپنی اطاعت کے لئے مجبور کرو، اور میں نے یہ بھی سنا ہے کہ ابن سعد کئی راتوں سے حسینؑ کے ساتھ خفیہ سازباز کر رہا ہے ابن زیاد نے شمر کی تجویز فوراً مان لی اور ابنِ سعد کو خط لکھا۔

میں نے تجھے حسینؑ کو کسی قسم کی رعایت دینے کے لئے نہیں بھیجا۔ اگر تم ضرور ہی ڈھیل دینا چاہتے ہو تو اُسے بتا دو کہ یزید کی بیعت بعد کی بات ہے پہلے تمہیں ابنِ زیاد کی اطاعت کرنا ہوگا۔ اگر وہ میرا مطیع ہو جائے تو میں اُسے اپنی مرضی کے مطابق یزید کے دربار میں پیش کر دوں گا۔ اور اگر وہ اس بات کو تسلیم نہ کرے تو اُس کو، اُس کے ساتھیوں سمیت قتل کر کے اُن کے سر مجھے بھیج دو۔ اور اگر تو یہ کام نہیں کر سکتا تو اپنے عہدے کو چھوڑ کر فوراً علیحدہ ہو جاؤ۔ سب کام شمر خود کرے گا۔

ابن زیاد نے یہ خط لکھ کر شمر کے حوالے کیا اور اُسے تاکید کر دی کہ اگر ابنِ سعد اس خط کی خلاف ورزی کرے تو اُس کا سر کاٹ کر فوراً روانہ کر دو۔ اور خود فوج کا چارج سنبھال لو

شمر نے کہا ایک میرا بھی کام ہے۔ ابن زیاد نے پوچھا وہ کیا۔ شمر نے کہا حسینؑ کے ساتھ میرے چند رشتہ دار بھی ہیں اُن کے لئے امان چاہتا ہوں۔ ابن زیاد نے کہا اُنہیں امان ہے۔

شمر نے امان نامہ لکھوا لیا اور ابن زیاد کا خط لیکر کربلا میں آ گیا، عمرو بن سعد کو مل کر

marfat.com

خلا دیا اور پوچھا کہ اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟
ابن سعد نے کہا کہ ابن زیاد کے حکم کی تعمیل کروں گا، اور کر بھی کیا سکتا تھا جبکہ اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ امام حسین علیہ السلام تو یزید کی بیعت ماننے سے بھی قطعی طور پر انکار کرتے ہیں تو وہ ابن زیاد کی اطاعت کیسے کریں گے۔
بعد ازاں شمر نے امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں میں سے اپنے رشتہ داروں کو بلایا رشتہ دار کون تھے؟ جناب شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زوجہ محترمہ ام البنین بنت حزام اور ان کے بطن سے آپ کے چاروں بیٹے۔

۱۔ حضرت عباس ابن علی علمدار حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
۲۔ حضرت عبداللہ ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
۳۔ حضرت عثمان ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
۴۔ حضرت جعفر ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

علاوہ ازیں حضرت ام البنین زوجہ علی المرتضیٰ کا بھتیجا عبداللہ ابن اصحلی بن خرام
بہرکیف! شمر نے ان سب کو بلا کر کہا کہ میں نے تمہارے لئے ابن زیاد سے امان حاصل کر لی ہے اس لئے تم لشکر حسین سے الگ ہو جاؤ۔
جناب عبداللہ بن اصحلی نے فرمایا؛ ہمیں سمیہ کے بیٹے سے اللہ تعالیٰ کی امان بہتر ہے
جناب عباس علمدار نے فرمایا! شمر لعنت ہو تم پر اور تمہاری امان پر، ماموں زاد ہو کر ہمیں امان دیتا ہے لیکن نواسۂ رسول اور جگر گوشۂ بتول کے لئے امان نہیں؟
ہزار بار لعنت تمہاری اس امان پر، ہمارے لئے نواسۂ رسول کے قدموں میں جان دینا تمہاری اس امان سے کروڑ درجہ بہتر ہے۔
شمر نے جب امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں کے جذبہ ایثار اور تعلق قلبی کو دیکھا تو انتہائی شرمندگی سے واپس آگیا اور فوراً ہی پانچ سو سواروں کا لشکر بھیج کر نہر فرات پر قبضہ کر لیا۔

marfat.com

محرم کی نویں تاریخ

یہ محرم الحرام کی نویں تاریخ کی بات ہے۔ شمر نے ابنِ سعد سے کہا۔ جلدی جلدی نمازِ عصر ادا کر لو اور پھر بھرپور حملہ کر دو۔

اُدھر امام عالی مقام عصر کی نماز کی تیاری کر رہے ہیں ادھر یزیدی فوج نمازِ عصر سے فارغ ہو کر رُوحِ نماز کو جلد از جلد قتل کر دینا چاہتی ہے۔ صلوٰۃ الوسطیٰ کی حفاظت کی جا رہی ہے مگر جس کے باپ کی اسی نماز کی ادائیگی کے لئے سورج کو واپس پلٹنا پڑا، اُس کی لاش پہ گھوڑے دوڑانے کے مشورے کئے جا رہے ہیں۔

اہلِ عرفان حیران ہیں کہ یزیدیوں کی اس نماز کا کیا نام رکھا جائے۔ بہرحال نمازِ عصر سے فارغ ہو کر امامِ عصر کو قتل کرنے کے لئے یزیدی فوج حرکت میں آجاتی ہے۔ حضرت عباس علمدار بلیس سواروں کے ساتھ سامنے آئے اور عمرو بن سعد سے پوچھتے ہیں کہ تمہاری فوج کیوں آگے بڑھ رہی ہے۔ ابنِ سعد نے بتایا کہ ابنِ زیاد کا لکھا ہوا اس مضمون کا خط شمر لایا ہے۔ اب بتاؤ کیا ارادہ ہے۔ حضرت عباس نے فرمایا امام عالی مقام سے پوچھ کر بتاتا ہوں۔ اور پھر واپس امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

حضرت عباس تو امام عالی مقام کے خیمہ میں چلے گئے اور دونوں طرف کے لوگوں نے آپس میں بحث شروع کر دی۔ امام عالی مقام کے ساتھیوں میں سے حبیب ابنِ مظاہر نے یزیدی لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی نظر میں بدترین لوگ وہ ہوں گے جو اُس کے حضور اس حالت میں پہنچیں گے کہ اُن کے ہاتھ تہجد گذار عابدوں اور اُس کے نبیؐ کی اولاد کے خون سے رنگین ہوں گے۔

یزیدی فوج سے عزرہ بن قیس نے کہا "بہت خوب" آفریں صد آفریں۔ اپنی عظمت اور بڑائی بیان کرنے کا اچھا طریقہ نکالا ہے۔ جی بھر کے اپنی پاکیزگی اور شان بیان کرو۔

عزرہ کا یہ تمسخر سنا تو حضرت زہیر بن القین بجلی نے فرمایا۔ عزرہ! تم ایک واضح حقیقت کا مذاق اُڑاتے ہو۔ سنو! خدا تعالےٰ نے ہمیں ہدایت کا راستہ دکھا کر ہمارے نفوس کو پاک کر دیا ہے

marfat.com

خدا سے ڈر، آخرت کا خوف کھا، اور ان لوگوں کو جن کے نفس پاک کئے جا چکے ہیں نشانہ ظلم وستم بنانے والوں کا ساتھی نہ بن۔

عزرہ نے جواب دیا۔ کیا تم وہی زہیر نہیں ہو جو حضرت عثمانؓ کے حامیوں میں اور حضرت علیؓ کے مخالفوں کے ساتھ تھے؟

زہیر نے کہا ہاں یہ درست ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے امام حسینؑ کو بیعت کر لینے کے وعدے کا کوئی خط نہیں لکھا۔ لیکن جب میں نے اُن کے ساتھ سفر کیا تو میری آنکھوں سے پردے اُٹھ گئے۔ میں نے اُن کے تقویٰ و ورع کا عالم اور چلنا پھرنا دیکھا تو مجھے رسُولِ خدا یاد آ گئے رسُول اللہ کی اُن سے محبت یاد آگئی۔

میں نے دیکھا کہ یہ کتنے عظیم ہیں جو محض تحفظِ حق و صداقت کے لئے ایک زبردست طاقت اور جابر حکومت سے ٹکرانے کے لئے جا رہے ہیں۔ حالانکہ یہ بے سرو سامان ہیں۔

خدا تعالےٰ نے میرے دل میں ان کی محبت ڈال دی۔ میرے ضمیر نے مجھے بار بار پکار کر کہا کہ حسینؑ کا ساتھ دو چاہے تمہیں جان کی قربانی دینا پڑے۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسُول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اُس حق کی حفاظت کروں جسے یزید کے حواری ضائع کر رہے ہیں ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام عالی مقام کا پیغام لیکر آگئے۔

آپ نے عمرو بن سعد کو فرمایا کہ امام عالی مقام فرماتے ہیں "ہمیں آج کی رات اپنے رب کی عبادت کو لینے دیں۔ ہم زندگی کی آخری شب میں آخری بار تلاوتِ قرآن کرنا چاہتے ہیں۔"

عمرو ابن سعد کے ساتھیوں نے کہا ٹھیک ہے۔ اب شام ہو رہی ہے۔ اور اگر تم سے دیلم کے کفار بھی ایک رات کی مُہلت مانگتے تو تم کو دینا ہی پڑتی۔ چنانچہ یزیدی لشکر پھر اپنے مقام پر واپس آگیا۔

مُحرّم کی دسویں رات

صبح کو یومِ عاشورہ ہے۔ کائناتِ ارضی وسماوی کے ظہور میں آنے کا دن، چاند تاروں اور سورج کی پیدائش کا دن، جنت اور دوزخ کے بننے کا دن۔ ابتلاؤں اور آزمائشوں کا دن، امتحانوں میں کامیابی کا دن۔ حق کی فتح اور باطل کی موت کا دن، ملائکہ مقربین کی تخلیق کا دن، لوح وقلم کے نقوش ترتیب دینے کا دن، ارادہ وعلم الٰہی کے بطون سے

marfat.com

ظہورِ ذیل آنے کا دن ، قیامِ عرش اور قیامت برپا ہونے کا دن ، حضرت آدم اور حضرت داؤد علیہم السّلام کی توبہ قبول ہونے کا دن ۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے نار کو گلزار کرنے کا دن ، ابراہیمؑ کی فتح اور نمرود کی شکست کا دن ، فرعون کے غرقِ نیل ہونے کا دن ، حضرت ادریس کو بلندئ درجات ملنے کا دن ۔ حضرت نوحؑ کا سفینہ کنارے آ لگنے کا دن اسی دن ہی یوسف علیہ السّلام کو زندان سے رہائی حاصل ہوئی اور اسی روز ہی امام زین العابدین کو بیڑیاں پہنائی جائیں گی ۔ اس دن ہی حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کی جگہ مینڈھا قربان ہوا تھا اور اسی روز ہی تکمیلِ ذبحِ عظیم کرنے والا الحسینؑ اپنے بال بچوں سمیت ذبح کیا جائے گا ۔ اس دن ہی حضرت یعقوب علیہ السّلام کو یوسف علیہ السّلام کی ملاقات کی بشارت دی گئی تھی ۔ اور اسی روز ہی حضرت سجاد اپنے باپ سے بچھڑ جائیں گے ۔ اس روز ہی یعقوبؑ کو بینائی حاصل ہوئی اور ان کا رونا تھما تھا اور اس روز ہی حضرت سجاد کی آنکھیں خون کے آنسو برسانا شروع کریں گی ۔ اس دن ہی حضرت یوسف علیہ السّلام کی ہمشیرہ کو بھائی کے ملنے کی بشارت ملی تھی ۔ اور اسی روز ہی حضرت امام حسین علیہ السّلام کی ہمشیرہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا اپنے بھائی سے بچھڑ جائے گی ۔

دُنیائے اسلام میں تاریخی اعتبار سے یہ انتہائی عظیم دن ہے ۔ جبھی تو امام عالی مقام اس دن کا انتظار فرما رہے تھے ۔ یہی وہ دن تھا جس میں شہزادۂ کون و مکاں نے اپنے نانا کے دین کو ظلم و استبداد کے پنجے سے چھڑانا تھا ۔ نانا کی اُمّت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو ساحلِ آشنا کرنا تھا اور خود ذبح ہو کر دنیا پر واضح کر دینا تھا کہ ؎

قتلِ حسینؑ اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

یہی وہ مقدس اور عظیم دن تھا جس کو خونِ حسینؑ کی تابانی نے اور بھی مقدس بنا دینا تھا ۔ اور بھی درخشاں کر کے اور بھی باعظمت کر دینا تھا ۔ اس میں شک نہیں کہ یہ دن پہلے بھی ہزاروں سعادتیں اور لاکھوں رحمتیں اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے تھا لیکن جو سربلندی اور شہرت تامہ اسے خونِ حسینؑ کی برکت سے ملی اُس کا رنگ پہلے تمام واقعات پر چھایا ہوا ہے ۔ بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے شہزادۂ گلگوں قبا نے اس دن کو اپنے لئے منتخب فرما کر پھر اپنے ہی لئے مخصوص فرما لیا ہے ۔ اس کی تاریخی عظمتوں کو اگر یاد کیا جاتا ہے تو محض ذکرِ حسینؑ

marfat.com

ہی کی وجہ سے ، اَے یوم عاشورہ ! تیری عظمتوں کو سلام ، تجھے خونِ حسینؑ کی سُرخی نے درخشندہ و تابندہ کر دیا ہے ۔ تو جب بھی آئے گا اہلِ ایمان تجھے سلامی پیش کریں گے ۔ اس عاشورۂ محرم کی صبح ہونے میں آٹھ گھنٹے باقی ہیں ۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ قیامت بپا ہونے میں چند گھڑیاں باقی ہیں ۔ قیامت بھی تو اسی روز ہی قائم ہوگی لیکن اُس کی آمد معلوم نہیں ۔ کربلا کی زمین پر تھوڑے عرصے کے بعد اُس قیامت کی تصویر کھینچی جائے گی ۔

ساتھیوں کو خطاب :- امام عالی مقام نے عشاء کی نماز کے بعد اپنے ساتھیوں کو بُلا کر یہ خطبہ دیا ۔

" پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش بیان کی اور پھر فرمایا کہ میں ہر حالت میں خدا تعالیٰ کا شکر گذار ہوں خواہ رنج و آلام ہوں یا راحت و خوشی ۔ میں خداوند قدوس کا ممنونِ کرم ہوں ۔ جس نے ہمارے گھر کو نبوت و رسالت سے مشرف فرمایا ۔ ہم پر قرآن بھی نازل فرمایا گیا اور قرآن کو سمجھنے کا فہم بھی عطا فرمایا ۔ دین کے معاملات کو ٹھیک طور پر سمجھنے کی صلاحیت بھی عطا فرمائی اور عبرت حاصل کرنے کی قوتوں سے بھی سرفراز فرمایا ۔

اما بعد میرے غمگسار اور ہمدرد ساتھیو ! مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ آج تمام روئے زمین پر مجھ سے اور میرے ساتھیوں سے افضل کوئی جماعت نہیں اور نہ ہی میرے اہلِ بیت سے زیادہ خیر خواہ اور ہمدرد دُنیا بھر میں کسی کے ساتھ موجود ہیں ۔ اَے محبانِ حسینؑ ! اللہ تعالیٰ تم سب کو میری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے ——————— آپ لوگ جانتے ہیں کہ یزید کو میرے ساتھ دشمنی ہے ۔ اُسے صرف میرا قتل مقصود ہے ۔ وہ اپنی شیطانی حکومت کی بنیادیں میری لاش پر استوار کرنا چاہتا ہے ۔ اس لئے میں مشورہ دیتا ہوں کہ رات کی تاریکی سے فائدہ اُٹھاؤ ۔ ابھی تھوڑی دیر بعد چاند نکل آئے گا پھر شاید کوئی مشکل در پیش آجائے ۔ میں تمہا[illegible] گذار ہوں کہ موسم گرما کی شدت میں تم لوگ دور دراز سے میرے ساتھ میری طرح پیاس کی سخ[illegible] برداشت کر رہے ہو ۔ لیکن اب میں تم لوگوں کو بخوشی اجازت دیتا ہوں کہ میرے ساتھ رہ کر مص[illegible] اُٹھانے کے بجائے اپنی اپنی سواریوں پر بیٹھو اور جہاں جہاں طبیعت مانتی ہو

marfat.com

مناسب سمجھو تو میری اہلبیت کا ایک ایک فرد اپنے ساتھ لے جاؤ، میں تم پر خوش ہوں اور قیامت کے دن کوئی شکوہ نہیں کروں گا کہ تم میرا ساتھ چھوڑ گئے تھے بلکہ رب عالم کے حضور میں عرض کروں گا کہ بارالہا ان سب کا میرے امتحان میں سے پورا پورا حصہ ہے

جاؤ میرے جاں نثار ساتھیو! حسینؑ تمہیں پورے خلوص کے ساتھ الوداع کہتا ہے۔ تم جدھر بھی جاؤ گے تمہیں کوئی نہیں روکے گا۔ یہ سب فوجیں میرے لئے ہیں۔ ان کے تیروں، تلواروں، نیزوں اور بھالوں کا ہدف حسینؑ کا سینہ ہے پھر تم خواہ مخواہ کیوں میرے ساتھ رہ کر مصائب برداشت کرو۔

ہیں میرے ہی لئے یہ سامنے فوجوں کی دیواریں
چمکتی ہیں فقط میرے لئے لشکر کی تلواریں
مجھے ہر حال میں تو امتحانِ خاص دینا ہے
یزیدی فوج کو تو بس! سرِ شبیرؑ لینا ہے
میں خوش ہو کر اجازت دے رہا ہوں تم چلے جاؤ
جہاں جاؤ رہو خوش، زندگی کی راحتیں پاؤ
مجھے سینے پہ نیزوں، برچھیوں کے وار سہنے دو
میری گردن سے خونِ مصطفےٰ کی نہر بہنے دو
مجھے رہنے دو جور و جبر کی خونی گھٹاؤں میں
میں خود آیا ہوں، میرے ساتھیو خونی بلاؤں میں
چلے جاؤ، بلائیں کربلا میں لاکھ آئیں گی!
دعائیں ابنِ حیدر کی تمہارے ساتھ جائیں گی

قائم چشتی

امامؑ کے ساتھیوں کی التجا

امام عالی مقام کی یہ رقت انگیز گفتگو سنی تو ساتھی تڑپ کر رہ گئے۔ روتے ہوئے فریاد کرتے ہیں۔ اے شہزادۂ کون و مکاں، اے شہریارِ مملکتِ حق و صداقت، اے شمعِ شبستانِ

marfat.com

رسولؐ! اب آپ کو چھوڑ کر کہاں جائیں گے - آپ کے سوا ہمارا دُنیا میں کون ہے جس کے لئے زندہ رہنا ہے - اے جگر گوشۂ بتولؑ! کروڑوں زندگیاں بھی ہوں تو تیرے قدموں پر قربان - ہمیں اپنے قدموں سے دُور جانے کا مشورہ نہ دیجئے - اے محبوبِ کبریا کے محبوب نواسے! ہمیں اپنے قدموں میں نثار ہونے دیں - ہمیں اپنی جانوں کی قیمتیں وصول کرنے دیں - ہماری سب سے بڑی خوش قسمتی اور بلندئ مقدر یہی ہے کہ آپ ہمیں خود پر قربان ہوتا دیکھیں - ہماری جاں نثاری کو ملاحظہ فرمائیں -

اے امام الوقت! آپ کی جان ہم سب کی جانوں سے زیادہ قیمتی ہے - ایک ہم ہی کیا ہیں پوری کائنات سے زیادہ قیمتی ہے -

یا امام! ہمارے خون کا ہر قطرہ آپ کے نام پہ نثار ہوگا - اور جب ہماری رُوحیں ہمارے جسموں کو چھوڑ رہی ہوں گی تو وہ صدا دیتی ہوں گی - **یا حسین علیہ السلام** تیری عظمتوں کو سلام -

آپ ہمارے آقا و مولا ہیں - ہماری جانوں کے ہم سے زیادہ مالک ہیں -

ع ہو نہ قربان جو آقا پہ وہ بندہ کیا ہے (اعلیحضرت)

کہا رو کر غلاموں نے محمدؐ کے نواسے کو
کئی دن کے پیاسوں نے کئی دن کے پیاسے
ہمارے آقا و مولا ہمیں بھی پاس رہنے دیں
ہمیں بھی ظلم کی شمشیر کا ہر وار سہنے دیں
اے زہراؑ کے قمر بن کر رہیں گے ہم ترا ہالہ
تیرے قدموں میں مرنے کی تمنا ہے شیر والا
ہمیں ناموسِ احمدؐ کے لئے قربان ہونے دیں
ہمیں قدموں میں آقا راحتوں کی نیند سونے دیں
جہاں کی ظلمتوں میں شاہِ والا روشنی تم ہو
ہماری جان بھی تم ہو - ہماری زندگی تم ہو
تمہیں جب دیکھ لیتے ہیں نبیؐ کی دید ہوتی ہے
زیارت سے تمہاری، عاشقوں کی عید ہوتی ہے (صائم چشتی)

marfat.com

حضرت عباس نے کہا۔ یا امام! خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے کہ ہم آپ کے بعد زندہ رہیں حضرت مسلم کے بھائیوں نے کہا۔ کہ تاریخ ہمیں کس نام سے یاد کرے گی۔ کہ ہم اپنے امام، اپنے سردار اور چچا زاد بھائیوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اور نہ کوئی تیر پھینکا نہ نیزہ چلایا اور نہ تلوار چلائی۔ خدا کی قسم ہمیں ایسی زندگی کی ضرورت نہیں۔ ہمیں تو اپنی جان مال اولاد سب کچھ آپ کی ذات پر قربان کر دینا ہے۔ عوسجہ نے کہا کہ میں اس وقت تک اپنے امام کے لئے لڑتا رہوں گا جب تک کہ میرے جسم میں خون کا آخری قطرہ باقی ہے۔

سعد بن عبداللہ حنفی نے عرض کیا۔ اے امام برحق! ہم اس وقت تک آپ کے لئے لڑتے رہیں گے جب تک ہمیں یقین نہ ہو جائے کہ ہم نے اللہ کے رسول کا حق محفوظ کر لیا ہے۔ خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میں قتل کیا جاؤں گا یا آگ میں جلایا جاؤں گا یا میری خاک ہوا میں تحلیل ہو جائے گی۔ اور یہ سلوک میرے ساتھ ستر بار کیا جاتے گا تو جب بھی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا۔ زہیر بن قین نے کہا۔ اے نواسہ رسول! خدا کی قسم کھا کر عرض کرتا ہوں کہ اگر میں ہزار مرتبہ آرے سے چیرا جاؤں تو جب بھی آپکا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔

امام عالی مقام نے جب ایثار کے پیکروں کی گفتگو سنی تو انہیں دعا دیتے ہوئے فرمایا۔ "اگر آپ سب لوگوں کی یہی خواہش ہے تو اٹھیے اور میرے ساتھ امتحان کی تیاری کیجئے وہ صبح آنے والی ہے جس میں میرے اور تمہارے لاشے خاک و خون میں تڑپتے ہوں گے۔ اب زیادہ وقت نہیں خیموں کو اکھاڑ کر قریب قریب کر کے لگا دو اور ان کے گرد اگرد ایک خندق کھود کر اس میں لکڑیاں بھر دو۔ ہمیں یقین ہے کہ یزیدی ناموس محمد کا بھی خیال نہیں کریں گے اور خیموں پہ حملہ کر دیں گے۔ اب جلد جلد تمام تیاریاں مکمل کر لو۔ صبح ہوتے ہی جنگ کا آغاز ہو جائیگا پھر آپ ساتھیوں کو کام پر لگا کر اہلبیت کے خیموں میں تشریف لے آئے

marfat.com

امام عالی مقام اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا

آپ سب سے پہلے جناب سیدہ زینب کے خیمے میں تشریف لے گئے اور بہن کو سلام کر کے بیٹھ گئے۔ سیدہ کی بیٹی اُٹھی پہلے بھائی کی گردن کو بوسہ دیا۔ اور پھر زلفوں کو چوما، امام نے ہمشیر کے ہاتھوں اور کلائی کو بوسہ دیا۔ اور ایک دوسرے کے پاس بیٹھ گئے۔ بہن بھائی کی طرف حسرت زدہ نگاہوں سے دیکھ رہی ہے اور بھائی ہمشیر کی طرف ایسے دیکھ رہا ہے جیسے یہ آخری ملاقات ہے۔ دونوں کے لب خاموش ہیں لیکن دلوں کی دھڑکنوں میں پیغام رسانی جاری ہے۔ دونوں ہی سوچ رہے تھے کہ سلسلۂ گفتگو کس طرح شروع کیا جائے۔ امام عالی مقام نے سکوتِ مرگ جیسی خاموشی کو توڑ کر سوال کیا۔

اے میری تقدس مآب اور عظیم ہمشیرہ! آپ نے آج سے پہلے اس طریقہ سے میری گردن اور زلفوں کو بوسہ نہیں دیا۔ میری عزیز بہن مجھے بتاؤ کہ اس کی کیا وجہ ہے۔

سیدہ کی بیٹی نے وجہ بیان کرنے کا ارادہ کیا تو چیخ نکل گئی اور رو کر فرمایا۔

اے شہزادۂ عالم! امی کی آنکھ کے تارے اور دکھی بہن کے دل کے سہارے پیارے بھائی جان! آج مجھے امی جان کا ایک فرمان یاد آگیا ہے۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ وہ وقت سر پر آچکا ہے جس کے لئے امی حضور نے وصیت فرمائی تھی۔ میری عمر بہت چھوٹی تھی۔ بنتِ رسولؐ کے آخری لمحات تھے۔ آپ نے مجھے آخری بار گود میں لیکر پیار کیا اور فرمایا۔ میری بیٹی میری ایک وصیت یاد رکھنا مجھے تمہارے نانا جان نے بتایا تھا کہ میرا حسینؑ شہید کر دیا جائے گا۔ میں تمہیں وصیت کرتی ہوں کہ جب میرے حسینؑ پر ایسا وقت آئے تو اپنے بھائی کا ساتھ دینا۔ پھر امی جان نے مجھ سے وعدہ لیکر فرمایا کہ تم امام الانبیاء کی نواسی ہو حیدرِ کرار کی بیٹی ہو کہیں اپنے وعدہ کو بھول نہ جانا۔

اے شہزادۂ رسولؐ! مجھے امی جان سے کیا ہوا وعدہ ہمیشہ یاد رہا۔ مدینہ منورہ سے چلتے وقت مجھے یقین ہو گیا تھا کہ اب امی جان سے کیا ہوا وعدہ پورا ہونے کا وقت آچکا ہے اور آج کی رات مجھے اس بات کا بھی پورا پورا یقین ہو گیا ہے کہ کل آپ کے گلوئے مبارک پر ظلم و ستم کی شمشیر چل جائے گی۔ میرا ماں جایا بھائی شہید ہو جائے گا۔ اہل بیت کا قافلہ لٹ

marfat.com

جائے گا۔ ام لیلیٰ و رباب کا سہاگ اجڑ جائیگا ۔ بتولؑ کے حجرہ کا چراغ بجھ جائے گا۔ بہن کے دل کا قرار لٹ جائے گا۔ اسی یقین کے ساتھ میں نے آپ کی گردن پر بوسے دیئے ہیں کہ کل اس گردن پر تلوار چلنے والی ہے۔ زلفوں کو اس لئے چوما ہے کہ کل یہ عنبریں زلفیں خاک و خون میں لتھڑی ہوئی ہوں گی۔

بھائی جان آپ بتائیں کہ آپ نے میرے ہاتھوں اور کلائی کو کیوں بوسہ دیا ہے۔ جگر گوشۂ بتولؑ کی آنکھوں میں آنسوؤں کا طوفان آگیا فرمایا میری ہمدرد و غمگسار بہن! تیری طرح مجھ سے بھی وعدہ لیا گیا ہے۔ مجھ سے بابا حیدرِ کرارؑ نے وعدہ لیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ میرے حسینؑ! جب تم کربلا کی سرزمین میں امتحان دے کر فرائض ذبح عظیم کی تکمیل کر رہے ہوگے تو میری بیٹی زینب بھی تیرے ساتھ ہوگی۔ وہ تمہارے امتحان میں برابر کی شریک ہوگی۔ وہ تیرے لئے اپنا گھر بار چھوڑ دے گی۔ اپنے بچوں کو تجھ پر قربان کر دیگی اور پھر میرے حسینؑ! وہ تیری شہادت کا صدمہ بھی برداشت کرے گی۔ اور جب تو شہید کر دیا جائے گا تو امت کے نمک حرام اس کی کلائیوں میں زنجیریں پہنا دیں گے۔ میری ہمشیر میں تیرے ہاتھوں میں یزیدیوں کی ہتھکڑیاں دیکھ رہا ہوں۔ کاش! اس وقت حسینؑ نے جام شہادت نہ پیا ہوتا۔ اور اہل بیت کے ساتھ یہ سلوک کرنے والوں کی گردنیں اڑا دیتا لیکن پیاری بہن اب صبر کے سوا چارۂ کار نہیں۔ قدرت کو یہی منظور ہے۔ حسینؑ کو اسی طرح امتحان دینا ہے اور حسینؑ کی بہن کو بھی اسی طرح صبر و استقامت کی تصویر بن کر فاطمہ کے دودھ کی لاج رکھنا ہے۔

میری عظیم اور قابلِ صد احترام بہن! میں نے تیری کلائیوں کو اس لئے چوما ہے کہ ان میں میرے بعد ہتھکڑیاں پہنائی جائیں گی

حضرت امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ مجھے اس وقت سخت بخار تھا۔ میری پھوپھی جان میری تیمار داری میں بھی مصروف تھیں اور میرے ابا حضور سے گفتگو بھی فرما رہی تھیں۔ وہ جب مجھے دیکھنے کے لئے آئیں تو والدِ گرامی امام عالی مقام نے مندرجہ ذیل شعر پڑھے۔

یا دهر اف لك من خليل
كم لك بالاشراق والاصيل

marfat.com

من صاحب او طالب قتیل
والدھر لا یقنع بالبدیل
وانما الامر الی الجلیل
وکل حی سالک السبیل

ترجمہ:- اے دنیا تجھ پر افسوس ہے کہ تو کیسی بے وفا دوست ہے۔ صبح و شام تیرے ہاتھوں کتنے لوگ قتل ہو جاتے ہیں۔ وقت نہ کسی کی رعایت کرتا ہے اور نہ ہی کسی کا بدل قبول کرتا ہے۔ اور سارا معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے حکم میں ہے۔ ہر زندہ موت کی طرف جا رہا ہے۔

امام زین العابدین کہتے ہیں کہ جب پدر بزرگوار نے دو تین بار یہ شعر دہرائے تو میری حالت اور بھی خراب ہو گئی۔ کلیجہ منہ کو آنے لگا، آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور مجھے یقین ہو گیا کہ سر پر مصیبت کی ایسی گھڑیاں آ چکی ہیں جو ٹل نہیں سکتیں۔ میری پھوپھی نے جب یہ شعر سنے تو بے قابو ہو گئیں اور دوڑ کر بھائی کے پاس پہنچیں اور فریاد و فغاں کرتی ہوئی بیہوش ہو گئیں۔

marfat.com

ازواجِ طاہرات سے ملاقات

بعد ازاں امام عالی مقام ازواجِ طاہرات کے خیمہ میں گئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے جناب رباب اور ام لیلیٰ شہنشاہ کی سلامی کے لئے کھڑی ہوئیں تو آپ نے بیٹھ جانے کا ارشاد فرمایا ناموس رسالت بیٹھ گئیں تو آپ نے فرمایا: اے غیرت بنو ہاشم کی محافظو! حسین تم سے نادم ہے مگر مجبور ہے، اے میری ازواج! حسین قضا و قدر کا مالک ہو کر بھی قضا و قدر کا پابند ہے اس لئے کہ یہی رضائے الٰہی ہے یہی مشیت خداوندی ہے یہی مرضیٔ مصطفےٰ و مرتضیٰ ہے اور یہی میری امی جان جناب زہرا سلام اللہ علیہا کی خواہش ہے۔

اے میری حرمتین! حسین تمہارا مشکور ہے کہ فقر و فاقہ کی زندگی گزارنے میں تم نے میرا پورا پورا ساتھ دیا، میں تمہارا اس لئے بھی ممنون ہوں کہ تم نے ہمیشہ میری رضا کو اپنی رضا پر مقدم رکھا اور میری ردائے تطہیر کو شکوہ و شکایت کی آلودگی سے کبھی داغدار نہیں کیا۔

حسین تمہارے اس جذبے کی تہہ دل سے قدر کرتا ہے کہ تم نے اپنی زندگیوں کو حسین ہی کے رنگ میں ڈھال لیا مجھے اس امر کا شدید احساس ہے کہ میں نے تمہیں دنیاوی آسائشوں اور نعمتوں سے کبھی کچھ نہیں دیا، مگر تم اس ایک بات پہ یقیناً فخر کر سکتی ہو کہ تم بنت رسول جناب بتول علیہا السلام کی بہویں ہو، مجھے اس بات کا بھی ہمیشہ خیال رہا کہ میں تمہیں دنیا میں سوائے غربت و افلاس اور فقر و فاقہ کے کچھ بھی نہ دے سکا، مگر اس بات پر مطمئن ہوں کہ تم قیامت کے دن جنتیوں کے سردار کی بیویاں کہلاؤ گی۔

اے غمگسارانِ حسین: تم نے ہر غم میں میرا ساتھ دیا، ہر دکھ درد میں پورا پورا نباہ کیا، ہر مصیبت اور تکلیف کو خوشی خوشی برداشت کیا۔ لق و دق صحرا کے سفر کی صعوبتوں کو برداشت کیا اور اب تین روز سے پیاس کی سختیاں برداشت کر رہی ہو، اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے

اے ناموس بنو ہاشم: غریب الوطن حسین آج تمہیں ایک اور الم ناک خبر سنانے آیا ہے اے میری زندگی کی رفیقو! کل یوم عاشورہ ہے اور یہی میرے امتحان کا دن ہے کل میرا امتحان ہو گا اور تمہارا سہاگ اجڑ جائے گا، حسین کا سایہ سر پہ نہیں رہے گا، تمہارے سروں کی ردائیں

marfat.com

چھن جائیں گی، اس خبر کے ساتھ ہی میرا مشورہ ہے کہ تم علی اکبر کو ساتھ لو، علی اصغر کو گود میں اٹھاؤ چند ہاشمی جوان بھی تمہارے ساتھ ہوں گے اور کسی محفوظ مقام پر چلی جاؤ۔ یاد رکھو! اگر تم میرے ساتھ رہوگی تو تمہارا سہاگ تو اجڑنا ہی ہے تمہاری گودیں بھی خالی ہو جائیں گی اور پھر تمہاری نازک کلائیوں میں لوہے کی زنجیریں بھی ڈال دی جائیں گی۔

ازواج کا غم میں ڈوبا جواب

امام عالی مقام کی جانگداز گفتگو سنی تو حضرت رباب اور جناب ام لیلی کی چیخیں نکل گئیں امام کے سمجھانے پر چیخوں کو دبایا تو ہچکیوں اور سسکیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا، دل تھے کہ جیسے ڈوب ہی گئے ہوں، نبضیں تھیں کہ جیسے بند ہو کر ہی دم لیں گی، سینوں میں اٹھنے والا طوفان سیل اشک بن کر بہنے لگا، لیکن آنکھوں میں اتنا راستہ ہی کہاں تھا جو طوفان کے اس شدید ریلے کو گزار سکیں، آنکھیں مسلسل اشک برسا رہی ہیں، بات کرنے لگتی ہیں تو بات نہیں ہوتی، ہچکی پر ہچکی بندھی ہوئی ہے جسموں میں روحیں اس طرح پھڑک رہی ہیں جیسے ابھی نکل جائیں گی، بڑی مشکل سے خاموش فریاد دل کو سنبھالا اور دونوں بیبیوں نے آہ سرد کھینچ کر کہا! اے امام عالی مقام! آپ نے آج کیسی گفتگو فرمائی ہے۔

اے ابن رسول اللہ! اے ہمارے آقا و مولا! اے ہمارے سرتاج! دنیا کی کروڑوں نعمتیں اور آسائشیں آپ کے فقر و فاقہ پر قربان، ہمارے لئے یہی کیا کم ہے کہ ہم جنت کے نوجوانوں کے سردار کی کنیزیں ہیں، سلطنت اسلامیہ کے روحانی تاجدار و شہریار کی لونڈیاں ہیں جناب بتول اور سیدہ زینب کی خادمائیں ہیں۔

آپ شہزادہ کونین ہیں، نوجوانان جنت کے سردار ہیں، ہمارے سرتاج، آپ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چمن کی بہار ہیں، آپ نے ہم جیسی حقیر کنیزوں کو شہزادیوں سے بھی بلند و بالا مرتبے عطا کر دیئے ہیں، آپ نے ذروں کو آفتاب بنا دیا ہے، آپ کے فقر و فاقہ نے ہمیں اسلوب زندگی سے آشنا کر دیا ہے، آپ کے افلاس نے جینے کا سلیقہ سکھا دیا ہے اور آپ کی نسبت نے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلبیت میں داخل کر دیا ہے آج ہم جیسا خوش نصیب کون ہے کہ ہم نواسۂ رسول اور جگر گوشۂ بتول کی ——— ساتھی ہیں

marfat.com

پھر جناب علی اصغر علیہ السلام کی والدہ مکرمہ نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا۔ لیکن

اے میرے سرتاج! مجھے ایک بات کا افسوس ضرور رہے گا کہ آپ نے مجھے اس قابل نہ سمجھا کہ میں آپ کے امتحان میں شریک ہو سکوں۔ میرے آقا آپ نے کیسے خیال فرما لیا کہ اس کنیز کو اپنے قدموں سے دُور کر دیں۔ کیا اس لئے کہ میں اپنے بیٹوں کو قربان ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکوں گی۔ اپنا سہاگ اُجڑتا ہوا برداشت نہیں کر سکوں گی۔ میرے حضور! یہ درست ہے کہ آپ کے بعد میں شاید زندہ نہ رہ سکوں۔ لیکن میرے آقا! میں آپ کو چھوڑ کر کیسے جا سکتی ہوں۔

میرا آپ کے سوا دُنیا میں اور کون ہے جس کے پاس جاؤں گی۔

حضور! آپ ہی تو میری زندگی ہیں۔ میری رُوح ہیں۔ میری جان ہیں۔ مجھے زندہ رہنا ہے تو آپ کے قدموں میں۔ آپ کے بعد جو زندگی ہو گی اُس کا نام زندگی کیسے رکھا جائیگا اُس زندگی سے مرجانا ہزار درجے بہتر ہے جو آپ کے بغیر ہو۔

یہ جملہ کہا رفیقۂ حسین علیہ السلام پر اس قدر غم طاری ہوا کہ آپ بے ہوش ہو گئیں۔ امام عالی مقام نے خیال کیا کہ شاید اب جانبر نہ ہو سکیں۔ پانی تو تھا ہی نہیں بیہوش کو کس طرح ہوش میں لایا جاتا۔ امام عالی مقام نے دامن سے پنکھا کیا۔ دامن مسیحائی ہولنے رُوح کو جسم سے پرواز کرتے کرتے روک لیا۔ جناب ام لیلیٰ نے آنکھیں کھول کر اپنے سرتاج کو دیکھا، آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ شہزادۂ رسولؐ نے تسلی و تشفی کی گفتگو فرمائی اور کافی دیر صبر و شکر کی تلقین کرنے کے بعد آپ نے بستر کے ساتھ ٹیک لگائی اور لیٹ گئے

امام الانبیاءؐ کی تشریف آوری۔

آپ لیٹے ہی تھے کہ نیم خوابی کا عالم طاری ہو گیا۔ ان حالات میں نیند کس کو آ سکتی ہے بس ملاقات کا بہانہ بننا تھا۔ خواب میں مُلاقات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ تاجدارِ کون و مکاں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے نواسے کے سینے پہ اپنا دستِ اقدس رکھا ہوا ہے اور آپ دُعا فرماتے ہیں "اے خداوندِ قدوس! میرے حسینؓ کو صبر عطا فرما اور اجرِ عظیم عطا کر اَللّٰھُمَّ اَعْطِ الْحُسَیْنَ صَبْرًا وَّ اَجْرًا نانا جان کے دستِ اقدس کی

marfat.com

برودت سے امام حسینؑ کے سینے میں اُٹھنے والے درد و غم کے شعلے ماند پڑ گئے۔ اضطراب اضطرار کی عوارضاتِ بشری کے تحت جو تھوڑی بہت صورت تھی وہ بھی ختم ہو گئی۔

نانا نے نواسے کے سینے پر ہاتھ کیا رکھا سینے میں صبر و رضا کا خزانہ بھر دیا۔ دل میں سکون و اطمینان کے سمندر بند کر دیئے۔ شوقِ شہادت کے جذبات کی دُنیا آباد کر دی۔ نواسے نے مدینہ سے چلتے ہوئے کربلا میں تشریف لانے کی التجا کی تھی، نانا نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ان حالات میں دُنیا کی کون سی طاقت حسینؑ کے عزم میں لغزش پیدا کر سکتی تھی۔

کربلا کے دشتِ لالہ زار میں امتحان لینے والے بھی مصطفٰے ہیں اور امتحان دلوانے والے بھی مصطفٰے پھر اس امتحان میں کس طرح کمی رہ سکتی تھی جبن معلم نے تعلیم دی ہو اگر وہی ممتحن بن کر آئے تو پھر پرچے کتنے آسان ہو جاتے ہیں۔ ...

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

میرے حسینؑ! ہم ہر مقام پر تمہارے ساتھ رہیں گے کسی بھی قسم کے اضطراب کی ضرورت نہیں۔ نہایت صبر و سکون سے اپنے فرائض کی تکمیل کرو۔ کل تم منصبِ شہادت سے سرفراز کر دیئے جاؤ گے اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدائی ختم کر دی جائے گی پیاسا نہ ملنے کی شکایت نہ کرنا میرے بیٹے! تم اور تمہارے ساتھی کل اپنا روزہ میرے ساتھ افطار کریں گے۔ کتنی پُر صبح پُر ذر اور حسین ملاقات تھی۔ جوشِ مسرت سے امام عالی مقام کی آنکھ کھل گئی۔ اس کے بعد آپ تلاوتِ قرآن میں مشغول ہو گئے۔ اور اب .....

تہجد کا وقت ہو چکا تھا۔ امام عالی مقام نے نوافل ادا فرمائے۔ ذکر اذکار کے بعد حضرت علی اکبرؓ کو اذان کے لئے حکم فرمایا شبیہِ مصطفٰے نے اذان کہی، امام الوقت امام حسینؑ نے فرائض امامت ادا کئے۔ اللہ والی جماعت نے اقتداء میں نماز پڑھی۔ سامنے یزیدی فوج کی تلواریں چمک رہی تھیں اور نمازِ محبت ادا ہو رہی تھی۔ فرشتے جھوم اُٹھے اور اس عظیم نماز کا اجر جمع کرنے کے لئے جھولیاں پھیلا دیں۔ آوازِ سروش آتی ہے۔

نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں
نمازِ حق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں

امام عالی مقام کے ساتھی حاضرِ خدمت ہیں۔ آپ نے خیموں کا مشاہدہ فرمایا۔ حسب الحکم سب کچھ درست کر دیا گیا تھا۔ خیمے ساتھ ساتھ کر کے طنابوں میں طنابیں ملا دی

marfat.com

گئی تھیں اور خیموں کے ساتھ ساتھ خندق کھود کر خشک لکڑیوں سے بھر دی گئی تھی۔

اب سپہ سالارِ اعظم کا نواسہ اور فاتح خیبر کا بیٹا اپنی عسکری صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتا ہے۔ آپ کے ساتھ اگرچہ گنتی کے چند ساتھی تھے۔ لیکن آپ نے ان چند افراد پر مشتمل چھوٹے سے لشکر کو اس طرح ترتیب دیا جس کی مثال پوری تاریخِ عالم نہیں پیش کر سکتی۔ آپ کے ساتھ بہتر جانباز تھے۔ جن میں بتیس ۳۲ سوار تھے اور چالیس ۴۰ پیادے۔ آپ نے ایک جانب حبیب بن مظاہر اور دوسری جانب زھیر بن قین بجلی کو سالارِ لشکر مقرر کیا اور حق و صداقت کا حسینی پرچم حضرت عباس ابن علی کو مرحمت فرمایا۔

جب یہ ملکوتی لشکر ترتیب دیا جا چکا تو آپ نے تحیۃ شہادت کے لئے تیمم فرمایا اور خود بھی میدان میں تشریف لے آئے۔

میدانِ قیامت

امام عالی مقام نے میدانِ کربلا کو دُور تک دیکھا۔ تاحدِ نگاہ یزیدی فوجوں کا سیلاب نظر آیا پس اپنے گنتی کے چند ساتھیوں کی طرف دیکھا اور بارگاہِ خداوندی میں ہاتھ اُٹھا دیئے اور عرض کیا اے خداوندِ قدوس! حسینؑ اپنی بے بضاعتی کے ساتھ حاضرِ دربار ہے اسے استقامت فرما یا اللہ! یہ تیرے چند غلام تیرے نام کی عظمت کے پرچم کو بلند کرنے کے لئے اُٹھے ہیں۔ انہیں صبر کی توفیق دینا۔ اے میرے خالق و مالک! حسینؑ اس زبردست امتحان میں تیرے فضل و رحمت کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یا اللہ مجھ پر فضل و رحمت فرما۔ الٰہی میں تیرے محبوب کی زلفِ عنبریں کا واسطہ دیتا ہوں مجھے دُنیا کے ان ظلمت کدوں میں روشنی کا مینار بنا دے۔

خداوندا تیرے دربار میں شبیہ حاضر ہے\
میری گردن برائے خنجر و شمشیر حاضر ہے

تیرے دربار میں اک التجا شبیر کرتا ہے\
الٰہی استقامت کی دُعا شبیر کرتا ہے صائم چشتی

marfat.com

خداوندا مجھے اس امتحاں میں کامیابی دے
حضورِ سرورِ عالم میں شرفِ باریابی دے

اس دعا کے بعد آپ نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے قرآنِ مقدس کی یہ آیت تلاوت فرمائی :-

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○ (البقرۃ ۲۴۹)

کہ بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے -

اور پھر فرمایا کہ غالب آنے کا انحصار زندگی اور موت پر نہیں - غلبہ یہی ہے کہ گردن کٹتی ہے تو کٹ جائے لیکن حق و صداقت کے پرچم کو سرنگوں نہ ہونے دیا جائے - چند لمحوں کی مہمان عارضی زندگی کو راہِ خدا پر قربان کر کے ابدی حیات کے مالک بننے کا نام ہی غالب آنا ہے - غالب وہی ہے جو ظلم و ستم کے ہر وار کو اپنے سینے پر روکے - غالب وہی ہے جو میدانِ جہاد سے پشت پھیر کر نہ دوڑے - غالب وہی ہے جو حق و صداقت کے تحفظ کے لئے قلت و کثرت کی پرواہ کئے بغیر اپنی جان کی بازی لگا دے - غالب وہی ہے جو صبر و استقامت کا پیکر بن کر باطل کے سامنے ڈٹ جائے - غالب وہی ہے جو ہر مصیبت کو پوری رضامندی سے قبول کرے - غالب وہی ہے جو ظلم و جبر کے طوفانوں کے سامنے صبر و شکر کی چٹان بن جائے - غالب وہی ہے جس کا سینہ زخموں سے چھلنی ہو مگر حرفِ شکایت زبان پر نہ آئے - اور انشاء اللہ ہم غالب رہیں گے - فتح ہمیشہ حق کی ہوتی ہے - ہم جائیں دیکھ بھی انشاء اللہ فاتح قرار پائیں گے - ہر حالت میں فتح ہماری ہوگی اس لئے کہ ہم حق پر ہیں اور حق ہمارے ساتھ ہے -

اور پھر آپ نے فرمایا کہ خیموں کے پیچھے خندق کی لکڑیوں کو آگ دے دو - تاکہ عقب کے حملہ کی بھی روک ہو جائے اور خیموں کی بھی حفاظت ہو جائے - امام عالی مقام کے حکم سے لکڑیوں کو آگ لگا دی گئی -

marfat.com

یزیدی فوج اور حسینی لشکر

جنگِ بدر ہوئی تو لشکرِ کفار کی تعداد ایک ہزار اور سپاہِ مصطفےٰ کی تعداد تین سو تیرہ ۳۱۳ تھی۔ تین گنا فوج سے ٹکرانا بھی بہت بڑی بات ہے۔ لیکن کربلا کے میدان میں شہزادۂ مصطفےٰ کے مقابلہ میں آنے والے شریرانِ اُمت کی تعداد تین سو گنا زیادہ تھی۔ بہتر کے مقابلہ میں بائیس ہزار ایک کے مقابلہ میں تین سو ۳۰۰۔

تاریخِ عالم میں ایک بھی ایسی مثال موجود نہیں کہ فوجوں کی تعداد کی اس نسبت سے باقاعدہ جنگ لڑی گئی ہو۔ اقبال تعداد کی اس کثرت و قلت کا یوں موازنہ کرتے ہیں۔

دشمناں چوں ریگِ صحرا لاتعد

دوستانِ او بہ یزداں ہم عدد

بحسابِ ابجد یزداں کے عدد بھی بہتر ۷۲ ہیں اور امام عالی مقام کے ساتھیوں کی تعداد بھی بہتر تھی۔ معتبر روایت کے مطابق امام عالی مقام کے جسدِ اطہر پر تیروں اور تلواروں کے بہتر ۷۲ زخم تھے اور ان کی یہ تعداد ولی کے زخموں کے برابر تھی۔ ہر ساتھی کی شہادت کا ایک ایک زخم قلبِ حسینؓ کو بھی مجروح کرتا تھا۔ بہتر ۷۲ زخم جوانوں کے ذبح ہونے کے تھے اور تہتر واں زخم ایک معصوم بچہ کی شہادت کا تھا۔ وہ معصوم بچہ جو پانی کے چند قطرے چاہتا تھا مگر اُسے زہر میں بجھا ہوا تیر ملا۔

یزدان کے عدد بہتر ۷۲ ہیں۔ قوتِ یزداں کا ظہور حسینؓ کی طرف تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حق و باطل کا یہ معرکہ باقاعدہ طور پر قائم ہوا۔ ورنہ اتنی کثیر تعداد تو چند لمحوں میں اتنے آدمیوں کو کاٹ کر پھینک سکتی ہے۔ ان حالات میں باقاعدہ جنگ اور مقابلہ تحیّر خیز اور حیرت انگیز ہے۔ مؤرخ انگشت بدنداں رہ جاتا ہے اور اس کو یک طرفہ کاروائی قرار دینے پر مجبور ہو جاتا ہے مگر اس یک طرفہ کارروائی میں بھی ابن حیدرِ کرار نے قوتِ خیبر شکن کا پورا پورا مظاہرہ فرمایا ہے اور کوئی ہوتا تو ان مایوس کن حالات میں دم گھٹ کر مر جاتا۔ مقابلہ کسی اور شخص سے ہوتا تو یزید کی اتنی بڑی فوج اپنا ایک شخص قتل کرائے بغیر اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتی۔

marfat.com

مگر اُن کا مقابلہ حسینؓ سے تھا۔ اُس امام حسینؓ سے جس کے سینے میں محمد عربیؐ کا نور جلوہ بار تھا۔ جس کی رگوں میں حیدرِ کرّار کا خون گردش کر رہا تھا اور جس کے خون میں فاطمہؓ کے دودھ کی غیرت اور طہارت رچی ہوئی تھی۔ کون امام حسینؓ!

خون سے جس کے بنائے شرع محکم ہو گئی　　جس کی قربانی سے تنظیم دو عالم ہو گئی

بزمِ باطل جس کا نعرہ سن کے برہم ہو گئی　　جس کے خون میں آستینِ ملت کا پرچم ہو گئی

(ابوالبیان)

جس کی قربانی سے باطل کا کلیجہ کٹ گیا

سامنے تھا جو ہزاروں کے اکیلا ڈٹ گیا　　(صائم چشتی)

یزید کے ہمنوا بھائی بھی بہ عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔ وہ اپنی نام نہاد تاریخی ریسرچ کے ساتھ ساتھ یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ واقعۂ کربلا افسانہ نگاروں کا تخیّل ہے جس میں خواہ مخواہ حسینؓ کے چند ساتھیوں کو ہیرو بنا کر پیش کیا گیا حالانکہ سپاہِ شام نے انہیں چند ہی لمحوں میں ختم کر دیا تھا۔ مگر یہ محقق صاحبان بھول جاتے ہیں کہ سپاہِ یزید سے ٹکرانے والا فاتحِ خیبر حیدرِ کرّار کا بیٹا حسینؓ تھا۔

کون امام حسینؓ! جس نے تلواروں کی جھنکار کے پس پردہ مسکراتی ہوئی ابدی زندگی کا پردہ اٹھا دیا۔ جس نے عروسِ شہادت کے حسن و جمالِ جہاں آرا کو بے نقاب کر دیا۔ جس نے موت کے گھونگھٹ میں چھپی ہوئی حیاتِ سرمدی کے رُخ سے آنچل اُٹھا دیا۔ جس نے دنیا والوں کو ہمیشہ زندہ رہنے کا سلیقہ سکھا دیا اور آشکارا کر دیا کہ

لاکھ اُبھرے پر کبھی باطل اُبھر سکتا نہیں

موت سے بھی زندہ و جاوید مر سکتا نہیں　　(مغیث فریدی)

کون امام حسینؓ! جس کا دعویٰ تھا کہ حکومت کی پائداری کا راز رُوحوں پر حکومت کرنے میں ہے جسموں پر نہیں۔ اور پھر اُس نے اپنے اِس عظیم دعویٰ کی دلیل بن کر دنیا والوں کو کربلا کے میدان میں دکھا دیا۔ یزید نے حکومت کرنے کے لئے جسموں کا سہارا لیا تھا۔ یزید مر گیا تو اُس کی حکومت بھی مر گئی۔ حسینؓ مُلکِ رُوحانیت کے تاجدار تھے۔ آپ کی سلطنت کا دار و مدار مملکتِ ارواح پر تھا۔ اور پھر آپ کا جسمِ نازنین کٹ جانے پر بھی اُن کی حکومت مومنوں کے قلوب و ارواح پر تا ابدالآباد قائم و دائم ہے۔ یزید کا خیال تھا کہ میرے ظلم و جبر کی تلوار انسانِ کامل کا گلا کاٹ دے گی تو انسانیت مر جائیگی۔ مگر خونِ حسینؓ کا پیغام تھا:۔

marfat.com

ظلم سے انسانیت مجروح ہو سکتی نہیں
جسم ہو سکتا ہے فانی رُوح ہو سکتی نہیں (مغیث فریدی)

کون امام حسینؑ! جو مینارۂ نور اور پیکرِ استقلال ہے۔ مجسمۂ استقامت اور شانِ ربِّ ذوالجلال ہے۔ کون حسینؑ! جس کا عشق بھی بے مثال ہے اور حسن بھی بے مثال ہے جس کی قربانی بھی بیمثال ہے اور عزم بھی بے مثال۔ جس کی قوت قوتِ لایزال ہے اور جس کا کارنامہ لافانی ولازوال ہے۔

ہاں اب بھی جو منارۂ عظمت ہے وہ حسینؑ — اب بھی جو محوِ درسِ شہادت ہے وہ حسینؑ
جس کی نگاہ مرگِ عداوت ہے وہ حسینؑ — آدم کی جو دلیلِ شرافت ہے وہ حسینؑ

واحد جو اِک نمونہ ہے ذِبحِ عظیم کا
اللہ رے انتخاب خدائے حکیم کا (جوش)

کون حسینؑ! جو تین دن کا پیاسا ہے مگر ساقیٔ کوثر و تسنیم ہے۔ جو ریگ زارِ کربلا میں ذبح ہو رہا ہے مگر وارثِ خلدِ نعیم ہے۔ جس کی قربانی تفسیر ذبحِ عظیم ہے۔ جو خاک و خون میں لتھڑا ہوا بھی لائقِ تعظیم ہے۔ جس کا احترام احترامِ رسولِ کریم ہے۔ جس کی شان شانِ رؤف الرحیم ہے جو جنت و کوثر کا قسیم ہے اور کربلا کے طور کا کلیم ہے۔ کون حسینؑ!

جس نے سمجھایا کہ شانِ آمریت کچھ نہیں — قوتِ حق کے علاوہ اور قوت کچھ نہیں
دل غنی ہے گر تو یہ دولت حکومت کچھ نہیں — ذہن کا اِک خوشنما دھوکہ ہے عشرت کچھ نہیں (تابشؔ)

خون سے جس نے کیا تحریر اِس عنوان کو
جان دے کر بھی بچا لو غیرتِ ایمان کو (قائم چشتی)

کون حسینؑ! جس کے خون کا ہر قطرہ اعلان کر رہا تھا۔

جان دیتا ہے مسلماں وعدۂ دیدار پر
رقص کرتا ہے مجاہد تیغ کی جھنکار پر (مغیث الدین فریدی)

کون حسینؑ! جو معلّم انسانیت اور رُوحِ انسانیت ہے۔ جو شانِ انسانیت اور فخرِ انسانیت ہے۔ کون حسینؑ! جو مرکزِ ہدایت اور پیمبرِ عشق ہے۔ کون حسینؑ! جو مزاج شناسِ قدرت اور رازدارِ مشیت ہے۔ کون حسینؑ! جس کا خمیر خمیرِ نبوت اور جس کا ضمیر ضمیرِ رسالت ہے۔

جو صاحبِ مزاجِ نبوّت ہے وہ حسینؑ | جو وارثِ ضمیرِ رسالت ہے وہ حسینؑ
جو واقفِ اشارۂ قدرت ہے وہ حسینؑ | جس کا وجود فخرِ مشیت ہے وہ حسینؑ

غازہ ہے جس کا خون رُخِ کائنات کا
ہر قطرہ کو وہ نور ہے تاجِ حیات کا (جوشؔ)

کون حسینؑ! جو شرافت کی جان اور امامت کا نور ہے۔ جس کا نقشِ قدم عاشقوں کا طُور ہے۔ کون حسینؑ! جس کے سَرِ اقدس پر امامت کا تاج ہے۔ زیرِ خنجر جس کی معراج ہے۔ زمانہ جس کا محتاج ہے اور وہ خود لا یحتاج ہے۔ اشکوں کے موتی جس کا خراج ہے رُوحوں پر جس کا راج ہے۔ غریبوں کی جس کو لاج ہے۔ جو معرفت کا سراج ہے اور اُمّت کا سرتاج ہے۔

کون حسینؑ! جس کا ضمیر بھی غیور تھا اور قلب بھی غیور تھا۔ جس کی رُوح بھی غیور تھی اور جسم بھی غیور تھا۔ جس کی نگاہوں میں غیرت کی بجلیاں تھیں۔ جس کے سینے میں غیرت کا بحر بیکنار تھا۔ کون حسینؑ!

عزت پہ جس نے سر کو فدا کر کے دَم لیا | حق کو اَبد کا تاج عطا کر کے دَم لیا
صدق و منافقت کو جُدا کر کے دَم لیا | جس نے یزیدیت کو فنا کر کے دَم لیا (جوشؔ)

مُردے کے جس کے خون سے ذرّے دَمک گئے
ظُلمت کا حلقہ توڑ کے ایماں چمک گئے (تمامؔ چشتی)

کون حسینؑ! جس نے رُوحِ اسلام کو کفر و الحاد کے شکنجے میں جکڑا ہُوا دیکھا تو اُسے آزاد کروانے کے لئے حُجرۂ توکّل سے کربلا میں آ گیا۔ کون حسینؑ! جو روزانہ تین ہزار نوافل اَدا کرتا تھا۔ مگر جب اُس نے دیکھا کہ حُجرہ کے بجائے تپتے ہوئے میدان میں سجدہ ریزی کا وقت آ گیا ہے تو وہ مدینہ کی بہاروں کو چھوڑ کر دشتِ نینوا میں آ گیا۔ کون حسینؑ! جس نے معبودِ برحق کے حضور میں شب و روز سجدے کئے اور اب اُن لاکھوں سجدوں کا حاصل وہ سجدہ کرنے کیلئے بیقرار ہو گیا جو تلوار کے نیچے گردن رکھ کر ہی اَدا ہو سکتا تھا۔

ھاں ھاں وہی سجدۂ عشق و محبت جس میں کیفِ دیدار بھی ہے اور لذّتِ وصال بھی۔ وہی سجدۂ شوق جس سے لطف اندوز ہونے کے لئے گرمیوں کی آگ برساتی ہوئی دوپہر میں بجائے آبِ خنک کے آبِ تیغ سے گردن پر مسح کرنا پڑتا ہے اور بجائے ٹھنڈے پانی کے

اپنے ہی خون میں لتھڑی ہوئی گرم گرم ریت سے تیمم کرنا پڑتا ہے ۔

سر کٹا کے سجدہ میں کی شرح واسجد واقترب
کتنی ارفع ہے جنابِ ابن حیدرؑ کی نماز (نور۔ ایم اے)

کون حسینؓ! جس کے بھائی عباس علمدار کے کٹے ہوئے بازو پتوار بن کر امت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو کنارے پہ لے آئے ۔

کون حسینؓ! جو کل بھی زندہ تھا، آج بھی زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہیگا۔

کون حسینؓ! جس کے سامنے دشمنوں کے ہزاروں سپاہی صفیں باندھے کھڑے ہیں لیکن وہ بغیر کسی اضطراب و اضطرار کے اپنے چند ساتھیوں کی صفیں آراستہ کر چکا ہے اور خیموں کے پیچھے کھودی ہوئی خندق میں لکڑیوں کو آگ دے چکا ہے ۔

marfat.com

جہنمی جہنم میں

آگ کے شعلے بلند ہوئے تو یزیدی فوج سے ایک لعنتی مالک بن عروہ آگے بڑھا اور بلند آواز سے پکارا۔ حسینؑ! تمہیں آخرت میں تو جہنم میں جانا ہے تم نے اس دنیا میں ہی اپنے لئے جہنم تیار کر لیا ہے (معاذ اللہ)۔

امام عالی مقام نے فرمایا کَذَبْتَ یَاعَدُوَّاللّٰہِ۔ او دشمنِ خدا تو جھوٹ بکتا ہے۔ ظالم تو یہ گمان کرتا ہے کہ حسینؑ دوزخ میں جائے گا اور تو بہشت میں۔ ابھی آپ نے یہی جملہ کہا تھا کہ آپ کے ساتھیوں میں سے حضرت مسلم بن عوسجہ نے تلوار کھینچی اور اس شقی اور بدبخت کی طرف جانے لگے۔ آپ نے فرمایا مسلم رک جاؤ۔ میں نواسۂ رسولؐ ہوں، میں حیدرِ کرار کا بیٹا ہوں میں اپنی طرف سے جنگ کی پہل نہیں کرونگا۔

اور پھر امام عالی مقام نے قبلہ کی طرف رُخ فرما کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا۔

اَللّٰھُمَّ اَخِذْہُ اِلَی النَّارِ یا اللہ مالک بن عروہ کو آگ کی طرف کھینچ لے

امام عالی مقام کے یہ الفاظ تھے یا قہر و غضب کی بجلیاں جو ایک دم مالک بن عروہ پر ٹوٹ پڑیں۔ دَعْوَۃُ الْمَظْلُوْمِ اِجَابَۃٌ۔ دعائے مظلوم تھی فوراً بابِ اجابت سے ٹکرائی۔ مالک بن عروہ کا گھوڑا ڈر کر بھاگ اٹھا۔ وہ اپنے دھیان میں اوپر بیٹھا تھا۔ لگام پر ہاتھ مضبوط نہیں تھے۔ گرنے لگا تو زین کو مضبوطی سے پکڑ کر اوپر لیٹ گیا۔ گھوڑا ادھر ادھر میدان میں بھاگتا رہا۔ اس نے چاہا کہ چھلانگ لگا دوں لیکن پاؤں رکاب میں اُلجھ گیا۔ ہمت سے کام لیکر پاؤں نکالنے کی کوشش کی تو اس وقت اُسی آگ تک پہنچ چکا تھا جو خیموں کے پیچھے امام نے جلا رکھی تھی۔ اب کیا تھا بے سُدھ تو ہو ہی چکا تھا آگ میں گرا اور واصلِ جہنم ہو گیا۔ گھوڑا بھاگتا ہوا پھر واپس ہو گیا۔

اُس لعین کا یہ حشر دیکھا تو امام عالی مقام نے سجدۂ شکر ادا کیا اور پھر بلند آواز میں فرمایا۔ یا اللہ! ہم تیرے رسولؐ کی اہلِ بیت اور اولاد ہیں۔ ہماری ظالموں کے مقابلہ میں داد رسی فرما۔ یزیدی فوج کے ہراول دستے نے بھی آپ کی گفتگو سنی۔ ابن اشعث یزیدی

marfat.com

نے کہا۔ حسینؑ! تمہیں رسولِ خدا سے کیا نسبت ہے جو ہر وقت اولادِ رسول ہونے کی لاف زنی کرتے ہو۔ امام عالی مقام نے فرمایا۔

یا اللہ! کیا میں تیرے رسول کا نواسہ نہیں ہوں؟ یہ شریر تیرے محبوب سے میرا نسب منقطع کرتا ہے۔ اسے ذلیل خوار فرما۔

چشمِ زدن میں التجائے حسینؑ بارگاہِ خداوندی میں پہنچ گئی۔ ابنِ اشعث کو پیشاب کی حاجت ہوئی۔ گھوڑے سے چھلانگ لگا کر رفع حاجت کو گیا۔ سیاہ بچھو نے ایسے مقام پر نیش زنی کی کہ اگر زندہ بھی رہتا تو اُس کا سلسلۂ نسل منقطع ہو جاتا۔ مگر وہ اُس زہر کی تاب نہ لا کر فوراً ہی واصلِ جہنم ہو گیا۔

خطبۂ امام، اتمام حجت

امام عالی مقام نے یزیدی لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ میرے مقابلے میں آنے والو! جان لو

اَنَا بْنُ عَلِیِّ الْمُطَهَّرِ مِنْ آلِ هَاشِمٍ
كَفَانِیْ بِهٰذَا مَفْخَرًا حِیْنَ اَفْخَرُ

اے اہلِ عراق ہم تمہیں قسم دیتے ہیں۔ اگر ہم سچ کہیں تو سچ کہہ دینا۔ اور اگر جھوٹ ہو تو جھوٹ کہہ دینا۔ سنو! اچھی طرح کان کھول کر سُن لو۔ پھر نہ کہنا کہ ہمیں احساس نہ دلایا گیا۔

میں اُس رسول کا نواسہ ہوں جس کا تم کلمہ پڑھتے ہو۔ مجھ کو اُس مقدس رسولؐ نے اپنا بیٹا کہا ہے۔ جس کی اُمت ہونے کے تم دعویدار ہو۔ میں اُس ماں کا بیٹا ہوں۔ جس کو رسولِ خدا نے اپنا ٹکڑا کہا ہے اور سیدۃ النساء العٰلمین فرمایا ہے۔ میرے باپ کا نام حیدرِ کرار ہے۔ وہی حیدرِ کرار جس کو تم اپنا روحانی پیشوا مانتے ہو۔ جس کے ہاتھوں پر تم نے بیعت کر رکھی ہے۔

ہاں! ہاں! وہی حیدرِ کرار جس کو رسول اللہ نے اپنی جان کہا۔ جس کے خون کو اپنا خون اور جس کے گوشت کو اپنا گوشت کہا ہے۔ میری رگوں میں اُسی حیدرِ کرار کا خون ہے۔

marfat.com

اور میں حسینؑ ہوں جس کو رسولِ خدا نے اپنی خوشبو فرمایا ہے۔ اپنے گلشن کی بہار کہا ہے۔ نوجوانانِ جنت کا سردار کہا ہے اور پھر یہ بھی فرمایا ہے کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔

اور ہاں! میں وہی حسینؑ ہوں جس کو تم نے سینکڑوں خطوط لکھ کر بلوایا ہے۔ پھر آپ نے نام لے لیکر مخاطب فرمایا۔ کہاں ہے ابن حرد، کہاں ہے مختار ثقفی، کہاں ہے رعانہ بن شداد، کہاں ہے عارب رقار، کہاں ہے شیث ربعی، کدھر ہے عمرو ابن سعد، کہاں ہے عمرو بن الحجاج۔ کہاں ہے عبدالرحمٰن بن منخف، کہاں ہے مسیب فرازی، کہاں ہے طارق اعمش اور کہاں ہے فلاں ابن فلاں اور فلاں ابن فلاں۔ آؤ اور سامنے آکر مجھے جواب دو کہ میں نے سچ کہا ہے یا جھوٹ۔

اگر سچ کہا ہے تو پھر بتاؤ کہ تم بدل کیوں گئے ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میرے سر پر امام الانبیاء کی دستار ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میری گردن میں حیدرِ کرار کی تلوار حمائل ہے۔ کچھ تو جواب دو تمہاری زبانیں کیوں گنگ ہو گئیں!

ظالمو! تم نے تو اپنے خطوط میں مجھے اپنا امام تسلیم کر لیا تھا اب انکار کیوں کر گئے ہو کوفیوں کے سر شرم و ندامت سے جھک گئے یہ ندامت نہیں ڈھٹائی اور بے حیائی تھی ایک آواز آئی حسین تم جھوٹے ہو، فرمایا! لعنت اللہ علی الکاذبین

کسی نے کہا حسین اپنی بات ختم کرو، کیوں مغز چاٹ رہے ہو۔

آپ نے فرمایا الحمد للہ! حسینؑ نے اتمامِ حجت کا حق ادا کر دیا۔

حسینؑ جانتے تھے کہ ایک گروہ پیدا ہو گا جو کوفیوں کو بری الذمہ قرار دینے کی کوشش کرے گا۔ یہ اتمامِ حجت اسی لئے تھا کہ آئندہ نسلیں تاریخ کو مسخ نہ کر سکیں۔

marfat.com

حق و باطل کی جنگ شروع ہو جاتی ہے؟

آپ نے خطبہ ختم کیا تو عمر و بن سعد آگے بڑھا اور یوں کہنے لگا۔

حسینؓ: ان خطبوں اور بے فائدہ یاد دہانیوں کو چھوڑ دو۔ کام کی بات کرو۔ یا تو یزید کی بیعت اور ابن زیاد کی اطاعت کرو اور یا پھر جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تاکہ میں تمہیں قتل کر کے اپنا انعام حاصل کر سکوں۔

پھر ابن سعد نے اپنی فوج کو مخاطب کر کے کہا کہ تم ابن زیاد امیر کے سامنے گواہی دو گے کہ حسینؓ کی طرف پہلا تیر چلانے والا ابن سعد تھا۔ اور پھر اس نے تیر کمان میں رکھا اور شہزادہ رسول کی طرف چلا دیا۔ تیر خطا گیا۔

امام عالی مقام نے تلوار کھینچ لی اور فرمایا کہ یہود و نصاریٰ پر خدا کا غضب ہو کہ انہوں نے عزیر علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کے بیٹے مان لیا ہے اور اپنے پیغمبروں کی شان میں غلو کی حدوں سے بھی بڑھ گئے۔ مگر افسوس ہے کہ تم اس قدر پستی کی طرف آگئے کہ اپنے پیغمبر کے بیٹے کو ذبح کر دینا چاہتے ہو۔

کر بلائے معلیٰ میں امام عالی مقام کی طرف پہلا تیر چلانے والا ابن سعد تھا۔ سعد باپ کا شقی بیٹا۔ جنتی باپ کا جہنمی بیٹا۔ اسے اتفاق کی بات کہیے یا اسرار الٰہیہ کا نام دے لیں، اس کے باپ کا نام سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے جنگ احد میں کفار کی طرف پہلا تیر انہی نے چلایا تھا

کون سعد ابن وقاص! جس کی کمان میں سرکار دو عالم کے پکڑائے ہوئے تیر چلتے تھے۔ سعد کے ہاتھ میں کمان تھی امام الانبیاء کے ہاتھ میں تیر تھے۔ آپ تیر پکڑا کر فرماتے کہ سعد تجھ پر میرے ماں باپ قربان کفار پر تیر چلاؤ۔ پھر تیر کیسے خطا ہوتے سعد رسول اللہ کے سامنے ڈھال بن کر کھڑے تھے۔ دشمنوں کی طرف سے رسول اکرم پر برسائے جانے والے تیروں کو اپنے سینے کی ڈھال پر روکتے۔ وہ مقدس کمان جب

marfat.com

میں رسولِ اکرم کے پکڑائے ہوئے تیر چلتے تھے۔ آج بھی مدینہ منورہ میں عشّاق کی زیارت کے لئے موجود ہے۔ زائرین دیکھتے ہیں اور اپنے قلوب کو منوّر کرتے ہیں۔ سعد بن ابی وقاص کی عظیم یادگار کے ساتھ ساتھ مدینہ منورہ کی دو اور بھی عظیم یادگاریں رکھی ہوئی ہیں۔ ایک قرآن مجید جو حیدرِ کرار کے ہاتھوں کا لکھا ہوا ہے اور ایک لکڑی کا "ہوڑا" ہے جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا کے دروازے کا۔ یہ تینوں چیزیں ایک ہی مقام پہ کیوں جمع ہیں یہ اہلِ وجدان و محبت ہی خوب جانتے ہیں۔ یہ ایک نکتہ تھا جو ہم نے پیش کر دیا۔ ایک لطیف اِشارہ ہے جسے سمجھنے والے سمجھ جائیں گے۔

اب کربلا میں آئیں ادھر سعد بن ابی وقاص کا بیٹا عمرو بن سعد ہے۔ اس نے بھی پہلا تیر چلایا ہے مگر نواسۂ رسول پر۔ باپ نے رسول اللہ کی طرف آنے والے تیروں کو اپنے سینے پہ روکا اور بیٹے نے اپنا تیر جانِ رسولؐ پہ چلایا۔

یہ قدرت کی تقسیم ہے۔ فطرت کے اسرار و رموز ہیں۔ مشیت کی نیرنگیاں ہیں جنہیں سمجھ لینا نہایت مشکل ہے۔

marfat.com

حُر حسینؑ کے قدموں میں

امام عالی مقام نے خطبہ ختم فرمایا تو حُر کی آنکھوں پر پڑے ہوئے غفلت کے پردے اُتر گئے۔ دل کی دُنیا میں انقلاب آگیا۔ حقیقت بے نقاب ہوگئی، نواسۂ رسولؐ کا ہر جملہ دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا گیا اور ضمیر جاگ اُٹھا۔ حُر گھوڑے پر بیٹھا ہُوا بار بار پہلو بدلنے لگا۔ حُر کے ساتھیوں نے یہ حالت دیکھی تو اس کے بھائی[1] مصعب بن ریاحی نے کہا بھائی جان آپ اتنے خوفزدہ کیوں ہیں۔ آپ کی شجاعت اور بہادری پر تو بڑے بڑے جنگجو رشک کرتے ہیں۔ آپ کی تلوار کا پورے عراق اور شام میں شہرہ ہے اور آپ کی سپہ گری کا بڑے بڑے بہادر لوہا مانتے ہیں پھر یہ اضطراب کیسا اور یہ اضطراری کیفیت کیوں ہے؟

کیا آپ موت سے ڈر گئے ہیں؟

حُر نے کہا، نہیں! میں موت سے نہیں ڈرتا۔ میں جہنم کے اُن شعلوں سے ڈرتا ہوں جن کی لپیٹ میں محمدؐ کے نواسے کے دشمن آنے والے ہیں۔ پھر اُس مردِ حق پرست نے گھوڑے کو تازیانہ لگا دیا۔ جب عمرو بن سعد کے قریب سے گذرا تو کہا۔

ابنِ سعد! خدا کا خوف کرو اور جہنم کی اُس آگ سے ڈرو جو تمہیں قتلِ حسینؑ کے عوض ملنے والی ہے۔ اب بھی وقت ہے نواسۂ رسولؐ کے پاؤں پکڑ لو۔ میری طرف دیکھو میں تمہارا ساتھ چھوڑ کر حسینؑ کی طرف جا رہا ہوں۔ جنّت کی خواہش ہے تو میرے ساتھ آجاؤ۔ لیکن ابنِ سعد کب یہ بات مانتا تھا۔ اُسے تو "رے" کی حکومت حاصل کرنا تھی۔ یہ مختصر پیغام دینے کے بعد حُر گھوڑا دوڑاتا ہُوا چشم زدن میں امام عالی مقام کے سامنے تھا۔ گھوڑے سے چھلانگ لگائی اور امام کے قدموں میں گر پڑا

شہزادۂ رسول نے پوچھا حُر کیوں آئے ہو؟

عرض کیا آقا آپ ہی نے تو بُلایا ہے

پوچھا کیا چاہتے ہو؟ عرض کیا اپنے جرم و گناہ کی معافی۔ یا امام الوقت میں نے بہت بڑا جرم کیا ہے۔ شہزادۂ کونین میں آپ کا گنہگار ہوں۔ آپ پر یہ سب مصیبت میری ہی وجہ سے آئی ہے۔

---

[1] بعض روایتوں میں ہے کہ وہ شخص حُر کا بھائی نہیں بلکہ کوئی اور تھا

marfat.com

حضور! میں بہت بڑا خطا کار ہوں۔ میں نے آپ کے قافلے کو روکا تھا۔ آپکو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کیا تھا۔
اے جگر گوشۂ بتول! میں نہیں جانتا تھا کہ یہ لوگ اس قدر سنگدل ہو جائیں گے۔ مجھے یقین تھا کہ یقیناً کوئی پُر امن حل تلاش کر لیا جائے گا۔ اے ابنِ رسولؐ! میری توبہ قبول کی جائے۔ میرے گناہوں کی معافی دی جائے۔ میری خطاؤں سے چشم پوشی فرمائی جائے۔ میرے گناہوں کو بخش دیا جائے۔ میرا قصور معاف کر دیا جائے۔ آپ کریم ابنِ کریم ہیں مجھ پر کرم فرمایا جائے۔
نواسۂ رحمتہ اللعالمین نے فرمایا۔ حُر! ہم تمہیں سب کچھ معاف کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ تیرے دوسرے گناہوں سے بھی درگذر فرمائے۔ تُو نے تو ہمیں موقعہ دیا تھا کہ ہم تمہارے لشکر کی زد سے نکل جائیں۔ اور یہ تیری خطا کا کفارہ تھا۔ مگر ہمیں تو ہر حالت میں اسی مقام پہ آنا تھا اور تمہیں بھی یزیدیوں کو چھوڑ کر آہی جانا تھا۔
حُر! ہم نے تمہیں خاص نگاہوں سے دیکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اجرِ عظیم عطا فرمائے انسان جب سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو خدائے رحیم و کریم اُس کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا ط

marfat.com

شبیرؑ کے سپاہی

اب جنگ باقاعدہ شروع ہو چکی ہے۔ یزیدی فوج کی طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی ہے۔ امامِ مظلوم کے ساتھی ڈھالیں بن کر آپکو گھیرے میں لئے ہوتے ہیں۔

قومِ اشقیا سے ابنِ زیاد کے دو غلام یسار اور سالم میدان میں آتے ہیں۔ امام کی طرف سے عبداللہ بن عمیر نکلے۔ ابنِ زیاد کے دو غلاموں نے کہا۔ ہم نہیں جانتے کہ تم کون ہو۔ واپس جاؤ اور ہمارے مقابلے کے لئے زہیر بن قین کو یا حبیب ابنِ مظاہر کو بھیجو۔

عبداللہ بن عمیر غضبناک ہو گئے۔ غصہ سے یسار کو مخاطب کیا۔ او بدکار عورت کے بیٹے تم مجھے نہیں جانتے؟ تو میرے ساتھ لڑنا توہین سمجھتا ہے۔ میں شبیر کا سپاہی ہوں۔ پہلے مجھ سے لڑلو۔ پھر بڑے بڑے بہادروں کو بھی بلا لینا۔ یہ کہا اور تلوار چلا دی تلوار بجلی کی طرح چمکی اور اُس کے سنبھلنے سے پہلے ہی اُس کا کام تمام کر دیا۔

سالم نے ساتھی کا حشر دیکھا تو نیزہ تان کر وار کر دیا۔ عبداللہ نے ڈھال پہ روکا۔ دونوں طرف سے وار ہوتے رہے۔ آخر سالم بھی داخلِ جہنم ہو گیا۔ یزیدی لشکر کا پورا دستہ پہنچ گیا۔ شبیر کا اکیلا سپاہی تیغ و سناں کے جوہر دکھا رہا ہے۔ عبداللہ کی بیوی اُمِّ وہب بھی ساتھ تھی۔ شوہر کو گھرے ہوئے دیکھا تو بیقرار ہو گئی۔ لکڑی کی لاٹھی اُٹھائی اور میدان کی طرف دوڑی۔ عبداللہ نے لڑتے لڑتے اُسے آتے دیکھا تو زور سے چلائے۔ اُمِّ وہب واپس چلی جاؤ یہ عورتوں کی لڑائی نہیں لیکن وہ نہ رکی۔ امام عالی مقام نے پیچھے سے آواز دی اُمِّ وہب رک جاؤ۔ اُمِّ وہب رک گئی۔ آپ نے فرمایا اللہ تجھ پہ رحمت کرے جہاد عورتوں پر فرض نہیں واپس پلٹ جاؤ۔

عبداللہ دشمنوں میں پوری طرح گھر چکا تھا۔ تلواروں کی باڑھ آ رہی تھی۔ اور یوں ریگزارِ کربلا کا پہلا شہید دادِ شجاعت دیتے ہوئے جامِ شہادت نوش کر گیا

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ

marfat.com

حسینی نیزے

عبداللہ بن عمیر کو شہید کر دینے کے بعد ابن سعد کے بائیں بازو کے چند دستے حملہ آور ہوئے تو امام حسین علیہ السلام کے ساتھی زمین پر گھٹنے ٹیک کر کھڑے ہو گئے اور نیزے اٹھا دیئے۔

نیزوں کی انیاں سیدھی دشمن کے گھوڑوں کی گردنوں تک پہنچتی تھیں۔ کئی ایک گھوڑے زخمی ہو گئے اور فوج اشقیا بجائے آگے بڑھنے کے واپس لوٹ گئی اور پھر ایک کا مقابلہ ایک سے شروع ہو گیا۔

امام عالی مقام کا ایک ایک سپاہی اجازت طلب کر کے میدان میں جا رہا ہے اور اپنی شجاعت کے جوہر دکھلا رہا ہے۔

جابری لڑکے

جابری خاندان کے دو نوجوان امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ امام عالی مقام نے فرمایا۔ ابنِ اخی کیوں روتے ہو۔ ابھی چند لمحوں بعد تم بھی چشمۂ کوثر پہنچ جاؤ گے۔ اُنہوں نے روتے ہوئے ہی جواب دیا یا امام ہم اپنے لئے نہیں روتے ہمیں تو آپ کی مصیبت پر رونا آتا ہے۔ ہمیں تو اس بات پر رونا آتا ہے کہ دشمن نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ مگر ہم آپ کے کسی کام نہیں آسکتے۔ کاش ہماری ہزاروں جانیں ہوتیں اور ہم بار بار آپ پر قربان ہوتے رہتے۔ اس طرح شاید ان خونخواروں کا کلیجہ ٹھنڈا ہو جاتا اور آپ بچ جاتے۔

امام عالی مقام نے فرمایا۔ میرے بیٹو! اللہ تعالےٰ تمہارے اس نیک جذبے کی جزا عطا فرمائے۔ ہم سب ایک ہی مقام پر جمع ہونے والے ہیں۔ اور یہ مشیتِ الٰہیہ ہے جس کو ہر حالت میں تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے۔ پھر اُنہوں نے میدان میں جانے کی اجازت مانگی۔ امام عالی مقام نے خدا حافظ فرما کر اجازت فرما دی۔

دونوں نوجوان میدان میں آئے۔ ایک ایک کو بلاتے رہے اور قتل کرتے رہے۔ دشمن نے بہادروں کی تلوار کے جوہر دیکھے تو پورا دستہ بھیج کر گھیرے میں لے لیا۔ حسینی سپاہیوں نے پوری جوانمردی سے سپاہیوں کے پورے دستے سے مقابلہ کیا وہ دشمنوں کا مقابلہ بھی کر رہے تھے۔ اور بلند آواز سے السلام علیکم یا ابن رسول اللہ بھی پکارتے جا رہے تھے۔ بالآخر جسموں پر تیروں اور تلواروں کے کئی زخم کھانے کے بعد جامِ شہادت نوش کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ

marfat.com

حضرت حنظلہ کی شہادت

اس کے بعد حضرت حنظلہ ابن اسعد امام عالی مقام سے اجازت طلب کر کے میدانِ جنگ میں آ گئے۔ میدانِ جنگ میں گھوڑا پھیرتے ہوئے قومِ اشقیا کو مخاطب فرمایا۔ میں ڈرتا ہوں کہ تم پر قومِ عاد و ثمود کی طرح عذاب نہ مسلط کیا جائے۔ ابھی ابنِ رسول کے چند ساتھیوں کی جانیں راہِ خدا پر قربان ہوئی ہیں۔ ابھی ابنِ رسول اور آپ کا خاندان محفوظ ہے۔ اور ابھی وقت ہے کہ تم خود کو عذابِ الٰہی سے بچا لو۔ یاد رکھنا حسینؑ کو قتل کر کے تم چین کی زندگی بسر نہیں کر سکو گے۔

جنابِ حنظلہ ابھی گفتگو کر ہی رہے تھے کہ اُن کے گرد کئی تیر سنسناتے ہوئے آ کر گرے اور ساتھ ہی آواز آئی کہ تقریر ختم کرو۔

اس کے بعد مقابلہ شروع ہو گیا۔ شبیرؑ کا سپاہی بڑی جوانمردی سے لڑتا رہا۔ اور دشمنوں کو واصلِ جہنم کرتا رہا۔ اور پھر کئی دشمنوں کو قتل کر کے شہید ہو گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ

اور سخت حملہ

لشکرِ یزید جلد از جلد اس جنگ کو ختم کر دینا چاہتا تھا۔ اس لئے وہ لوگ بڑھ بڑھ کر شدید سے شدید حملے کر رہے تھے۔ اُن کے لئے یہ خیال بھی پریشانی کا باعث بنا ہوا تھا کہ ہماری تعداد اس قدر زیادہ ہونے کے باوجود ان چند لوگوں پر فتحیاب کیوں نہیں ہو رہی۔ اب اُنہوں نے پھر چاروں سمت سے زبردست حملہ کیا تھا۔ امام عالی مقام کے ساتھیوں نے اب گھوڑے چھوڑ دیئے اور پیدل ہو گئے۔ انتہائی زبردست معرکہ تھا۔ امام عالی مقام کے کئی ساتھی اس دفعہ کام آ چکے تھے۔ تاہم یزیدیوں کا حملہ پسپا کر دیا گیا تھا اس معرکہ میں جناب حبیب بن مظاہر، عمرو بن خالد، سعد مولیٰ و جبار بن حارث و مجمع بن عبید اللہ کو جامِ شہادت نوش کرنا پڑا۔

اب جنگ انتہائی شدید دور میں داخل ہو چکی ہے۔ امام عالی مقام کے بیشتر ساتھی جامِ شہادت نوش کر چکے ہیں جن میں پسرانِ عقیل اور حضرت مسلم کے دو صاحبزادے بھی شامل ہیں۔ دوپہر بھی قریب آتی جا رہی ہے اور جنگ بھی شدید ہوتی جا رہی ہے۔

marfat.com

مسلم بن عوسجہ کی شہادت

جنگ پورے زور شور سے جاری ہے۔ دونوں جانب سے ایک ایک دو دو جوان میدان میں آتے ہیں اور تلوار کے جوہر دکھاتے ہیں مگر شبیر علیہ السلام کے بہادروں کا رنگ جوانمردی کچھ اور ہی ہے۔ ان میں سے جو بھی جاتا ہے وہ کئی کئی یزیدیوں کو واصل جہنم کرنے کے بعد اُس وقت شہید ہوتا ہے جب اُسے فوج کے کئی دستے چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں۔ بصورتِ دیگر ان کیلئے کے سامنے جو بھی اکیلا آتا وہ ضرور قتل ہو جاتا۔

یزیدی فوج کے دائیں بازو کے سپہ سالار عمرو بن الحجاج نے یزیدیوں کو زیادہ تعداد میں قتل ہوتے دیکھا تو زور زور سے چلانے لگا۔ احمقو! پہلے یہ تو اندازہ کر لو کہ تم کن لوگوں سے لڑ رہے ہو۔ یہ ابنِ حیدر کے ساتھی اور جان پر کھیلے ہوئے لوگ ہیں۔ ایک ایک کر کے ان سے مقابلہ کرتے رہے گے تو سب کے سب قتل ہو جاؤ گے۔

ایک کے مقابلہ میں ایک مت جاؤ اور اکٹھے ہو کر بھرپور حملہ کر دو۔ یہ مٹھی بھر افراد ہیں تم تو انہیں پتھروں سے بھی مار سکتے ہو۔ عمرو بن سعد نے بھی اُس کی رائے کو پسند کیا اور مبارزت طلب کرنے سے فوج کو روک دیا اور اجتماعی حملے کا حکم دے دیا۔ دشمن نے اگرچہ پوری قوت سے حملہ کیا تھا۔ مگر حسینی جوانوں نے بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ یزیدیوں کے چھکے چھوٹ گئے حسین علیہ السلام کے گنتی کے چند سپاہی سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح چٹان بن کر سامنے کھڑے تھے اور بھرپور حملہ کرنے کے باوجود لشکر یزید کو پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ دشمن کی فوج پیچھے ہٹی تو اُن کے مقتولین کے ساتھ ایک حسینی جوان اور نامور بہادر حضرت مسلم بن عوسجہ بھی خاک و خون میں تڑپ رہے تھے۔ شبیر علیہ السلام اُن کے پاس پہنچے۔ چند سانس ابھی باقی تھے، آپ نے پُر حسرت نگاہوں سے دیکھا اور ٹھنڈی آہ بھر کر فرمایا۔ میرے رفیق و ہمدم اللہ تجھ پہ انوار رحمت کی بارش کرے۔ اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

مِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ○

زہیر بن قین

اب دشمن کا بایاں بازو حرکت میں آیا۔ دشمنوں کا مقابلہ اب زہیر بن قین سے تھا۔ وہ اس سمت کے سپہ سالار تھے۔ آپ کے ساتھیوں نے پوری جوانمردی سے یزیدیوں کے دباؤ کو روکا اور بڑھ بڑھ کر حملے شروع کر دیئے اور جناب زہیر بن قین اپنا گھوڑا صف سے آگے بڑھا لائے۔ دوسری طرف عمرو ابن سعد اپنے جوانوں کو استعمال

زلا رہا تھا۔

زہیر نے اُسے مخاطب کر کے فرمایا "اے سعید باپ کے شقی بیٹے اب بھی باز آجا" اور امام مظلوم سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لے۔ مَیں دیکھ رہا ہوں کہ جہنم کی آگ تجھے اپنی لپیٹ میں لینے کے لئے بڑھ رہی ہے۔

عمرو سعد نے کہا زہیر تم ایک بہادر آدمی ہو۔ مَیں تمہاری قدر کرتا ہوں۔ اس لئے میرا کہا مانو اور مجھے مشورہ دینے کے بجائے اپنے لئے صحیح راستے کا انتخاب کرو۔ تم نے کئی ساتھیوں کا حشر دیکھ لیا۔ اب چند لمحوں بعد تمہارا یہ گرم اور جوان جسم بھی ٹھنڈی لاش بن چکا ہوگا میرا کہا مانو اور میرے ساتھ مل جاؤ زہیر نے کہا تو پاگل ہوگیا ہے حکومت کے لالچ نے تمہیں اندھا کر دیا ہے۔ ابھی آپکی گفتگو یہاں تک پہنچی تھی کہ یزیدی لشکر کی طرف سے ایک تیر آیا اور آپ کے جسم کو چھوتا ہوا اُن سے گذر گیا۔ اور پھر برابر تیر برسنے لگے۔ زہیر ڈھال سے تیروں کو رد کرتے ہوئے اور اُن کی زد سے بچتے ہوئے آگے بڑھتے رہے اور قریب جا کر اسقدر زور سے حملہ کیا جیسے بھوکا باز شکار پہ جھپٹتا ہے۔ اور پھر متعدد دشمنوں کو فی النار کرنے کے بعد داخلِ بہشت ہو گئے۔

دو جوان عبداللہ و عبدالرحمٰن بنو غفار کے دو جوان امام عالی مقام سے اجازت طلب کر کے میدانِ کارزار میں آ گئے۔ نعرۂ تکبیر بلند کیا اور دشمنوں کو تلوار کی باڑھ پر رکھ لیا۔ جس طرف جاتے صفیں درہم برہم ہو جاتیں۔ دشمنوں کی طرف سے تیر آیا اور ایک کی پشت میں پیوست ہوگیا۔ دوسرے نے گھوڑا بڑھا کر تیر کا پھل کھینچکر پھینک دیا اور پھر جنگ میں مصروف ہو گئے اور پھر بڑی جرأت و جوانمردی اور بہادری سے لڑتے لڑتے راہیٔ فردوس بریں ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ٥

دو پروانے :- جناب سیف بن حارث اور مالک بن عبد یہ دونوں بھائی ماں کی طرف سے سگے بھائی تھے۔ یہ دونوں امام عالی مقام سے جنگ کی اجازت لیکر میدان کارزار میں نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے —— پہنچے اور نہایت شجاعت و بہادری سے لڑتے ہوئے شمع شبستانِ مصطفےٰ پر نثار ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ٥

marfat.com

حُر میدانِ جنگ میں

بعد ازاں امام عالی مقام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر حضرت حُر نے عرض کی

یا امام! مجھے اجازت فرمائی جائے تاکہ میں آپ کے فدائیوں میں نام لکھوا سکوں۔

اور اُن سعادتوں میں شرکت نصیب ہو جو ہمیں ملنے والی ہیں۔

عالی مقام نے حُر کو سینے سے لگایا اور اِذنِ جہاد دے دیا۔ حُر نے شہزادۂ رسولؐ کی یہ شفقت و محبت دیکھی تو آنکھوں میں تشکر و امتنان کے آنسو آ گئے۔ امام کے قدموں کو بوسہ دیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آ گئے۔

ابنِ سعد نے صفوان کو بھیجا کہ دیرینہ تعلقات کی بنا پر پہلے حُر کو رام کرنے کی کوشش کرو بصورتِ دیگر اُس کی گردن اُڑا دو۔

صفوان بن حنظلہ میدان میں آ گیا۔ یہ بھی مانا ہوا شہ زور تھا۔ حضرت حُر کے مقابل پہنچکر کہنے لگا۔ حُر تم حسینؑ کا ساتھ دے کر کیوں جان ضائع کر رہے ہو۔ تم ایک بہادر سپاہی ہو جوان ہو، شہ زور ہو۔ ذرا غور کرو تمہارے بعد تمہاری بیوی کا کیا حال ہوگا۔ تمہارے بچے یتیم ہو جائیں گے۔ حسینؑ کا خطبہ سُن کر تم جذبات کی رَو میں بہہ گئے ہو۔ جذبات پر قابو پانے کی کوشش کرو۔ آنے والے حالات پر غور کرو، حکومت تمہاری بغاوت کا غصہ تمہارے بیوی بچوں پر اتارے گی۔ تم ایک اچھے ساتھی ہو اس لئے یہ مشورہ دیا گیا ہے میری بات مان لو اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے آؤ واپس چلیں، حسین کا ساتھ دینے میں سوائے موت کے رکھا ہی کیا ہے جب کہ یزید کیطرف سے بھاری انعام حاصل کریں گے۔

حضرتِ حُر نے فرمایا صفوان! تو سمجھدار آدمی ہے اور باوجود عقلمند ہونے کے تُو نے نادانوں جیسی گفتگو کی ہے۔ تم مجھے یزید کا ساتھ دینے کی رغبت دلاتے ہو۔ حالانکہ

marfat.com

وہ فاسق و فاجر اور ذلیل و ناپاک ہے۔ اور امام حسینؑ کا ساتھ چھوڑنے کا مشورہ دیتے ہو حالانکہ وہ طیّب و طاہر اور پاکیزہ ہیں۔ اور طیّب و طاہر اور پاکیزہ والدین کے بیٹے ہیں کیا تو نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں آیت تطہیر میں شامل فرمایا ہے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسولِ خدا نے حسنین کریمین کو اپنے باغ کی خوشبو فرمایا ہے۔ کیا تم حسینؑ کے تقویٰ و طہارت اور علم و فضل کی مثال پیش کر سکتے ہو۔

صفوان نے کہا میں یہ سب کچھ جانتا ہوں مگر مال و دولت اور حکومت کے عہدے تو یزید ہی سے مل سکتے ہیں۔ حسینؑ کا تقویٰ و طہارت اور علم و فضل ہمارے کس کام آسکتا ہے حُر نے فرمایا صفوان! تمہیں دولت کے حصول کے نشہ نے بدمست کر دیا ہے تمہیں جلبِ زر اور ہوس و لالچ نے اندھا اور بہرہ کر دیا ہے۔ تم عقلمند ہوتے ہوئے بھی بیوقوف اور جاہل ہو گئے ہو۔

حُر کا کلمۂ حق سنا تو صفوان غضبناک ہو گیا۔ آگ بگولہ ہو کر نیزے کا وار کر دیا۔ حضرت حُر نے بھی نیزہ تان لیا۔ پہلا وار اُس کے نیزے پر کیا تو اُس کا نیزہ ٹوٹ گیا۔ دوسرا وار سینے پر کیا تو نیزہ پشت کے پار تھا۔ حُر نے اُس کے سینے سے پوری قوت سے نیزہ کھینچا اور تیسرا وار کرنا چاہا لیکن وہ بے روح ہو کر گھوڑے سے گر کر واصلِ جہنّم ہو گیا تھا یزیدی عہدوں اور جاہ و حشم کا بھوکا۔ یہ سب کچھ حاصل کرنے سے پہلے ہی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔

امام عالی مقام نے دور سے یہ منظر دیکھا تو حُر کو تحسین و آفرین کہا۔ عمر و سعد نے اپنے بہادر کو اوندھے منہ گرے ہوئے دیکھا تو پریشان ہو گیا۔

صفوان کے تین حقیقی بھائی بھی یزیدی فوج میں شامل تھے۔ ایک کے مقابلہ میں ایک کے قانون کو توڑتے ہوئے تینوں ہی شور مچاتے اور واویلا کرتے ہوئے حضرت حُر پر چڑھ دوڑے۔ خدا کے سپاہی اور شبیر کے غلام نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور تینوں کی تلواروں کو بیک وقت ڈھال پر روکتے ہوئے ایک پر حملہ کر دیا۔ پہلے ہی وار سے دھڑ اِدھر اور گردن اُدھر جا پڑی۔ دوسرا وار دوسرے کے سر پر کیا۔ تلوار سر کی ہڈیوں کو کاٹتے ہوئے پشت تک پہنچ گئی۔ تیسرے نے دونوں کی موت دیکھی تو اُسے بھی اجل سامنے نظر آگئی۔ وہ میدان چھوڑ کر بھاگ اُٹھا حُر نے تلوار بائیں ہاتھ میں اور نیزہ دائیں ہاتھ میں لے لیا اور بھاگا

ہوئے کی پشت میں نیزہ پیوست کر دیا۔ ملائکہ نے کہا مرحبا، حوروں نے کہا واہ واہ۔

یزیدی فوج کے چاروں سواروں کو موت کی نیند سلا کر گھوڑا دوڑاتے ہوئے واپس خدمتِ امام میں آ گئے۔ گھوڑے سے اتر کر شاہ کے قدموں کو بوسہ دیا اور ہاتھ باندھ کر عرض کیا۔

یا ابنِ رسول اللہ! کیا آپ مجھ پر خوش ہو گئے۔

امام عالی مقام نے فرمایا ہاں: حر ہم تجھ پر پوری طرح خوش ہیں۔ تجھے مبارک ہو۔ تیری ماں نے تیرا نام حر (آزاد) رکھا تھا۔ ہم تجھے بشارت دیتے ہیں کہ تو دوزخ کی آگ سے آزاد ہو گیا ہے۔

حر نے امام کے قدموں کو بوسہ دیا اور پھر میدانِ جنگ میں آ گئے۔ یزیدی فوج کے جوان ایک کر کے سامنے آتے رہے اور واصلِ جہنم ہوتے رہے۔ عمر و سعد نے یہ حالت دیکھی تو پریشان ہو گیا۔

بلند آواز سے پکار کر کہنے لگا کہ ایک ایک کر کے یہ پوری فوج ختم کر دے گا۔ چند دستے اکٹھے ہو کر ٹوٹ پڑو اور گھیرے میں لے کر اس کے ٹکڑے اڑا دو۔ سپاہ یزید حسینؑ کے سپاہی پر حملہ کر دیتی ہے اور پھر جنگ کا نقشہ کچھ اس طرح بن جاتا ہے کہ جیسے شہد کے چھتے پر مکھیوں نے یلغار کر دی ہو۔ تیروں پر نیزے برس رہے ہیں۔ تلواروں پر تلواروں کے وار ہو رہے ہیں۔ یزیدیوں کے تیر اپنے ہی آدمیوں کو گھائل کرتے چلے جاتے ہیں اور ادھر حر کی تلوار کا یہ عالم ہے:-

اَبر ڈھالوں کا اٹھا تیغ دو پیکر چمکی
بَرق چھپتی ہے وہ چمکی تو برابر چمکی
سوئے پستی کبھی کوندی کبھی سر پہ چمکی
کبھی انبوہ کے اندر کبھی باہر چمکی
جس طرف آئی وہ ناگن اُسے ڈستے دیکھا
مینہ خون کا صفِ دشمن میں برستے دیکھا
دَھار ایسی! کہ رواں ہوتا ہو دھارا جیسے
گھاٹ وہ گھاٹ! کہ دریا کا کنارا جیسے

marfat.com

چمک ایسی کہ! حسینوں کا اشارا جیسے
روشنی وہ! کہ گرے ٹوٹ کے تارا جیسے
کوندنا برق کا شمشیر کی ضو میں دیکھا
کبھی ایسا نہیں دم خم مہر کو میں دیکھا
(میر انیس)

ادھر حُر کی تلوار دشمنوں کا خون چاٹ رہی ہے اُدھر حُر کا جسم تیروں اور تلواروں اور نیزوں کی انیوں سے چھلنی ہو چکا ہے۔ زخموں سے جسم چور چور ہے۔ اسی حالت میں امام عالی مقام کی جانب مُنہ کر کے آواز دی اَدْرِکْنِیْ یَا ابْنَ رَسُوْلَ اللّٰہ حسینؑ میری مدد فرمائیے جواب میں غیب سے ندا آئی۔ حُر ادھر دیکھ حُوریں جنت میں تیرا انتظار کر رہی ہیں۔ کسی بدبخت کا نیزہ حُر کے سینے میں پڑا۔ زخم گہرا تھا جسم گرم تھا گرنے لگے، زین کو تھام لیا گھوڑے کی باگ کو کھینچا، امام کے قدموں میں آ گیا۔ شبیہ رسُول کی طرف یاس بھری نظروں سے دیکھ کر کہا۔

میرے آقا! آپ کے نانا کے قدموں میں جا رہا ہوں کوئی پیغام دے دیں۔

امام عالی مقام نے گھوڑے سے تھام کر اُتارا اور فرمایا حُر! اُس بیکس پناہ کے حضور میں ہمارا سلام کہہ دینا۔ ہم بھی تمہارے پیچھے آ رہے ہیں۔ حُر کے آخری لمحات ہیں آنکھیں بند ہوتی جا رہی ہیں۔ امام عالی مقام نے حُر کا سر اپنے زانو پہ رکھا۔ حُر کو دونوں جہان کا آرام حاصل ہو گیا۔ حُر نے حسرت بھری نگاہوں سے شہزادہ کونین کو دیکھا۔ امام عالی مقام کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

حالت پہ میری! اُن کے بھی آنسو نکل پڑے
دیکھا گیا نہ یاس میں عالم نگاہ کا!
(آغا شاعر)

یہ حُر کی خوش نصیبی کی انتہا تھی جگر گوشۂ رسُول کی آغوش راحت میں لیٹا ہوا ہے اور امام عالی مقام اُس کے چہرے کا غبار صاف کر رہے ہیں۔ حُر نے آنکھیں کھول کر عرض کیا یا امام رُوح نکل جانے کے لئے بیقرار ہے۔ زخموں سے درد کے طوفان اُٹھ رہے ہیں لیکن میں نے سینے سے اُٹھنے والی آہوں کو روک رکھا ہے۔ تاکہ آپ کی آغوشِ راحت کا تھوڑا سا اور مزہ لے لوں

marfat.com

اس واسطے تھم تھم کے جاری ہے نفس میرا
آہوں سے کہیں ٹوٹ نہ جائے یہ قفس میرا (آغا شاعر)

اور پھر آخری بار حُر نے درد میں ڈوبی ہوئی مسکراہٹ سے امام کی طرف دیکھکر عرض کیا۔ یا ابنِ رسول! آپ مجھ پر راضی ہو گئے۔ امام نے فرمایا، حُر ہم تم پر راضی ہیں خُدا تجھ پر خوش ہو اور تجھے خوش رکھے۔

یہ آخری گفتگو تھی۔ حُر نے کلمۂ شہادت پڑھا اور جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ امام نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھ کر حُر کی لاش کو ڈھانپ دیا۔

اُمِّ وَہب

اس خُونیں معرکہ کے پہلے شہید عبداللہ بن عمیر کی بیوی اُمِّ وَہب بھی اُس کے ساتھ ہی آئی تھی۔ یہ دونوں میاں بیوی کُوفہ سے آئے تھے۔ یہ پہلے بھی شوہر کی مدد کو لاٹھی لیکر بڑھی تھی مگر امام عالی مقام کے روکنے پر رُک گئی تھی۔ اب شوہر شہید ہوا تھا اُس کی لاش پر دوڑی گئی۔ یہ لاش کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ شمر لعین نے اُسکو بھی تلوار سے شہید کر دیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ○

پروانۂ شبیرؑ

امام عالی مقام کے ایک ساتھی جناب حنفی تھے۔ اس پروانۂ حسینؑ نے اپنے جسم کو امام عالی مقام کی ڈھال بنا رکھا تھا۔ دشمنوں کی توجہ کے مرکز خاص چونکہ نواسۂ رسُول تھے۔ اس لئے تیروں کی زیادہ بارش اِدھر ہی ہو رہی تھی۔ تیروں کی اس برسات میں پروانۂ شبیر جناب حنفی سپر بن کے آپ کے آگے کھڑے تھے۔

امام عالی مقام نے کئی بار اُسے پیچھے کرنا چاہا۔ مگر وہ آپ کے آگے کھڑا ہو جاتا۔ جناب حنفی کا پورا جسم تیروں میں پرویا جا چکا تھا۔ اور اسی طرح تیر کھاتا ہوا یہ پروانۂ شبیرؑ واصلِ فردوس بریں ہو گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ○

marfat.com

برادرانِ عباس ابن علی

یزیدی لشکر کی طرف سے ھل من مبارز کی صدائے پیہم آرہی ہے۔ ادھر امام عالی مقام کے حضور میں چار خوبرو نوجوان دست بستہ کھڑے ہو کر میدان میں جانے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔

یہ چاروں حضرت عباس ابن علی کے حقیقی بھائی حضرت عبداللہ، حضرت ابوبکر، حضرت محمد اور حضرت عثمان پسرانِ علی ہیں۔ ان کی والدہ مکرمہ کا اسم گرامی اُم البنین ہے اور وہ ان سب کے ساتھ ہی کربلا میں موجود تھیں۔ شمر ملعون ان کے سگے بھائی کا لڑکا تھا۔ یہ اپنے اپنے مقدر کی بات ہے کہ بہن کے بیٹے امام عالی مقام پر جانیں نثار کر دینے کے لئے بیتاب ہیں اور بھائی کا بیٹا امام عالی مقام کو شہید کر دینے کے لئے بیقرار ہے۔ یہ آپ پر قربان ہوتے ہیں اور وہ آپ کا سر اقدس کاٹتا ہے۔

یہ وہی چاروں شہزادے ہیں جن کی والدہ اور بھائی حضرت عباس سمیت چھ افراد کے لئے شمر ابن زیاد سے امان نامہ لکھوا کر لایا تھا اور انہوں نے وہ امان نامہ حقارت سے ٹھکرا دیا تھا اور کہا تھا۔ بیوقوف! ہمیں تو امان دیتا ہے، ابنِ رسول کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ اور اب یہ اُس وقت کے منتظر ہیں کہ شہزادۂ گلگوں قبا پر جانیں نثار کر کے اپنے والدِ گرامی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے دربار میں سُرخروئی حاصل کریں۔

امام عالی مقام نے فرمایا، اے شہزادگانِ حیدر! اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے تم سب ٹھیک ٹھیک حقِ اخوت ادا کر رہے ہو۔ تم سب میرے امتحان میں برابر کے شریک ہو۔ تمہاری مقدس قربانیاں لوحِ عالم پر نقش فی الحجر بن کر دُنیا والوں کو ہمیشہ درسِ اخوت دیتی رہیں گی۔ ہم سب بہت جلد یکمشت ہی مقام پر جمع ہونے والے ہیں۔ مگر میرے لئے یہ امتحان کس قدر صبر آزما اور کٹھن ہے کہ میں اپنے ساتھیوں کو اپنے سامنے ذبح ہوتے دیکھ رہا ہوں۔

امام عالی مقام کی شفقت آمیز گفتگو سُنی تو چاروں کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ اُنہوں نے نہایت رقت سے دربارِ حسینؑ میں عرض کیا۔ یا امام یہ آپ کا کرم ہے جو ہم غلاموں پہ اس قدر شفقت فرما رہے ہیں۔ ہمارے حقِ غلامی کو حقِ اخوت کا نام دینا آپ کی بندہ پروری ہے

marfat.com

ورنہ ہم تو اَب بھی آپ کو امام اور خود کو غلام ہی سمجھتے ہیں۔ آپ ابنِ رسولؐ ہیں، شہزادۂ بتولؑ ہیں، جنّت کے جوانوں کے سردار ہیں اور ہمارے تاجدار ہیں۔ ہمارے لئے یہ فخر ہی کیا کم ہے کہ آپ کے عزم پہ فدا ہونے کے صلہ میں قیامت کے دن آپ کے پرچم کا سایہ نصیب ہوگا۔

یا امام دشمن بار بار آواز دے رہے ہیں۔ ہمیں اجازت مرحمت فرمائی جائے تاکہ ہم آپ پہ نثار ہونے میں سبقت حاصل کرسکیں۔ آپ نے سب کی طرف حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا اور الوداع کہہ کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا، یا اللہ! میرے بھائیوں کی جانوں کی نذر قبول فرمائیے۔

شیرِ خدا کے شبر ایک ایک کر کے میدان میں جاتے ہیں اور زورِ یدُاللّٰہی سے دشمنوں کی صفوں کو درہم برہم کر دیتے ہیں۔ حیدر کا ایک ایک شیر ببر یزید کی سینکڑوں لومڑیوں پہ بھاری تھا۔

ایک کے بعد دوسرا پھر تیسرا اور چوتھا میدانِ جنگ میں قوتِ حیدری کے وہ جوہر دکھاتے ہیں کہ دشمنوں کو پسینہ آجاتا ہے۔ حضرت عباسؑ ایک ایک بھائی کا جنگی کارنامہ مشاہدہ کرتے جا رہے ہیں اور الحمدللہ کہتے جا رہے ہیں۔ چاروں بھائی یکے بعد دیگرے متعدد دشمنوں کو قتل اور زخمی کرنے کے بعد بارگاہِ حیدرِ کرّار میں پہنچ جاتے ہیں ــــ

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ

وہ سالکانِ وادیٔ اندیشہ و فتن ـــــ وہ رہروانِ مرحلۂ عشق ذو المنن

وہ عاشقانِ دلبرِ شاہنشہِ زمن! ـــــ وہ کشتگانِ خنجرِ دردو غم و محن

پُرخوں پڑے تھے دشتِ مصیبت میں اس طرح
صحنِ چمن میں پھول بکھرتے ہیں جس طرح

ان چاروں کے بعد برادرانِ مسلم جناب عبداللہ بن عقیل، عبدالرحمٰن بن عقیل اور جعفر بن عقیل ایک ایک کر کے یوں دادِ شجاعت دیتے ہیں کہ یزید کے لشکری شاخِ بید کی طرح کانپنے لگ جاتے ہیں۔ تلواریں چل رہی ہیں، تیروں کی بارش ہو رہی ہے، نیزے تنے ہوئے ہیں، زمین شعلہ بار ہوتی جا رہی ہے، سورج مشتعل ہوتا جا رہا ہے، تلواروں کی جھنکار میں شبیر علیہ السّلام کا ایک ایک مجاہد حقِ جہاد ادا کرتے ہوئے امتحانِ شبیر میں شریک ہوتا جا رہا ہے۔ جنّت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور شبیر کے سپاہی ایک ایک کر کے اندر داخل ہونے جا رہے ہیں۔

marfat.com

حضرت قاسم کی شہادت

امام عالی مقام کے ساتھی ایک ایک کر کے جامِ شہادت نوش کرتے جا رہے ہیں۔ میدانِ کارزار میں شہداءِ کرام کی لاشوں کے ٹکڑے بکھرے پڑے ہیں۔ فاطمہؓ کا لال اپنے امتحان کا ایک ایک پرچہ نہایت کامیابی اور کامرانی کے ساتھ حل کر کے ممتحنِ حقیقی کے دربار میں پیش کرتا جا رہا ہے۔

آپ نے کئی بار میدانِ کارزار میں جانے کا ارادہ فرمایا۔ مگر آپ کا کوئی فدائی آگے بڑھ کر حقِ جاں نثاری ادا کر دیتا۔ اب آپ نے پھر میدان میں جانے کا ارادہ فرمایا تو ایک نوخیز پھول آپ کے سامنے آ گیا۔ پندرہ سولہ سال کے خوبرو ہاشمی شہزادے کو دیکھ کر یوں معلوم ہوتا جیسے چاند زمین پر اتر آیا ہو۔ یہ چاند کا ٹکڑا قاسم ابنِ حسن ابنِ علی ہے جو عمِ محترم پر فدا ہونے کے لئے اجازت طلب کرتا ہے۔

امام عالی مقام نے فرمایا۔ قاسم! میں تجھے قتل ہونے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ مجھے اب کسی نئے امتحان میں نہ ڈالو اور واپس خیموں میں چلے جاؤ۔ میں تم سے پہلے ظالموں کے ہاتھوں بھیا حسن کی دو خوبصورت تصویروں کے ٹکڑے کروا چکا ہوں۔ اب یہ میرے بس میں نہیں کہ میں تجھے بھی موت کے منہ میں بھیج کر اپنے بھائی کی اولادِ نرینہ کو ختم کروا دوں۔ میرے لال تمہیں سے تو میرے بھائی کی نسل شروع ہونا ہے۔

حضرت قاسم نے چچا جان کی یہ فیصلہ کن گفتگو سنی اور تڑپ کر رہ گئے رو کر عرض کیا عمِ محترم! کاش میرے والد اس وقت موجود ہوتے تو مجھے اس محرومی کا منہ نہ دیکھنا پڑتا۔ چچا جان میں چھوٹا ہی تھا کہ داغِ یتیمی لگ گیا۔ اور پھر آپ نے مجھے پناہ میں لے لیا۔ آپ کی پناہ میں آنے کے بعد مجھے کبھی محسوس نہیں ہو سکا کہ میں یتیم ہوں۔ میں نے ہمیشہ یہی محسوس کیا ہے کہ میرا باپ زندہ ہے مگر آج آپ نے مجھے میرے ابا جان کی یاد دلا ہی دی ہے۔ میں نے آج پہلی بار محسوس کیا ہے کہ میں یتیم ہوں۔ کاش آپ نے مجھے اپنا بیٹا سمجھا ہوتا۔ چچا جان: میری جان، عون و محمد سے زیادہ قیمتی نہیں۔ اگر انہیں آپ پر فدا ہونے کی اجازت مل سکتی ہے تو پھر مجھ حرماں نصیب کو بھی محروم نہ کیا جائے۔

marfat.com

امامِ عالی مقام نے بھتیجے کا یہ جذبۂ ایثار اور درد میں ڈوبا ہوا کلام سُنا تو آپ مضطرب ہو گئے اور فرمایا۔ میرے لال تمہاری گفتگو نے میرے رونگٹے کھڑے کر دیئے ہیں۔ مَیں تو یہ سوچتا ہُوں، مَیں بھیا حسنؓ کو کیا جواب دُوں گا۔ کہ اُس کی آخری نشانی بھی آنکھوں کے سامنے ذبح کروا لی۔ تمہاری والدہ تمہارے فراق میں کیا کرے گی۔ تمہاری پھوپھی کا کیا حال ہو گا۔

قاسم نے عرض کیا چچا جان! اگر خدانخواستہ مجھے آپ پر نثار ہونے کا موقعہ نہ مل سکا تو مَیں ابّا جان کو کیا جواب دُوں گا۔

رہا والدہ کا پریشان ہونا تو مَیں اُن سے اجازت لیکر آیا ہُوں۔ پھُوپھی جان سے بھی مل کر آیا ہُوں۔ اُن دونوں نے تو میری کمر میں میرے ابّا جان کا پٹکا باندھا ہے۔ امّی جان نے تلوار میری گردن میں خود حمائل کی تھی اور پھُوپھی جان نے خود فرمایا تھا کہ قاسم اب تم بھی مجھے بھائی جان کے سامنے سُرخرُو کر دو۔

امامِ عالی مقام نے چند لمحے خاموشی فرمائی اور پھر اجازت مرحمت فرما دی۔

اُدھر فوجِ اشقیا ھل من مبارز کے نعرے لگا رہی تھی۔ جب جناب قاسم میدانِ کارزار میں تشریف لائے تو آفتاب نصف النہار پر آچکا تھا۔ علیؓ کے شیر کے شیر کا حلق پیاس کی شدت سے سُوکھ کر کانٹا ہو چکا ہے۔ بار بار لبوں پر زبان پھیرتے ہیں مگر لاحاصل زبان لبوں سے زیادہ سُوکھی ہوئی ہے اور لب زبان سے زیادہ خشک ہیں۔ باوجود اس شدت کی پیاس کے علیؓ کے لال کا لال میدانِ کارزار میں اس طرح چمک رہا تھا جیسے آفتاب زمین سے طلوع کر رہا ہو۔

چہرہ تھا ایسے خون کی حدت سے شعلہ روش
سُورج کا جیسے پھُول اِک طشتِ سحر میں ہو

عمرو بن سعد کی طرف سے ایک جوان مقابلہ کے لئے نکلا تو اُس نے روک دیا اور سپاہِ شام کے ایک اعلےٰ افسر کو حکم دیا۔ ارزق! اس جوان کا مقابلہ تم کرو گے۔ ارزق نے سُنا تو اُس کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور غصّے پر قابو پاتے ہُوئے کہنے لگا! ابنِ سعد اگرچہ تم میرے سپہ سالار کی حیثیت سے ہو مگر تمہیں میرے مقام اور مرتبہ کو نہیں بھُولنا چاہیئے۔ کیا تم میری حیثیت سے واقف نہیں ہو؟

اِبنِ سعد:۔ کیوں نہیں مَیں جانتا ہُوں کہ تم سپاہِ شام کے ایک اعلےٰ افسر ہو۔ اس کے علاوہ فنِ سپہ گری میں پوری پوری مہارت بھی رکھتے ہو۔ اس فوجی تجربہ کے ساتھ ساتھ بہادری

marfat.com

میں بھی اپنی مثال آپ ہو۔ اور اپنی اس قوت، فن اور تجربہ کے صلہ کی صورت میں یزید سے ہزاروں روپے تنخواہ بھی وصول کرتے ہو۔

ارزق :۔ حیران ہوں کہ میرے متعلق اسقدر وسیع معلومات کے باوجود مجھے ایک بچے کے مقابلہ میں بھیجنے کا مذاق کرتے ہو۔

ابنِ سعد :۔ ارزق تم نے غلط سمجھا۔ میں نے مذاق نہیں کیا۔ بلکہ اپنے تجربہ کی بنا پر تمہارا انتخاب کیا ہے۔ یہ بچہ کوئی عام بچہ نہیں۔ یہ قاسم ہے حسنؑ کا بیٹا اور علیؑ کا پوتا اس کے مقابلہ کے لئے کسی تجھ جیسے شہ زور کی ہی ضرورت ہے۔ تم اس سے پہلے کئی ہاشمیوں کے زورِ یداللّٰہی اور قوتِ خیبر شکن کا مشاہدہ کر چکے ہو۔

ارزق :۔ ہو سکتا ہے کہ تمہاری بات درست ہی ہو۔ مگر اس بچہ کے مقابلہ میں جانا میری توہین ہے۔ شام سے آئے ہوئے لشکر میں میرے چار بہادر اور نوجوان بیٹے ہیں میں اُن میں سے کسی ایک کو اس کے مقابلہ میں بھیج دیتا ہوں۔ اور پھر اُس نے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے کو جانے کا اشارہ کیا۔

اور یہ اُس کا چھوٹا بیٹا کسی ہاتھی سے کم نہیں تھا۔ بڑا عظیم شیم اور گرانڈیل گھوڑا اُس کے بوجھ تلے دبا جا رہا تھا۔ امام عالی مقام نے قاسم کے مقابلہ میں ایک عفریت کو دیکھا تو دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دیئے۔ اُس نے آتے ہی اس انداز سے تلوار کا وار کیا جیسے کسی درخت کی پتلی سی شاخ کو کاٹ کر زمین پر پھینک دینا ہوتا ہے۔ جنابِ قاسم نے اُس کے وار کو ڈھال پہ روکا، مگر ڈھال بیکار ہو گئی۔ امام عالی مقام زیادہ دُور نہیں تھے آپ سب کچھ ملاحظہ فرما رہے تھے۔ آپ نے ایک اور ڈھال دیکر محمد بن انس کو فرمایا کہ قاسم کو پہنچا دو۔ اُدھر ایک دوسرے پر چند ایک وار ہو چکے تھے اور ارزق کے بیٹے کو محسوس ہو چکا تھا کہ اُس کا اس لڑکے کے متعلق اندازہ غلط تھا۔

ڈھال مل گئی تو امام قاسم نے خود کو اچھی طرح سنبھال لیا۔ ارزق کے بیٹے نے نیزہ چلایا۔ آپ نے گھوڑے کو پیچھے کر لیا اور گھوڑے کو تازیانہ لگا کر اتنی تیزی سے دشمن پر نیزے کا وار کر دیا کہ اُسے بچاؤ کی مہلت ہی نہ مل سکی۔ قاسم کا نیزہ ارزق کے بیٹے کی زرہ کی کڑیوں کو توڑ کر سینے میں لگا اور پشت کے پار ہو گیا۔ آپ نے پوری قوت سے نیزہ کھینچا تو وہ مٹی کے تودے کی طرح زمین پہ گر پڑا۔ آپ نے اُس کے نیزے اور تلوار پہ قبضہ کر لیا اور گھوڑے کو موڑ کر امام

marfat.com

عالی مقام کے حضور میں آ گئے۔

آپ نے پیشانی پر بوسہ دیکر فرمایا ، میرے بھائی کے بیٹے کو ایسا ہی ہونا چاہئیے تھا۔ میرے چاند قاسم ! خدا تمہارا حامی و ناصر ہو۔

جناب قاسم نے عرض کیا۔ چچا جان کاش اس وقت پانی کے چند گھونٹ مل جاتے تو پھر میں آپ کو اپنی بہادری کے جوہر دکھاتا امام عالی مقام نے جذبات پر قابو پاتے ہوئے فرمایا میرے لال پانی تو اب تمہارے دادا جان اور ابا جان چشمہ کوثر سے ہی پلائیں گے۔ جناب قاسم نے الحمدللہ کہا اور دوبارہ میدان میں تشریف لے گئے۔

اُدھر عمرو ابن سعد نے ازرق کو اُس کے بیٹے کی موت کا منظر دکھاتے ہوئے طنز کیا کہ کاش تم کسی بچہ سے جنگ کرنے کو اپنی توہین نہ سمجھتے۔

ازرق کو تو بیٹے کی موت نے پہلے ہی آتش فشاں بنا رکھا تھا۔ اُوپر سے ابنِ سعد کے طنز نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔

اُس نے گھوڑا صف سے آگے بڑھایا ہی تھا کہ اُس کا دُوسرا بیٹا میدان میں پہنچ گیا۔ یہ پہلے سے بڑا تھا اس لئے قدو قامت میں بھی اُس سے بڑھا ہوا تھا۔ اُس نے آتے ہی امام قاسم کی شان میں بکواس شروع کر دی۔ لیکن آپ نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے اُس کی طرف دیکھتے رہے۔ ازرق کا بیٹا ہذیانی انداز میں بکے جا رہا تھا کہ تم نے میرے شبر جیسے بہادر بھائی کو قتل کیا ہے میں تیری ایک ایک بوٹی کے سو سو ٹکڑے کر کے تیرا قیمہ بنا دوں گا۔ جناب قاسم نے بڑے ہی پُر وقار انداز میں صرف اتنا فرمایا کہ تم چیختے کیوں ہو۔ انشاء اللہ تم بھی جلد ہی اپنے بھائی سے ملاقات کرو گے۔ وہ جلا ہوا تو تھا ہی اور بھی مشتعل ہو گیا۔ مُنہ سے جھاگ اُڑ رہی تھی اور اندھا دُھند وار پر وار کئے جا رہا تھا۔ امام قاسم اُس کے ہر وار کو بیکار کرتے جا رہے تھے جب اُس کے کئی وار ضائع ہو گئے اور پھر اُس نے زور سے ایک ایسا وار کیا جس کو جناب قاسم نے روک تو لیا مگر شانے پر ہلکا سا زخم آ گیا۔ پھر کیا تھا ، حیدر کے شبر کا شیر بپھر گیا اور گھوڑے کو چکر دے کر دشمن کے گھوڑے کی گردن کے نیچے نیزہ بھونک دیا۔ گھوڑا تڑپا اور گھٹنوں کے بل گر پڑا۔ ازرق کا بیٹا اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ جناب قاسم نے گھوڑے سے چھلانگ لگائی اور اُس کے اُٹھنے سے پہلے ہی اُس کے شانے پر پُوری قوت سے تلوار کا وار کر دیا۔ زخم لگتے ہی اُس کے مُنہ سے ایک کربناک چیخ نکلی اور وہ پُوری قوت سے

marfat.com

اُٹھانا ہی چاہتا تھا کہ آپ نے اُس کے جسم سے گردن کا بوجھ اُتار دیا۔

مانندِ دیو گرچہ قدِ دُشمن بلند تھا
بجلی سی تابس چلی کہ جُدا بند بند تھا

عمر وسعد نے ارزق کو اس بار طنز نہیں کیا تھا۔ پھر ارزق کو بیٹوں کی موت نے وحشی بنا دیا۔ وہ غصہ سے کانپ رہا تھا اور میدان میں پہنچ جانے کیلئے بیقرار ہو رہا تھا کہ اُس کا تیسرا بیٹا جو پہلے دونوں سے بھی ڈیل ڈول میں زیادہ تھا جنابِ قاسم کے سامنے پہنچ چکا تھا اور پھر چند لمحوں کے بعد وہ بھی واصلِ جہنم ہو چکا تھا۔ پھر ارزق سے پہلے ہی اُس کا چوتھا بیٹا بھی پہنچ گیا اور اُس کا حشر بھی پہلے تینوں سے مختلف نہیں تھا۔ اور جنابِ قاسم کی تلوار کا یہ حال تھا۔

ہر اِک شقی کے سر پہ صفائی سے چل گئی — آئی اِدھر سے سَن سے اُدھر سے نکل گئی
ناری پکارتے تھے کہ ہم سب کی کل گئی — کشتِ اماں و اَمن شریروں کی جل گئی

کس کس مزے سے خونِ عدو چاٹتی رہی
ہر عضو مثلِ حرفِ غلط کاٹتی رہی (میر مونس)

اب ارزق کا پیمانۂ صبر لبریز ہو چکا تھا۔ غم و غصہ کے ملے جلے جذبات نے اُسے پاگل بنا دیا اُس نے پوری قوت سے گھوڑے کو چابک رسید کیا اور چشم زدن میں شہزادۂ حسنؑ کے سامنے آگیا امام عالی مقام نے دُور سے اُس کے تیور دیکھے۔ بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا، یا اللہ! قاسم کی اس درندے سے حفاظت فرما۔

اُدھر اُس نے آتے ہی جناب قاسم کو للکارا۔ لڑکے تیار ہو جا۔ ملک الموت تیرے سر پر آن پہنچا ہے۔ آپ خاندانی وقار کے ساتھ اُس کی طرف دیکھے جا رہے تھے اور وہ بڑے زور شور سے رجز پڑھتا جا رہا تھا۔ میں دمشق کا پہلوان ہوں۔ شام و عراق کے بڑے بڑے بہادر میرا نام سُن کر کانپ جاتے ہیں۔ میری تلوار اُٹھتی ہے تو پھر دُشمنوں کا خون چاٹ کر ہی دم لیتی ہے۔

میرا نام ارزق ہے۔ تم میرے چار بہادر اور شہ زور بیٹوں کے قاتل ہو۔ میری تلوار اَب اُن کا خون بہا مانگتی ہے۔ تمہیں قتل کرنے کے بعد اہل بیت کے ایک ایک فرد کو موت کی نیند سُلا کر بھی اس کا غصہ فرو نہیں ہو گا۔ میں جنگی چالوں کا سب سے زیادہ ماہر ہوں۔ بڑے بڑے سپہ سالار میرے مشوروں پر عمل کر کے دُشمن پر فتحیاب ہوتے ہیں۔

marfat.com

اُس کی خرافات ابھی یہاں تک پہنچی ہی تھی کہ حضرت امام قاسم نے اُس سے فرمایا، غلط کہتے ہو تمہیں نہ تو جنگی چالوں سے کچھ واقفیت ہے اور نہ ہی تم جنگ کرنا جانتے ہو۔ اپنے گھوڑے کی طرف دیکھو۔ اِس کا زین بند کھلا ہوا ہے اور تمہیں معلوم تک نہیں۔ ایک لمحہ بعد تم زین سمیت زمین پر ہو گے۔

ارزق کی نظر ایک لمحہ کے لئے زین کس کی طرف گئی اور اُسی لمحہ میں وہ واقعی زمین پر آرہا حُسینی شیر کی تلوار اپنا کام کر چکی تھی۔ ارزق زمین پر تڑپ رہا تھا اور چیخ رہا تھا۔ لڑکے تُو نے مجھے دھوکے سے قتل کیا ہے۔

امام قاسم نے ایک بار اُس کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ اس لئے کہ تم جنگی چالوں کے بہت ماہر ہو چند ہی لمحوں میں ارزق کو خاک و خون میں تڑپتے دیکھا تو عمر و سعد کو بڑا تعجب ہوا۔ اب ایک کے مقابلہ میں ایک کو بھیجنے کا خیال ترک کر کے کئی دستوں کو حرکت میں لانا پڑا۔ ان حالات میں کیا ہو سکتا تھا۔ ہاشمی شہزادے کی تلوار اپنے جوہر دکھا رہی تھی اور دشمن کو کاٹ کاٹ کر پھینکتی رہی۔ لیکن کب تک ایک کا سینکڑوں سے مقابلہ تھا۔ آپ کے جسم نازنین پر ستائیس زخم آچکے ۔۔ ۔ اور پھر ایک کاری زخم بھی لگ گیا۔ آپ گھوڑے کی زین سے گر پڑے۔ آپ زمین پر تڑپ رہے تھے اور ایڑیاں رگڑتے ہوئے فریاد کر رہے تھے۔

یا ابنِ رسُول اللہ ادرکنی ۔ یا عماہ ادرکنی

اپنا کام کر کے سپاہِ یزید کا بادل چھٹ چکا تھا۔ امام عالی مقام بھی قریب پہنچ گئے۔ بھتیجے کی پُر اَلم ندا سُنی تو تڑپ کر رہ گئے۔ اور فرمایا بیٹا! میرا تو امتحان ہے۔ میں تیری کیا مدد کر سکتا ہوں۔ اور پھر عمّ محترم کے ہاتھوں میں شہزادہ حسن نے دم توڑ دیا۔ آپ نے لاش کو کندھے پر اٹھایا اور اناللہ و انا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے واپس تشریف لے آئے۔

marfat.com

حضرت زینب رض کے دو پھول

حضرت عباس پرچم شبیر کو اُٹھائے ہوئے اہل بیت اطہار کے خیموں کا پہرہ دے رہے ہیں۔ امام عالی مقام اُن سے ذرا دُور بچے کھچے چند ساتھیوں کو ترتیب دے رہے ہیں پردہ نشینوں نے حضرت عباس کو پیغام دیا کہ امام عالی مقام کو بُلا دیں۔ عباسؑ نے خدمتِ امام میں عرض کر دیا۔

آپ خیمے کے اندر تشریف لائے تو حضرت زینب نے عرض کیا۔ بھیا خدا آپ کو اس شدید امتحان میں کامیاب فرمائے۔ بہن بے بس ہے۔ کاش عورتوں کو اذنِ جہاد ہوتا تو میں اپنے بھائی پر نثار ہو سکتی۔ فاطمہ کی بیٹی ہوں دوسری عورتوں کی طرح باہر بھی نہیں نکل سکتی غریب الوطن ہوں پردیس میں اپنے بھائی کا صدقہ بھی نہیں اُتار سکتی۔

آپ سخی ماں کے بیٹے ہیں۔ اس مشکل وقت میں بھی آپ سے کچھ مانگنے آئی ہوں۔ میری التجا قبول فرمائیں۔ امام عالی مقام نے بہن کی درد میں ڈوبی ہوئی گفتگو سنی تو بے قرار ہو گئے۔ فرمایا پیاری بہن حکم فرمائیں۔ بیشک حسینؑ غریب الدیار اور خود مشکلوں میں گرفتار ہے مگر اپنی ہمشیر کے حکم کو نہیں ٹال سکتا۔

حضرت زینب نے سُنا تو ہلکی سی تازگی چہرے پر آ گئی۔ آپ نے وہیں سے آواز دی بیٹے آجاؤ۔ آپ کی آواز سُن کر دو چھوٹے چھوٹے بچے اپنے قد سے بڑی تلواریں زیبِ تن کئے ہوئے حاضر ہو گئے۔

امام عالی مقام نے بچوں کو تلواریں لئے دیکھا تو فرمایا۔ زینب یہ کیا ہے! جنابِ زینب نے فرمایا۔ بس بھائی جان یہی التجا تھی کہ آپ میری اس چھوٹی سی نذر کو قبول فرمالیں۔ مجھ پردیسن کے پاس اس وقت بھائی کا صدقہ دینے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ بس یہی دو بچے ہیں سو بھائی کا صدقہ اُتار رہی ہوں۔ کچھ تو ردِ بلا ہو ہی جائے گا۔

امام عالی مقام کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور رو کر فرمایا: زینب، حسین کے دل کو اور زخمی نہ کرو۔ آپ تو میرے ساتھ ہر دُکھ درد میں پہلے ہی شریک ہیں۔ اگر زیادہ ہی حیا ہے تو میں

marfat.com

انہیں قبول کر کے تمہیں واپس دیتا ہوں۔ ابھی تو ان غنچوں کو پھول بننا ہے۔ دکھی حسینؑ کی دعا ہے کہ یہ بڑھیں پھولیں اور جوان ہوں۔ میرے چچا جعفر طیار کی اولاد بڑھے نسلِ زینب میں اضافہ ہو بتیدہ زینب نے روتے ہوئے حسینؑ کے گلے میں بانہیں ڈال کر پھر دامن حسینؑ کو پکڑ کر عرض کرتی ہیں۔ بھیا! مجھے مایوس نہ کرو۔ میری یہ نذر ضرور قبول فرمالو۔ میں آپ کو اپنی فاطمہؑ ماں کی پردہ داری کا واسطہ دیتی ہوں۔ باپ علیؑ کی سخاوت کا واسطہ دیتی ہوں نانا جان کی نورانی دستار کا واسطہ دیتی ہوں۔ میرا یہ ناچیز ہدیہ اور چھوٹا سا نذرانہ ضرور قبول فرمالو۔

بھیا حسینؑ! اگر آپ نے ان بچوں کو اذنِ شہادت نہ دیا تو یہ نانا علیؑ اور نانی فاطمہؑ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ ذوالجناحین جعفر طیار دادا کے حضور میں کس طرح جائیں گے اور اپنی ماں کے نانا جان سرورِ دوعالمؐ کے سامنے کس طرح پیش ہوں گے۔

پیارے بھیا! میں آپ کو اُس خدا کا واسطہ دیتی ہوں جس کے حکم پر آپ یہ مصیبتیں اُٹھا رہے ہیں۔ میری یہ قربانی قبول کر لو۔ بہنوں کا تو بھائیوں پر بہت حق ہوتا ہے۔ اور آپ تو سخی ماں اور سخی باپ کے بیٹے ہیں پھر مجھے محروم کیوں کرتے ہیں۔

امام عالی مقام نے بچوں کی طرف دیکھا۔ بچے دوڑ کر قدموں پر گر پڑے۔ ماموں جان! امی ٹھیک کہتی ہیں۔ ہم علیؑ کے نواسے اور جعفر طیار کے پوتے ہیں۔ ہم میدان میں جا کر ابھی آپ کے سارے دشمنوں کو قتل کر دیں گے۔ آپ بالکل فکر نہ کریں۔ ماموں جان! آپ امی کی بات ضرور مان لیں۔ ماموں جان! دیکھو ہماری تلواریں کتنی تیز ہیں۔ ہم نے انہیں ریت سے رگڑ رگڑ کر خوب چمکا لیا ہے۔ آپ ہمیں میدان میں جا لینے دیں پھر دیکھیں کیا ہوتا ہے۔

نواسۂ رسولؐ نے بچوں کی مجاہدانہ گفتگو سنی تو بہت متاثر ہوئے۔ بچوں نے ماں کی یاد کرائی ہوئی گفتگو دہرا دی تھی اور ماموں جان کو منا لینے میں کامیاب ہو گئے۔

امام عالی مقام بچوں کو اجازت دے کر واپس تشریف لے آئے۔ سیدہ زینبؓ نے بچوں کو خوب آراستہ و پیراستہ کیا۔ پانی کے بغیر خشک زلفوں میں کنگھی کی۔ سُرمہ لگایا چھوٹے چھوٹے پٹکے باندھے۔ علی کی بیٹی نے اپنے ہاتھ میں تلوار لیکر لہرا کر دکھائی کہ اس طرح جاتے ہی دشمنوں پر زور سے چلا دینا اور پھر سینہ سے لگایا تو جذبات برانگیختہ ہو گئے۔ دل زور زور سے دھڑکنے لگا جیسے ابھی باہر نکل آئے گا جلدی

دونوں کو علیحدہ کر دیا اور کہا جاؤ میرے شبیر سلام کرو کہیں تمہارے ماموں پھر نہ روک دیں۔ بچے چلنے لگے تو پھر واپس بلا لیا۔ دونوں کو پھر آغوش میں کھینچ لیا۔ جلدی جلدی اُن کی پیشانیوں کو چوما اور خیمے کی اوٹ میں کھڑی ہو گئیں۔ آپ جگر کے ٹکڑوں کو جاتے ہوئے دیکھ رہی تھیں اور فرما رہی تھیں میرے بیٹو مجھے معاف فرما دینا۔ میں تمہیں درندوں میں بھیج رہی ہوں۔ ماں کے دل کے ٹکڑو ماں مجبور ہے خدا حافظ میرے جگر پارو خدا حافظ!

بچے تلواریں لہراتے ہوئے میدان میں گئے تو شمر نے آواز دی، حسینؑ! اب جوان ختم ہو گئے ہیں جو بچوں کو بھیج رہے ہو۔ امام عالی مقام خاموش رہے۔

بڑے لڑکے حضرت عون نے فرمایا۔ بیوقوف ہم بچے نہیں ہیں۔ ہمارے ساتھ مقابلہ کرو گے تو پھر پتہ چلے گا۔

چھوٹے بچے محمد نے کہا اگر بڑا بہادر ہے تو ہمارے سامنے آ۔ ہم چیر کر رکھ دیں گے۔ شمر نے کہا میں جانتا ہوں تم زینب کے بیٹے ہو۔ مگر زیادہ بہادر نہ بنو۔ یہ علی کا گھر نہیں میدان جنگ ہے۔ پھر چند سپاہی اُن کی طرف بڑھنے لگے۔ بے غیرت حاکم کے بے غیرت سپاہی بچوں کو دیکھ کر ویسے ہی شرم آ جانا چاہیئے تھی۔ مگر اُن میں تو غیرت اور شرم کا نام بھی نہیں تھا۔ وہ تو وحشت و بربریت اور درندگی کے پُتلے تھے۔ ظالم سے ظالم دشمن بھی بچوں کو دیکھتا تو ضرور کہتا کہ واپس چلے جاؤ۔ مگر شمر نے تو اُن سے کہا تھا کہ اپنے ماموں اور امی کو چھوڑ کر ہمارے پاس آ جاؤ۔ اور بچوں نے کہا تھا تو مجنون ہے، پاگل ہے، احمق ہے۔ ہم کیوں ماں باپ کو چھوڑ کر تمہارے پاس آ جائیں۔ تو ہمارا کہاں کا ہمدرد ہے۔ بہر حال بچوں نے جنگ کیا لڑتی تھی حق جہاد پورا کر دیا اپنے فرض کی تکمیل کر دی اپنی ماں کا حکم مان لیا۔ پالنے والی نے جانیں مانگی تھیں انہوں نے بڑے ادب سے ہنسی خوشی پیش کر دیں۔ فاطمہ کے دودھ کی تاثیر ہی ایسی ہے۔ علی کے خون کا اثر ہی ایسا ہے۔ دونوں راہِ خدا میں شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

شمر نے کہا، حسینؑ! اپنے بھانجوں کے لاشے بھی اُٹھا لے۔ امام عالی مقام آگے بڑھے۔ بہن کے جگر کے کٹے ہوئے ٹکڑے دونوں شانوں پہ اُٹھائے اور بہن کے سامنے جا کر لٹا دیئے۔ دل پہ اس قدر رقت طاری تھی کہ بہن کو تسلی کے الفاظ بھی نہ کہے جا سکے۔ فوراً ہی خیمے سے باہر تشریف لے آئے۔

لاشے بھین دے دلبنداں دے خیماں وچ پُچا کے
روندے مُڑے شبیرؑ بچیاں وَل بھین تُوں اِیہہ فرما کے

marfat.com

سانبھ امانت اپنی بھیناں لال گئے آ تیرے
کیویں دلاسا دیواں تینوں وس نہیں ہن میرے
کنگھی واہ جنہاں دی بھیناں توں سن وال سوارے
خون دے بدلاں وچ اوہ ڈبے سانبھ نے نوری تارے
(صائم چشتی)

جنابِ سیدہ زینب نے بیٹوں کی شہادت کا منظر پردے کی اوٹ سے دیکھ لیا تھا۔ آپ پیکرِ صبر و رضا بن کر سب کچھ دیکھتی رہیں۔ بیٹوں کو بھیجا بھی پوری رضا و رغبت سے تھا۔ بچوں کی شہادت آپ کی اپنی خواہش سے ہوئی تھی۔ مگر جب لاشیں خیمہ میں آئیں تو ماں کی ممتا جاگ اٹھی۔ ماں ماں ہی ہوتی ہے۔ ماں نبی کی ہو یا ولی کی، غازی کی ہو یا شہید کی، ماں کی ممتا اپنا رنگ ضرور دکھاتی ہے۔ جنابِ زینب نے جب عون و محمد کو میدان میں بھیجا تو اس وقت دخترِ علی کا روپ تھا اور جب بچے شہید ہو کر خیمے میں آئے تو آپ صرف عون و محمد کی ماں تھیں۔ ایسی ماں جس کی پردیس میں عمر کی کمائی لٹ جائے۔ جس کی آرزوؤں کا باغ اجڑ جائے۔ جس کی امیدوں کا خون ہو جائے۔ جس کی ہری بھری گود خالی ہو جائے، جس کی امنگوں کا جنازہ نکل جائے۔ جس کے گھر کی بہار چلی جائے۔ جس کا گھر اجڑ جائے۔

سیدہ زینب دونوں لاشوں کے درمیان لیٹ گئیں۔ خاک و خون میں ڈوبی ہوئی بچوں کی لاشوں کو دونوں باہوں میں لے لیا اور بیہوش ہو گئیں۔

پاکدامن کو پاکدامنیں پاکدامنوں سے ہوا دیکر ہوش میں لائیں۔ آپ نے آنکھیں کھول دیں۔ اب آپ پھر دخترِ علی کے روپ میں آگئیں۔ فرمایا اِن کو اِن کے ماموں جان کے پاس بھیج دیں وہ اپنے ہاتھوں سے انہیں دفن کر دیں۔

marfat.com

شہزادہ علی اکبر کی تیاری

کربلا کے میدان کی ریت آگ کے انگاروں میں تبدیل ہو چکی ہے [illegible] برسا رہا ہے زمین آگ اگل رہی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یزیدی فوج کے ظلم و تشدد کو دیکھ کر سورج کو بھی جلال آگیا ہے۔ اور وہ اپنی پوری حدت و تمازت کرۂ ارض پر پھینک کر آج ہی زمین کو جلا دینا چاہتا ہے۔

لیکن جہاں ایک طرف یزیدی فوج پر آگ برس رہی ہے۔ تین دن کے پیاسے بھی اُسی کی زد میں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے نواسۂ رسولؐ کو اسی حالت میں امتحان دینا ہے کہ میدان کربلا عرصۂ محشر کا سماں پیش کرے۔ آفتاب آگ برسا رہا ہو۔ زمین تپ کر تانبے کی طرح ہو چکی ہو۔ اور کربلا کی ریت کا یہ عالم ہو کہ اُس پر دانے بھون لیے جائیں۔

اَے نواسۂ رسولؐ! تیرے امتحان کی بلندیوں کو کون چھو سکتا ہے۔ کون ہے جو تیری طرح ان مصائب و مشکلات کو برداشت کرتا ہُوا شکرِ خداوندی کرے۔ کون ہے جو ہر صدمہ کو الحمد للہ کہہ کر سینے سے لگائے۔

اَے امام عالی مقام! یہ تیرا ہی حوصلہ ہے، یہ تیرا ہی جگر ہے کہ پیکرِ تسلیم و رضا بن کر ہر بلا اور ہر مصیبت کو خوش آمدید کہہ رہا ہے۔ آج تیرے امتحان کا تصور کرتے ہوئے بھی دل ڈوب ڈوب جاتے ہیں۔

سلام ہو اَے امام عالی مقام! تیرے صبر و تحمل کو۔ سلام ہو تیری جرأت و جوانمردی کو سلام ہو تیرے ...... حوصلہ و بُردباری کو۔ سلام ہو تیری غیرتِ ایمانی کو اور سلام ہو تیرے عزم و استقلال کو۔

اندازہ کریں اُس امام برحق پر آنے والی مصیبتوں کے طوفان کا جس کے ساتھیوں کو ایک ایک کر کے شہید کر دیا گیا اور اب اُسے میدان میں پکارا جا رہا ہو۔

ایک شیرِ ببر کی زندگی کو ختم کرنے کے لیے ہزاروں یزیدی خونخوار کتے اپنے پنجے تیز کر رہے ہیں۔ فضائے شہادت کے ایک شہباز کا لاشہ نوچنے کیلئے یزیدی فوجیں چیلوں اور گدھوں کی طرح پر تول رہی ہیں۔

marfat.com

فاطمہؑ کے چاند کے گرد حسن ستاروں کا ہجوم تھا وہ ایک ایک کر کے شہادت کے اُفق میں ڈوب رہے ہیں۔ خیموں کے باہر ناموسِ محمدؐ کا محافظ عباس علمدارؑ ہاتھ میں تلوار لئے حق و صداقت کا پرچم لہرا رہا ہے اور خیموں کے اندر ناموسِ رسولؐ کا محافظ شبیہہِ رسولؐ علی اکبر تلوار لئے کھڑا ہے اور اپنی والدہ کے حضور میں عرض کر رہا ہے۔ امّی جان مجھے میدان میں جانے کی اجازت عطا کرو۔ میں ابا حضورؑ سے بھی اجازت حاصل کر لوں گا۔ حضرت اُمِّ لیلیٰ نے فرمایا تم نواسۂ رسولؐ کو یہیں بُلا لاؤ۔ امام عالی مقام نے پیغام سُن کر دل پہ ہاتھ رکھ لیا اور فرمایا الٰہی خیر ہو۔

علی اکبر آپ سے پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔ آپ آئے تو:۔

حضرتِ رباب اور جناب اُمِّ لیلیٰ نے عرض کیا۔ سرتاج! علی اکبر دیر سے ضد کر رہے ہیں کہ انہیں میدان میں جانے کی اجازت دی جائے۔ اب آپ کے فیصلہ پر بات طے ہوئی ہے۔ امام عالی مقام نے فرمایا ہماری اجازت کا سوال بعد میں پیدا ہو گا۔ علی اکبر اپنی پھوپھی سے تو اجازت حاصل کر لیں۔ انہوں نے اسے پالا ہے اُن کا حق اِن پہ ہم سے زیادہ ہے اُن سے اجازت حاصل کر کے پھر ہم سے پوچھنا۔

جناب زینب تو قریب بیٹھی ہوئی یہ گفتگو خاموشی سے سُن ہی رہی تھیں۔ اپنا نام آیا تو علی کی بیٹی پکار اُٹھی، علی اکبر! میں تجھے اجازت نہیں دوں گی۔ میں نے تجھے اس دن کیلئے نہیں پالا تھا کہ تیری لاش سے چمٹ چمٹ کر روؤں۔ علی اکبر تیرا صدقہ تو میں دے چکی ہوں۔ میں نے تجھے بچانے کے لئے تو عون و محمدؑ کو میدان میں بھیجا تھا۔

علی اکبر! علی کی بیٹی تجھ پہ فدا تو ہو سکتی ہے لیکن تجھے میدان میں ہرگز نہیں جانے دے گی۔ میں جانتی ہوں جب تیری لاش کو میرا ماں جایا اُٹھائے گا تو اُس کی کمر ٹوٹ جائیگی بیٹا! اب مجھے اس امتحان میں نہ ڈالو۔ آپ کی گفتگو یہیں تک پہنچی تھی کہ دل ڈوب گیا اور آپ بے ہوش ہو گئیں۔

علی اکبر کی والدہ نے کہا بیٹا پھوپھی کے منہ پہ منہ رکھ دو۔ تمہاری زلفوں کی خوشبو سے انہیں ہوش آ جائے گا۔

علی اکبر نے فرمانِ مادر سُنا تو بجائے منہ پر منہ رکھنے کے پھوپھی کے قدموں پر منہ رکھ دیا اور اپنے رخساروں کو پھوپھی کے پاؤں سے ملنا شروع کر دیا۔ رخسارہ

marfat.com

علی اکبر میں کہربائی اثرات تھے یا مسیحانہ اعجاز تھا۔ جناب زینب نے فوراً آنکھیں کھول دیں۔

بھتیجے کو پاؤں پہ رخسار ملتے دیکھا تو بیتاب ہوگئیں۔ رو کر فرمایا میری جان علی اکبر پھوپھی تجھ پہ نثار، تیری خدمت کے قربان، تیری اطاعت پہ فدا، اور پھر اُٹھ کر گلے سے لگالیا۔

پُھوپھی ہوش میں آئیں تو علی اکبر نے ہاتھ جوڑ کر استدعا کی۔ پھوپھی جان خدا کے لئے مجھے اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ مجھے آپ خود بھی اجازت دیں اور ابا جان سے بھی اجازت لیکر دیں۔ بھتیجے کو ہاتھ جوڑے دیکھا تو آنکھیں بھر آئیں۔ حضرت علی اکبر کے اجازت طلب کرنے کا انداز ہی ایسا تھا کہ سیدہ زینب جواب نہ دے سکیں۔

ایک لمحہ کے لئے کچھ سوچا اور فرمایا۔ جا میرے چاند میں تجھ اجازت دیتی ہوں اپنی ماں سے اجازت لے لو۔ اور پھر امام حسینؑ کو کہا بھائی جان میں علی اکبر کو اجازت دے دی۔ آپ بھی سینے سے لگا کر آخری بار پیار کر لیں۔ امام عالی مقام نے بیٹے کو سینے سے لگا کر فرمایا، بیٹے بڑا سخت امتحان ہے۔ تیری جوانی ایسی ہے کہ جیسے تلواروں کے سپرد کر دیا جائے۔ میرے لال تو شبیہہ رسولؐ ہے۔ ہمشکل پیغمبر ہے۔ میرے چاند تو!

سروِ رواں ہے گلشنِ زہرا کا پھول ہے
سب سے سوا ہے یہ کہ شبیہہ رسولؐ ہے

مگر مجبوری ہے کہ میں تجھے قصابوں میں بھیج رہا ہوں۔ میرے امتحان کی مجبوری ہے ورنہ تمہیں کبھی خاک و خون میں تڑپنے کی اجازت نہ دیتا۔

سبحان اللہ! اس زمین پہ ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ باپ بیٹے کی رضا حاصل کر رہا تھا جناب خلیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خواب میں حکم فرمایا کہ پیارے خلیل ہماری رضا کے لئے بیٹے کی قربانی پیش کرو۔ آپ خواب سے بیدار ہوئے تو بیٹے کو فرمایا مجھے اس قسم کا حکم خداوندی ملا ہے تمہارا کیا مشورہ ہے۔

قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰیؕ

(فرمایا بیٹے میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ پس تم بھی سوچ لو کہ تمہاری کیا رائے ہے)۔

پیغمبر کا بیٹا تھا اور خود بھی پیغمبر تھا۔ نبی پیدا ہوتے ہی نبی ہوتا ہے۔ جبینِ اقدس میں

marfat.com

نورِ محمدی جلوہ ریز تھا۔ عرض کیا ابا جان حکمِ خداوندی کو پورا کیجئے۔ انشاء اللہ آپ مجھے صابروں میں پائیں گے۔

قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ۝

اور پھر جب ذبح کرنے کا وقت آیا تو بیٹے نے مشورہ دیا۔ ابا جان! مجھے اوندھے منہ لٹائیں تاکہ آپ کو میری صورت دیکھ کر رحم نہ آجائے۔ اور پھر کروٹ کے بل لٹا کر بھی جنابِ خلیل نے اسی جذبہ کے تحت آنکھوں پہ پٹی باندھ لی۔ اور پھر چھری چل گئی حقِ قربانی ادا ہو گیا۔ اسمٰعیل کی جگہ جنت کا مینڈھا ذبح ہو گیا۔ حکمِ خداوندی ہوا، خلیل تم امتحان میں کامیاب ہو گئے۔ ہم نے اسمٰعیل کا عظیم فدیہ دیدیا ہے۔

فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ۝ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ۝ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ۝ (الصفت)

پھر جب دونوں نے حکم کو تسلیم کر لیا اور باپ نے بیٹے کو کروٹ پر لٹا دیا۔ اور ہم نے انہیں آواز دی۔ اے ابراہیم تو نے خواب کو سچ کر دکھایا۔ اور وہ وقت ہی عجیب تھا ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ بیشک یہ تھا بھی کھلا ہوا امتحان۔ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے بدلہ میں دیا اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں یہ بات رہنے دی۔

بلاشبہ منیٰ کا یہ امتحان بھی عظیم تھا اور امتحان دینے والی شخصیتیں بھی عظیم تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے یہ رسم پیچھے آنے والوں میں رہنے دی۔ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ۝ اور لوگ ہر سال اس رسم کو زندہ بھی کرتے ہیں۔ مگر جس طرح جنابِ شبیر علیہ السلام نے اس رسم کو منایا ہے یہ آپ ہی کا حق تھا۔ نورِ محمدی منتقل ہو چکا ہے یہی نور باپ کی پیشانی میں تھا تو اس نے بغیر کچھ سوچے سمجھے نارِ نمرود میں چھلانگ لگا دی۔ پھر بیٹے کی پیشانی میں آیا تو بیٹے نے گردن چھری کے نیچے رکھ دی اور باپ کو آنکھوں پہ پٹی باندھنی پڑی۔ اب وہی نور اولادِ فاطمہ میں منتقل ہو چکا ہے۔

اب باپ میں بھی وہی استقامت ہے اور بیٹے میں بھی وہی استقلال ہے۔

وہاں باپ نے پوچھا تھا بیٹا تمہاری کیا رائے ہے۔ یہاں بیٹا سوال کرتا ہے کہ ابا جان مجھے قربان ہونے کی اجازت دی جائے۔ وہاں باپ نے آنکھوں پہ پٹی باندھ لی تھی۔

marfat.com

یہاں باپ کو سارا نظارہ آنکھوں سے دیکھنا ہے۔ وہاں باپ کے ہاتھوں میں چھری تھی، اور یہاں بیٹا قصابوں میں جا رہا ہے۔ وہاں جن فرائض کی ابتدا ہوئی تھی یہاں اُن فرائض کی انتہا ہو رہی ہے۔ ابراہیمؑ کی قربانی کو اولادِ ابراہیم ہی پایۂ تکمیل تک پہنچا رہی ہے۔

غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اسکی حسینؑ ابتدا ہے اسماعیل

وہ قربانی تھی پہلی امتحان گاہِ محبت میں
رہے دونوں محرّم ثابت قدم راہِ محبت میں
تھی اب تک سرخیٔ افسانۂ خلّت یہ قربانی
مگر دنیا نے دیکھا کربلا میں منظرِ ثانی
جہاں میں مدّتوں کے بعد پھر اک انقلاب آیا
اُٹھا کو پھر وہی دَورِ خلیلی بے حجاب آیا
ہوا نسلِ خلیل اللہ میں ابنِ علی پیدا
ہوئی گلزارِ ابراہیم میں تازہ کلی پیدا
رضائے حق وہاں موقوف تھی بیٹے کی مرضی پر
وہاں تھی ثبت مُہرِ لختِ دلِ والد کی عرضی پر
یہاں بیٹا مگر ہے باپ سے اس بات کا خواہاں
پدر کر دے خدا کی راہ میں بیٹے کو قرباں

(محسن رضا)

اُدھر خلیل علیہ السلام نے جب بیٹے کو قربان ہونے کے لئے رضامند دیکھا تو آپ اُنہیں شہر سے دُور باہر الگ ایک ایسی جگہ پر لے گئے جہاں اُس منظر کو اُن کی ماں اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ سکے۔ مگر جب حضرت علی اکبر تیار ہوتے ہیں تو اُن کی ماں خود ہتھیار پہناتی ہے۔

اپنی اولاد سے بھی زیادہ محبّت کرنے والی پھوپھی جان خود تیار کرتی ہیں۔ اور علی اکبر کے والدِ گرامی اُن کے جسم پر اپنے ہاتھوں سے ہتھیار سجاتے ہیں۔ کیوں نہ ہو تکمیلِ ذبحِ عظیم تو اسی کو کہتے ہیں۔

وہاں رسّی سے باندھے ہاتھ پاؤں صبر فرما کر
لٹایا خاک پر بیٹے کو بستی سے الگ جا کر
یہاں اللہ اکبر اندرونِ خانۂ اطہر
بنائے جا رہے ہیں خیر سے دولہا علی اکبر
شہادت کا یہ سر کو باپ خود جوڑا پہناتا ہے
لباسِ جنگ سے جسمِ منوّر کو سجاتا ہے
عبائے سرورِ عالم بھی ڈالی جسمِ اطہر پر
شہِ خیبر کے پٹکے سے کمر باندھی گئی کس کر
سپرِ نوحؑ پہ رکھا خود۔ نبی زرہ پہنائی
بڑھی کچھ اور بھی ہمشکلِ پیغمبر کی رعنائی

marfat.com

سجائے دست و بازو نیزہ و شمشیر و خنجر سے
دُعا مانگی اُٹھا کر دست رحمت ربِّ اکبر سے (حسن رضا)

خداوندِ جہاں مقبول ہو میرا یہ نذرانہ
الٰہی تحفۂ درویش ہے مقبول فرمانا (صائم چشتی)

اور پھر علی اکبر کو مخاطب کر کے آپ نے فرمایا۔ میرے لال! میں تیرے لئے استقامت کی دُعا کرتا ہُوں اور تُو میرے لئے استقامت کی دُعا کر۔ مجھے تیری شہادت کا سارا منظر آنکھوں سے دیکھنا پڑے گا اور یہ میرے لئے بہت بڑا امتحان ہے۔ اپنی جان دے دینے سے بھی زیادہ سخت امتحان۔ خداوند کریم ہم دونوں کو اس امتحان میں کامیاب کرے۔

میرے چاند! ہم دونوں ہی امتحان دے رہے ہیں۔ تُو قربان ہو کر امتحان دے گا اور میں تجھے قربان ہوتے ہوتے دیکھنے کا امتحان دُوں گا۔ تیرا قربان ہونا بھی بہت بڑا امتحان ہے اور تجھے قربان ہوتے دیکھنا بھی بہت بڑا امتحان ہے۔ خدا حافظ جاؤ، ناموسِ محمدؐ کی حفاظت کے لئے جاؤ۔ بوڑھے باپ کے جوان عزم کی خاطر جاؤ اللہ تعالیٰ تیری قربانی قبول فرمائے۔ میرے چاند تھوڑی دیر بعد ہم بھی آ رہے ہیں۔ اور پھر ہم سب کی حوضِ کوثر پہ ملاقات ہوگی۔

دُعا دے کر کہا نورِ نظر جاؤ خدا حافظ
رہِ حق میں عدو سے جنگ فرماؤ خدا حافظ

حضرت علی اکبر نے باپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ ماں کو سلام کیا، پھوپھی کے قدموں کو چُوما اور دیگر اہل بیت کو الوداعی سلام کہتے ہوئے خیمہ سے باہر آ گئے۔

marfat.com

علی اکبر کی شہادت

قدم باہر ہوا خیمہ سے جب نورِ مجسم کا
حجابِ مشرقِ انوار سے مہرِ مبیں چمکا

علی کے لال کا لال، شیرِ خدا کے شبیر کا شیر، ہمشکلِ پیمبر شہزادہ علی اکبر جب نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے میدانِ کارزار میں گیا تو عمرو سعد نے اپنے سواروں کو حملہ کرنے سے روک دیا اپنا گھوڑا آگے بڑھایا اور جناب علی اکبر کے قریب آگیا۔

اور پھر شہزادہ حسینؑ کو اس طرح مخاطب کرتا ہے۔ علی اکبر مجھے تیری جوانی پہ ترس آگیا ہے۔ اور تیری شکل بھی رسول اللہ سے ملتی ہے۔ اس لئے میری خواہش ہے کہ تم اپنی اٹھتی جوانی پہ رحم کرو۔ اور میرا ایک مشورہ مان لو بہت نفع میں رہو گے۔

حضرت علی اکبر نے فرمایا کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ عمرو نے کہا کہنا یہ چاہتا ہوں کہ تم اپنے باپ کا ساتھ چھوڑ کر میری طرف آجاؤ۔ میں تمہیں مکمل امان دیتا ہوں میں ابنِ زیاد وغیرہ سے ہر قیمت پہ تجھے بچا لوں گا۔ تم اہلِ بیت کے چشم و چراغ ہو۔ اس لئے جلد ہی لوگوں کی نگاہوں میں اچھا مقام حاصل کر لو گے۔ میں تمہیں بہت زیادہ مال و دولت بھی دوں گا۔ تم بہت خوبصورت ہو اس لئے میں نہیں چاہتا کہ تم قتل کئے جاؤ۔

شہزادہ علی اکبر نے فرمایا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ہ شیطان تجھ میں شیطانی روح تحلیل ہو گئی ہے۔ تو بھی مجھے اسی طرح دھوکہ دینا چاہتا ہے جس طرح ابلیس نے حضرت ذبیح اللہ کو پٹی پڑھانا چاہی تھی۔ مردود! مجھے ابنِ رسول کا ساتھ چھوڑنے کو کہتا ہے بدطینت انسان جانِ رسول کو قتل کرنا چاہتا ہے اور تصویرِ رسول کو بچانا چاہتا ہے۔

سعید باپ کے شقی القلب بیٹے! میں تیری طرح نہیں ہوں کہ اپنے باپ کا دامن چھوڑ دوں۔ تیرا باپ جانِ رسول کی ڈھال بنا ہوا تھا اور تو جانِ رسول پہ تیر برسا رہا ہے۔

فطرت ظالمو! تمہارا یہ خیال ہے کہ تم نواسۂ رسول کو شہید کر کے حکومتوں کے مالک بن جاؤ گے

marfat.com

تمہارا یہ خیال بھی لغو ہے کہ تم ہمیں شہید کر کے فتحیاب ہو جاؤ گے۔

یاد رکھو! فتح حق کی ہوتی ہے اور حق ہمارے ساتھ ہے۔ ہم قتل ہو کر بھی انشاء اللہ فاتح کہلائیں گے اور تم ہمیں شہید کر کے بھی اپنے دامن میں شکست کی سیاہی لے کر جاؤ گے۔ عمرو نے کہا جو بھی ہو گا دیکھا جائے گا۔ میں نے ایک اچھا مشورہ تمہیں دیا تھا قبول کرنا یا نہ کرنا تمہاری مرضی ہے۔ دیکھو تمہیں پیاس نے کس طرح نڈھال کر رکھا ہے۔ ہمارے ساتھ مل جاؤ گے تو ٹھنڈے پانی کے مشکیزے تمہارے سامنے ہوں گے۔ حضرت علی اکبر نے فرمایا خاموش ہو جاؤ اب کوئی مشورہ نہ دینا اور سن لے کہ:-

خواہش یہ ہمیں ٹوٹ کے گرنا نہیں آتا
پیاسے ہیں مگر چشمۂ کوثر پہ کھڑے ہیں

اور پھر آپ نے بلند آواز سے فرمایا:-

انا علی بن حسین بن علی
نحن و رب البیت اولیٰ بالنبی
تاللہ لا یحکم فینا ابن الدعی

میں علی اکبر بن حسین بن علیؑ ہوں۔ رب کعبہ کی قسم ہم قربتِ رسول کے زیادہ مستحق ہیں۔ خدا کی قسم نامعلوم باپ کا لڑکا ہم پر حکومت نہیں کر سکے گا۔

اور پھر عمرو کو کہا اپنے مشورے اپنے پاس رکھو۔ ہاں اگر مقابلہ کی ہمت ہے تو آگے بڑھو آؤ۔ تاکہ تم پر اچھی طرح واضح ہو جائے کہ حق کس طرف ہے۔ عمرو سعد نے یہ مجاہدانہ للکار سنی تو کانپ کر رہ گیا اور پھر اپنی فوج کو اشارہ کر دیا کہ آگے بڑھ کر حملہ کر دو۔

یزیدیوں نے پوری شدت سے حملہ کیا تھا مگر سامنے تو عزم و یقین کی چٹان تھی طاقت و جرأت کا پہاڑ تھا، غیرت و ایمان کی سیسہ پلائی ہوئی دیوار تھی۔ حملہ آوروں کو جلد ہی معلوم ہو گیا کہ مقابلہ کس سے ہے۔ علی اکبر کی تلوار تھی یا قہرِ خداوندی کشتوں کے پشتے لگا رہی تھی۔ جدھر پڑتی خون کی برسات ہوتی جاتی۔ ؎

بجلی سی وہ شمشیر چمکتی جدھر آئی | ہر غول میں بوچھاڑ سروں کی نظر آئی
ٹپکا جو لہو منہ سے شرارے نکل آئے | دریا سے گہر، ابر سے تارے نکل آئے
سر پہ کبھی چمکی تو جگر تک اتر آئی | سینے کو کیا چاک تو زیرِ کمر آئی

marfat.com

بجلی نے پناہ مانگی یہ کام وہ کر آئی
خود رُو ہوں کو سکتہ تھا کب آئی کدھر آئی
راہوار کو کاٹا نہ رُکی جانۂ زیں پر
گویا کہ گری چرخ سے اک برق زمیں پر
(انیس)

—

غل تھا کہ تیر پھینک دو بھالوں کو ہٹاؤ
نزدیک سے چار آئینہ والوں کو ہٹاؤ
تا دُور زرہ پوش رسالوں کو ہٹاؤ
ہے سر پہ بلا آہنی ڈھالوں کو ہٹاؤ
میدان میں تلوار نبی پھرتی ہے بجلی
سُنتے ہیں کہ لوہے پہ بہت گرتی ہے بجلی
(میر انیس)

تیغِ اکبر چل رہی ہے۔ جہادِ اکبر ہو رہا ہے۔ ربِّ اکبر دیکھ رہا ہے۔ فرشتے داد دے رہے ہیں۔ حوریں واہ وا کہہ رہی ہیں۔ سورج حیدر کے پوتے کا جلال سمیٹ سمیٹ کر اور گرم ہوتا جا رہا ہے۔

آثار قہرِ حضرتِ باری تھے دشت میں
دوزخ میں دوزخی تھے کہ ناری تھے دشت میں
جو نامور بڑے تھے جگر اُن کے پھٹ گئے
باگیں جو ڈر کر کھینچ لیں گھوڑے اُلٹ گئے
(میر انیس)

شہداء کا خون چاٹ چاٹ کر دھوپ کا رنگ آگ کے شعلوں کی طرح سُرخ ہو چکا ہے۔ جناب علی اکبر کی خیبر شکن ضربیں برابر دشمنوں پہ پڑ رہی ہیں۔ یزیدی فوج قمرِ بنی ہاشم کے آگے اس طرح دوڑ رہی ہے جیسے چاند کے آگے آئے ہوئے بادل تیز ہوا کے زور سے اُڑتے پھرتے ہیں۔ علی کا شیر جب یا علی کا نعرہ لگاتا ہے تو دشمنوں کو تھرتھری آجاتی ہے۔

ابرِ سیہ سے برق کا جلوہ رُکا نہیں
موجوں کے دام سے کبھی دریا رُکا نہیں
(میر انیس)

گھوڑے زخمی ہو رہے ہیں۔ سوار گر رہے ہیں۔ حیدر کا شیر تین دن کا پیاسا ہے پسینے میں شرابور ہے۔ مگر قوتِ پروردگار کا وہ مظاہرہ کرتا ہے کہ حیدرِ کرار کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ دشمنوں کے سر بھی کٹ کٹ کر گر رہے ہیں اور اُن کے ہتھیار بھی ٹوٹ

marfat.com

ٹوٹ کر گر رہے ہیں۔ ریت کے بگولے اُڑ رہے ہیں۔ ہوا آتی بھی ہے تو آگ کی طرح گرم اور کربلا کی دوپہر الامان والحفیظ

یوں کربلا کی دُھوپ تھی گرد و غبار میں
ہو جس طرح کفن کی سفیدی مزار میں
اکبر کا جسم پیاس کی حدت سے گرم ہے
جنگل تمام دل کی حرارت سے گرم ہے
دامن بھٹے پڑے تھے نشانوں کے جابجا
ٹکڑے چمک رہے تھے سنانوں کے جابجا

بے پناہ زور کا حملہ تھا۔ دشمنوں کو ہوش نہیں تھا کہ اُن کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ شبیر کے چاند نے شام کے بادلوں کا سینہ چیرتے ہوئے گھوڑے کی عنان موڑ لی۔ اور چشم زدن میں امام عالی مقام کے حضور میں پہنچ گیا۔ ابنِ حیدر کے دربار میں ہدیۂ سلام پیش کیا اور عرض کیا، ابا حضور کاش دو گھونٹ پانی مل جاتا تو میں اِن درندوں کو ختم کر کے دم لیتا۔ شبیر نے آہِ سرد بھر کر فرمایا، بیٹا! پانی تو اب حوضِ کوثر پہ ہی ملے گا۔ آپ کو یہ فرض پانی پیئے بغیر ہی ادا کرنا ہے۔ علی اکبر نے سرِ نیاز جھکایا اور واپس مڑ گئے دل میں کسی کی یاد نے انگڑائی لی تو رُخِ انور مدینہ منورہ کی طرف کر لیا اور کہا۔ پیاری بہن مجھے معاف کر دینا۔ میں تیرے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا نہ کر سکا۔ صغریٰ! مجھے معلوم ہے کہ اب بھی تو میرا انتظار کر رہی ہے۔ پیاری ہمشیر میں جانتا ہوں کہ تو علی اصغر سے ملنے کے لئے کسقدر بے چین ہے۔ مگر قدرت کو یہی منظور تھا کہ میں تیری جُدائی کے غم کا داغ سینے میں لیکر دُنیا سے جاؤں۔ پیاری بہن اگر تو میرے لئے بیقرار ہے تو میرا سینہ بھی تیرے غم سے فگار ہے۔ پھر بھی میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں۔ مجھے مُعاف کر دینا صُغریٰ بہن مجھے معاف کر دینا۔

اور پھر آپ میدانِ کارزار میں اُسی طرح سَیفِ حیدری کے جوہر دکھانے لگے جس طرح پہلا حملۂ حیدری کیا تھا۔

ہمشکلِ پیمبر حملے کر بھی رہا ہے اور حملے روک بھی رہا ہے۔ آپ پہ تلواریں بھی برس رہی ہیں اور تیر بھی برس رہے ہیں۔ برچھیاں بھی اُٹھ رہی ہیں اور نیزے بھی چل رہے ہیں

marfat.com

جسمِ اقدس پر کئی زخم آچکے ہیں۔

وہ گلعذارِ فاطمہ خاروں میں گھر گیا
تنہا علی کا لال ہزاروں میں گھر گیا (میر انیس)

صغریٰ کو ہوا کے ہاتھوں پیغام بھیجنے والا علی اکبر زخموں سے چور چور ہو چکا ہے موت حیاتِ ابدی کا پیغام لیکر آگے بڑھتی آتی ہے۔ حیاتِ ظاہری کا دائرہ تنگ سے تنگ تر ہو جاتا ہے۔ موت بڑھتی آرہی ہے حیات سمٹتی جا رہی ہے۔ اکبر جا رہے ہیں صغریٰ انتظار کر رہی ہے۔

ایدھر اکبر تے چل گئیاں ظلم دیاں شمشیراں
اودھر بھین اڈیکاں کر دی خط نہیں کھلیا دیراں
نازک جسم جوان اکبر دا ونھیا خونی تیراں!
چیریاں خونی تیغاں قائم نبی دیاں تصویراں

حیدر کا شیر زخموں کے باوجود اسی دم خم سے تلوار چلا رہا ہے کہ مرہ بن منقذ عبدی ملعون نے تلوار کا ایسا وار کیا کہ شبیہہ رسول لڑکھڑا کر گھوڑے سے نیچے گر گئے۔

عدو بول اٹھے:
حیدر کے آفتاب کا رشکِ قمر گرا
فرشتے پکار اٹھے:
زہرا کے نورِ عین کا نورِ نظر گرا

ہمشکلِ پیمبر کے چمکتے ہوئے منور سینے پہ زخم اس طرح معلوم ہوتے تھے جیسے ساحلِ سلسبیل پر سرخ جوڑے پہن کر حوریں بیٹھی ہوں۔ جیسے سنگِ مرمر پہ یاقوت و مرجان کی مینا کاری کر دی ہو۔ جیسے سورج کے چہرے پر افشاں چن دی ہو۔ جیسے لوحِ محفوظ پر زعفران سے قرآن کی آیات لکھ دی ہوں۔ جیسے چاند پہ گلاب کھل اٹھا ہو جیسے آئینے پہ پھول بکھیر دیئے ہوں۔

زخم اس شکل سے آتے تھے نظر سینے میں
جس طرح پھول بچھا دیتے ہیں آئینے میں

اور پھر عمرو بن سعد اور شمر کی مکروہ آوازیں فضا میں ابھریں۔ حسینؑ جوان بیٹے کی لاش اٹھا لو۔ ابھی یزید کی اطاعت نہ کرنے کا مزہ اور بھی چکھنا پڑے گا۔ امام عالی مقام تھے کہ بڑھ آئے۔ بڑا سخت امتحان تھا۔ بڑا مشکل وقت تھا۔ انتہائی آزمائش و ابتلا کی

marfat.com

گھڑیاں تھیں - ابھی آپ نے قدم اُٹھایا ہی تھا کہ جناب زینبؑ خیمہ سے چیختی ہوئی باہر نکل آئیں - آپ کی فریاد پر کربلا کا ذرّہ ذرّہ فریاد کرنے لگا - آپ نے آگے بڑھ کر بہن کا ہاتھ پکڑ لیا - پیاری بہن صبر کرو اور واپس خیمے میں تشریف لے جائیے - تم علی کی دختر ہو علی کے حوصلے سے کام لو - تم فاطمہ کی بیٹی ہو فاطمہ کا صبر دکھاؤ - جاؤ میری ہمشیر حسینؑ کو نئے امتحان میں نہ ڈالو - میری تو پہلے ہی کمر ٹوٹ چکی ہے - جناب زینب روتی تڑپتی واپس چلی گئیں -

امام حسینؑ جوان بیٹے کی لاش پر پہنچے - صبح سے لاشیں اٹھا رہے تھے مگر یہ ہمشکل پیمبر کی لاش ہے ، شبیہہ مصطفےٰ کی لاش ہے - انتہائی مشکل امتحان ہے - جناب خلیل سے بھی زیادہ مشکل - جب اُن پر بیٹے کی لاش اُٹھانے کا وقت آیا - تو بیٹا سامنے مسکرا رہا تھا اور مینڈھا ذبح ہو چکا تھا - مگر امام عالی مقام کے سامنے جوان بیٹا خون میں لت پت پڑا ہے -

کس قدر شدید آزمائش کی گھڑی ہے - صبر کے دامن کو بھی داغدار ہونے سے بچانا ہے اور شبیہہ مصطفےٰ کی لاش کو بھی اُٹھانا ہے - جوان بیٹے کی میّت کو اُٹھانا ہے اُمنگوں اور آرزوؤں کے جنازہ کو اُٹھانا ہے - کیسے اُٹھاتے کمر تو ٹوٹ چکی تھی - کمائی تو لٹ چکی تھی ، ارمان تو اُجڑ چکے تھے - جان تو نکل چکی تھی ، زور تو ختم ہو چکا تھا زینب کے گھر کی روشنی تو شام کے اندھیروں نے چھین لی تھی -

قوت تھی جس سے دل کو اُسی کا ہے دل پہ داغ
جو گھر کی روشنی تھا وہ تھا بجھ چکا چراغ
دستِ الم سے جیب قبا تار تار ہے
ٹوٹی ہوئی کمر ہے کلیجہ فگار ہے (میر مونس)

امام عالی مقام کے دل پر گزرتی کیفیت کو کس طرح بیان کیا جا سکتا ہے

گھر جس شکستہ دل کا لٹے اُس سے پوچھئے
اکبر سا لال جس کا چھٹے اُس سے پوچھئے (دانش)

اٹھارہ سال جس بوٹے کو آرزوؤں کا پانی دے دے کر پالا تھا وہ تو کٹ چکا ہے جیسے بڑھاپے کا سہارا اپنا تھا وہ عصا تو ہاتھوں سے چھوٹ چکا ہے - آنکھوں کا نور چھن چکا ہے - بینائی کیسے کم نہ ہوتی - نہ راحت جان نے تو دم توڑ دیا ہے راحت کہاں

marfat.com

ہے اُنیؐ تصویرِ مُصطفےٰؐ تو خون میں ڈوبی ہوئی ہے دنیا اندھیر کیوں نہ ہو جائے۔

کاہش ہے جان کے لئے رشکِ قمر کا داغ
روز سیاہ دکھاتا ہے نورِ نظر کا داغ (میر انیس)

پیری کا جو عصا تھا وہ ہاتھوں سے چھٹ گیا
اِک عمر کا ریاض ضعیفی میں لُٹ گیا

راحت کہاں کہ راحتِ جانِ پدر نہیں
بینائی کیوں نہ کم ہو کہ نورِ نظر نہیں

تصویر مٹ گئی جو رسالت پناہ کی
دنیا اندھیر ہو گئی آنکھوں میں شاہ کی

بہرکیف قافلہ سالارِ عشق ادھر کربلا کے عشق امتحان گاہِ عشق میں اپنی آرزوؤں کا لاشہ اٹھانے کے لئے آگے بڑھے اور

جھک کر کبھی کی آہ۔ کبھی دل کو سنبھالا
بسمل نے تڑپتے ہوئے بسمل کو سنبھالا (میر مونس)

اور پھر پیکرِ صبر و رضا اور مجسمۂ تسلیم و استقامت نے جوان بیٹے کی خاک و خون میں لتھڑی ہوئی لاش کو کندھوں پر اُٹھا لیا۔ اٹھایا پر اُٹھایا نہ جاتا تھا۔ بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا:۔

الٰہی میرا یہ نذرانہ بھی قبول فرمالے۔ حسینؑ کے گھر میں سب سے پیاری چیز یہی تھی جو تیری بارگاہ میں بصد عجز و خلوص پیش کر رہا ہوں۔ یا اللہ تو نے مجھ سے جو امانتیں مانگی تھیں میں واپس کر رہا ہوں۔ میرا نام امینوں میں لکھ لینا۔ اے احکم الحاکمین مجھے میرے ناناؐ کے حضور میں سرخرو کر دینا۔ یا اللہ میری ماں فاطمہؑ کی ردائے صبر پہ داغ نہ آنے دینا۔ یا اللہ مجھے اور بھی صبر و استقامت عطا فرما۔ یہ دعا کرتے ہوئے لاشۂ اکبر کو لیکر شہیدوں کے سردار پاکدامنوں کے خیمہ کے اندر جاتے ہیں۔

جدوں لاش اکبر دی خیمے تے آئی
سکینہ رو رو کے پائی دوہائی

ہٹو اگوں بھینوں وی دکھن تے دیو
کیوں ... ویرا دیرا آگیا اے

تک ویرن دے لاشے تائیں تڑپ گئی ہمشیرا
اِک تے گل اخیری کرئیے بھین گئی دِ یا دِ یرا (صالم چشتی)

جناب سکینہ بھائی کی لاش سے چمٹ جاتی ہیں اور بھائی کی لاش سے مَل مَل کر چہرہ خون آلود کر لیتی ہیں۔ جناب اُمِ لیلیٰ نے جوان بیٹے کا لاشہ دیکھا تو کلیجے پہ ہاتھ رکھ کر بہو مثل

marfat.com

ہو گئیں۔ جنابِ زینبؑ بھتیجے کی لاش پہ گری ہوئی فریاد و فغاں کر رہی ہیں۔ جناب شہر بانو الگ تڑپ رہی ہیں۔ بیمار عابد کو بخار کی تیزی اور شدتِ پیاس نے بیہوش کر رکھا تھا۔ پاکدامنوں کی دردِ و الم میں ڈوبی ہوئی فریاد نے بیہوشی کے جال کو توڑ دیا۔ بڑی مشکل سے سے اُٹھ کر بیٹھ گئے جوان بھائی کا لاشہ دیکھا تو ہائے اکبر کہہ کر تڑپنے لگے۔ امام عالی مقام نے آگے بڑھ کر تسلی دی۔ جناب زین العابدین نے باپ کی طرف دیکھا تو آنسو آ گئے۔ سُرخ سُرخ آنسو بالکل خون کے قطرے۔ یُوں معلوم ہوتا تھا جیسے کلیجہ کٹ کٹ کر آنکھوں کے راستے بہنے لگا ہو۔ امام عالی مقام نے دستارِ مبارک کے پلڑے میں بیٹے کے آنسو جذب کئے تو کپڑے پر بھی جناب سجاد کے آنسوؤں کے سُرخ دھبے آ گئے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ امام عالی مقام نے بیٹے کی آنکھوں سے بہنے والے خون کا صدمہ کس طرح برداشت کیا ہو گا۔

آپ نے بیٹے کو سہارا دے کر لٹایا، پاکدامنوں کو صبر کی تلقین فرمائی، علی اکبر کی لاش کو اُٹھایا اور سپردِ خاک کر دیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ

یارب کسی کا نخلِ تمنا قلم نہ ہو!
سب دُکھ ہوں پر فراقِ پسر کا الم نہ ہو

marfat.com

حضرت علی اصغرؓ کی شہادت

کون اندازہ کرسکتا ہے اس المناک منظر کا اور کون قلمبند کر سکتا ہے اس دردناک نظارے کو کہ ادھر تو امام عالی مقام کے ساتھی ایک ایک کر کے داغِ مفارقت دیتے جا رہے ہیں۔ اور اُن شہیدانِ وفا کی لاشوں کے ٹکڑے میدانِ جفا میں بکھرے پڑے ہیں اور دوسری طرف محمد مصطفٰے کی بہو بیٹیاں اس وحشتناک اور ہولناک نظارے کا پردوں کی اوٹ میں مشاہدہ کر رہی ہیں۔ ان میں کئی شہید ہو جانے والوں کی مائیں بھی ہیں، بہنیں بھی ہیں، بیویاں بھی ہیں اور بیٹیاں بھی۔ اُن کے دلوں پر چلنے والی غم کی چھریوں کے زخم کتنے گہرے تھے۔ ان کو وہی پاکدامنیں جان سکتی ہیں۔ اُن کی مصیبت کا تو تصور کرتے ہوئے بھی دل تڑپ جاتے ہیں۔ بدن کا رُواں رُواں کانپ اُٹھتا ہے اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔

اور پھر محمدِ عربیؐ کے نواسے کے دل کی کیفیت کو کس طرح بیان کیا جا سکتا ہے جس کے ساتھی بھی ایک ایک کر کے بچھڑتے جا رہے ہیں۔ اور جس کو اُن پردہ نشینوں کا بھی غم ہے۔ جن کی دبی دبی چیخیں اور سسکیاں خیموں سے بار بار اُبھرتی ہیں اور کربلا کی فضا کو غم آلود کر کے دم توڑ دیتی ہیں۔

اب پھر اہل بیت کے خیمہ سے ایک چیخ بلند ہوتی ہے اور ساتھ ہی ایک نسوانی آواز آتی ہے یا امام اِدھر بھی دیکھئے! امام اپنے ایک رفیق کو میدانِ کارزار میں بھیج کر خیمہ کے اندر تشریف لے جاتے ہیں۔

خیمہ کا اندرونی منظر میدانِ کربلا سے بھی زیادہ رقت انگیز اور دردناک ہے۔ تمام بیبیاں زار و قطار رو رہی ہیں اور حسرت و یاس سے ایک دوسری کا منہ دیکھ رہی ہیں۔ سیدہ زینب الگ تڑپ رہی ہیں، جناب اُمّ لیلیٰ اور جناب شہر بانو الگ فریاد و فغاں کر رہی ہیں۔ سب کے لب سوکھے ہوئے اور رو رو کر آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے ہیں۔ جناب شہر بانو نے ایک ننھا سا بچہ ہاتھوں پر اُٹھایا ہوا ہے اور اُس بچے کی حالت یہ ہے کہ:۔

marfat.com

تھا فرطِ غم سے ننھا سا منکا ڈھلا ہوا
باندھے ہوئے تھا مٹھیاں اور منہ کھلا ہوا

جناب اُمّ لیلیٰ اُس کو دامن سے ہوا دے رہی تھیں اور جناب سیدہ زینب سلام اللہ علیہا اپنی خشک زبان پر اُنگلی پھیر پھیر کر اُس کے لبوں پہ پھیر رہی تھیں۔

امام عالی مقام نے ننھے سے پھول کو اس طرح مُرجھایا ہُوا دیکھا تو شدّتِ غم سے آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اور پھر جذبات پر قابو پاتے ہوئے فرمایا:۔ خدا آپ سب کو صبر کی توفیق عطا کرے، مجھے کیوں بلایا ہے؟

جناب شہر بانو نے عرض کیا۔ یا امام! ایک طرف میرے زین العابدین کو شدّت کا بخار چڑھا ہوا ہے۔ اور وہ جب بخار کی بیہوشی میں پانی کا سوال کرتا ہے تو ہم سب تڑپ کر رہ جاتی ہیں۔ اور دوسری طرف اِس ننھی سی جان کا یہ عالم ہے کہ شدّتِ پیاس سے بار بار بیہوش ہو رہا ہے۔

میں اپنے غیور سرتاج کی غیرت کا مقام سمجھتے ہوئے بھی یہ التجا کروں گی کہ آپ اس بچے کیلئے دو گھونٹ پانی کا ضرور انتظام فرمائیں۔

ع چلّو سے زیادہ تو یہ پیاسا نہ پیئے گا (مونس)

امام عالی مقام نے فرمایا۔ اے میری رفیقۂ حیات کاش! تو مجھے اس امتحان میں نہ ڈالتی میں نے تو آج تک کسی کے آگے دستِ سوال دراز ہی نہیں کیا۔ پھر میں کس طرح قومِ اشقیا سے پانی مانگ سکوں گا، مجھے تو سوال کرنے کا طریقہ بھی نہیں آتا۔ میں تو سخی ابنِ سخی ہُوں۔ ہم تو دوسروں کے سوال پورے کرنے اور سائلوں کی جھولیاں بھرنے کے لئے دنیا میں آئے ہیں۔ اور پھر ان اَدنیٰ اور شقی القلب لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانا تو میرے لئے نہایت ہی دشوار ہے۔

جناب رباب ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئیں اور کہا "سرتاج میں جانتی ہُوں کہ آپ سخی ابنِ سخی ہیں" اور اسی لئے ہی آپ کے درِ اقدس پر سائل بن کر کھڑی ہوں۔ آپ نے کبھی کسی سائل کا سوال مسترد نہیں فرمایا میں آپ کو خدا و رسُول کا واسطہ دیتی ہُوں۔ جناب علی شیرِ خدا کی سخا کا صدقہ مانگتی ہوں اور جناب زہرا بتُول کی رِدا کا صدقہ مانگتی ہوں۔ مجھے محروم نہ فرمانا۔ اے گلِ ریاضِ بتُول اور شمعِ شبستانِ رسُول مجھے مایوس نہ کرنا۔ میں اپنے لئے نہیں، اپنے بیمار عابد کے لئے نہیں، بناتِ بتُول اور پیاس کی شدّت سے تڑپتی ہوئی سکینہ کے لئے نہیں صرف اور صرف اس بچہ کے لئے ایک گھونٹ پانی مانگتی ہوں

marfat.com

آپ اسے گود ہی میں اُٹھا کر لے جائیے اور دشمنوں کو فرما دیجئے کہ ہم اپنے لئے نہیں مانگتے صرف اس دم توڑتے ہوئے بچہ کے لئے دو گھونٹ پانی دے دو۔ اس نے تو تمہارا کوئی نقصان نہیں کیا۔ جنابِ زینب و کلثوم، جنابِ اُمّ لیلیٰ نے بھی رو کر جنابِ رباب کی تائید کی۔

حضرت سکینہ کے ہونٹ خشک ہو رہے تھے اور وہ خود بھی پانی کے ایک گھونٹ کے لئے بیتاب ہو رہی تھی۔ گلا بھی خشک اور زبان بھی خشک تھی شدتِ پیاس سے آنکھیں اُبلی پڑتی تھیں اور بار بار غش آ رہا تھا۔ مگر ہمت کر کے آگے بڑھتی ہیں اور والدِ گرامی کے قدموں پر سر رکھ دیتی ہیں، گلے پر ہاتھ پھیر پھیر کر گلا صاف کر کے بمشکل تمام یہ عرض کرتی ہیں۔ ابا جان! اُمّی سچ کہتی ہیں، پھوپھی ٹھیک کہتی ہیں۔ میں اپنے لئے آپ سے پانی کا ہرگز سوال نہیں کروں گی آپ میرے ننھے مال جائے کے لئے دو گھونٹ پانی مانگ لائیں۔ جس کے بھیا قاسم اور اکبر پانی پئے بغیر شہید ہو گئے ہوں وہ پانی کیا مانگے گی مجھے نہیں ۔ آپ میرے اصغر چاند کو ایک گھونٹ پانی پلا دیں۔ اسے خوش دیکھ کر میری پیاس خود ہی اُتر جائے گی۔

بچی کی گفتگو نے امامِ مظلوم کو لرزا کر رکھ دیا اور پھر آپ نے ٹھنڈی آہ بھر کر معصوم کو گود میں لیکر بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا۔ یا اللہ مجھے ناموسِ محمدؐ نے تیرا واسطہ دے کر مجبور کر دیا ہے۔ یا اللہ تُو نے مجھے دوسروں کا سائل بننے سے ہمیشہ محفوظ رکھا ہے۔ یا اللہ مجھے استقامت نصیب فرما۔ اور آپ خیمے سے باہر آ گئے۔ اصغر کو دونوں ہاتھوں پہ اُٹھایا ہوا تھا۔

اصغر تھا ایسے سبطِ پیمبر کی گود میں
قرآں ہو جیسے ہاتھ میں قرآں لئے ہوئے (حسام چشتی)

پھر آپ ننھے اصغر کے لبوں پر انگلی پھیرتے ہوئے اُسے اس طرح مخاطب کرتے ہیں فرماتے ہیں اے غنچہ دہن اے میرے پیارے ؟ تبلاؤ مجھے کیا میں کہوں اہلِ جفا سے ؟
کھلتی نہیں میری زباں فرطِ حیا سے میں نے تو جو مانگا ہے مانگا ہے خدا سے

اَدنیٰ سے سخی مانگے یہ دستور نہیں ہے
اب صبر کرو نہر کہیں دُور نہیں ہے (انیس)

اور پھر آپ آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں۔ یزیدی فوج اپنے اپنے مقام پہ رُک جاتی ہے۔ ہر شخص امامِ عالی مقام کا اس انداز سے میدان میں آنا حیرت

marfat.com

سے دیکھ رہا ہے۔ شدت کی گرمی ہے۔ آگ برساتی ہوئی ہوا جسموں کو جھلستی جا رہی ہے ننھا سا پھول اور بھی مرجھایا جاتا ہے۔ آپ نے اُس پہ دامن کا سایہ کیا ہوا ہے۔

شاہ رو کتے ہیں دھوپ دامانِ عبا سے
ٹھنڈا ہوا جاتا ہے بدن گرم ہوا سے (انیس)

امام عالی مقام کے ہاتھوں میں معصوم علی اصغر کو دیکھ کر رضوانِ جنت ایک دوسرے کو یوں کہتے تھے۔

وہ دیکھو اُدھر شہِ والا کے پسر کو
خورشید نے ہاتھوں پہ اُٹھایا ہے قمر کو

حوریں اور فرشتے دم بخود ہو کر اس منظر کو دیکھ رہے ہیں کہ دیکھیں فاطمہ کا لال کس طرح سوال کرتا ہے۔ یہ سب کے لئے انوکھی بات تھی۔ جس نے کبھی سوال نہیں کیا تھا وہ سوال کرنے کے لئے جا رہا ہے۔ جو کوثر و سلسبیل کے چشموں کا مالک ہے وہ ایک گھونٹ پانی اُن سے طلب کرنے کے لئے جا رہا ہے جو اُس کے جوان بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں اور بیٹوں کو خون میں نہلا چکے ہیں۔

پیکرِ سخاوت نے سوال کیا کرنا تھا تصویرِ شہادت کے خاکہ کو مکمل فرمانا تھا۔ خدا تعالیٰ کی امانت کو دربارِ خداوندی میں واپس کرنا تھا۔ خدا تعالیٰ نے امانتیں واپس مانگی تھیں شبیر بصد خلوص و نیاز پیش کر رہے تھے۔ آپ اصغر کے لئے پانی کا سوال کر کے بھی کسی کا سوال پورا کر رہے تھے، حضرت زینب کا سوال، جناب رباب کا سوال، جناب اُمِ لیلیٰ کا سوال، جناب سکینہ کا سوال۔ سخی ابن سخی تھا، سخیہ کا بیٹا تھا کیسے سوال رد کرتا اُن کا سوال تو پورا کر دیا۔ مگر خود سوال کرنا کب آتا ہے۔ سوال کرنے کے عادی ہوتے تو یزیدیوں سے ضرور پانی حاصل کر لیتے۔ مگر حسینؑ تو صرف اور صرف خداوندِ ذوالجلال کا سائل تھے آپ قومِ اشقیا سے ذرا ہٹ کر رُک جاتے ہیں۔ علی اصغر کو دامن میں چھپایا ہوا ہے اور فرماتے ہیں۔

اِن پھول سے رخساروں کے کملانے کو تو دیکھو
گہوارے سے میداں میں چلے آنے کو تو دیکھو
ان سوکھے ہوئے ہونٹوں کے مرجھانے کو تو دیکھو
غش آنے اور رباب کے اُلٹ جانے کو تو دیکھو

ناحق ہے عداوت تمہیں ننھے سے گلے سے
پھر دو گے تو پانی بھی نہ اُترے گا گلے سے

صدائے سروش آئی، حسینؑ ! اپنے معصوم کو دامن کی ہوا دے لو۔ اس کے خشک ہونٹوں پر اپنی خشک زبان پھیر لو۔ اس کی جبین کو بوسہ دے لو۔ اس کی گردن کو چوم لو، اس سے پیار کر لو، اس کو سینے سے لگا لو۔ تیرے دشمن شریف نہیں ہیں حسینؑ! یہ بدمعاش لوگ ہیں۔ بے ضمیر اور بے حیا لوگ ہیں، بے غیرت اور بدفطرت انسان ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ جنگوں میں عورتوں اور بچوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ یہ غیرت مند دشمن ہوتے تو تیری اہل بیت پہ پانی کبھی بند نہ کرتے۔ اب بھی یہ آبِ شیریں کے بدلے تیرے معصوم اصغر کو زہر کی آب دیئے ہوئے تیر کا تحفہ دیں گے۔ علی اصغر کے چاند سے سینے پہ اپنا ہاتھ رکھ دو کہ اسکی بیقراری ختم ہو جائے۔ تیرے دشمنوں کے سینوں میں بغض اور کینہ کی غلاظت ہے اور تیرے لال کا سینہ تیری ہی طرح طیب و طاہر اور پاک ہے۔

اِس ننھے سے کرتے کے تلے چاند سا سینہ
سینہ نہیں اِک دُرِ نجف کا ہے نگینہ
اَب خون میں یہ ڈُوب کے یاقُوت بنے گا
جس جھولے میں یہ پلتے تھے تابُوت بنے گا

صدائے سروش کے ساتھ ہی یزیدیوں کے لشکر سے شمر ملعون کی آواز آئی:۔

سُن کر یہ سخن کہنے لگا شمرِ بد اختر
اچھا یہ بہانہ ہے کہ ہو پیاس سے مضطر (میر مونس)
ہم سمجھے کہ حیلے سے طلب کرتے ہو پانی
بچے کے وسیلے سے طلب کرتے ہو پانی (انیس)

شمر نے کہا ہمیں معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ کافی بچے ہیں۔ اب تم ایک ایک کو ایسے ہی اُٹھا کر لاتے جاؤ گے اور پانی حاصل کر کے اپنی پیاس بُجھاؤ گے۔ مگر یہ تمہارا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ ہم تمہیں ایک گھونٹ پانی بھی نہیں دے سکتے۔ اور پھر اپنے سپاہیوں کو تیر چلانے کا اشارہ کر دیا۔

ملعون و مردود حُرملہ نے زہر میں بُجھا ہوا تیر چلّے پر چڑھایا اور پھر سنسناتا ہوا تیر

شیر خوار بچہ کی گردن کے پار ہو کر امام مظلوم کے بازو کو بھی زخمی کر گیا۔

زخمی جگر لعینوں نے توڑا حسینؑ کا
بچہ بھی شیر خوار نہ چھوڑا حسینؑ کا (مرزا تعشق)

امام مظلوم نے ایک ہاتھ سے معصوم کو سنبھالا اور دوسرے ہاتھ سے تیر کا پھل اُس کی گردن سے کھینچ کر نکال دیا۔ باپ نے بیٹے کی گردن سے تیر کس طرح کھینچا ہوگا۔ یہ محسوس تو کیا جا سکتا ہے مگر الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ تیر کا پھل کھینچا تو خون کی دھارا امام کے چہرے کی طرف گئی۔ آپ نے اُس خون کو چہرے پر مل لیا اور اصغر نے بے آواز ہچکی لے کر دم توڑ دیا۔

اصغر کی ہچکی آخری گرچہ تھی بے صدا
پھر بھی زمین و آسماں کے دل دہل گئے (صائم چشتی)

ننھے سے پھول پر یہ ظلم و ستم دیکھا تو کائنات لرز اُٹھی، آسمان کی چیخیں نکل گئیں۔ زمین کانپ اُٹھی، فرشتوں کے سینے چر گئے، حوروں کے کلیجے کٹ گئے، عرش تھرتھرا اُٹھا آب کوثر نے ننھے سے پیاسے کی آمد دیکھی تو پارے کی طرح تڑپنے لگا اور جوش میں آکر کناروں سے بہہ نکلا۔ انسانیت لرزنے لگی، معصومیت کی شہ رگ کٹ گئی۔

جدا اصغر دے نازک حلقوں چھٹیا خون فوارا
حوراں تڑفیاں جنت اندر کنب گیا جگ سارا
صدقے صبر تیرے توں صائم سید شاہ اسوارا
جان دتی پر آن نہ دتی حیدر دے دلدارا (صائم چشتی)

امام عالی مقام نے معصوم شہزادے کی لاش کو ہاتھوں پر اُٹھایا ہوا ہے اور بارگاہِ ایزدی میں دُعا کرتے ہیں، بار الٰہا! میری یہ معصوم قربانی قبول فرما۔ یا اللہ یہ معصوم بھی ذوقِ شہادت سے سرشار تھا۔ خداوندا تیرا شکر ہے کہ اسے بھی سرفرازی حاصل ہو گئی۔ الٰہی یہ تیرا احسان ہے کہ تُو نے مجھے صبر و استقامت کی دولت سے نواز رکھا ہے۔ الٰہی یہ ننھا شہید تیری امانت تھی۔ یہ چل کر میدان میں نہیں آسکتا تھا۔ میں نے اسے ہاتھوں پر اُٹھا کر تیرے دربار میں پیش کر دیا ہے۔

یا اللہ! حسینؑ کی طرف سے یہ ننھی سی نذر قبول فرمائے۔

marfat.com

شہ لاش کو ہاتھوں پہ اٹھا کر یہ پکارے | اے بارِ خدا خلق سے اصغر بھی سدھارے
صد شکر کہ تو نے مرے سب کام سنوارے | کچھ اور بجز نذر نہ تھا پاس ہمارے

یہ ہے پسرِ صاحبِ معراج کا ہدیہ
مقبول ہو اس بندۂ محتاج کا ہدیہ (انیس)

آپ اسی طرح شکرِ خداوندی کرتے ہوئے واپس ہونے لگے تو قومِ اشقیا کی طرف سے آواز آئی "کیا اب بھی بہانے سے پانی حاصل کرنے آؤ گے۔ اب تو تمہارے بچہ کی پیاس بجھ ہی چکی ہوگی۔

کہتے تھے عدو غیر ہے کیوں حال تمہارا
سیراب ہوا یا کہ نہیں لال تمہارا (مرزا تعشق)

آپ کیا جواب دیتے آپ تو اپنے امتحان کا پرچہ پوری کامیابی کے ساتھ حل کر چکے تھے۔ ان ملعونوں کے طعنوں کو آپ کیا اہمیت دے سکتے تھے۔ مگر جب تک دنیا میں انسانیت کا نام باقی رہے گا دنیا یزید و ابنِ زیاد کے بھیجے ہوئے وحشی درندوں پہ ضرور لعنت برساتی رہے گی اور ان کے انسانیت سوز مظالم اور درندگی کو وحشت و بربریت کی انتہا کا نام دیتی رہے گی۔

امام عالی مقام ننھے اصغر کی لاش کو اٹھائے ہوئے خمیدہ گردن چلے آرہے ہیں، خیموں کے قریب آئے تو فضہ کنیز کو علی اصغر کا انتظار کرتے دیکھا۔ وہ آگے بڑھی کہ ننھے کو گود میں اٹھا کرلے جاؤں۔ مگر

لاش اس کی دکھا کے شہِ مظلوم پکارے | فضہ تو بس اب جا! علی اصغر تو سدھارے
کہہ دینا یہ بانو سے کہ پیاسے گئے مارے | ہم ساتھ ہیں اب ان کے یہ ہیں ساتھ ہمارے

تا حشر نہ چونکیں گے نہ اب روئیں گے اصغر
آرام سے پہلو میں مرے سوئیں گے اصغر (انیس)

فضہ یہ دردناک خبر سن کر اندر کو دوڑی اور امامِ مظلوم خیموں کے باہر کھڑے سوچ رہے ہیں کہ اب اصغر کو اس حالت میں اندر بھیجا گیا تو کیا ہوگا۔ ناموسِ محمدؐ تو اس انتظار میں ہوں گی کہ اصغر پانی پی کر آرہے ہیں۔

marfat.com

لہو میں غرق کھڑے تھے کمر جھکاتے ہوئے
پسر کی ننھی سی میت گلے لگاتے ہوئے
لہو بھرا ہوا دامن اُسے اُڑھاتے ہوئے
کفن کی فکر میں مُنہ خیمہ کو پھر لئے ہوئے (دبیر)

تو اسی عالم میں خیموں کے اندر سے دَردو اَلم میں ڈوبی ہوئی چیخوں کی آوازیں آجاتی ہیں۔ فِضہ تڑپتی ہوئی پھر باہر آئی۔ امام عالی مقام کی گود سے شہزادہ علی اصغر کا ننھا سا لاشہ اُٹھایا اور اندر لے گئی۔ اور پھر معصوم کو خون میں ڈوبا ہوا دیکھ کر پاکدامنوں کا جو حال تھا وہ بیان سے باہر ہے۔ آپ بھی اندر تشریف لے گئے۔ جاکر دیکھا تو حضرت سکینہ نے علی اصغر کی لاش کو سینے سے چمٹایا ہوا ہے اور فریاد پہ فریاد کئے جا رہی ہے۔ سید زادیاں یہ حالت دیکھتی ہیں تو اَور بھی بیقرار ہو جاتی ہیں۔

لاش اصغر دی ویکھ سکینہؑ غم دے نعرے لاوے
اصغر اصغر کردی جاوے گھڑی گھڑی غش آوے
چُک گودی وِچ لاش ویرن دی تڑفدے تے کُرلاوے
رو رو دھی سید دی صام عرش نوں رونا پاوے (صام چشتی)

امام عالی مقام نے سینے پر ضبط و تحمل کی سِل رکھ کر پاکدامنوں کو صبر کی تلقین فرمائی اور لاشہ علی اصغر کو گود میں اُٹھا کر باہر آگئے۔

اصغر دے لاشے نوں سَید جد دفناون آیا
پاٹ گیا دھرتی دا سینہ خون فلک برسایا
آخر دا رحسینؑ اصغر نوں گُھٹ کلیجے لایا!
صدقے لال میرے اج جگ چوں ٹُر چلیوں ترہایا
شکوہ کریں نہ سوہنیا پانی کیوں نہیں اساں پلایا
دادیؑ کول ناں دسیں جاکے جو جو حال وِہایا
لائق نہیں سی اصغر تیرے بے دِیناں دا پانی
جگ رو دیگا سُن سُن صام تیری درد کہانی (صام چشتی)

امام عالی مقام علی اصغر کو دفنانے کے لئے گرم گرم ریت کو کبھی ہاتھ سے کبھی تلوار

marfat.com

سے ہٹا کر ننھی سی قبر تیار کر لیتے ہیں اور پھر !

وہ اپنے چاند کو جب خاک میں چھپانے لگے
جگر تڑپنے لگا، ہاتھ تھرتھرانے لگے (صائم چشتی)

آپ تصور ہی میں علی اصغر سے باتیں کرتے ہیں۔ اے میرے چاند !

اے چاند تجھے خاک میں کسطرح ملاؤں — اس وقت کلیجہ کاٹ کسے حال سناؤں
صورت تیری مٹی میں ملائی نہیں جاتی — ہاتھوں سے میرے خاک گرائی نہیں جاتی

یہ کہتے ہی پھر گردن تسلیم بجائی !
پھر خاک میں وہ چاند سی تصویر چھپائی
فرمایا کہ ڈر ڈر کے نہ رونا علی اصغر
ہم آتے ہیں آرام سے سونا علی اصغر (انیس)

امام عالی مقام نے جب کربلا کے اس ننھے شہید کو سپردِ خاک کیا اُس وقت سورج کی گرمی دم بہ دم بڑھتی جا رہی تھی۔ ریت آگ کے انگاروں کی طرح گرم ہو چکی تھی۔ امام مظلوم اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ہ پڑھ رہے تھے اور قبرِ شہید کو اشکوں کی بارش سے ٹھنڈی کر رہے تھے۔

تتی ریت ہیٹھاں جد سید اصغر نوں دفنایا
تڑفیاں حوراں جنت اندر عرش دا دِل تھرایا
کنہوآں دی بارش شاہ نے قبر تے مینہ برسایا
کوثر مار اُچھالا صائم چشمیوں باہر آیا! (صائم چشتی)

قاصدِ مدینہ

اصغر، اکبر، قاسم ایدھر لگ گئے رب دے لیکھے
جُھک جُھک اَڈیاں مُنکری اودھر راہ دِیراں دا دیکھے
ایدھر بابل لال اپنے دی ڈھیری پیا بنا دے
وِچ خیالاں اوہ اصغر دا جُھولا پیٔا جُھلا دے (تمامؔ چشتی)

حضرت علی اصغر کو دفن کرنے کے بعد امام عالی مقام اب خود ہی میدانِ کارزار کا رُخ کرنے والے ہیں۔ اس لئے کہ اب آپ کو روکنے والا کوئی بھی نہیں۔ تمام ساتھی ایک ایک کرکے آپ پر فدا ہو چکے ہیں۔ آپ نے ایک نظر میدانِ کارزار کو دیکھا۔ پشت پہ دیران اور جلے ہوئے خیمے ہیں۔ اہلِ بیت کے ایک دو بڑے خیمے ہیں جن میں چیخوں اور آہوں کی صورت میں زندگی کے کچھ آثار نظر آتے ہیں۔ دائیں بائیں اور سامنے جہاں تک بھی نظر جاتی ہے یزیدی فوجوں کے پرے کے پرے نظر آتے ہیں۔ سورج کی تپش میں مزید اضافہ ہو چکا ہے۔ آپ نے خیال فرمایا کہ خیمے کے اندر جا کر اہلِ بیت کو آخری وصیت کر کے دربارِ خداوندی میں حاضر ہو جاؤں۔ ابھی آپ نے یہ خیال فرما کر خیموں کی طرف رُخ کیا ہی تھا کہ سامنے ریت کا ایک بگولا سا اُٹھتا نظر آیا۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے بگولے کے اندر ایک ناقہ سوار نظر آیا۔ آپ کو بھی شاید اسی کا انتظار تھا اس لئے کہ کربلا کی خونی تصویر میں یہ خاکہ خالی تھا۔ ناقہ سوار آپ کے سامنے پہنچ چکا تھا۔ اونٹ بھی پسینہ پسینہ تھا اور ناقہ سوار بھی پسینہ میں شرابور تھا۔ اُس نے اونٹ کو بٹھایا اور آپ کے قدموں کو بوسہ دیا اور پھر میدانِ کارزار کو دیکھ کر مضطرب اور پریشان ہو گیا۔

وہ انتہائی مایوسی کے عالم میں آپ کو دیکھے جا رہا تھا۔ آپ نے خاموشی کو توڑتے ہوئے فرمایا۔ دوست ہم نہیں جانتے کہ تم کون ہو اور کس مقصد کے تحت یہاں رُکے ہو۔ اگر کوئی کام ہے تو بتاؤ، ورنہ خدا حافظ۔ مجھے دشمن بار بار آواز دے رہے ہیں اور پھر خیموں کی طرف بڑھنے لگے تو وہ شخص پکار اُٹھا، یا امام! میری بات سُن لیجئے۔

آپ رُک گئے تو اُس نے کہا حضور، میں آپ کی بیٹی کا قاصد ہوں۔ آپ جب مکہ معظمہ

marfat.com

سے کوفہ کے لئے روانہ ہوئے تھے تو مَیں وہاں پر موجود تھا۔ حج کرنے کے بعد میں مدینہ منورہ میں زیارتِ رسُولؐ کے لئے حاضر ہُوا تو وہاں مَیں نے ایک پردہ نشین بچی کو دیکھا جو روضۂ رسُولؐ کے ساتھ ہی روضۂ بتولؑ کے باہر بلند آواز سے رو رہی تھی۔ لوگ جاکر اُس کے رونے کی وجہ پُوچھتے اور پھر اُس کا سوال پوچھ کر واپس آجاتے۔ ایک دن میرے دل میں خیال آیا کہ اس بچی سے پُوچھوں کہ اسے کیا ضرورت ہے۔ شاید مَیں ہی اس کے کسی کام آسکوں۔ اور پھر جب مَیں نے پُوچھا کہ بٹیا کیا بات ہے آپ اس طرح روتی کیوں ہیں اور آپ کون ہیں۔

معصومہ نے میری بات سُنی تو اور زیادہ رونے لگی اور فرمایا: "یا عمّ! مَیں صُغریٰ بنتِ حُسینؑ ہُوں"۔ میرے ابّا جان مکّہ معظّمہ سے کوفہ تشریف لے گئے تھے۔ یہ مجھے چچا عبداللہ بن جعفر نے بتایا تھا۔ کوفہ گئے ہوئے بھی انہیں کئی روز ہو چکے ہیں ان کا خیریت نامہ نہیں آیا مَیں بیمار تھی اس لئے وہ مجھے چھوڑ کر مکّہ معظّمہ میں چلے گئے تھے اور وہیں سے کوفہ چلے گئے ہیں مجھے اُن سے بچھڑے ہوئے چھ ماہ کا عرصہ ہو گیا ہے۔ چچا جان! میرا دل ڈوب ڈوب جاتا ہے۔ میرے ابّا جان نے فرمایا تھا ہم تمہیں جلد ہی اپنے پاس بُلوا لیں گے۔

میرے بھائی جان علی اکبر نے میرے ساتھ بڑا پکا وعدہ کیا تھا کہ میری پیاری بہن میں تمہیں خود آکر لے جاؤں گا۔ مگر نہ ابّا جان نے کسی کو لینے بھیجا ہے اور نہ ہی بھائی جان علی اکبر ابھی تک آئے ہیں۔

چچا! مَیں بے حد اُداس ہو گئی ہُوں مجھے ننھے علی اصغر کی یاد بہت ستاتی ہے مَیں نے اُس کے لئے کئی جوڑے کپڑے سی کر رکھے ہوئے ہیں۔ اُس کے خالی جھُولے کو جھُلاتی رہتی ہُوں۔

یا عمّ! اگر آپ نے کوفہ کی طرف جانا ہو تو میرا خط میرے ابّا جان کے نام لے جائیں۔ بس میرا صرف یہ کام ہے۔ اس کام کے عوض مَیں آپ کو کئی چیزیں پیش کروں گی اور پھر وہ بچی حجرہ کے اندر چلی گئی اور میرے روکتے روکتے ایک ایک کر کے کئی چیزیں اٹھا لائی جن میں کچھ برتن اور ایک جانماز تھا۔ ایک دو کپڑے کی چادریں تھیں اور ایک پوٹلی میں چند چھوٹی چھوٹی چیزیں اور سکّے وغیرہ بندھے ہوئے تھے۔

مَیں نے بچی کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا لاؤ بیٹی اپنا خط مجھے دے دو۔ مَیں اُسی طرف کا رہنے والا ہُوں۔ مَیں تمہارا خط ضرور پہنچا دُوں گا اور یہ اپنی چیزیں اٹھا لو۔ مَیں

marfat.com

اہلِ بیتِ رسُول کا خادم ہُوں اور یہ [illegible] سعادت ہے کہ ابنِ رسُول کی بیٹی کا [illegible] جا رہا ہوں
بھی بضد تھی کہ یہ سامان تم ضرور لے لو۔ تم یہ سامان تھوڑا سمجھ کر نہیں لے رہے۔ یہ سامان
دیکھنے میں ضرور تھوڑا لگتا ہے لیکن بہت قیمتی سامان ہے بابا۔ اس میں میری دادی فاطمۃ الزہرا
کے ہاتھوں کی کئی چیزیں ہیں۔

یہ تھوڑا سا سامان قبول کر لو۔ میرے بابا کو جب تم میرا خط دو گے تو وہ اور بھی بہت
مال و دولت دیں گے۔ میرے ابا جان بڑے سخی ہیں۔ وہ تو سائلوں کو ویسے ہی بہت کچھ دے
دیتے ہیں تم تو اُن کی بیٹی کے قاصد بن کر جاؤ گے۔ پھر تمہاری تو بہت ہی قدر کریں گے
اس کے علاوہ ہم سب تمہارے حق میں دُعا بھی کریں گے اور اپنے نانا جان سے جنّت بھی
لکھوا دیں گے۔ اُس معصُومہ نے درد و فراق کی اور بھی بہت سی باتیں کی تھیں جن کے بیان
کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں۔ مَیں نے مِنّت سماجت کر کے وہ سامان واپس کر دیا تھا اور
یہ خط لیکر آپ تک پہنچا ہُوں۔ مَیں نے دُور سے اس طرف فوجوں کو دیکھ لیا تھا اس لئے راستہ
بدل کر ادھر آیا تھا کہ دیکھتا جاؤں کہ یہ لشکر کدھر جا رہا ہے۔ مگر یہاں آکر دیکھا تو آپ کو اس
حال میں پایا۔

امام عالی مقام نے ٹھنڈی سانس بھر کر فرمایا کہ لاؤ میری بیٹی کا خط دے دو۔ میری
بیٹی نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ میرے ابا جان تمہیں بہت کچھ دیں گے۔ اب تم ہمیں ملے ہی
ایسے عالم میں ہو کہ ہم تمہیں دُنیاوی مال سے وہ کچھ نہیں دے سکتے جو تمہارا حق بنتا ہے
البتہ ہم اپنی بیٹی کا دوسرا وعدہ ضرور پورا کریں گے کہ تمہیں اپنے ساتھ لیکر جنّت میں جائیں گے
پھر بھی ٹھہرو۔ ہمیں اہل بیت کے خیموں سے جو کچھ بھی میسّر آسکا تمہیں لاکر دیتے ہیں۔ قاصد
نے سُنا تو چیخیں نکل گئیں۔ عرض کیا۔ یا امام! میرے لئے وعدۂ آخرت ہی بہت بڑی دولت ہے
خدا کے لئے اپنی یہ امانت بھی لیتے جائیے۔ پھر وہ کجاوے سے ایک چھوٹی سی پوٹلی نکال لایا
آپ نے فرمایا یہ کیا ہے۔ عرض کی اس میں علی اصغر کے کپڑے ہیں۔

امامِ مظلوم نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے پوٹلی سنبھالی اور دل ہی دل میں
کہا۔ صُغرا بیٹی! اب تیرے اصغر کو کیسے یہ تیرا تحفہ پیش کیا جائے۔ اصغر کی ننھی سی قبر قریب
ہی تھی۔ آپ نے وہ پوٹلی اُس پر رکھ کر فرمایا۔ اصغر بہن کا تحفہ قبول کر لو۔ اور پھر وہ کپڑے
اور خط لیکر خیموں میں تشریف لے گئے۔

marfat.com

خطا کیا تھا تو یہی جو بیک وقت سب کے دلوں پہ بھر رہی تھی۔ شکوے ہی شکوے شکایتیں ہی شکایتیں۔ درد ہی درد، فراق ہی فراق۔ ابا جان سے شکوے، پھوپھی سے شکوے، امی سے شکوے، علی اکبر سے شکایتیں، سجاد سے شکوے، اصغر کی یادیں، سکینہ کے سلام۔ ایک ایک لفظ دلوں کو چیرتا جا رہا تھا۔ ایک ایک جملے پر چیخیں بلند ہو رہی تھیں۔ پیکرِ تسلیم و رضا امام مظلوم کی آنکھوں میں بھی اشکوں کا سیلاب آ گیا تھا۔ درد و فراق کے آنسو بھی جاری تھے۔ دکھے ہوئے دل کے آنسو۔ گرم گرم اور آتشیں آنسو۔ بیٹی کے غم سے غم آلود آنسو۔

دسّو سوچ کے امّت دے سجے ہتھوں ہوئے قتل امام تے کی ہُندا
اصغر تائیں دفنا کے ندیاں آ جا کے جیھڑی اصغر دے نام تے کی ہُندا
پئے پچھاؤ نا جے اکبر دی لاش تائیں شکویاں بھریا سلام تے کی ہُندا
گھلے صغریٰ دے قاصد نوں موڑ صاحب دسّو کے حالات تمام تے کی ہُندا

marfat.com

حضرت عباسؓ کی شہادت

ناموسِ محمدؐ کے خیموں کا محافظ اور پرچمِ حسینیؑ کا حامل حضرت عباس علمدار حق و باطل اس جنگ میں کئی بار حصہ لے چکا ہے۔ یزیدی فوج کا ریلا جب میمنہ کی طرف بڑھتا ہے تو حضرت عباس پرچمِ ایمان لہراتے ہوئے اس پر حملہ آور ہو کر پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ اگر میسرہ کی طرف یزیدیوں کا دباؤ بڑھتا ہے تو اُس طرف شیر کی طرح بڑھتے ہیں اور زورِ حیدری کے جوہر دکھا کر کچھ کو کاٹ دیتے ہیں اور کچھ کو بھگا دیتے ہیں۔ شیطانی فوجوں نے کئی بار اہلبیت اطہار کے خیموں کی طرف بڑھنے کی کوشش کی مگر وہاں تو عباس کا پہرہ تھا۔ اللہ کے شیر کے شبر کا پہرہ، شبیر علیہ السلام کے علمبردار کا پہرہ۔ جو بھی آگے بڑھتا یا کٹ جاتا یا پیچھے ہٹ جاتا۔

امام عالی مقام کے تمام ساتھی اپنی جانوں کی نذریں دربارِ خداوندی میں پیش کر کے سرخرو ہو چکے ہیں۔ ابنِ بتولؑ اب خود عزمِ جہاد کرنے والے ہیں۔ علمدارِ حسینؑ آگے بڑھے سپہ سالارِ اعظم کو سلامی پیش کی اور عرض کیا۔ اے شہنشاہِ مملکت تقدس و طہارت! ابھی غلام موجود ہے۔ خیموں کی حفاظت کا فریضہ ادا ہو چکا ہے اب مجھے فدا ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ امام مظلوم نے آخری ساتھی کو بھی میدانِ جنگ کو جاتے دیکھا تو آنکھوں میں آنسوؤں کا سمندر موجزن ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ رَضِینَا بِالقَضَا۔ ہم تقدیر پر راضی ہیں۔

حضرت عباسؓ نے امام عالی مقام کے دستِ اقدس کو چوما اور میدان میں آ گئے۔ ایک کے مقابلہ میں ایک کیا آتا یزید کی پوری فوج کانپ رہی تھی۔ آپ شیر کی طرح گرج رہے تھے اور باز کی طرح جھپٹ رہے تھے۔ زورِ یدُ اللّٰہی پورے جاہ و جلال کے ساتھ ظہور میں آ چکا تھا۔ قوتِ خیبر شکن پورے جلال و جبروت کے ساتھ ظاہر ہو چکی تھی۔ جلالِ حیدری پوری شوکت و تمکنت کے ساتھ میدان میں جلوہ افروز ہے۔ وقت کے مرحبوں اور عنتروں کی روحیں کانپ رہی ہیں۔ علمبردارِ حسینؑ، حسینی پرچم کو لہراتا ہوا

marfat.com

جدھر سے گذرتا ہے کشتوں کے پشتے لگا دیتا ہے۔ آپ کی تلوار کی کاٹ کا یہ عالم ہے

لوہے کی سپر کاٹ کے دستانے میں پہنچی ۔ دو کر کے سپر خود کے پیمانے میں پہنچا

مل کر سرو گردن سے چلی شانے میں پہنچی ۔ شانے سے بڑھی روح کے کاشانے میں پہنچی

سرکش کا لہو خاک پہ برسا دیا اُس نے

تب نکلی کہ جب خانۂ تن ڈھا دیا اُس نے

برسی جدھر کو رُخ کیا۔ جس پر پڑی! پڑی ۔ غوطے لگا رہی تھی لہو میں گھڑی گھڑی

چوٹیں جو دشمنوں پہ پڑی تھیں کڑی کڑی ۔ کٹ کے ہر زرہ کی جُدا تھی کڑی کڑی

تلوار تھی کہ قوّتِ پروردگار تھی

کشتوں سے باغیوں کے زمیں لالہ زار تھی (انیس)

علمدارِ حسینؑ کا حملہ اسقدر زور دار تھا کہ دشمنوں کو سر پیر کا ہوش نہ رہا۔ چلّوں پہ تیر چڑھے کے چڑھے رہ گئے۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے بکریوں کی صفوں پر شیر نے چڑھائی کر دی ہو۔ سب اپنی اپنی جانیں بچانے کی فکر میں ایک دُوسرے پر گر رہے تھے۔ اگر کوئی حوصلہ کر کے تیر چلاتا بھی ہے تو وہ ہاتھ کانپنے کی وجہ سے خطا ہو جاتا ہے۔ یہ کوئی افسانہ نہیں بلکہ اُس مجاہد کی جرأت کی داستان ہے جس کے باپ نے درِ خیبر کو اُکھاڑ کر ایک ہاتھ پر اُٹھا کر اُس کی ڈھال بنائی تھی اور پھر اُس دروازہ کو چالیس مجاہدینِ اسلام جنبش بھی نہ دے سکے۔

ہاں ہاں! یہ اُسی قاتلِ مرحب و عنتر کا بیٹا عباس علمدار ہے جو اکیلا دشمنوں کی صفیں درہم برہم کر رہا ہے۔

آفتاب آگ برسا رہا ہے، زمین جل رہی ہے۔ تین دن کی پیاس ہے۔ جسم پسینہ میں شرابور ہے۔ مگر حسینی مجاہد اس شان سے حملہ آور ہو رہا ہے جیسے ابھی تازہ دم ہو کر آیا ہے۔ لڑتے لڑتے خیال آیا آخری بار ابنِ رسولؐ کی زیارت کر لوں۔ گھوڑے کو مہمیز لگائی اور حق و صداقت کے پرچم کو بلند کرتا ہُوا بارگاہِ امام میں آ گیا۔ شہ کو سلامی پیش کی فاطمہ کے لال کی زیارت کر لی تو بدن میں ایک نئی قوت آ گئی۔ نیا جوش اور نیا وَلولہ پیدا ہو گیا۔

واپس ہونے لگے تو خیموں سے صدائے العطش بلند ہوئی۔ آپ خیمہ کی

marfat.com

جانب بڑھے۔ بی بی سکینہ نے عرض کیا چچا دو گھونٹ پانی پلا دو۔

رو رو کر دی عرض سکینہ چاچا کرم کما دیں
نال ترہیہ دے مرچلی آں پانی گھٹ پلا دیں
کی دستاں یا حضرت اپنے غم دی درد کہانی
اکھیاں چوں وی رو رو سارا مُک گیا اے پانی
اکا دُکا نہیں منڈا اُتوں ہور مصیبت پیندی
اُتھروُ وی نئیں اوندے نئیں تے جیبھ گلی کر لیندی
علم تیرے دیاں خیراں ہو ولن من سوال اَج میرا
چاچا یاد حشر تک رکھساں میں احسان اییہہ تیرا
(حکام چشتی)

جناب علمدار نے بچی کی یہ حالت دیکھی تو تڑپ کر رہ گئے۔ خیمے کے ستون کے ساتھ مشکیزہ لٹک رہا تھا۔ آپ نے خشک مشکیزے کو اُتار کر زین کے ساتھ لٹکایا۔ جھک کر بچی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا۔ بیٹا! میں پہلے تمہارے حکم کی تعمیل کرتا ہوں میرا انتظار کرو چچا اب واپس آئے گا تو اپنی بیٹی کے لئے پانی لیکر ہی آئے گا۔ اور پھر آپ حسینی پرچم کو لہراتے ہوئے اُسی طرف حملہ آور ہو گئے جدھر فرات تھا۔ اس طرف فوجوں کا زور بھی زیادہ تھا اور پہرہ بھی سخت تھا۔ مگر علی کا لال اس طرح فوج یزید سے گزر رہا ہے جس طرح بادلوں کا سینہ چیر کر بجلی گزر جاتی ہے۔ آپ نعرۂ شبیر لگا رہے تھے اور فوج اشقیا کو درہم برہم کرتے جا رہے تھے تلوارِ حیدری کی زد میں جو بھی آتا جہنم میں پہنچ جاتا۔

لگایا نعرۂ شبیر اور سوئے فرات آئے
قطع کرتے ہوئے اشرار کا دورِ حیات آئے
سپاہی فوج دشمن کے جو غازی سے اُلجھتے تھے
وہ تیغ تیز کے ہاتھوں جہنم میں پہنچتے تھے!
کئے کافی کی صورت سامنے ... جو دشمن
ہوئے فی النار خنجر سے ... سے دشمن
سپاہِ شام پر غالب امیر کا ... آیا
وہ در تیغ زن عباس غازی تا فرات آیا
(حسن رضا)

آپ ساحلِ فرات پر پہنچے تو گھوڑے کو نہر میں داخل کر دیا۔ تھوڑا سا جھکے اور مشکیزہ کو پانی سے بھر کر ڈور سے اچھی طرح منہ باندھ لیا۔

پانی حاصل کر کے یوں معلوم ہوا جیسے پوری کائنات پر قبضہ ہو گیا ہو۔ ذہن میں خیال آیا نواسۂ رسول کی بیٹی پانی دیکھے گی تو کتنی دعائیں دے گی۔ خدا کرے تو یہ پانی اُس تک پہنچ جائے وہ کتنی شدت سے میرا انتظار کر رہی ہوگی۔ آپ جلد از جلد پانی لے کر پہنچ جانا چاہتے تھے کہ گھوڑے کا خیال آگیا۔ یہ بیچارہ بھی تین دن کا پیاسا ہے۔ آپ نے لگام ڈھیلی چھوڑ دی گھوڑے نے پانی پر منہ رکھا اور پھر بڑی بے نیازی اور رعنائی سے گردن اُوپر اُٹھالی۔ صابروں کا گھوڑا تھا کیسے پانی پی لیتا۔ کوفی انسان تھے مگر بے وفا تھے۔ یہ جانور تھا مگر باوفا تھا۔ بے وفا انسان باوفا جانوروں سے بدتر ہوتا ہے۔ اصحابِ کہف کا کتا وفادار تھا۔ وہ جنت میں جائے گا۔ یزید نے خدا و رسول سے بے وفائی کی تھی وہ اور اُس کے ساتھی جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

بے جان مٹی پھولوں کی ہم نشینی سے خوشبودار ہو گئی۔ صابروں کا گھوڑا صابروں کے ساتھ رہ کر صابر ہو گیا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ میرے سوار نے پانی نہیں پیا۔ اس کے جذبۂ وفاداری نے اُسے سکھا دیا تھا کہ جب تک مالک پانی نہ پئے، گھوڑا پانی نہ پیتا۔

اشارا اُسپ تازی کو کیا پانی کے پینے کا
پیاسا اگرچہ تھا گھوڑا تھا واقف پر قرینے کا
لگا جب منہ سے پانی ہونٹوں تک جس دم ترائی
ہٹائی خود ہی سطحِ آب سے گردن بہ رعنائی

تھا مرکب رازداں بے شبہ ہمدرد اِس کو کہتے ہیں
جمالِ ہمنشیں درمن اثر کرد۔ اس کو کہتے ہیں[1] (حسن رضا)

جنابِ علمدار نے خیال فرمایا کہ ایک گھونٹ پانی پی لوں تو تلوار زیادہ چلا سکوں گا۔ آپ نے پانی چلو میں بھر لیا۔ منہ تک لائے تو تشنہ لبوں کی یاد آگئی۔ ابنِ رسول کی یاد آگئی۔ ابنِ رسول اللہ کی پیاس یاد آگئی۔ سکینہ کا تڑپنا یاد آگیا۔ پاکدامنوں کے خشک ہونٹ یاد آگئے۔ بیمار عابد کا جلتا ہوا سینہ سامنے آگیا۔ علی اصغر کا سُتا ہوا معصوم چہرہ یاد آگیا۔ "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ" پڑھا اور پانی زمین پر پھینک دیا۔ پانی ایسے لگا جیسے

---

[1] تلمیح از شعر سعدی علیہ الرحمۃ

زہرِ ہلاہل ہو۔ تشنہ لبوں کی یاد نے دل کو گھائل کر دیا۔

نبی کے خانداں والے پیاسے یاد آتے ہیں
پڑھا لاحول پانی ہاتھ سے سارا گراتے ہیں
تصوّر سامنے اصغر کو لایا تو تڑپ اُٹھے
سکینہ کا تڑپنا یاد آیا تو تڑپ اُٹھے
خیال آیا جناب اکبر و قاسم کی پیاسوں کا
جنابِ زینبِ کبریٰ کا۔ حیدر کے نواسوں کا
خیال آیا جنابِ فاطمہ کا لال پیاسا ہے
میں کیوں پانی پیئوں پیاسا محمدؐ کا نواسا ہے
یہ سوچا تو اُسی لمحے پلٹ عباسؑ آتے ہیں
لبِ دریا پہ جا کر بھی وہ لیکر پیاس آتے ہیں (حسام چشتی)

حیدرؑ کا شیر جس شان و شکوہ کے ساتھ ساحلِ فرات پر پہنچا تھا اُسی جلال و جبروت اور مجاہدانہ کرّ و فر کے ساتھ پانی لے کر واپس آ رہا ہے۔ راستے میں یزیدی فوج اُسی طرح حائل ہے۔ عُمرِ ابنِ سعد پکار اُٹھا۔ ساتھیو! بزدلی نہ دکھاؤ۔ اگر یہ پانی لے جانے میں کامیاب ہو گئے تو پھر ان پر قابو نہ پا سکو گے۔ علی کے ان دونوں بیٹوں عباسؑ اور حسینؑ نے پانی پی لیا تو یہ تمہیں گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیں گے۔ ابھی وقت ہے پورے زور سے حملہ کر دو۔ اور اس اکیلے کو پانی پینے سے پہلے ہی پہلے زیر کر لو۔

مسلسل عمرِ ابنِ سعد محوِ شور و شیون تھا
برابر مبتلا اس فکر میں اس غم میں دشمن تھا
لئے جاتے ہیں پانی مشک میں عباس دریا سے
اگر پانی سے اب بھی ہو گئے سیراب یہ پیاسے
تو روحِ تازہ پھر آ جائیگی ابنائے حیدر میں
نئی قوت اُبھر آئیگی پھر سبطِ پیمبر میں
پھر اُن سے یہ شکستہ فوج ہرگز لڑ نہ پائے گی
سپاہِ شام سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگ جائے گی

بار بار غیرت دلانے پر فوجِ یزید کے کچھ حواس درست ہوئے اور اُنہوں نے چو طرفہ

۱ے جناب عونؑ و محمدؑ

marfat.com

حملہ کر دیا۔ ابنِ حیدر اکیلا ہے اور اُس پر تیروں، تلواروں، نیزوں اور بھالوں اور برچھیوں کی بارش چاروں طرف سے ہو رہی ہے۔ آپ پوری جوانمردی اور بہادری سے لڑتے ہوتے مسلسل آگے بڑھ رہے ہیں۔ جو بھی تلوار کی زد میں آتا ہے کٹ جاتا ہے۔

علمدار کا گھوڑا بھی بڑھ رہا ہے اور دشمن کا گھیرا بھی بڑھ رہا ہے۔ آپ پوری شدت سے مصروفِ جنگ ہیں کہ عقب سے نوفل نامی لعین نے آپ کے داہنے بازو پر بھرپور وار کر دیا۔ آپ کا بازو کٹ گیا۔ خون کا فوارہ پھوٹ نکلا۔ آپ نے بائیں ہاتھ سے تلوار سنبھالی اور چند قدم لڑتے ہوئے اور آگے بڑھ آئے۔ اب چہرہ پر جلال پہلے سے بھی بڑھ چکا ہے۔ تلوار برابر چل رہی ہے کہ کسی شقی نے پیچھے سے بایاں بازو بھی کاٹ دیا۔ اب شہزادۂ رسوؐل کے پرچم بردار کے دونوں بازو کٹے ہوئے ہیں۔ پانی کی مشک بھی نیچے گری ہوئی ہے اور تلوار بھی نہیں چل سکتی۔ سکینہ کی پیاس یاد آگئی، دل خون ہو کر رہ گیا۔ جسم سے شرارے پھوٹ نکلے اپنی بے بسی پر رونا آگیا اور ایک تجویز سامنے آگئی۔ سقائے سکینہ نے مشک کو دانتوں میں اٹھا لیا۔

اس منظر کو خود ہی سمجھنے کی کوشش کریں۔ قلم میں تو طاقت نہیں کہ اس نظارہ کی تصویر کشی کر سکے

آپے ای سوچو شباب دے وچ عالم وقتِ نزع جے ڈھکے تے کی ہُندا
قبضہ جنہاندا ہووے سمندراں تے پانی او ہناں لئی مکّے تے کی ہُندا
بچے دِلکن ترہائے تے دُدّھ او دھر ماواں تُسیاں داسکے تے کی ہُندا
بچھو بازو کٹوا عباس ہے ثانی مشک دنداں نال چکّے تے کی ہُندا (صائم چشتی)

آپ نے دانتوں میں لیکر حسینی پرچم کو گلے سے لگایا اور پھر دانتوں میں مشک اٹھا کر اس سے پرچم کو بھی سہارا دیا اور چند قدم مزید آگے بڑھ آئے۔ دشمنوں کی طرف سے ایک تیر سنسناتا ہوا آیا۔ اور مشکیزہ میں پیوست ہو گیا اور پانی کربلا کی تپتی ہوئی زمین نے جذب کر لیا۔

پانی کو تو پہنچنا ہی نہیں تھا۔ امام عالی مقام کا امتحان تو مکمل ہی اس طرح ہونا تھا کہ آپ پیاس سے تڑپتی ہوئی اہلِ بیت کے سامنے تین دن کی پیاس لیکر ہی حوضِ کوثر پر پہنچیں۔

دیکھنا تو یہ ہے کہ ساقی حجاج حضرت ابو طالب کے پوتے ساقیؑ کوثر حضرت علیؑ کے بیٹے اور سقائے سکینہ حضرت عباس کے جذبات کیا تھے آپ کا اندازِ خدمت گذاری کیا تھا۔ آپ کے دل میں اہلِ بیتِ رسوؐل کا مقام کیا تھا۔ آپ کے سینے میں حسین علیہ السّلام کی عظمت کے نقوش

marfat.com

گیا تھے۔ ذرا تصور تو کریں اس دردناک منظر کا۔ کہ اپنے دونوں بازو کٹ کر زمین پہ گرے پڑے ہیں۔ دونوں شانوں سے خون کے فوارے چھوٹ رہے ہیں۔ ایسی حالت میں تو انسان غم سے ہی مر جاتا ہے۔ مگر حضرت عباس کو اپنے بازو کٹ جانے کا غم نہیں سکینہ کی پیاس کا غم ہے اپنے اُس وعدے کا غم ہے جو سکینہ کو پانی پلانے کا کر کے آئے تھے۔

پانی لے کر پہنچنے کی آس بھی ٹوٹ چکی ہے اور سیفِ حیدری بھی چھوٹ چکی ہے۔ اور کٹے ہوئے بازوؤں کے ساتھ گری ہوئی ہے۔ اہل بیت کے پانی نہ پی سکنے کا بھی غم ہے اور امام عالی مقام کے اکیلے رہ جانے کا بھی صدمہ ہے۔ خالی مشک اُسی طرح دانتوں میں دبی ہوئی ہے کہ سامنے سے کسی شقی القلب کا تیر آتا ہے اور آپ کے سینہ بے کینہ میں پیوست ہو جاتا ہے۔ تیر سینے کے آرپار ہو چکا ہے، بازو ساتھ ہوتے تو شاید کھینچ بھی لیا جاتا۔ مگر اب تو بازو بھی ساتھ نہیں اور شبیر بھی دور ہیں۔ حیدر کے لال کے سینے سے تیر کون کھینچتا۔ وہاں تو تیر چلانے والے تھے۔

آپ کو پوری طرح بے بس دیکھ کر فوجِ اشقیا کا حوصلہ بڑھ گیا اور بڑھ بڑھ کر غازیٔ نامدار کے کٹے پھٹے سینے پہ تلواروں کے وار کرنے لگے۔

آپ شہید ہو گئے تو پھر بھی باز نہ آئے اور جسم نازنیں پہ تلواریں برساتے رہے بزدل کہیں کے۔ جب حیدری شیر تلوار لے کر سامنے آیا تھا تو لومڑیوں کی طرح چھپتے پھرتے تھے۔ اب وہ شہید ہو گیا ہے تو اُس کی لاش پہ تلواریں برسا کر اپنا جوش ٹھنڈا کرتے ہیں۔ کینہ توز اور کمینہ انسان آدابِ دشمنی سے بھی واقف نہیں ہوتا۔ امام عالی مقام نے حضرت عباس کی یہ حالت دیکھی تو گھوڑا دوڑاتے ہوئے فوراً وہاں پہنچ گئے۔ چند لمحوں کی تو بات تھی۔ حضرت عباس تو ساحلِ فرات سے حوضِ کوثر کے کنارے پہ پہنچ چکے تھے۔ امام عالی مقام کو سامنے آتے دیکھا تو یزیدی لاشہ عباس سے پیچھے ہٹ گئے۔ آپ نے فرمایا ظالمو! تم نے میرے بھائی کی لاش پر بھی تلواریں چلائی ہیں۔ خدا تمہیں کبھی سرخروئی نصیب نہ کرے۔

لوٹا اَجل نے شیرِ الٰہی کے باغ کو
بھائی کے دل سے پوچھئے بھائی کے داغ کو (میر مونس)

شہیدِ اعظم کی شہادت

ناقہ سوار جا چکا ہے۔ صغرا کا قاصد افسانۂ کرب و بلا میں درد و غم کی آخری سُرخی بھر کر نظروں سے اوجھل ہو چکا ہے۔ میدان صاف ہو چکا ہے۔ اب کوئی نہیں جو محمدِ عربی کے نواسے پر نثار ہونے کے لئے آگے بڑھتا۔ فاطمہ کا لال، صابروں کا شہنشاہ، شہیدوں کا امام مجاہدوں کا تاجدار، دوشِ رسُول کا راکب، امام مظلوم حسینؑ ابن حیدرِ کرّار اکیلا رہ گیا ہے۔ قہر و غضب کی گرمی پڑ رہی تھی اور

اس دُھوپ میں کھڑے تھے اکیلے شاہِ اُمَم
نہ دامنِ رسُول ہے نہ سایۂ عَلَم

علی اکبر بھی جا چکا ہے۔ قاسم بھی شہید ہو چکا ہے۔ عباس علمدار بھی کٹے ہوئے پڑے ہیں۔ اب تو عون و محمد جیسا کوئی بچہ بھی نہیں جو آگے بڑھ کر امام مظلوم کو تلوار ہی پکڑا دیتا۔ ایک بیٹا ہے اور وہ بھی بخار سے جل رہا ہے۔ لٹی پٹی سیدانیاں ہیں اور وہ بھی تین دن کی پیاسی ہیں۔ زندہ ہیں مگر زندگی اُن کے حال پر رو رہی ہے۔

شمر کی آواز آئی۔ حسینؑ آگے بڑھو۔ اب کس کا انتظار ہے۔ اب تمہارے لئے جان ضائع کرنے والا کوئی باقی نہیں۔ اب سہارے نہ تلاش کرو اور میدان میں نکل آؤ۔

امام مظلوم نے شمر کی مکروہ گفتگو سنی تو خون کھولنے لگا۔ آپ نے میدان کی طرف گھوڑے کا رُخ کیا اور پیچھے مڑ کر اہل بیت کے خیموں کو اداس نظروں سے دیکھ کر فرمایا، خدا حافظ!

پردے کے پیچھے سے ایک دبی دبی چیخ نکلی یا امام رُک جائیے۔ یہ آواز جناب شہر بانو کی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ اے شمع شبستانِ رسُول اب اس غریب الوطن مسافر کو کسی نئے امتحان میں نہ ڈالنا جو زندگی اور موت کی سرحدوں پر پہنچ چکا ہے۔ میں تم سب کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ میرے صرف چند سانس باقی ہیں۔ مجھے یقین دلا دو کہ تم میرے بعد کبھی نوحے

پورے صبر و استقامت کا ثبوت دو گی۔ ایسی حالت میں میں اپنی ہمشیر کا سامنا نہیں کر سکتا۔ اُسے میرا سلام کہہ دینا۔ جناب شہر بانو کا کلیجہ مُنہ کو آ گیا اور عرض کیا میرے سرتاج گھوڑے سے اُتر کر میری صرف ایک بات سُن لیں۔ مَیں آپ کو خاتونِ قیامت کا واسطہ دیتی ہُوں۔

کربلا کا دُولہا ماں کے نام کا واسطہ مُسترد نہ کر سکا۔ آپ گھوڑے سے اُترے اور خیمے میں آ گئے۔ سیدہ شہر بانو آپ کو بیمار بیٹے کے قریب لے گئیں۔ آپ آگے بڑھے بیمار کو بخار کی شدت نے بیہوش کر رکھا تھا۔ حضرت سجاد بیمار تو پہلے ہی تھے مگر جب سے اکبر کا لاشہ دیکھا ہے کلیجہ خون ہو کر رہ گیا ہے۔ جسم انگارہ بن چکا ہے، سینہ چھلنی ہو گیا ہے اور دل ٹوٹ چکا ہے۔ تپ لرزہ سے جسم پر رعشہ طاری ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے بوٹی بوٹی کانپ رہی ہو۔ صبح سے نقاہت اور کمزوری کی وجہ سے بیمار کا رنگ زعفران کی طرح زرد تھا۔ لیکن لاشۂ اکبر کو دیکھنے کے بعد جو بخار چڑھا اُس نے چہرے کو کُندن کی طرح سُرخ کر دیا ہے۔ یُوں معلوم ہوتا تھا جسم کا سارا خون سمٹ کر رُخساروں میں جمع ہو گیا ہو۔ بدن کی ساری حرارت چہرے میں سمٹ آئی ہو۔ امام عالی مقام نے بیٹے کی یہ حالت دیکھی تو اپنے جگر کی چوٹیں یاد آ گئیں۔ دل ہی دل میں بیمار کو مخاطب کر کے فرمایا۔

دو اجازت تو کلیجے سے لگا لُوں رُخسار
سینک لُوں چوٹ جگر کی اِن انگاروں پر

اور پھر آپ نے بیمار بیٹے کے جلتے ہوئے جسم پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔ فاطمہ کے لال کا ہاتھ تھا۔ ہاتھ کا لمس ملتے ہی بیمار نے آنکھیں کھول دیں۔ باپ کے یاس و اَلم میں ڈوبے ہوئے رُخِ انور کو دیکھا تو ماہیِٔ بے آب کی طرح تڑپنے لگا۔ غم کی آگ میں جلتی ہوئی جھیلوں میں روانی آ گئی۔ آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسُو گرنے لگے سُرخ اور آتشیں آنسُو۔

آبا کی حالت دیکھ کر آنسُو نکل پڑے
دیکھا گیا نہ یاس میں عالم نگاہ کا

امام عالی مقام نے بیٹے کے سُرخ آنسُو پہلے بھی دیکھے تھے اب دوبارہ بیٹے کا کلیجہ کٹتا دیکھا تو آپ کا کلیجہ بھی کٹنے لگا۔ جگر پر چھریاں چلنے لگیں۔

گو قصرِ دل سے چشم تک آئے تھے چھاؤں میں
لیکن بڑے تھے آبلے اشکوں کے پاؤں میں

marfat.com

سلطنتِ صبر و رضا کے تاجدار نے دل کو سنبھالا۔ بیمار کو تسلّی دی۔ گذرے ہوئے حالات سے آگاہ کیا اور فرمایا بیٹا یہ بابا سے آخری ملاقات ہے۔

تمام ساتھی اپنی منزل پر پہنچ چکے ہیں اور اب تیرے بابا کو میدان میں طلب کیا جا رہا ہے بیٹا! اب میرا وقت آ چکا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ہم اس دنیا سے جا چکے ہوں گے۔ میرے چاند! اللہ تعالیٰ تمہیں بہت جلد صحتیاب فرمائے۔ مجھے اب جانے دو۔ دشمن بار بار بلا رہے ہیں۔

جنابِ سجاد نے باپ کی جنگ کو تیاری کا سُنا تو تڑپ اُٹھے۔ بخار کی شدت کو جذبات کی شدت نے دبا دیا۔ عرض کی ابا جان آپ کا عابد ابھی زندہ ہے۔ ابا جان پہلے مجھے خود پر فدا ہو لینے دیں پھر آپ کی باری آئے گی۔ مَیں بخار سے بھی جنگ کروں گا اور دشمنوں سے بھی لڑوں گا۔ حیدری خون تھا مچل گیا۔ بخار کی حدت میں جلالِ حیدری کی شدت بھی شامل ہو گئی۔ لرزہ اور بھی بڑھ گیا۔ جسم اور بھی زور زور سے کانپنے لگا۔ علی کا پوتا لاٹھی ٹیک کر اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ شبیر پکار اُٹھے، میرے چاند بیٹھ جاؤ۔ نہیں تو گر جاؤ گے۔ باپ تیری محبت اور تیرے جذبے پر قربان، تُو نے حقِ فرزندی ادا کر دیا ہے۔ زین العابدین تیرا اس شہادت میں پُورا پُورا حصہ شامل ہے۔ مگر تم شہید نہیں کئے جاؤ گے۔ میرے لال تمہیں ابھی زندہ رہنا ہے نسلِ شبیر چلانے کے لئے، اولادِ مصطفےٰ کو قائم رکھنے کے لئے، خاندانِ نبوت کی بقا کے لئے، پردہ نشینوں کی حفاظت کے لئے، شہیدوں کی لاشوں کے ٹکڑے جمع کرنے کے لئے، شہیدوں کے لاشے دفنانے کے لئے، ہاتھوں میں زنجیریں اور پاؤں میں بیڑیاں پہننے کے لئے، خون کے آنسو برسانے کے لئے تمہیں زندہ رہنا ہے میرے لال تم اس امتحان میں برابر کے شریک ہو۔ تمہیں ان شہادتوں سے اُتنا ہی حصہ ملے گا جتنا علی اکبر کو ملے گا، جتنا قاسم کو ملے گا، جتنا عباس اور عون و محمد کو ملے گا، جتنا مسلم اور اُن کے بیٹوں کو ملے گا، جتنا مسلم کے بھائیوں کو ملے گا، جتنا عباس کے بھائیوں کو ملے گا۔

باپ تم پر خوش ہے میرے چاند۔ مَیں اس لئے تم پر خوش ہوں کہ تجھ میں باپ کا جذبہ موجود ہے، عزمِ شبیری کی حرارت موجود ہے، تجھے تو مجھ سے بھی زیادہ صدمے برداشت کرنا ہیں۔ تُو زندہ بھی رہے گا اور خون کے آنسوؤں کی برسات بھی کرتا رہے گا۔ خدا حافظ میرے لال۔ میری طرح صبر و استقامت سے رہنا۔ اپنی پھوپھی کو تسلّی دینا، اپنی امّی کو صبر کی تلقین کرنا۔ خدا

marfat.com

حافظ میرے بیمار بیٹے خدا حافظ!

حضرت زین العابدینؑ نے باپ کے ارشادات سُنے تو اور شدت سے رونے لگے اپنی بیماری پر رونا آگیا، اپنی بے بسی پر رونا آگیا۔ خون کے آنسو گرتے جا رہے ہیں، جسم بید کی طرح لرز رہا ہے اور غش ہوتا جا رہا ہے۔ امام عالی مقام ابھی وہیں تھے ـــ کہ زین العابدینؑ پھر بے ہوش ہو گئے۔

آپ بیمار عابد کے سر پہ ہاتھ پھیر کر اُٹھے، مڑ کر دیکھا تو وہاں کچھ اور ہی منظر بنا ہوا تھا۔

سیدہ زینب کے سر سے چادر اُتری ہوئی ہے۔ بال بکھرے ہوئے ہیں، نظر پتھرائی ہوئی ہے، آنسوؤں کے دو موٹے موٹے قطرے پلکوں سے نیچے آکر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ حضرت شہر بانو کا رنگ اس طرح زرد ہو چکا ہے جیسے خون کا ایک قطرہ بھی جسم میں موجود نہ ہو۔ جناب اُمِ لیلیٰ کے سامنے سکینہ بیہوش پڑی ہے اور آپ اپنے سرتاج کی طرف دیکھ دیکھ کر روتی جا رہی ہیں۔

امام عالی مقام جنابِ زین العابدینؑ سے اتنے زیادہ محوِ گفتگو تھے کہ اپنے پیچھے بپا ہونیوالی قیامت کو نہ دیکھ سکے۔ اب جو دیکھا تو دل پر ہاتھ رکھ لیا۔

کوئی بات کرتا تو آپ جواب بھی دیتے، خاموش فریادوں کا کیا جواب تھا۔ آنسوؤں کے سیلاب کو کس طرح روکا جاتا۔ باہر کی آگ ہوتی تو بجھا بھی لیتے۔ سینوں کی آگ کو کیسے ٹھنڈا کرتے۔ نالہ و شیون ہوتا تو صبر کی تلقین بھی فرماتے جگر کو چیر دینے والی آہوں کو کیسے روکتے۔ دشمن کی فوج ہوتی تلوار بھی چلاتے حسرت بھری نگاہوں کا مقابلہ کیسے کرتے۔

گھُٹے جاتے تھے دل ضبطِ فغاں سے

بنے جاتے تھے نالے ہچکیاں سے

صابروں کا امام بھی یہ منظر دیکھ کر تڑپ کر رہ گیا۔ حوصلہ کر کے آگے بڑھے بہن کی گری ہوئی چادر کو اُٹھایا اور علی کی بیٹی کا سر ڈھانپ دیا۔ جناب سکینہ کو گود میں لیا علی اکبر کے سینے کے خون سے لتھڑے ہوئے سکینہ کے چہرے کو اپنے عمامے سے صاف کیا۔ آنکھوں میں پڑی ہوئی ریت کو عمامے کا پلڑا پھیر پھیر کر نکالا۔ بکھرے ہوئے بالوں کو اُنگلیوں سے درست کیا اور فرمایا سکینہ ہوش میں آؤ۔ ابا کی آخری زیارت کر لو۔ پھر

marfat.com

ساری عمر ابا کا چہرہ دیکھنے کے لئے ترس جاؤں گی۔ بیٹی سکینہ اُٹھو جلدی کرو۔ آخری ملاقات تو کرلو۔ آخری بار بابا کے سینہ سے تو لپٹ لو۔ پھر تو تمہیں بھی صغریٰ کی طرح ساری زندگی رو رو کر اور تڑپ تڑپ کر ہی گذارنا ہے۔ اٹھو بیٹا اب بابا بھی علی اکبر کے پاس جا رہا ہے۔ آپ دامن سے پنکھا بھی کر رہے تھے اور بیہوش بیٹی سے گفتگو بھی فرما رہے تھے جلد ہی معصومہ نے آنکھیں کھول دیں۔ خود کو بابا کی گود میں دیکھا تو لپٹ گئی۔ تین دن کی پیاسی بچی تین دن کے پیاسے بابا سے گلے مل رہی ہے۔ بابا کی گود میں کچھ سکون ملا تو بچی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ آپ نے تسلی دیکر فرمایا۔ صبر کرو میری بیٹی تو صابروں کی اولاد ہے۔ مجھے دشمن پکار رہے ہیں۔ تو بے ہوش تھی اور میری خواہش تھی کہ تو مجھے آخری بار گلے مل لے۔ اب مجھے جانے دو۔ افسوس کہ تھوڑی دیر بعد تم یتیم ہو جاؤ گی۔ مگر صابرہ بن کر رہنا تو حسینؑ کی بیٹی ہے۔

امام عالی مقام دوسروں کو صبر کی تلقین فرماتے جا رہے ہیں لیکن اپنے سینے میں غم کے ہزاروں طوفان اُٹھے ہوئے ہیں جن کو اپنی قوتِ صبر سے دبا رکھا ہے۔

چلا کرتی ہیں اُن کے دل میں لاکھوں آندھیاں غم کی
بظاہر جن کے چہروں پر غبارِ غم نہیں ہوتا

سکینہ نے اب داغِ یتیمی کو سر پر دیکھا تو فریاد پر فریاد کرنے لگی۔ ابا کے پاؤں سے لپٹ لپٹ کر اور ہاتھ جوڑ جوڑ کر عرض کرتی ہے۔ بابا سارا گھر اُجڑ چکا ہے اب آپ تو نہ جائیں۔ آپ کے بغیر تو ہم مر جائیں گے بابا۔

بابا آپ نہ جائیں۔ نہ جائیں میرے ابا جان آپ نہ جائیں۔ آپ چلے گئے تو میں بابا کس کو کہوں گی بابا! مجھے بیٹی کون کہے گا میرے بابا۔ میں اس طرح کس کے گلے میں لپٹوں گا

اور پھر باپ کے سینہ سے لپٹ کر کہا: بابا جانا ہے تو مجھے اسی طرح اپنے ساتھ لے جاؤ۔ آپ پر چلنے والی تلوار پہلے سکینہ پر چلے گی بابا۔ مجھے اپنی ڈھال بنا لو ابا جان! آپ نہیں ہوں گے تو زندگی عذاب بن جائے گی۔

بچی کی فریاد سنی تو امام عالی مقام کا دل بھر آیا۔ آنکھیں تو پہلے ہی آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں پیار کا سوم بہہ نکلا۔ شفقتِ پدری کا چشمہ رواں ہو گیا۔ صبر تو کرنا ہی تھا۔ اور یہ صبر ہی تو تھا اور صبر کسے کہتے ہیں۔ صبر کا دامن چھوڑ دیتے تو اب بھی اطاعتِ یزید کر کے زندگی بچا سکتے تھے۔

marfat.com

یہی تو چیز تھی جس نے ملائکہ سے اشرف کر دیا۔ باپ کی محبت کا جذبہ بھی موجود ہے شفقتِ پدری سے سینہ بھی معمور ہے۔ اولاد کی محبت بھی دل میں طوفان برپا کر رہی ہے مگر فرض پھر بھی ادا ہو رہا ہے۔ جیسے بھی ہو سکا آپ نے روتی تڑپتی بچی کو پاک دامنوں کے سپرد کر کے صبر کی تلقین فرمائی۔

آخری بار ہمشیرہ کی پتھرائی ہوئی نظروں کا نظارہ کیا اور نظریں جھکا لیں۔ حضرت شہر بانو اور جناب اُمِ لیلیٰ کی طرف درد میں ڈوبی ہوئی نگاہوں سے دیکھا۔ دیگر بیبیوں کو الوداعی سلام کہا۔

امام مظلوم خیمے سے نکلنے لگے تو جناب زینبؑ کی حالت بدل گئی۔ درد و غم میں ڈوبی ہوئی امام مظلوم کی ہمشیر پر پھر دخترِ علی کا روپ آگیا۔ آپ لرزتی اور کانپتی ہوئی اُٹھی تھیں مگر اب صبر و استقامت کا پیکر بن چکی تھیں۔ آپ نے فرمایا بھیا جسم سے ہتھیار اُتار دیں۔ میں آپ کو خود شہادت کا دولہا بناؤں گی۔ مجھے اپنا فرض پورا کر لینے دیں پھر میدان میں تشریف لے جائیں اور پھر آپ نے جناب رسول کریم کا عمامہ اپنے دوپٹے سے صاف کر کے بھائی کے سر پہ رکھا۔ قبلۂ رسول بہنا نے کپڑوں کی ایک گٹھڑی کو کھولا اور اُس سے ایک پٹکا نکالا۔ یہ بنتِ رسول کا دوپٹہ تھا۔ وہ بنتِ رسول کے بیٹے کی کمر سے باندھ دیا۔ جناب جعفر طیار کا نیزہ اور جناب سیّد الشہداء امیر حمزہ کی ڈھال پُشتِ انور پہ سجائی۔ بھیا حسنؑ کی زرہ پہنا کر ہاتھوں میں ذوالفقار حیدری تھما کر کہا، ناموسِ رسول کے محافظ باہر چلو تاکہ میں آپ کی رکاب تھام کر گھوڑے پر سوار کراؤں۔ نانا مصطفےٰ معراج کو گئے تھے تو آپ کے گھوڑے کی رکاب جبریل نے تھامی تھی۔ میرے ابا جان جنگ کو جاتے تھے تو اُن کی رکابیں بھائی حسنؑ اور آپ تھامتے تھے۔ علی اکبر جنگ کو جانے لگے تو اُن کی رکاب کو علمدار نے سہارا دیا۔ اب آپ جانے لگے ہیں تو اہلبیت کا کوئی مرد بھی موجود نہیں اس لئے یہ فریضہ بھی علی کی بیٹی ادا کرے گی۔

آپ نے فرمایا نہیں بہن! میں آپ کا یہ فرمان نہیں مان سکتا حسینؑ کی غیرت یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ اُس کی زندگی میں اُس کی ہمشیر پردے سے باہر نکلے۔ آپ سیّدہ کی بیٹی ہیں۔ میرے بعد جو آپ کا حال ہونا ہے وہ تو میں دیکھ رہا ہوں مگر ابھی حسینؑ زندہ ہے۔ اور پھر آپ باہر نکل آئے اور گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ آپ نے گھوڑے کو چلانا چاہا مگر وہ ہل نہیں رہا تھا۔ آپ نے نگاہیں جھکا کر دیکھا تو جنابِ سکینہ گھوڑے کے پاؤں سے لپٹی ہوئی تھیں۔ آپ نے فرمایا بیٹی!

marfat.com

ان معصومانہ کوششوں سے باپ کے دل پر چھریاں نہ چلاؤ۔ سکینہ میں تیرے دل میں لگی ہوئی آگ کے شعلے دیکھ رہا ہوں۔ مگر کیا کروں مجھے میرا فرض پکار رہا ہے۔ صبر کرو سکینہ تم صابروں کی بیٹی ہو۔ پھر آپ نے گھوڑے سے اُتر کر بڑی مشکل سے بچی کو خیمے میں پہنچا کر جناب اُمِ لیلیٰ کے سپرد کیا اور دعا دے کر گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ جناب فاطمہ کی بہوؤں نے اپنا اُجڑتا ہوا سہاگ کس طرح دیکھا تھا یہ قلم میں طاقت نہیں کہ بتا سکے۔

امام عالی مقام نے گھوڑا میدان کی طرف پھیرا تو آواز آئی شبیرؑ پیچھے پلٹ جاؤ، مَیں موت ہوں۔

امام عالی مقام نے فرمایا۔ مت فکر کرو۔ مَیں بھی حق و صداقت کی صورت ہوں۔

آواز آئی مَیں طوفان ہوں۔ فرمایا مَیں چٹان ہوں۔ آواز آئی مَیں تقدیر ہوں۔ فرمایا مَیں شبیرؑ ہوں۔ آواز آئی مَیں خون ہوں۔ فرمایا مَیں دین کا ستون ہوں۔ آواز آئی مَیں تلوار ہوں فرمایا مَیں سراپا ایثار ہوں۔ آواز آئی میرا کام خون بہانا ہے۔ فرمایا میرا کام دین کو بچانا ہے۔ آواز آئی مَیں خونی ڈین ہوں۔ فرمایا مَیں حسینؑ ہوں۔ آواز آئی تو لہو لہان ہو جائے گا۔ فرمایا میرا امتحان ہو جائے گا۔ آواز آئی تو کٹ جائے گا۔ فرمایا ظلم کا بادل چھٹ جائے گا۔ آواز آئی مَیں اُجل کا تیر ہوں۔ فرمایا مَیں نبیؐ کی تصویر ہوں۔ آواز آئی تیرا سینہ فگار ہو جائے گا۔ فرمایا دین کا بیڑا پار ہو جائے گا۔

آواز آئی مَیں بڑی سخت ہوں۔ فرمایا! مَیں حیدرِ کرار کا لختِ جگر ہوں۔ آواز آئی مَیں تجھے فنا کر دوں گی۔ فرمایا مجھے بقا مل جائے گی۔ آواز آئی زندگی کا رشتہ ٹوٹ جائے گا۔ فرمایا زمانے کا دین قید سے چھوٹ جائے گا۔ آواز آئی تیرا گھر برباد ہو جائے گا۔ فرمایا زمانے کا دین آزاد ہو جائیگا آواز آئی تو پیاسا ہے۔ فرمایا میرے ہاتھوں میں کوثر کا کاسہ ہے۔ آواز آئی تو اکیلا ہے۔ فرمایا میرا خدا بھی اکیلا ہے۔ آواز آئی ....

یہ جان بڑی چیز ہے یہ جان بچا لو
فرمایا مجھے حکم ہے قرآن بچا لو (صائم چشتی)

شبیر ہوں ابرو پہ نہ بل ڈالوں گا
اس قیدِ علائق کو کچل ڈالوں گا

marfat.com

کیا موت سے ڈر - موت کی سختی کیسی
میلی ہے یہ پوشاک بدل ڈالوں گا! (تعشق)

اور پھر علیؑ کا شیر جلالِ حیدری کی تصویر بن کر ہزاروں دشمنوں کے سامنے پہنچ گیا - شمر نے کہا کیا موت سے ڈر گئے تھے جو اتنی دیر کر دی؟ فرمایا ایسی کوئی بات نہیں -

شمر نے کہا ہم شبیر سے مشورہ کر رہے تھے کہ یزید کی اطاعت کر کے جان بچا لوں -

اور اگر یہ مشورہ تم کر چکے ہو تو ہمیں اَب بھی قبول ہے کہ تم اطاعتِ یزید کر لو ـــــ ہم تمہیں امان دیتے ہیں -

فاطمہ کا لال غضبناک ہو گیا - چہرے پہ خون اُتر آیا - آنکھوں میں قہر کے آثار پیدا ہو گئے - آپ نے فرمایا ناہنجار خاموش ہو جا -

چتکبرے کتّے! اگر مجھے جان بچانا ہوتی تو میں قاسم کی زندگی بچاتا، علی اکبر کی جوانی بچاتا، عباس علمدار کی جان بچاتا -

بیوقوف! اگر مجھے جان بچانا ہوتی تو علی اصغر معصوم کی جان بچاتا، عون و محمد کی معصوم زندگیاں بچاتا - پسرانِ عقیل و علی کی جانیں بچاتا - اپنے وفادار ساتھیوں کی جانیں بچاتا -

احمق کے بچے! محمد مصطفےٰ کا سارا باغ ویران کر لینے کے بعد بھی محمد مصطفےٰ کے باغی اور خدا کے دشمن کی اطاعت کر لینے کا مشورہ دیتا ہے -

اور پھر آپ نے عمرو سعد کو مخاطب کر کے فرمایا - سعید باپ کے شقی بیٹے تو بھی سن لے! ہم نے اپنے خطبے میں تم سب کو بتا دیا تھا:-

"کہ ہمارا حق پہچانو! ہم اہل بیتِ رسول ہیں - نبی علیہ السلام کی بیٹی کے بیٹے ہیں اور اس وقت ہمارے سوا دُنیا بھر میں کسی نبی کی بیٹی کا بیٹا موجود نہیں! اور یہ بھی بتایا تھا کہ میرے سَر پہ عمامۂ رسول ہے اور دیکھ یہ میری کمر میں خاتونِ قیامت کا پٹکا ہے - یہ ڈھال سید الشہداء امیر حمزہ کی ہے - یہ نیزہ جعفرِ طیار کا ہے - یہ تلوار حیدرِ کرار کی ہے - مگر تم میری بات کب سنتے ہو تمہیں تو حکومت کرنے کے نشہ نے اندھا اور بہرہ کر دیا ہے - بدنصیب ظالمو! تم نے دُنیا بھی تباہ کر لی اور آخرت بھی برباد کر لی -

شمر نے کہا ہم نے تمہارا وعظ سننے کے لئے نہیں بلایا - دل کی کوئی حسرت ہے تو نکال لو پھر

کھتا۔ مقابلہ کا موقعہ نہیں دیا گیا۔ کوفیوں کا خیال تھا کہ اب حسینؑ میں لڑنے کی ذرا بھی سکت نہیں ہوگی تین دن کا پیاسا ہے اور پھر صبح سے آنکھوں کے سامنے پورا خاندان کٹواتا رہا ہے۔ لاشیں اُٹھا اُٹھا کر کمر دوہری ہوگئی ہے اب کیا مقابلہ کرے گا۔ اُن کے ایک آدمی ابنِ سنان نے بڑھ کر وار کیا آپ نے وار خالی دے کر ایسا نیزہ مارا کہ سینے کے آر پار ہوگیا۔ عمرو نے اپنا آدمی یوں کٹتا دیکھا تو عام حملے کا حکم دے دیا۔ وہ لوگ چاہتے تھے کہ جلد از جلد امام عالی مقام کا کام تمام کر کے فتح کے شادیانے بجاتے ہوئے ابنِ زیاد کے پاس پہنچ جائیں۔ یزید سے انعام حاصل کریں۔ ابنِ زیاد سے شاباش وصول کریں۔ علی کے اکیلے شبیر پر ہزاروں دشمنوں نے حملہ کر دیا تھا۔ سینکڑوں تلواریں بیک وقت چمک رہی تھیں۔ ہزاروں تیر بیک وقت کمانوں سے چھوٹ رہے تھے بیسیوں نیزے بیک وقت ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔ یزیدیوں کے نیزے اپنے ہی نیزوں میں اُلجھ رہے تھے۔ امام عالی مقام پر برسنے والے تیر اُن کے اپنے گھوڑوں کو بھی زخمی کر رہے تھے۔ حیدر کا شیر ذوالفقارِ حیدری کو میدان میں اس طرح گردش دے رہا تھا جیسے سینکڑوں بجلیاں بیک وقت کوند کوند جاتی ہوں۔ تلوار کی کاٹ تھی یا بجلیوں کا رقص جو کفر کے نشیمن کو جلا دینے پر تُل گئی ہوں۔ ابنِ حیدر کی تلوار جلالِ حیدری کی تصویر اور لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار کی تفسیر بنی ہوئی تھی۔ سخت دوپہر ہو چکی تھی۔ زمین آگ اُگل رہی تھی۔ آسمان آگ برسا رہا تھا۔ میدانِ کربلا میں چلنے والی بادِ سموم اس قدر گرم تھی جیسے آگ کے شعلوں کو چاٹ چاٹ کر آ رہی ہو۔ اور تیغِ امام بھی گرم ہو چکی تھی۔ جس کو چھو جاتی اُسے آگ لگا دیتی۔ اور وہ آگ آگ کی پکار کرتا واصلِ جہنم ہو جاتا۔

کیا جنگ میں تھی تیغِ شہنشاہِ زمن گرم — سرگرم، ہوا گرم، زباں گرم، دہن گرم
پڑ جاتا تھا سایہ بھی تو ہو جاتے تھے تن گرم — مرنے پہ بھی خونخواروں کے تھے زخم بدن گرم
ظاہر تھا جلالِ شہِ عالم کا نمونہ
آنچ اُس کی دکھاتی تھی جہنم کا نمونہ (میر مونس)

شمشیر چل رہی تھی۔ شبیر بڑھ رہے تھے۔ شریر کٹ رہے تھے۔ زمین کانپ رہی تھی۔ آسمان لرز رہا تھا، میدان ہل رہا تھا، خون برس رہا تھا، فضا کا سینہ دھڑک رہا تھا۔ شریروں کی فوج کی تعداد بائیس ہزار ہے شبیر اکیلا ہے مگر

marfat.com

فی النار کفر ہو گیا۔ مردود جل گئے
لیکن نہ ذوالفقار کے ابرو سے بل گئے

ایک بدبخت نے اشارہ کیا حسینؑ اُدھر دیکھو وہ فرات کا ٹھنڈا پانی چمک رہا ہے مگر تمہیں اس سے ایک قطرہ پینا بھی نصیب نہیں ہو گا اور تم پیاسے ہی قتل کر دیئے جاؤ گے۔ امام عالی مقام نے فرمایا اللہ تمہیں پیاسا ہی قتل کرے۔ پھر وہ فوراً ہی العطش العطش پکارنے لگا۔ پانی بھی پیئے جا رہا تھا مگر پیاس اور زیادہ بھڑکتی جاتی تھی۔ آخر پیاسا ہی مر گیا۔ آپ جدال و قتال کرتے ہوئے بھی یہ ارشاد بار بار دہرا رہے تھے۔ جفاکار ظالمو! تم میرے قتل پر جمع ہو چکے ہو۔

یاد رکھو! خدا کی قسم میرے قتل کے بعد کسی کو قتل نہیں کرو گے جس کا قتل میرے قتل سے زیادہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی اور ناخوشی کا باعث ہو۔ مجھے اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں حسینؑ کی جان ہے۔ مجھے پورا پورا یقین ہے کہ تمہاری ذلت سے مجھے عزت ملے گی مگر تم وہ بدلہ پانے والے ہو جو تمہارے خواب و خیال میں بھی نہیں۔ اللہ تم میں پھوٹ ڈال دیگا۔ تمہارا خون بہائے گا اور پھر تم پر عذاب الیم مسلط کر دے گا۔ میرے ایک قتل کے بدلے تم لاکھوں قتل ہو جاؤ گے مگر میرے خون کا انتقام ابھی باقی رہے گا۔

آپ ایک دفعہ زبردست جدال و قتال کرتے ہوئے ساحلِ فرات پر بھی پہنچ گئے۔ مگر آپ تو پانی کو دیکھنا بھی نہیں چاہتے۔

سو دکھ میں مگر شکوۂ اعدا نہیں کرتے — تکلیف میں راحت کی تمنا نہیں کرتے
پانی کی طلب سیّدِ والا نہیں کرتے — رغبت سے نظر جانبِ دریا نہیں کرتے

صدمہ ہے کہ عباس یہاں قتل ہوا ہے
سقائے سکینہ کا یہاں خون بہا ہے

پانی تو پینا ہی نہیں تھا۔ علی اصغر کے پیاسے چلے جانے کے بعد پانی کیا پینا تھا جس کا علی اکبر پیاسا شہید ہو۔ جس کے بخار میں جلتے ہوئے عابد کو ایک گھونٹ پانی نہ مل سکا ہو۔ جس کی معصوم سکینہ پانی کے بغیر تڑپ رہی ہو۔ جس کی گھروالیاں پانی کے ایک ایک قطرے کو ترس رہی ہوں۔ جس کی ہمشیر کا حلق سوکھ کر کانٹا بن چکا ہو وہ پانی کیا پیتا۔

پانی تو پینا ہی نہیں تھا صرف دشمنوں کو بتانا مقصود تھا کہ فرات شبیر کی زد میں ہے

marfat.com

فرات ہی کیا اگر آپ چاہتے تو کوثر کا چشمہ کناروں سے بہتا ہوا کربلا کے میدان میں آجاتا مگر آپ کو تو پیاسے ہی امتحان دینا تھا یہ تمام مصیبتیں، تمام بلائیں اور تمام دُکھ درد تو آپ کے اختیاری تھے۔ آپ نے تمام مصائب و مشکلات کا مشاہدہ کر کے ان کو قبول کیا تھا اور پوری پوری رضامندی سے ہر مصیبت کو برداشت کرنا گوارا کیا تھا پھر آپ کو شکوہ کیا کرنا تھا۔

اس بلائے عظیم کو برداشت کر کے ہی تو تکمیلِ ذبحِ عظیم ہونا تھی۔ جنوں کا سردار زعفر حضرت علی کے ہاتھوں پر مسلمان ہوا تھا۔ اُس نے آکر درخواست پیش کی۔ حضور والا میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے ساتھیوں کی تعداد انتہائی قلیل ہے اور دشمن بہت زیادہ ہیں۔ مجھے حکم فرمایا جائے کہ میں آپ کے دشمنوں کو چند لمحوں میں تہس نہس کر دوں۔ مگر آپ نے اُس کی درخواست مسترد فرما دی۔ جنوں کا سردار ہی کیا آپ خود امام الاولیاء اور محمد عربی کے نواسے تھے ذرا سا اشارہ فرما دیتے تو فوج یزید ملیامیٹ ہو جاتی مگر آپ کو تو اپنا امتحان دینا تھا۔ طغیان و سرکشی سے خود مقابلہ کرنا تھا۔ ورنہ کربلا میں کتنے ہی ایسے واقعات رونما ہو چکے تھے۔ کہ جو بھی جناب شبیر کے منہ سے نکلا وہ ہو کر رہا۔ کسی نے آگ کا طعنہ دیا تو وہ آگ میں جل گیا کسی نے قطع نسل کا طعن کیا تو اُس کی نسل قطع ہو گئی کسی نے پانی کے لئے تمسخر کیا تو وہ پیاسا مر گیا۔ ان سب واقعات کا ماحصل یہی تھا کہ اگر امام مظلوم چاہتے تو وہ ان بلاؤں کا ایک جنبش لب خاتمہ فرما سکتے تھے مگر ایسا کرنے سے نانا کے دین کے لئے شہادتِ جلیلہ کے منصب کا اہتمام کس طرح ہوتا۔

آپ کو تلوار بھی چلانا تھی اور شہید بھی ہونا تھا۔ آپ کا منصب یہی تھا کہ آپ کو مجاہدانہ شہادت نصیب ہوتی۔ بے بسی کی شہادت کا رنگ اتنا گہرا کیسے ہو سکتا تھا۔ اگر آپ قوتِ روحانی سے فوجِ یزید کو ختم کر دیتے تو آپ کو شہیدِ اعظم کون تسلیم کرتا۔ اور اگر آپ تلوار نہ اٹھاتے تو آپ کو مجاہدِ اعظم کون مانتا۔

بہر صورت دنیا کو یہ بھی دیکھنا تھا اور تاریخ میں یہ بھی آنا تھا کہ ناموسِ رسالت کے اکیلے محافظ نے خدا و رسول کے بائیس ہزار دشمنوں سے مردانہ وار مقابلہ کیا اور یہ مقابلہ جاری ہے۔ محمد عربی کا ستارا اکیلا ہے۔ جہنم کے شرارے ہزاروں ہیں فاطمہؑ کا لال اکیلا ہے۔ ہندہ کے پوتے کے ساتھی ریت کے ذروں کی طرح لاتعداد ہیں مدینے کا چاند اکیلا ہے اور شام کے بادل تہہ بر تہہ امڈے چلے آتے ہیں۔ حیدرِ کرار کا شبیر اکیلا ہے اور دنیا کے کتے ہزاروں ہیں۔

marfat.com

ضیغم علی کا ظلم کے جنگل میں گھر گیا
زہرا کا چاند شام کے بادل میں گھر گیا

امام مظلوم کو جیسے جیسے بے گناہ شہیدوں کی یاد آتی جاتی ہے آپ پیکرِ جلال و جبروت بنتے جاتے ہیں۔ آپ کا چہرۂ اقدس شدتِ جذبات سے رُخِ وَالضُّحیٰ کا عکسِ جمیل بن کر چمک رہا ہے اس طرح انوار و تجلیات کی بارش ہوتی ہے جیسے شفق [illegible] پردوں سے آفتاب طلوع ہو رہا ہو۔

چہرہ تھا ایسے خون کی حدت سے شعلہ دوش
سورج کا جیسے پھول اِک طشتِ سحر میں ہو

آپ کے جسمِ نازنیں پر جب دشمنوں کے تیر آکر لگتے ہیں تو آپ اس طرح نکال کر پھینک دیتے ہیں جیسے کوئی کانٹا چبھ گیا ہو۔ محبوب جھروکوں سے جھانک جھانک کر عاشق کا دل بڑھا رہا ہو تو پھر احساسِ اذیت کہاں۔ لذتِ وصالِ محبوب ہو تو تکلیف کی شدّت کیسی یہی تو شہیدوں کا اعزاز ہوتا ہے۔ یہی تو عشق کی شان ہے کہ حسن کو بے نقاب دیکھ کر ہاتھوں پہ چھریاں چل جائیں۔ اور انگلیوں کے کٹ جانے کا پتہ نہ چل سکے۔

امام مظلوم کے جسمِ انور پر تیروں کے کئی زخم آچکے ہیں مگر ذوالفقارِ حیدری قوتِ خیبر شکن کا لوہا منوا رہی ہے۔ دشمن لومڑیوں کی طرح آگے پیچھے چھپتے ہیں مگر ذوالفقارِ علی تو اُن پر قہرِ خداوندی اور غضبِ الٰہی بن کر برس رہی ہے۔ رعد کی طرح کڑکتی ہے اور برق کی طرح جسموں سے پار ہوتی جاتی ہے۔ کسی کا سر نہیں تو کسی کا دھڑ نہیں۔ کسی کا بازو نہیں اور کسی کی پنڈلی نہیں۔

بجلی سی جو گر کر وہ صفِ جنگ سے نکلی ... فریاد کی آواز دلِ سنگ سے نکلی
اسوار کے سر پر جو پڑی تنگ سے نکلی ... سینے میں اُتر آئی عجب رنگ سے نکلی

چھوڑا جسے مقتل میں لہو چاٹ کے چھوڑا
پایا جسے اس تیغ نے سر کاٹ کے چھوڑا

سر اُڑ رہے تھے چلتی تھی سن سے جو ذوالفقار ... چلتے تھے وار تیغ دو پیکر کے بار بار
ڈھالوں کو روکتے تھے جو مردودِ نابکار ... بجلی کی طرح کوندتی تھی تیغِ شعلہ بار

مرتے تھے ڈر سے ڈوب کے ناریٔ فرات میں
غل تھا کہ آگ لگ گئی کشتِ حیات میں

بازو کسی کا تن سے جدا تھا کسی کا سر | دو تھا بشکل کوئی گردن سے تا کمر
کوئی تڑپ رہا تھا ادھر اور کوئی اُدھر | نازل تھا اُن پہ قہرِ خدا لئے بزرگ تر

آفت کی تیغ تھی تو قیامت کا ہاتھ تھا
گویا کہ عزرائیل چھری لئے ساتھ تھا (انیس)

رتیلو چل رہے ہیں، تلواریں برس رہی ہیں، نیزے ٹکرا رہے ہیں۔ حیدر کا شیر کبھی نعرۂ تکبیر لگاتا ہے اور کبھی نعرۂ حیدری لگا کر رجز پڑھتا ہوا مجاہدانہ شان سے دشمنوں کی صفوں کی صفوں کو اُلٹ رہا ہے۔ تیغِ امام چل رہی ہے دشمن جہنم میں جا رہے ہیں۔ عمرو سعد برابر اپنے سپاہیوں کو غیرت دلاتا جا رہا ہے۔ سپاہِ یزید بڑھ بڑھ کر حملے کر رہی ہے۔ محمدؐ کا نواسہ تین دن کا پیاسا اپنے فرضِ منصبی کو پورا کر رہا ہے۔ ذوالفقارِ حیدری کی عصمت کا بھی تحفظ ہو رہا ہے اور فرائضِ ذبحِ عظیم کی تکمیل کا بھی وقت قریب آتا جاتا ہے۔ کربلا کے دولہا کے رُخِ منور کی تابانیوں سے ریت کے ذرے اس طرح چمک رہے ہیں جیسے آفتاب زمین پہ اُتر آیا ہو۔

ضَو تھی یہ روئے حسین دسہاتِ آب کی
ذرّوں سے جھپکی جاتی تھی آنکھ آفتاب کی! (تعشق)

عارض کی ضَو سے دیدۂ انجم جھپک گئے
نکلا جو آفتاب تو ذرّے چمک گئے (انیس)

امام مظلوم کے جسمِ اَنور پہ تیروں، تلواروں، نیزوں اور برچھیوں کے بے شمار زخم آچکے ہیں۔ زخموں سے خون بہہ بہہ کر فاطمہ کے لال کا لباس سُرخ ہو چکا ہے۔ تصویرِ مصطفیٰ کے ساتھ ساتھ قبائے مصطفیٰ بھی تار تار ہو چکی ہے۔

بے چین روحِ سیّدِ لولاک ہو گئی
تیغوں سے مصطفیٰ کی قبا چاک ہو گئی

گھوڑے کی زین بھی خونِ حسینؑ سے تر ہو چکی ہے اور گھوڑا بھی گردن سے لے کر پاؤں تک تیروں تلواروں سے چھلنی ہو چکا ہے۔ مگر شبیرؑ کا مرکب تھا پیکرِ استقامت بن کر سوار کا ساتھ نبھا رہا تھا۔ صابروں کے امام کی سواری بھی صبر و شکر کا کامل نمونہ پیش کر رہی تھی۔

marfat.com

امام مظلوم کے جسمِ انور سے خون بہت زیادہ نکل چکا ہے۔ نقاہتِ جسمانی لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جاتی ہے مگر قوتِ عزم و اعتماد اور ایمان و یقین پورے جاہ و جلال کے ساتھ مصروفِ کارزار ہے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم صبح سے میدانِ کربلا میں تشریف لائے ہوئے ہیں اور امام عالی مقام کے ساتھیوں کا مقدس خون ایک شیشے میں جمع فرماتے جا رہے ہیں۔ تاجدارِ انبیاء کا نورانی جسم گرد و غبار سے اٹا پڑا ہے۔ دستارِ اقدس پر ریت کی تہیں جمی ہوئی ہیں۔ ریشِ مبارک کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلودہ ہو چکے ہیں۔

امام الانبیاء صبح سے نواسے کا امتحان ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ خون کا شیشہ ہاتھوں میں پکڑا ہوا ہے اور نواسے کے مقدس خون کا انتظار ہے اور اب یہ انتظار ختم ہونے والا ہے۔ کربلا کے دولہے کے لئے جنت سنواری جا چکی ہے۔ حوریں صف بہ صف فاطمہ کے لال کے استقبال کے لئے ایستادہ ہو چکی ہیں۔ چشمۂ کوثر تین دن کے پیاسے کے لئے بار بار جوش میں آکر کناروں کے اوپر سے بہہ نکلتا ہے۔ جبریل ہاتھوں میں ذبحِ عظیم کی سند لئے بڑی شدت سے انتظار کر رہا ہے کہ وارث ذبحِ عظیم آجائے تو یہ تحفہ پیشِ خدمت کروں۔ تمام ملائکہ صف بہ صف محمدِ عربی کے نواسے کا انتظار کر رہے ہیں۔

کہ ایک مردود ملعون کا تیر آکر امام مظلوم کے حلق میں پیوست ہو جاتا ہے۔ حلقومِ حسین سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ آپ نے دستِ اقدس آگے بڑھا دیئے اور خون کو چلوؤں میں لیکر آسمان کی طرف اچھال دیا۔ امینِ صادق پورے خلوص کے ساتھ اپنی جان کی امانت بھی بارگاہِ خداوندِ قدوس میں پیش کر رہا ہے۔ نانا جان نے بھی اپنے عظیم ذبیحے کا خون شیشے میں ڈال لیا اور اب نواسے کے آخری سجدہ کا انتظار ہے۔

خونِ امام آسمان کی طرف اچھلا تو فرشتوں نے اٹھا کر افق پر پھینک دیا۔ اور پھر وہ خونِ مقدس افق سے شفق بن کر ابھر آیا جو قیامت تک شفق کی سرخی بن کر نمودار ہوتا رہیگا اور محمدِ عربی کے نواسے کے بیگناہ قتل کی گواہی دیتا رہے گا۔

جد توں سید مظلوم شہید ہویا شفق صبح دی اودن توں رتی ہو گئی
گلستانِ محمد دیاں غنچیاں نے نہیری اوہ چلی پتی پتی ہو گئی!
گرم اکبر جوان دا خون ڈلیا۔ ریت کربلا دی ہو رتی ہو گئی
ایدھر زہرا دا بجھیا چراغ صابرؔ ادھر گل سی کفر دی بتی ہو گئی (صابر چشتی)

آپ کو اس دردناک حالت میں دیکھا تو شمر نے خیموں کو لوٹنے کا اعلان کر دیا۔ امام مظلوم

marfat.com

نے فرمایا ظالمو! بے غیرتی کی یہ انتہا تو نہ کرو۔ ناموس مصطفےٰ کو بھی لوٹنا چاہتے ہو! وہ پھر وہ رُک گئے۔ امام مظلوم کے حلق کا خون منہ کے راستے بھی جاری ہے اور اسی حالت میں زرعہ بن شریک ملعون و مردود نے آپ کے بائیں شانے پر تلوار چلا دی۔ امام مظلوم کا بایاں بازو لٹک رہا تھا اور دائیں ہاتھ میں تلوار تھامی ہوئی تھی کہ سنان بن انس مردود و ملعون نے آپ کے سینۂ اقدس پر نیزے کا وار کر دیا اور نیزہ سینہ کے پار ہو گیا۔ امام مظلوم حق جہاد ادا کر چکے ہیں سارا جسم ماہِ انور سے بدل کر گلاب کا پھول بن چکا ہے۔

دیدارِ الٰہی کا وقت قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا ہے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیثور نواسے کو بارگاہِ خداوندی میں پیش کرنے والے ہیں۔ وصال کی گھڑیاں اور بھی قریب آجاتی ہیں سنان بن انس حرامی نے سینہ منور میں گھبا ہوا نیزہ کھینچا تو قرآن رحلِ زین سے نیچے گر پڑا۔ فاطمہ کا لال گرم گرم ریت میں رل گیا حالہ یہ ہے کہ

تیغوں سے بند بند جدا تھا جناب کا!
شیرازہ کھل گیا تھا خدا کی کتاب کا

جناب زینب نے بھائی کو گھوڑے سے گرتے دیکھا تو بیتاب ہو کر خیموں سے نکل آئیں آپ فریاد پر فریاد کرتی اور دوڑتی ہوئی مظلوم برادر کی طرف آ رہی تھیں

دیکھا تو جان اہلِ حرم کی نکل گئی
غم کی چھری کلیجۂ زینب پہ چل گئی
چہرے کا رنگ اڑ گیا صورت بدل گئی
امڈا تھا دل کہ اشکوں کی ندی ابل گئی
چلائیں یا رسول، بلاؤں کو رد کرو
یا شیرِ کردگار پسر کی ـــــــ مدد کرو
(میر مونس)

امام مظلوم گھوڑے سے گرے تو گرتی ہوئی انسانیت سنبھل گئی۔ فاطمہ کا لال خون میں ڈوب گیا تو اسلام کی ڈوبتی ہوئی کشتی کنارے پر پہنچ گئی۔ امام مظلوم کیا گرے کفر کی دیواروں کو لرزہ آگیا۔ جبر و تشدد کے محلات پر لرزہ طاری ہو گیا۔ خونِ حسینؑ کی سرخ لکیر نے حق و باطل کی حدوں میں امتیاز کر دیا۔

ے

رلیاں ریت وِچ بوٹیاں پیر دیاں پر نہیں حق دِچ باطل رلاؤن دِتا
نانے پاک دی پاک دستار اُتّے ماسہ داغ حسینؑ نہیں آون دِتا
رُخ امت دا نانے دی شرع ولوں ذرا جتناں شبیر نہیں بھون دِتا
مرکزِ عشق دی لاش دے ہوئے ٹکڑے صائمؔ مرکز نہیں ٹکڑے بناؤن دِتا
(صائم چشتی)

marfat.com

قرآن ناطق گرا پڑا ہے اور شمر نے گردن پہ پاؤں رکھا ہوا ہے۔ سنان بن انس شور مچا رہا ہے کہ اس کا سر کاٹ دو۔ امام عالی مقام اُٹھا ہونے کے لئے زور لگا رہے ہیں۔ آخری سجدہ کرنے کے لئے آخری قوت صَرف کر رہے ہیں۔ آپ نے کہا شمر میری گردن سے پاؤں اُٹھا لے تاکہ میں اپنے رب کے حضور میں آخری سجدہ کر لوں اور پھر آپ نے اس حالت میں بھی زورِ یداللّٰہی سے اپنا رُخ بدل کر سرِ نیاز بارگاہِ خداوندی میں رکھ دیا۔

اسلام کے دامن میں بس اس کے سوا کیا ہے

اِک ضربِ یداللّٰہی، اِک سجدۂ شبیری

یہی سجدۂ نیاز تھا جس نے انسان کو کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ کا تاج پہنا کر فرشتوں سے اشرف اور تمام مخلوقات سے ممتاز کر دیا۔ شمر گردن پہ خنجر پھیر رہا ہے اور سجدۂ محبت ادا ہو رہا ہے اور ملائکہ کی صفیں کربلا کے شہنشاہ کو سلامی پیش کر رہی ہیں۔ پھر سنان بن انس نے اس سرِ انور کو جسمِ مقدس سے جُدا کر دیا جسے رسولوں کے سردار بوسے دیا کرتے تھے۔ فاطمہ کا لال اپنے امتحان میں پوری کامیابی کے ساتھ پاس ہو کر بارگاہِ ربِ جلیل میں پہنچ گیا۔ وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ جدّہ الکریم وعلیہ واصحابہ وانصارہ وابنائہ واخوانہ وازواجہ واھل بیتہ وعترتہ وبناتہ۔ اُدھر جناب سکینہ فریاد کر رہی تھیں:

میرے بابا کو کوئی ذبح کئے جاتا ہے

کاکلیں پکڑے سرِ پاک لئے جاتا ہے

یزید کے خونخوار کتوں نے شبیر علیہ السّلام کا سر کیا قلم کیا پوری انسانیت کا سر قلم کر دیا۔ حق و انصاف کا سر قلم کر دیا۔ عدل و انصاف کا سر قلم کر دیا اور پھر آپ کے کٹے ہوئے سرِ اقدس کو نیزے پہ چڑھا کر بلند کر دیا۔

مؤرخ لکھتے ہیں کہ اسلام میں یہ پہلا سر تھا جسے نیزوں پہ بلند کیا گیا۔ یہ بحث تو اس کتاب کے دوسرے حصّہ میں ہوگی کہ آپ کا سر کاٹ کر نیزوں پہ بلند کرنے والے مسلمان رہ بھی گئے تھے یا کافروں سے بھی بدتر تھے۔

البتہ اس بات کو قلم انداز نہیں کیا جا سکتا کہ امام عالی مقام کا سرِ اقدس جسم سے علیحدہ ہو کر بھی سربلند و سرفراز ہی رہا۔

اور اس سرفرازی کا اظہار بھی دشمنانِ دین اور ظالموں کے ہاتھوں سے ہوا۔ جنہوں

marfat.com

نے اس سرِ اقدس کو جسم سے علیحدہ کیا تھا۔

سرِ شبیر نے نیزے پر بلند ہو کر یہ حقیقت دنیا والوں پر پورے طور پر ظاہر کر دی کہ حق ہمیشہ سر بلند رہتا ہے۔ صداقت کو ہمیشہ سرفرازی نصیب ہوتی ہے جو زبان سے اقرار نہیں کرتے وہ عملی طور پر دنیا کے سامنے حسین علیہ السلام کی سربلندی کا اظہار کر رہے تھے۔ سرفرازی تو نواسۂ رسول کی ملکیت تھی۔

پھر یزیدیوں نے راکب دوشِ رسول کے لاشۂ اقدس پر گھوڑے دوڑانے شروع کر دیئے۔ لعنت ہو خدا کی اور فرشتوں کی اُن ملعونوں پر۔

marfat.com

خیمے جلا دیئے

جس نے بچایا خلق کو دوزخ کی آگ سے
افسوس اُس کی آل کے خیمے بھی جل گئے (صائم چشتی)

اِدھر گلستانِ فاطمہ کا ایک ایک پھول بکھر چکا ہے اور اُدھر یزیدیئے جشن فتح منا رہے ہیں آفتاب کی تمازت بھی کم ہوتی جا رہی ہے اور شام غریباں بھی نزدیک آتی جا رہی ہے۔ آگ برسانے والی دھوپ بھی غم حسینؑ میں افسردہ ہو کر زرد ہو چکی ہے۔

آتش جو دھوپ کی تھی وہ افسردہ ہو گئی
لاشوں کا بوجھ تھا کہ زمیں مُردہ ہو گئی (میر مونس)

جنابِ زینب بھائی کی لاش کو کپڑے سے ڈھانپ کر خیموں میں واپس آ گئیں۔ ازواجِ حسینؑ کا جو حال ہوا وہ بیان سے باہر ہے۔ جن کا سُہاگ اُجڑ جائے، جن کی تمناؤں کا خون ہو جائے جن کے بیٹے خاک کی ڈھیری بن جائیں، جن کے شیرخواروں کے جھولے خالی ہو جائیں، جن کی ہری بھری گود خالی ہو جائے، جن کے سر کی ردا چھن جائے اُن کا درد کون بیان کر سکتا ہے۔ جن کی حُرمت کا محافظ چلا جائے، جن کے سر کا دوپٹہ اُتر جائے اُن کا حال کیسے لکھا جا سکتا ہے۔

عصر کا وقت ہو چکا ہے۔ کوفیوں کے چند لٹیرے شمر کی معیت میں آگے بڑھے تمام اہل بیت کو ایک خیمہ میں جمع کر کے باقی خیموں کو آگ لگا دی۔ آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے اور آلِ رسولؐ کے دل ڈوب رہے تھے۔ شیطان کے ساتھی مالِ غنیمت اکٹھا کرنے میں مصروف تھے۔ وہ اس ارادے سے آئے تھے کہ شبیرؑ کے گھر سے بہت مال ملے گا۔ مگر وہاں تو اللہ کا نام تھا۔ فاطمہ کے بیٹے سے دُنیا دی مال ومنال کیا ملتا۔ مایوس ہوئے تو کپڑے ہی اکٹھا کرنے شروع کر دیئے۔ جناب سکینہ کے کانوں کی بالیاں کھینچنے لگے۔ بچی نے احتجاج کیا تو تھپڑ لگا دیا۔

اس سے بڑھ کر ظلم وستم کی داستان اور کیا ہو گی۔ کتنے بے حیا تھے وہ ہاتھ جو

marfat.com

حسینؑ کی بچی پر اُٹھے۔ کتنے بے غیرت تھے وہ ہاتھ جو علی کی پوتی پر اُٹھے۔ کتنا سنگدل اور ملعون تھا وہ شخص جس کا طمانچہ رُخِ سکینہ پر پڑا۔

جس ہاتھ سے تھپٹر پڑا وہ ہاتھ بدکردار تھا
عارض سکینہ کے ننھے تاریخ کا رخسار تھا

اب ایک بیمار کی باری تھی۔ بے ہوش زین العابدین کو شمر نے پورے زور سے گھسیٹا کہ بیمار نے آنکھیں کھول دیں۔ سر پہ ظالموں کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ ان خیموں کا محافظ بھی شہید ہو چکا ہے۔ شمر نے ساتھیوں کو کہا کہ اس کا سر بھی قلم کر دو جناب سجاد سنبھل کر اُٹھنے لگے تو علی کی بیٹی کو جلال آ گیا۔ جناب زینب نے غضب میں آ کر فرمایا۔ بے غیرت انسانو! کچھ تو شرم کرو۔ اب بیمار کو بھی قتل کر دو گے۔ آؤ پہلے ہمیں قتل کر لو۔ پھر اسے بھی قتل کر لینا۔ بات یہیں تک پہنچی تھی کہ عمرو سعد بھی آ گیا۔ اُس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اب لوٹ کھسوٹ ختم کر کے یہاں سے چلے جاؤ اور بیمار کو قتل نہ کرو۔

اہل بیت ایک ہی خیمے میں پڑے ہوئے اپنی حالتِ زار پر رو رہے ہیں کہ شام کا وقت ہو جاتا ہے اور پھر نمازِ مغرب کی ادائیگی میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

marfat.com

شامِ غریباں

اب شامِ غریباں آتی ہے درد و الم میں ڈوبی ہوئی شام، خونِ شہیداں میں لت پت شام، افسردہ اور نڈھال شام، لٹی پٹی اور کٹی پھٹی شام، تڑپتی اور بھڑکتی شام، اندھی اندھ کالی شام، غمگین اور المناک شام، گھٹی گھٹی چیخوں والی شام، دبی دبی آہوں والی شام، خون کے آنسو برساتی شام، جاں سوز و دلدوز شام، سوز و گداز میں لپٹی ہوئی شام، فریاد کرتی ہوئی شام، نوحے سناتی ہوئی شام، مرثیے پڑھتی ہوئی شام، سنسان اور ویران شام، حیران و پریشان شام۔

شام کالی شام، اندھی شام، خوف انگیز شام
بے ضیا، بے نور، وحشتناک، عبرت خیز شام
شام خونی شام، سونی شام، ظلمت بار شام
خونچکاں، خونریز، خوں انگیز اور خونخوار شام
قہر آگیں، ماتمی، غمگیں، بلا اندوز شام
پُرالم، پُردرد، پُرغم، پُرنم و پُرسوز شام
ڈوبتے سورج کی قاشِ گرم سے لپٹی ہوئی
یومِ عاشورہ کی لاشِ گرم سے لپٹی ہوئی (سیماب)

یزیدی اپنے مُرداروں کو دفن کرنے کے بعد اپنے پڑاؤ میں شامِ فتح منا رہے ہیں اور خاندانِ رسول کی لٹی پٹی شہزادیاں ایک بیمار کے سرہانے بیٹھی ہوئی اپنی حالت پہ رو رہی ہیں۔ پیاسوں کو چوتھی رات ہو گئی اور اب تو بھوک پیاس کا احساس ہی ختم ہو چکا ہے۔ کہتے ہیں کہ غم کے وقت بھوک زیادہ لگتی ہے مگر غم کی بھی تو کوئی حد ہوتی ہے۔ صبحِ عاشورہ آئی تھی تو ان پاکدامنوں کے ساتھ کتنے لوگ تسلیاں دینے والے تھے۔ مگر اب تو ایک بھی نہیں، کون سہارا دیتا، کربلا کے وحشتناک جنگل میں کون تسلی دینے آتا۔ اپنا وطن ہو، اپنا شہر ہو، اپنا گھر ہوتا تو کچھ ڈھارس بھی بندھتی۔ مگر یہاں تو نہ وطن اپنا ہے نہ شہر اپنا اور نہ گھر اپنا۔ گھر سے کوئی باہر گیا ہو تو اُس کے انتظار میں ہی وقت گزر جاتا ہے۔ مگر یہاں کون آتا، کس کا انتظار کیا جاتا۔ علی اکبر؟ اُن کا خون میں ڈوبا ہوا لاشہ تو گرم ریت کے نیچے دفن ہے۔

عباس علمدار کا؟ ناموسِ محمد کے پہرہ دار کا؟ پہرہ دار کی تو لاش کے بھی کئی ٹکڑے ہو چکے ہیں۔ اُس کے بازو الگ کٹے پڑے ہیں۔ سر الگ کٹا پڑا ہے، مشک الگ چھدی پڑی ہے۔

marfat.com

پھر کس کے انتظار میں وقت کٹتا، کس کا راستہ دیکھا جاتا، قاسم کا ؟ وہ تو علی اکبر کے پہلو میں تیروں تلواروں سے چھلنی ہو کر دفن ہو چکا ہے۔ انہیں کسی کا بھی انتظار نہیں اور نہ ہی کسی نے آنا تھا۔ ہاشمی شہزادے سوئے پڑے تھے۔ جناب عبدالمطلب کے چھوٹے بڑے اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔ جنابِ ابوطالب کی ساری اولاد کٹ چکی تھی۔ کربلا میں جتنے ہاشمی شہید ہوئے وہ سب جناب ابوطالب کی اولاد تھی۔ اور اُس متقدس اولاد کے ٹوٹے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے پھر سیّد زادیوں کا حال کون پوچھتا۔ اُن کے غم کی کہانی کون سُنتا، اُن کا دل کون بہلاتا۔ وہ کس کو دیکھ کر غم غلط کر لیتیں ـــــ عون و محمدؐ کو ؟ مگر وہ تو ماں کی فرمانبرداری کا حق ادا کر کے ریت کے نیچے دبے پڑے تھے۔ علی اصغر کو ؟ وہ تو کوثر کے چشمہ پہ پانی پینے گیا ہوا ہے۔ کوئی نہیں ! خدا کے سوا کوئی نہیں جو اس لُٹے پُٹے خانماں برباد وں کا حال پوچھتا۔ ان کے سامنے تو ایک اور امتحان کھڑا تھا۔ اُنہیں شہیدوں کی لاشوں کا پہرہ دینا تھا۔ ان کی زندگی کا سہارا، ان کی تمناؤں کا مرکز، ان کے دُکھوں دردوں کا مداوا حسینؑ بھی نانا جان کے حضورؐ میں پہنچ چکا ہے۔ اُس کا چہرہ ہی سامنے ہوتا تو زیارت سے کچھ قرار آجاتا مگر سر تو کوفیوں کے پاس تھا۔ اس المناک شام سے بڑھ کر نہ کوئی شام دُنیا میں آئی ہے اور نہ آئے گی۔ ہُو کا عالم اور غضب کا سناٹا ہے۔ کانوں میں شائیں شائیں کی آواز ایسے آتی ہے جیسے ریت کے ذرّات رو رہے ہوں، جیسے زمین فریاد کر رہی ہو۔

آہ ! وہ جاں سوز منظر الاماں وَالحذر	بے سر و مجروح لاشیں شُعلہ افشاں ریت پر
کوئی ان پر ماتمی تھا اور نہ کوئی نَوحہ خواں	صرف تنہائی مجاور، بے کسی تھی پاسباں
ریت کے ذرّوں سے اِک فریاد نکلی ناگہاں	نَوحہ گستر، نَوحہ زن، نَوحہ طراز و نَوحہ خواں

آہ ! اس جنگل میں مہمانِ حجازی لُٹ گیا
شام کے میدان میں مکّے کا غازی لُٹ گیا

رات سر پر آگئی ہے، بیمار کراہ رہا ہے، بی بی سکینہ فریاد کر کر کے اس طرح خاموش ہو چکی ہیں جیسے موت کی آغوش میں پہنچ چکی ہوں۔ ساری پاکدامنیں رو رو کر اپنے دامن تر کر رہی ہیں۔ نیند کس کو آنا تھی بس جیسے بھی کٹتی رات کاٹنا تھی مگر رات تو کٹ ہی نہیں رہی تھی۔ جیسے جیسے گذر رہی تھی طویل ہوتی جا رہی تھی۔ جناب زینبؑ کئی بار جا کر بھائی کا بغیر سر کے لاشہ چوم آتی ہیں۔ کبھی خیمے میں آکر بیمار کو دیکھ لیتی ہیں اور کبھی بھائی کے لاشہ اقدس پہ پہنچ جاتی ہیں۔ رات آدھی سے ڈھل

marfat.com

چکی ہے ۔ چاند شہیدوں کی لاشوں کے چاند جیسے ٹکڑوں پر اپنی کرنیں نچھاور کر رہا ہے۔
جناب زینبؑ نے دیکھا کہ ذرا دُور ہٹ کر دو سائے سے نظر آتے ہیں۔ آپ نے وہیں سے آواز دی آگے نہ آنا ایک پردہ نشین اپنے بھائی کی لاش پر پہرہ دے رہی ہے
آواز آئی، بیٹی! ہم غیر نہیں ہیں۔

ہم بھی تیرا پہرہ ہی دیکھنے آئے ہیں۔ جناب زینب نے پہچان لیا کہ یہ تو میرے بابا علی کی آواز ہے۔ تسلی کرنے کے لئے دوبارہ آواز دی۔ آپ کون ہیں بابا! پہلے بتا دو پھر آگے بڑھنا۔ آواز آئی بیٹی ہم آگے نہیں آئیں گے۔ میری غمزدہ بیٹی صبر کرو۔ میں تیرا باپ علی ہوں اور یہ تیری ماں فاطمہ بنتِ رسولؐ ہیں۔ ہم تمہارا پہرہ دیکھنے کے لئے ہی آئے ہیں۔ جنابِ زینب نے بیقرار ہو کر آواز دی۔

امّی جان! آواز آئی۔ جی بیٹی! ماں قربان کیا بات ہے۔

امّی جان آپ رُک کیوں گئے۔ آگے آ کر میرے نازوں کے پالے کا لاشہ تو دیکھ لو۔ مجھے دلاسہ تو دے جاؤ۔

آواز آئی۔ بیٹی میں آگے نہیں آسکتی۔

جنابِ زینب نے پھر آواز دی ابا جان۔ آواز آئی۔ ہاں بیٹی! میں موجود ہوں۔
عرض کی ابا جان آپ صبح کیوں نہیں آئے۔ جب آپ کا گھر لُٹ رہا تھا اُس وقت آپ کہاں تھے آپ اُس وقت کیوں نہیں آئے جب اصغر نے تیر کھا کر دم توڑا تھا۔ جب علی اکبر کی لاش کو اُٹھاتے وقت میرے بھائی کی کمر دوہری ہو رہی تھی۔ جب قاسم کی جوانی ٹوٹی گئی۔ جب عباس کے بازو قلم کئے گئے۔ جب عون و محمد کو قصابوں نے ذبح کیا۔ جب پسران عقیل و جعفر شہید ہوئے۔ بابا آپ کو اُس وقت آنا تھا جب تیرے حسینؑ کا تیروں اور تلواروں سے سینہ چھلنی ہوا تھا۔ بابا آپ اُس وقت کیوں نہ آئے جب میرے بھائی کے گلے میں تیر پھنسا ہوا تھا میرے بابا میں تو اُس وقت بھی آپ کی دُہائی دیتی رہی۔ اَلمدد اَلمدد ابا جان پکارتی رہی ہوں۔ میرے اچھے ابا جان آپ کو اُس وقت آنا چاہیئے تھا۔ جب تیرے حسینؑ نے شمر کے پاؤں تلے دبی ہوئی گردن کو موڑ کر آخری سجدہ کیا تھا۔

میرے بابا ہم لُٹ گئے ہیں تو آپ آئے ہیں۔ آپکا باغ اُجڑ گیا ہے تو آپ آئے ہیں۔ ہماری ردائیں چھن گئی ہیں تو آپ آئے ہیں۔ آپکی بہوؤں کا سُہاگ اُجڑ گیا ہے تو آپ آئے ہیں

marfat.com

سکینہ یتیم ہو گئی ہے تو آپ آ گئے ہیں۔ اور پھر حضرتِ زینب کا حلق سوکھ کر کانٹا ہو گیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ بیٹی ہم اُس وقت بھی آئے تھے۔ تمہاری امّی بھی ساتھ تھیں اور تمہارے نانا بھی ساتھ تھے۔ ہم نے تمہارا پورا امتحان اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے تمہارے نانا حضورؐ شہیدوں کے خون کو بوتل میں جمع کرتے رہے ہیں۔ گھوڑوں کی ٹاپوں سے اُڑنے والی دھول سے تمہارے نانا کی زلفیں اَٹ گئی تھیں۔ بیٹا ہم نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ میرے بیٹے حسینؑ نے ویسا ہی امتحان دیا ہے۔ جیسا اُن کے نانا حضورؐ کی خواہش تھی۔ بیٹی تم نے اپنا حق پورا پورا ادا کر دیا ہے۔ تم سب نے مجھے اور بنتِ رسول کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں سرخرو کر دیا۔ تمہاری امّی تمہاری قربانیوں سے پورے طور پر مطمئن ہیں۔ تیرا بھائی، بھتیجے اور اُن کے تمام ساتھی ہمارے پاس پہنچ چکے ہیں۔ وہ سب بھی خوش ہیں۔ اُن کا امتحان بہت سخت تھا وہ بہت تھکے ہوئے تھے، سخت پیاسے تھے اس لئے اب جنت میں آرام کر رہے ہیں۔ بیٹی ابھی تمہارے صبر کا امتحان باقی ہے۔ تم بنتِ رسول کے دودھ کی اب بھی لاج رکھو گی۔ صابر و شاکر بن کر رہنا میری بیٹی۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ خدا حافظ اور پھر آواز آنا بند ہو گئی۔ جناب زینب کے دل کو کافی اطمینان حاصل ہو گیا تھا۔ اور پھر باقی رات بھی گذر گئی۔

marfat.com

اسیرانِ اہلبیت کوفہ میں

صبح ہوئی تو فوجِ یزید نے اہل بیتِ مصطفےٰ کو پابندِ سلاسل کر لیا۔ عابد بیمار کو باوجود اُن کی نقاہت و کمزوری اور شدّت کے بخار کے زنجیریں پہنا دی گئیں۔ اسیرانِ آلِ رسُول جب شہیدوں کی لاشوں کے قریب سے گذرے تو فریاد و فغاں اور آہ و بکا کا وہ شور رہا کہ زمین و آسمان لوزکر رہ گئے۔ جناب زینب سلام اللہ علیہا نے مدینہ منوّرہ کی طرف رُخ کر کے اس طرح فریاد کی کہ سننے والوں کے سینے چاک ہو گئے۔ آپ اپنے نانا جان کو یُوں صدا یہ صدا دے رہی تھیں۔ وا محمد آہ یا رسول اللہ

یا رسُول اللہ اپنے حسینؑ کو دیکھیں اس کا کیا حال ہو گیا ہے۔ نانا جان آپ کی پُشت کا سوار ریگستان میں کٹا ہوا پڑا ہے۔ تیرا حسینؑ خاک و خوُن میں لتھڑا پڑا ہے۔

آہ! یا رسُول اللہ۔ سلام ہو یا محمدؐ...... دیکھیں آپ کے حسینؑ کا تمام بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا ہے۔ تیری بیٹیاں قیدی بن چکی ہیں۔ ہوا اُن پر مٹی پھینک رہی ہے۔

سانوں پتہ کی ویر دی لاش جب دم پھڑکے تو دی اے بھین تے کی ہندا
دردمنداں دے دِلاں نُوں پچھ جا کے چھم چھم برسن جے نین تے کی ہندا
پچھو عابد نوں اکھاں دے سامنے جے کڑیاں پھوپھی نوں بین تے کی ہندا
پچھو زہرا نوں خنجر دی دھار تھلّے جدوں تڑفے حسینؑ تے کی ہندا

شمر اور عمرو سعد وغیرہ نے چند لوگوں کو اسیروں کے قافلہ کے ساتھ روانہ کر دیا۔ خولی ملعون امام عالی مقام کا سرِ اقدس نیزے پر چڑھا کر قافلہ کے آگے آگے جا رہا ہے۔ امام عالی مقام کا سرِ انور جسم سے علیحدہ ہو کر بھی اپنی اہل بیت کو دیکھتا جا رہا ہے۔

کملی والے دی سب آل کربل دے وچ لکھیاں ازلی تحریراں دے کم آ گئی
مٹی کربل دی خاک شفا بن گئی جدوں روشن ضمیراں دے کم آ گئی
شام وّلے سی ٹریا جدوں قافلہ اگے اگے سی سیّد دا سر جا رہیا
اپنے پردار قیدی نوں ویہندا رہیا اوہدی راکھی اسیراں دے کم آ گئی

marfat.com

راستے میں ایک شخص ملا جو سورۂ کہف کی تلاوت کر رہا تھا ۔ جب اُس نے یہ آیت پڑھی ۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَهْفِ وَالرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ۔

کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کے غار اور جنگل کے کنارے والے ہماری نشانیوں میں ایک عجیب نشانی تھے ۔

سرِ اقدس سے آواز آئی :-

یَا تَالِیَ الْقُرْاٰنِ اَعْجَبُ مِنْ قِصَّةِ اَصْحٰبِ الْکَهْفِ قَتْلِیْ وَحَمْلِیْ ۔

اے قرآن پڑھنے والے مجھے قتل کرنا اور نیزے پر چڑھا کر شہر پھرنا اصحاب کہف کے قصہ سے بھی زیادہ عجیب ہے ۔

منزل بہ منزل اسیرانِ مدینہ کا قافلہ کوفے کی طرف بڑھ رہا ہے ۔ آگے چل کر خولی ملعون نے ساتھیوں کو قافلہ کے ساتھ چھوڑ کر اپنی سواری کو تیز کر لیا ۔ وہ جلد از جلد سرِ امام کو ابنِ زیاد کے دربار میں پیش کر کے انعام حاصل کرنا چاہتا تھا ۔

خولی اُجڑ گیا:- وہ جب کوفہ میں داخل ہوا تو اُس وقت رات ہو گئی تھی ، اس لئے وہ بجائے ابنِ زیاد کو ملنے کے اپنے گھر میں آ گیا ۔ سرِ مبارک اب اُس نے نیزے سے اُتار لیا تھا اور کپڑے میں باندھ رکھا تھا ۔ اپنے گھر گیا تو اُس کی بیوی نے پوچھا کیا لائے ہو ۔ بدبخت کہنے لگا میں نے بہت بڑا کام کیا ہے ۔ میں حسینؑ کا سر کاٹ کر لایا ہوں ۔ جس کا حکومت کی طرف سے اس قدر زیادہ انعام ملے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گی ۔ اُس کی بیوی کا نام نوار تھا ۔ جب اُس نے سُنا تو رونے لگی ۔ وہ روتی بھی جا رہی تھی اور غصہ سے آگ بگولا ہو کر خولی ملعون کو بُرا بھلا بھی کہے جا رہی تھی ۔ وہ کہہ رہی تھی " خدا تجھے غارت کر دے تُو نے جنّت کے جوانوں کا سر کاٹا ہے خُدا تجھے آگ میں جلائے تُو نے فاطمہ کے لال کا سر کاٹا ہے ۔ تُو ہمیشہ آگ میں جلتا رہے گا ۔ تیرا گھر برباد ہو جائے گا ۔ خولی کا خیال تھا انعام کا سُن کر بیوی بہت خوش ہو گی ۔ مگر خونِ حسینؑ کا انتقام شروع ہو چکا تھا ۔ جس گھر کو آباد کرنے کے لئے خولی بدبخت نے وحشت و بربریت کی انتہا کر دی وہ گھر برباد ہو رہا تھا ۔ نیک بخت بی بی نے سرِ اقدس کو پاکیزہ کپڑوں میں لپیٹا ، خوشبو لگائی اور سامنے رکھ کر رونا شروع کر دیا ۔ رات کا کافی حصہ روتی رہی تو اُس پر نیند کا غلبہ طاری ہوا ۔ پھر ایک دم آنکھ کھل گئی تو گھر میں نور کی بارش ہو رہی ہے ۔ ان انوار کی چادروں میں لپٹی ہوئی چار عورتیں کھڑی ہیں جیسے جنّت کی حوریں اُتر آئی ہیں ۔ وہ سرِ اقدس کو باری باری ہاتھوں میں لیکر کبھی

marfat.com

چومتی ہیں اور کبھی سینے سے لگاتی ہیں۔

خولی کی بیوی نے بیتاب ہو کر پوچھا حضرت آپ کون ہیں۔ اُن میں سے ایک بی بی نے جواب دیا۔ "بیٹی تم نے ہمارے بیٹے کے سرِ اقدس سے پیار کیا ہے اس لئے تمہیں بتا دیتی ہیں کہ ہم کون ہیں۔ میں فاطمہ بنتِ رسولؐ حسینؑ کی ماں ہوں۔ اور یہ میری ماں جنابِ خدیجۃ الکبریٰ ہیں۔ یہ حضرت مریم حضرت عیسےٰ کی والدہ ہیں اور یہ جناب آسیہ ہیں۔"

اُس نیک بخت نے چاہا کہ آگے بڑھ کر اُن کے قدموں کو بوسہ دے۔ مگر وہ ارواحِ منورہ سرِ اقدس کو بوسے دیکر غائب ہو گئیں۔ نور اُسی طرح پھیلا رہا اور خوشبوئیں اُسی طرح مہکتی رہیں۔ صبح ہوئی تو خولی کی بیوی نے برقعہ اوڑھا اور دروازے سے باہر نکل گئی۔ خولی پیچھے دوڑا اور منت سماجت کی کہ یوں جیتے جی بچوں کو یتیم نہ کرو۔ مگر وہ واپس نہ آئی اور یہ کہتی ہوئی اور دور چلی گئی کہ تیرے بچے امام حسینؑ کے بچوں سے اچھے نہیں ہیں خولی کی بیوی جا چکی تھی اور اُس کا گھر برباد ہو چکا تھا۔

شہیدِ اعظم کا سر ابن زیاد کے سامنے

پھر اُس نے امام عالی مقام کا سرِ اقدس طشت میں رکھا اور دربار ابن زیاد میں پیش کر دیا۔ ابنِ زیاد کے ہاتھوں میں چھڑی تھی۔ اُس نے وہ چھڑی جناب امام عالی مقام کے دانتوں پر مار کر کہا۔ میں نے نہ تو اس سے زیادہ خوبصورت چہرہ آج تک دیکھا ہے اور نہ ہی اس سے زیادہ اچھے کسی کے دانت دیکھے ہیں۔ جناب زید بن ارقم صحابی بھی وہاں موجود تھے۔ اُنہوں نے کہا ابنِ زیاد ان دانتوں کو چھڑی نہ لگاؤ۔ میں نے رسول اللہ کو ان لبوں کو چومتے دیکھا ہے۔ اس جبین کو بوسے دیتے دیکھا ہے اور رسول اللہ کو یہ بھی فرماتے سنا ہے کہ جنت میں وہی جا سکے گا جو میرے حسینؑ سے محبت کرے گا۔

ابنِ زیاد نے سُنا تو چلا اُٹھا۔ غصہ میں آ کر کہنے لگا بڈھے تو اگر سٹھیا نہ گیا ہوتا تو میں تجھے قتل کر دیتا۔

جناب زید بن ارقم یہ سُن کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور جاتے ہوئے کہہ رہے تھے اے لوگو تم غلام ہو۔ تم نے فاطمہ کے بیٹے کو قتل کیا اور مرجانہ کے بیٹے کو حاکم بنایا۔ وہ نیکوں کو قتل کرتا اور شریروں کو غلام بناتا ہے۔ تم نے خود ذلت پسند کی ہے۔ خدا انہیں برباد کرے

marfat.com

جو ذلت کی زندگی بسر کرتے ہیں - اب قافلۂ اہل بیت بھی کوفہ میں پہنچ چکا ہے - کوفہ والوں نے خاندانِ نبوت کو اس طرح رسیوں میں جکڑا ہوا دیکھا تو فریاد و فغاں کرنے لگے - عورتیں مرد ہر طرف رو رو کر آہ و زاری کر رہے تھے اور ہائے وائے کے نعرے لگا رہے تھے -

بنتِ علی کا خطبہ

کوفیوں کی آہ و زاری اور فریاد و فغاں سُنی تو بنتِ علی غضبناک ہو گئیں - فصیحِ عرب کی نواسی اور باب العلم کی بیٹی نے بڑا فصیح خطبہ ارشاد فرمایا - اور کوفیوں کو چپ کروا دیا - آپ نے فرمایا بدنصیب کوفیو! رو رو کر اور آہ و زاری کر کے سچے ہونے کی کوشش نہ کرو - اہل بیتِ رسول کے خون سے دامن رنگنے والے تم خود ہو - حسینؑ کا کنبہ شہید کرنے والے تم ہو - میرے بھائی پر تیر چلانے والے تم ہو - میرے بھائی کا گلا کاٹنے والے تم ہو - ہمیں قیدی بنا کر یہاں لانے والے تم ہو - جفا کارو! میرے بھائی کو خط لکھ کر بلانے والے تم ہو - بے وفاؤ! مسلم اور اُس کے بچوں کو شہید کرنے والے تم ہو - اہل بیتِ رسول کو اس رسوائی کے ساتھ بازاروں میں پھیرنے والے تم ہو - دولت کے لالچ میں یزید کے ہاتھوں فروخت ہو جانے والے یزیدیو اور ابنِ زیادیو ہماری بربادی کا باعث تم ہو - تم بکاؤ مال ہو - تم دولت کی جھنکار میں بر سرِ بازار فروخت ہو جاتے ہو - تمہیں یزید کی دولت نے خرید لیا اور تم نرے یزیدی ٹھہرے - بن کہ گلستانِ نبوت کو اجاڑ دیا - فاطمہ کا گھر لوٹ لیا - پردہ نشینوں کی ردائیں چھین لیں سادات رسول کا بازاروں میں جلوس نکال لیا - اب ہمیں رو کر کیا دکھلاتے ہو - تمہارے یہ آنسو مگرمچھ کے آنسو ہیں ہم ان سے متاثر نہیں ہوں گے - اور یاد رکھو اب تمہارا رونا کبھی نہیں تھمے گا، اب تم روتے رہو گے - تمہیں اپنے بک جانے پر رونا آئے گا - تمہیں اپنی بدنصیبی اور بدکرداری پر رونا آئیگا تمہیں حسینؑ پر نہیں اپنی کرتوتوں پر رونا آئے گا - مگر تمہارا یہ رونا عبث اور بیکار ہو گا - تم نے یزید اور ابنِ زیاد کو خوش کرنے کے لئے خدا و رسول کو ناراض کر لیا ہے - اب خدا و رسول تم پر کبھی خوش نہیں ہو سکتے - تم نے خود اپنے ہاتھوں سے شمعِ مصطفائی کو گل کر لیا ہے - اب ہمیشہ اندھیروں میں بھٹکتے پھرو گے - کوفیوں نے سیدہ کی بیٹی کی یہ حقیقت افروز تقریر سُنی تو ندامت سے سروں کو جھکا کر گھروں کو واپس ہو گئے - بعض کتابوں میں آپ کے خطبہ کے الفاظ اس طرح

marfat.com

ہیں۔ آپ نے کوفیوں کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و آلہٖ

اَے عہد شکنو! اپنی زبان سے پھر جانے والے اور اپنے الفاظ بُھول جانیوالے کوفیو! تم رو رہے ہو۔ تمہاری مثال اُس عورت جیسی ہے جو پہلے سُوت تیار کرتی ہے پھر کپڑا بناتی ہے اور پھر اپنے ہی ہاتھوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتی ہے۔ تم سب ایک ہی تھیلی کے چٹّے بٹّے ہو تم میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جو کذاب، بَدعہد، بے وفا، ڈینگیں مارنے والا اور دل کا کھوٹا نہ ہو۔ تم لومڑیوں کی طرح کینہ وَر، کینہ توز، خوشامدی، دوست نما دشمن، مکّار، باطل نواز اور جھگڑالو ہو۔ یاد رکھو جو تم نے اپنی عاقبت کے لئے بھیجا ہے وہ بہت بُرا ہے۔ تم پر عنقریب خدا کے قہر و غضب کا عذاب نازل ہونیوالا ہے۔

کذّاب کوفیو! تم میرے بھائی پر گریہ اور نوحہ کر رہے ہو۔ واللہ تمہیں رونا ہی مناسب ہے۔ تم روؤ اور خوب گریہ کرو۔ تمہیں رونا ہی چاہیئے۔ تم نے بہت ہی بُری باتوں کی آرزو کی تھی۔ وہ آرزوئیں اب تمہارے دامن سے چمٹ گئی ہیں۔ اور تمہارا رونا تمہارے دامن کو صاف نہیں کر سکے گا۔ تم نے نواسۂ رسُول کو قتل کیا ہے۔ اُس کے خُون کے داغ کیسے دُھل سکیں گے۔ اُس کے قتل کا دھبّہ کس طرح دُھل سکے گا۔

کوفہ والو! تمہیں معلوم ہے کہ تم نے محمدؐ کے کس جگر گوشہ کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے۔ کونسے عہد کو توڑا ہے، محمدؐ کی کس بیٹی کی بے حُرمتی کی ہے اور کس مقدس خون کو تم نے بہایا ہے۔ یہ تمہارا وہ جُرم ہے جس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ تم سے وہ حادثہ سرزد ہُوا ہے جو تمہیں عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ اور پھر آخرت کا عذاب تمہیں ذلیل و خوار اور رُسوا کرنیوالا ہے اور وہاں ایسے لوگوں کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ کوئی طاقت خدا کے کاموں میں دخل نہیں دے سکتی اور نہ ہی اُس کے انتقام کو کوئی روک سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب نافرمانوں کی تاک میں لگا رہتا ہے۔ کوفیوں نے سُنا تو ندامت سے گردنیں جُھکا کر تتّر بتّر ہونا شروع ہو گئے۔

marfat.com

اہلبیتِ رسول ابنِ زیاد کے سامنے

اور پھر اسیرانِ کربلا کو ابن زیاد کے دربار میں پیش کیا گیا تو ظالم نے امام زین العابدین کو دیکھ کر کہا کہ اس کو کیوں چھوڑ دیا گیا ہے اسے بھی قتل کر دو۔ سیدہ کی بیٹی نے قتل سجاد کا سنا تو جلال آ گیا۔

جناب زینب نے فرمایا، ظالم! عترتِ رسول کا آخری چراغ بھی گل کر دینا چاہتا ہے کیا تم نسلِ مصطفٰے کو دنیا سے مٹا دینے پر تُل چکے ہو۔

آؤ دل کی یہ حسرت بھی نکال لو۔ لاؤ تلواریں پہلے ہم سب کو قتل کر لو پھر اسے بھی قتل کر لینا۔ کچھ لوگوں نے مشورہ دیا کہ اس بچے کو قتل نہ کرو تو اچھا ہے۔ ابنِ زیاد نے پوچھا یہ عورت کون ہے۔ لوگوں نے بتایا یہ زینب بنتِ بتول ہے۔ علیؑ کی بیٹی اور حسینؑ کی بہن ہے ابنِ زیاد نے کہا جبھی اتنی سخت اور تیز ہے۔

خدا کی لعنت ہو ابن زیاد کی اس بے حیا زبان پر جس پر آلِ مصطفٰے کی شان میں گستاخی کے لفظ آئے۔ جناب سجاد نے فرمایا۔ پھوپھی جان میں اس سے بات کرتا ہوں اور پھر فرمایا کہ میں بیمار ہوں مگر علیؑ کا پوتا ہوں حسینؑ کا بیٹا ہوں۔ تو مجھے جلاّدوں سے قتل نہیں کروا سکتا تجھے مقابلہ کرنا پڑے گا۔ میں تیرے ہاتھ سے تلوار چھین کر تجھ پر وار کروں گا۔ ابن زیاد باوجود شقی القلب ہونے کے گھبرا گیا۔ اور پھر جناب زینب کو مخاطب کر کے بولا۔ تم قیدی بھی ہو اور تمہارا لباس بھی فقیروں جیسا ہے۔ تعریف اُس خدا کی جس نے تم لوگوں کو رسوائی سے ہلاک اور ذلیل و خوار کیا اور تمہارے نام کو بٹہ لگایا۔

جنابِ زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا۔ ہزار حمدیں اور تعریفیں اُس خدا کی جس نے ہمیں محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نسبت کی عزت بخشی اور ہمیں پاک کیا۔ تو غلط کہتا ہے۔ رسوائی اور ذلت و خواری فاسقوں کو ملتی ہے اور بٹہ فاجروں کے نام کو لگتا ہے۔ ہمارے حق میں تو آیتِ تطہیر نازل ہو چکی ہے۔

ابنِ زیاد نے کہا۔ کیا تو نے دیکھا نہیں خدا نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔

جناب زینب نے فرمایا۔ ان باتوں کا پتہ خدا کے حضور میں پہنچ کر چلے گا۔ میرے بھائی

marfat.com

نے شہادت کے منصب پر فائز ہونا تھا وہ ہوگیا۔ تم لوگوں نے قاتل اہلِ بیت بن کر خدا کے سامنے ذلیل و خوار ہونا ہے سو تم تیار رہو۔ ابنِ زیاد غضبناک ہوا تو اُس کے ایک ساتھی نے اُس کا غصّہ ٹھنڈا کر دیا کہ عورتوں کی بات کا غصّہ کرنا مناسب نہیں۔

کچھ دیر بعد ابنِ زیاد پھر بولا۔ خدا نے تیرے باغی اور سرکش بھائی اور اہلِ بیت کے نافرمان باغیوں کی طرف سے میرا دل ٹھنڈا کر دیا۔ جناب زینب نے سُنا تو آپ بے اختیار ہو کر رونے لگیں۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم تُو نے واقعی ہمارے سردار ہی کو قتل کیا ہے۔ ہمارے خاندان کو مٹایا ہے۔ ہماری شاخوں کو کاٹ دیا ہے۔ ہماری جڑ کو قطع کر دیا ہے اگر اس سے ہی تیرا دل ٹھنڈا ہونا تھا تو ہو گیا۔ شیطان ابنِ زیاد ہنسنے لگا اور ہنس کر کہنے لگا تُو نے تو شاعری شروع کر دی۔ تیرا باپ بھی شاعر تھا مگر وہ تو بڑا بہادر اور شجاع تھا اور تم رو رہی ہو۔ آپ نے فرمایا، ظالم یہ تو میرے دل کی آگ ہے جو آنسو بن کر بھڑک اُٹھی ہے

قیدی قافلہ

یزید پلید کے دربار میں

اور پھر ابن زیاد نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ان سب کو اُونٹوں پہ اُسی طرح باندھ لو اور حسینؑ کے سر کو بانس کے ساتھ باندھ کر پورے کوفے میں پھیرنے کے بعد دمشق کو روانہ ہو جاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آگے آگے یزیدی نواسۂ رسُول کا سرِ اقدس لئے جا رہے ہیں اور پیچھے پیچھے اسیرانِ بلا کا لُٹا ہوا قافلہ جا رہا ہے۔

دُنیا کو غموں سے بچانے والے خود سراپا غم بن کر جا رہے ہیں۔ دُنیا کو قید سے چھڑانے والے خود رسیوں سے جکڑے ہوئے ہیں۔ دنیا کو جہنم کی آگ سے بچانے والے اپنے دِلوں میں غم و آلام کے بھڑکتے ہوئے شعلے دبا کر جا رہے ہیں۔ دنیا کے نجات دہندہ خود گرفتارِ بلا ہیں۔ اہلِ بیتِ مصطفےٰ سارا گھر بار لُٹوا کر خُون کے آنسو روتی جا رہی ہے — محمّدِ عربی کی بیٹیاں اُونٹوں کی ننگی پُشتوں پہ رسیوں سے جکڑی ہوتی ہیں۔ کِتنا سخت امتحان ہے محمّدؐ کے گھر والوں کا اور کتنی کڑی آزمائش ہے تاجدارِ کون و مکاں کی مُقدس اہلِ بیت کی۔

marfat.com

امام زین العابدین بالکل خاموش ہو چکے ہیں۔ بس مسلسل آنسو برسا رہے ہیں۔ سب کے دل ٹوٹے ہوتے ہیں۔ سب کی امیدیں منقطع ہو چکی ہیں۔

یزید کے نمک خوار سپاہی جب بھی کوئی پڑاؤ آتا ہے تو امام عالی مقام کے سر اقدس کو نیزے پر چڑھا کر پھراتے ہیں۔ ایسے بدبختوں پر خدا کی اور اُس کے فرشتوں کی لعنت ہو۔

ایک پڑاؤ پر ایک عیسائی راہب نے پوچھا کہ یہ کس کا سر ہے۔ یزیدیوں نے جواب دیا نواسۂ رسول حسینؓ کا۔

راہب نے کہا تم بہت بُرے لوگ ہو۔ کیا تم اس سر کو ایک رات کے لئے مجھے دے سکتے ہو۔ میں اس کے عوض میں تمہیں دس ہزار اشرفیاں دینے کو تیار ہوں۔ لالچی تو تھے ہی۔ لالچ دیا گیا۔ ٹکڑا پھینکا گیا تو دنیا کے کتوں نے فوراً قبول کر لیا اور سر اقدس راہب کے حوالے کر دیا۔ راہب نے سر انور لیکر پاک صاف رومالوں میں لپیٹا۔ عنبر بار زلفوں کو خوشبوؤں میں بسایا اور گود میں لے کر ساری رات روتا رہا۔ صبح ہوئی تو دل کی دنیا تبدیل ہو چکی تھی۔ محبت اہل بیت اپنا رنگ دکھا رہی تھی۔ جناب زین العابدین کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا اور یزیدیوں کو دس ہزار اشرفیاں گن کر دیدیں باقی مال گرجا ہی میں رہنے دیا اور گرجا کو چھوڑ کر تمام عمر خدمتِ اہل بیت میں گزار دی۔

دوسرے پڑاؤ پر یزیدی اُن اشرفیوں کو تقسیم کرنے لگے تو وہ مٹی کی ٹھیکریاں بن چکی تھیں۔ اور ہر ٹھیکری کے ایک سمت لکھا تھا۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

اور ہرگز اللہ کو ظالموں کے کاموں سے غافل نہ سمجھنا۔

اور دوسری طرف لکھا تھا۔

وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۝

جنہوں نے ظلم کیا ہے اب وہ جانے جاتے ہیں کہ کس پلٹے پر پلٹا کھاتے ہیں۔

قافلہ جب بحران پہنچا تو ایک یہودی یحیٰی نامی ملا۔ اُس نے سر حسینؓ نیزے پر دیکھ تو پوچھا یہ کس کا سر ہے۔ یزیدیوں نے کہا حسینؓ ابن علیؓ کا۔ اُس نے پوچھا کہاں سے لائے ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ کربلا میں ایسے ایسے خاندان اہل بیت کو قتل کر کے اب اس

سر کو یزید کے دربار میں پیش کریں گے۔ یحییٰ نے سُنا تو مشتعل ہو گیا۔ اُس نے کہا تمہیں اس فخر سے یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے شرم آنا چاہیئے۔ تم انتہائی بے غیرت ہو۔ اسلام لا کر بھی تم نے آلِ رسُول کو شہید کر دیا ہے تمہارا حشر انتہائی خوفناک ہو گا۔ یزیدی بھڑک گئے۔ ایک نے تلوار نکال لی کہ اُسے قتل کر دے پھر اُس نے بھی تلوار نکال لی۔ سگِ یزید قتل ہو گیا پھر سب نے حملہ کر دیا۔ یحییٰ نے چار اور قتل کر دیئے اور پھر خود بھی قتل ہو گیا۔

خُدا جانے فتوے کی رُو سے اُسے مسلمان سمجھا جائے گا یا نہیں۔ البتہ روایتوں میں آتا ہے کہ اُس شہر کے دروازہ **باب الحران** پر اُس کا مزار مرجع خاص و عام ہے اور وہاں پر لوگوں کی دُعائیں بھی قبول ہوتی ہیں۔ اور مزار بھی یحییٰ شہید کے نام سے مشہور رہے۔

پھر موصل شہر آیا تو چند یزیدی سپاہی حاکم شہر کے پاس گئے کہ ہم امیر کوفہ کے بھیجے ہوئے امیر شام کے پاس جا رہے ہیں۔ ہم کربلا میں یہ عظیم معرکہ سَر کر کے آئے ہیں۔ ہمیں رات یہاں بسر کرنا ہے۔ ہمارے لئے خورد و نوش اور رہائش کا انتظام کریں باقی لوگ پیچھے آ رہے ہیں۔ حاکم شہر نے سُنا تو لرز کر رہ گیا۔ اور پھر اُس نے شہر کے بر سر آوردہ لوگوں سے مشورہ کیا تو اُنہوں نے کہا ہم ان لُٹیروں کو شہر میں نہیں آنے دیں گے چنانچہ شہر سے ایک فرسخ دُور اُنہوں نے رات گذاری۔ وہاں ایک پتھر پہ سَرِ حسینؑ رکھا تھا۔ وہ پتھر سُرخ ہو گیا جیسے اُسے خون میں ڈبو دیا گیا ہو۔ لوگ اُس پتھر کی زیارت کو دُور دُور سے آیا کرتے تھے اور پھر عبدالملک بن مروان نے اپنے دَورِ اقتدار میں وہ پتھر وہاں سے اُٹھوا لیا۔

بالآخر اسیرانِ بلا کا قافلہ بھی دمشق پہنچ گیا اور یزید کے آدمی امام عالی مقام کا سرِ اقدس لیکر بھی یزید کے شیطانی دربار میں پہنچ گئے۔ یزید تختِ حکومت پر بڑی نخوت سے بیٹھا ہوا تھا کہ زحر بن قیس آگے بڑھا۔ یزید نے پوچھا کیا خبر ہے۔ اُس نے کہا سب ٹھیک ہے۔ حسینؑ اٹھارہ [۱۸] آدمی اہل بیت کے اور ساٹھ [۶۰] کے قریب حمائیتوں کے ساتھ آیا ہوا تھا۔ ہم نے اُسے اطاعت امیر پر مجبور کیا لیکن اُس نے انکار کر دیا۔ پھر ہم نے اُنہیں صبح ہوتے ہی اس حالت میں قتل کر دیا کہ اُس کے ساتھی آگے آگے بھاگتے پھرتے تھے اور چھپتے پھرتے تھے اُس کے تمام ساتھیوں کے سر کاٹ کر کوفہ لائے گئے ہیں اور اُن کی لاشیں چیلیں اور گدھیں نوچ رہی ہوں گی۔ اور پھر اُس نے کپڑے سے کھول کر سرِ امام آگے رکھ دیا اور بتایا کہ

marfat.com

باغیوں کی عورتوں کو بھی رسیوں میں جکڑ کر ساتھ ہی لایا گیا ہے۔

یزید نے سر امام کو دیکھا تو اُس کا مکروہ چہرہ کھل گیا اور پھر اُس نے قیدیوں کو دربار میں حاضر کرنے کا حکم بھی دیدیا۔

یزید کے دربار میں یہودیوں کا ایک عالم بھی بیٹھا ہوا تھا۔ جب اُسے پتہ چلا کہ نواسۂ رسول کا سر ہے تو اُس نے کہا کہ تم کیسے مسلمان ہو۔ میں حضرت داؤد علیہ السلام کی سترہویں پشت سے ہوں۔ لیکن پھر بھی میری قوم میرا اس طرح احترام کرتی ہے جیسے میں ہی اُن کا پیغمبر ہوں مگر تم نے تو اپنے رسول کی بیٹی کے بیٹے کا سر قلم کر دیا ہے۔ بتاؤ تو سہی تم مسلمان کہلانے کے حقدار کیسے ہو۔ ایک عیسائی بیٹھا ہوا تھا اُس نے کہا مجھے ان کے اسلام پہ حیرت ہوتی ہے۔ ہمارے گرجے میں حضرت عیسٰے علیہ السلام کے گھوڑے کا ایک سُم ہے جسے ہم نے خوشبوؤں سے معطر کر کے شیشے میں سجایا ہوا ہے اور ہزاروں عیسائی ہر وقت اُس کی زیارت کیلئے جمع رہتے ہیں۔

اُنہیں اُس پیغمبر کی اُمت کہلانے کا کیا حق ہے جنہوں نے اُس کے نواسے کو شہید کر دیا دیگر اراکینِ دربار بھی چہ میگوئیاں کرنے لگے تو یزید مصلحتِ وقت کے تحت خاموش ہو رہا۔

یزید کے سامنے اسیرانِ اہلبیت آئے تو اُس نے امام زین العابدین کو مخاطب کر کے کہا۔ لڑکے تیرا کیا نام ہے۔ آپ نے فرمایا عابد ابن حسینؑ۔ یزید نے کہا تیرے باپ نے میرا حق سلب کرنے کی کوشش کی، میرا رشتہ کاٹا، میری حکومت چھیننے کی کوشش کی۔ اس پر خدا نے اُس سے جو سلوک کیا وہ تمہارے سامنے ہے۔

جنابِ سجّاد نے بجائے کوئی جواب دینے کے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کرنا شروع کر دی۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۝ (الحدید آیت ۲۲)

کوئی ایسی مصیبت دُنیا اور تمہاری جانوں پر نہیں آتی جو تمہاری پیدائش سے پہلے لکھی ہوئی نہ ہو۔ یہ بات بتا دی گئی ہے کہ تم اُس چیز کا افسوس نہ کرو جو تم سے لے لی جائے اور اُس چیز پر فخر نہ کرو جو تمہیں دی جائے۔

marfat.com

یزید نے قرآنی جواب سُنا تو اُسے بڑا ناگوار گذرا۔ اور سٹپٹا کر رہ گیا۔ امام عالی مقام کا سر اُس کے آگے رکھا ہوا تھا۔ جناب زینب اور جناب سکینہ نے گردنیں اوپر اُٹھاکر سر مبارک کو دیکھا اور پھر جناب زینب نے فرمایا۔ اے حسینؑ! اے رسُولِ خدا کے پیارے نواسے! اے فرزندِ محترم و مِنّی، اے سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا کے لختِ جگر۔ اے دوشِ رسُول کے سوار، آپ یہیں تک پہنچی تھیں کہ یزید نے پُوچھا یہ کون ہے۔ جناب سجاد نے بتایا یہ میری پھوپھی جناب زینب بنتِ علی ہیں۔

یزید نے کہا۔ کیا حسینؑ یہ نہ کہتا تھا کہ مَیں یزید سے بہتر ہُوں اور میرا باپ اس کے باپ سے بہتر ہے۔

جناب زینب نے فرمایا ہاں میرے بھائی کا یہی فرمان تھا اور یہ بالکل درست ہے۔ اور مَیں بھی یہی کہتی ہُوں کہ میرا بھائی اور میرا باپ تجھ سے اور تیرے باپ سے بہتر تھے۔

یزید نے کہا تیرا نانا میرے دادا سے اور تیری ماں میری ماں سے ضرور افضل ہیں مگر تیرا باپ میرے باپ سے بہتر نہیں ہے اُن کا فیصلہ خدا کرے گا۔

جناب زینب نے فرمایا خدا کے فیصلے سے پہلے دُنیا کی آنکھیں بھی فیصلہ کر رہی ہیں۔

یزید نے اور بھی بڑھ چڑھ کر بہت سی باتیں کیں اور پھر اپنے بڑوں کا نام لیکر شعر پڑھنے لگا جن کا مطلب یہ ہے:۔

"کاش آج میرے خاندان کے وہ لوگ موجود ہوتے جنہیں جنگِ بدر میں قتل کیا گیا تھا۔ تو خوش ہو کر مجھے شاباش دیتے کہ تم نے بنی ہاشم کے بہت بڑے سردار کو قتل کر کے بدر کے دن کا بدلہ لے لیا ہے۔ اور پھر چھڑی امام عالی مقام کے لبوں کو لگا کر کہنے لگا تُو نے اِسی مُنہ سے میری خلافت کا انکار کیا تھا"

جناب سیّدہ زینب نے فرمایا یزید! حسینؑ تیری خلافت کو کیسے تسلیم کر لیتے جبکہ اَب بھی تیری باتوں سے کُفر کی محبت اور اسلام سے دُشمنی کی بُو آ رہی ہے۔ تو بدر کے کافر مقتولوں کا انتقام نواسۂ رسُول سے لینے کا اقرار کر رہا ہے۔ تیرے سینے میں خاندانی عداوت اور کینہ پروری کی آگ بھڑک رہی ہے جو تُو نے میرے بے گناہ بھائی کو شہید کر کے ٹھنڈی کر لی ہے۔

marfat.com

تُو نے اولادِ عبدالمطلب کے ستاروں کی روشنی ختم کر کے پُرانی عداوت کا بدلہ لیا ہے اور پھر بتوں کو پکار رہا ہے

یاد رکھ! کہ وہ وقت عنقریب آنے والا ہے کہ تو بھی اُن کے پاس پہنچ جائے گا۔ تُو نے اپنے بوڑھے مقتولوں کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے خونِ حسینؑ بہا کر اسلاف کے کفر کے ساتھ تقرب حاصل کر لیا ہے اور اس پہ یہ جرأت کہ تُو اعلان بھی کر رہا ہے

کیا تیرے دل میں ذرہ برابر بھی خوف نہیں۔ کیا تیرا حشر نشرت بھی ایمان اُٹھ گیا ہے۔ کیا تُو خدا تعالیٰ کے محاسبے سے اسقدر بے نیاز ہو گیا ہے۔

یاد رکھ! وہ وقت عنقریب آنے والا ہے جب تجھے اِس ظلم و ستم کی سزا بھگتنا پڑے گی۔ میرے بھائی کا خون تیرے محلوں کی دیواروں اور تختِ حکومت پر بجلی بن کر گرے گا۔ اور پھر تیرے لئے آگ ہی آگ ہوگی۔ مدینۃ العلم کی نواسی اور باب العلم کی بیٹی کا خطبہ سُنا تو تمام درباری سکتے میں آ گئے۔

پھر ایک شامی حرامی اُٹھا اور اُس نے جناب سکینہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ امیر یہ لڑکی مجھے دے دو۔ جناب سکینہ حضرت سیدہ زینب سے چمٹ کر پیچھے بیٹھ گئیں تو جناب زینب نے پکار کر کہا۔ کمینے! تیری یہ جرأت کہ ناموسِ رسُول پر آنکھ اُٹھاتا ہے۔

بے شرم! اس کا حق نہ تجھے ہے اور نہ تیرے امیر کو۔ یزید نے سُنا تو غصے سے جل گیا اور یوں بکواس کرنے لگا کہ تم جھوٹی ہو۔ مجھے اس کا حق حاصل ہے۔ مَیں اگر چاہوں تو ابھی ایسا کر سکتا ہوں۔

حضرت زینب نے فرمایا غلط کہتے ہو۔ تمہیں اس کا حق خدا نے ہرگز نہیں دیا کہ بناتِ رسُول کو مالِ غنیمت سمجھ کر تقسیم کر دو۔

اپنا یہ حق بنانے کے لئے تمہیں برسرِ عام یہ اعلان کرنا پڑے گا کہ تم ملتِ مصطفےٰ سے نکل گئے ہو۔ اور تم نے دینِ محمدی کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لیا ہے۔ تمہاری پہلی گفتگو سے تو کفر کی صاف بُو آتی ہے۔ اب یہ اعلان بھی کر سکتے ہو تو کر دو۔ یزید اور بھی غصے میں آ گیا اور آگ بگولا ہو کر کہنے لگا۔ دین سے تیرا باپ اور تیرا بھائی بھی نکل چکا ہے۔

جناب زینب نے جواب دیا اللہ کا دین میرے نانا میرے باپ اور میرے

marfat.com

بھائی نے ہی تو دُنیا کو دیا ہے ۔

یزید چلّایا ۔ اَے دشمن خُدا تو جھوٹی ہے ۔

جناب زینب نے فرمایا ۔ ظالم تو زبردستی حاکم بن بیٹھا ہے ظُلم سے گالیاں بکتا ہے ۔ اور جبر و تشدد سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور صدلئے حق کو دباتا ہے ۔

بنتِ علی کی حق و صداقت کی آواز نے تختِ یزید کو لرزا کر رکھ دیا ۔ اُس نے شرمندہ ہو کر گردن جُھکالی اور شامی حرامی کو غصّے سے کہنے لگا دفع ہو جاؤ ۔

یزید دربار میں جمع ہونے والے شہریوں کے چہروں کو بھی پڑھ رہا تھا اس لئے خاموشی ہی مناسب سمجھی ۔ یزید نے بنتِ علی کی بے لاگ گفتگو سُنی تو عوام سے بھی ڈرنے لگا یہی یزید کی شکست اور اُس کی موت تھی مگر تختِ حکومت کی رعونت کس طرح دَبنے دیتی ۔ لوگوں کے ذہن بدلنے کے لئے پھر بھی کہہ ہی دیا میں تختِ حکومت کا مالک ہُوں ۔ اگر خدا تیرے بھائی سے خوش ہوتا تو یہ اس بے بسی کی موت نہ مرتا ۔ خدا مجھ سے خوش ہے جس نے مجھے تختِ حکومت دے رکھا ہے ۔ مجھے لاکھوں آدمیوں پہ حاکم بنا رکھا ہے ۔ خدا تیرے بھائی کے ساتھ ہوتا تو اُسکی ضرور مدد کرتا ۔ خدا میرے ساتھ تھا ۔ اُس نے تیرے بھائی کو بغاوت اور سرکشی کی سزا دیدی میں تخت پہ بیٹھا ہُوں اور تیرے بھائی کا کٹا ہُوا سر میرے سامنے پڑا ہے ۔ دربار میں کئی لوگوں نے اس کی نخوت و تکبر میں ڈوبی ہوئی گفتگو کا بُرا منایا اور دل سے بُرا منایا اور دل سے اُس کے ساتھ نفرت کا اظہار بھی کیا ۔ یہی یزید کی حقیقی شکست تھی ۔

ابھی یہ بات جاری ہی تھی کہ مسجد سے مؤذن کی آواز آئی اللہ اکبر ۔ اللہ اکبر ۔ اللہ اکبر ۔ اللہ اکبر ۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ ۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ ۔ اور جب مؤذن نے اشہد ان محمد رسول اللہ ۔ اشہد ان محمد رسول اللہ کہا تو جناب زین العابدین نے فرمایا ۔

یزید اب بتاؤ کس کی حکومت قائم ہے ۔ شہر تمہارا ہے ، تخت تمہارا ہے لیکن نام میرے باپ کے نانا کا گُونج رہا ہے کہ تیرے باپ کے نانا کا یا تیرے نانا کا یا کسی اور کے نانا کا یا باپ کا ۔

اب بتاؤ حقیقی حکومت تمہاری ہے یا ہماری ۔ دربار میں ہجوم عام ہو چکا تھا ۔ امام زین العابدین کے ان الفاظ نے بڑا گہرا اثر کیا ۔ مشتعل لوگوں کی آواز آئی ۔ حکومت حسینؑ کے نانا کی

marfat.com

ہے۔ حسینؑ زندہ ہے، حسینؑ کے قاتل درندے ہیں، بے غیرت ہیں بے حیا ہیں۔

غصہ میں آئے ہوئے عوام کے ہجوم پر بڑی مشکل سے قابو پایا گیا۔ یہی یزید کی شکست اور امام حسینؑ کی فتح تھی۔ حسینؑ جان دے کر زندہ ہو گئے تھے اور یزید حسینؑ کی جان لیکر مُردہ ہو گیا تھا۔ حسینؑ کے قاتل مُردہ ہو گئے تھے۔ رُوحِ اسلام آزاد ہو رہی تھی۔ مقصدِ حسینؑ پورا ہو رہا تھا۔

پھر جناب زینب نے ارشاد فرمایا۔ یزید! تمہاری غیرت بالکل مر چکی ہے۔ تمہیں حیا ہوتی تو ناموسِ رسُول کو اس طرح دربار میں طلب کر کے رُسوا نہ کرتا۔ اے فتنہ گر! کیا تیرا دل ابھی تک ٹھنڈا نہیں ہُوا۔ ہمارا سب کچھ لُوٹ کر بھی تیری وحشت کو سکون نہیں ملا۔ گلستانِ فاطمہ کو اُجاڑ کر بھی تیری درندگی کو صبر نہیں آیا۔ ظالم سُن! میرے نانا تیرے نانا سے افضل ہیں۔ میرا باپ تیرے باپ سے افضل ہے۔ میری ماں تیری ماں سے افضل ہیں۔ اولادِ رسُول اولادِ ابوسفیان سے افضل ہے۔ اولادِ خدیجہ اولادِ ہندہ سے افضل ہے۔ پھر تجھے یہ خیال کیوں نہ آیا کہ ابوسفیان کی بہو بیٹیاں تو پردے میں بیٹھیں اور محمدؐ عربی کی بہو بیٹیاں اس طرح برسرِ عام تیرے دربار میں قیدی بن کر کھڑی ہوں۔

یزید عوام کی ذہنی حالت کا اندازہ کر چکا تھا۔ اور کہا کہ انہیں حرم سرا میں پہنچا دو۔ ایک روایت میں ہے کہ قید خانہ میں ڈالا گیا تھا۔ اور پھر صبح نعمان بن بشیر سابقہ گورنر کوفہ کے ہمراہ اس لُٹے پٹے قافلہ کو امام عالی مقام کا سرِ انور دیکر واپس کر دیا۔ اب یزید میں یہ ہمت نہیں تھی۔ کہ اسیروں کے ساتھ کوئی زیادتی کر سکتا۔ اس لئے کہ خُونِ حسینؑ نے اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا تھا دمشق کے شہریوں کو قتلِ مظلوم کا احساس ہو گیا تھا اور اُنہوں نے اس فعلِ قبیح اور مذموم حرکت سے نفرت کا اظہار شروع کر دیا تھا۔ سرِ اقدس کے متعلق کئی روایات ہیں فیصلہ کُن روایت شہید ابنِ شہید کے حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائیں۔ ایک روایت ہے کہ قافلہ اہلِ بیت کربلا کے راستے ہی مدینہ منورہ کو واپس آیا اور کربلا میں امام عالی مقام کا لاشۂ اقدس تلاش کر کے اُس کے ساتھ ہی سر کو بھی دفن کر دیا گیا ایک روایت میں ہے کہ یہ سر مدینہ منورہ میں لایا گیا تھا اور جناب فاطمۃ الزہرا اور جناب حسن علیہ السلام کے درمیان دفن کیا گیا تھا۔

بہر حال یہ لُٹا پٹا قافلہ سفر کی صعوبتیں برداشت کرتا ہُوا مدینہ منورہ کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے۔

marfat.com

لٹا پٹا قافلہ دربار رسول پر

اہلِ بیتِ رسول نے جب آثارِ مدینہ دیکھے تو اُن کی چیخیں نکل گئیں۔ مدینہ منورہ سے روانگی کا وقت یاد آگیا۔ اُس نورانی قافلہ کا ایک ایک فرد یاد آگیا۔ قافلہ سالار کا تصور سامنے آیا تو کلیجے چِر گئے، سینوں پہ چھریاں چل گئیں، درد و الم کی دبی ہوئی چنگاریاں آہوں کی ہوا لگنے سے شعلے بن کر بھڑک اٹھیں دلوں کے سمندروں میں طوفان آگئے، آنکھیں آبشاریں بن گئیں۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے کہا آہ! یارسول اللہ، "وا محمداہ یا جداہ" یا تاجدارِ مدینہ ہم لُٹ گئے۔ آپ کا حسینؑ آپ کے نام پر قربان ہوگیا۔ یارسول! میرا بھائی بچھڑ گیا، بھتیجے شہید ہوگئے۔ نانا جان! آپ جسے چوما کرتے تھے اُس پہ تلواریں چل گئیں۔ ظالموں نے اُس کا سینہ تیروں سے چھلنی کر دیا۔ اُس کے جسم کو نیزوں میں پرو دیا۔ اُس کا بند بند کاٹ دیا۔ اُس کی لاش پہ گھوڑے دوڑا دیئے۔ آہ نانا جان! تیرے حسینؑ کی ایک ایک نشانی کربلا کی ریت میں چھپ گئی۔ مقدس نانا! کیسے بتاؤں کہ آپ کی گود میں کھیلنے والی زینب کے ہاتھوں میں ظالموں نے ہتھکڑیاں ڈال دیں یارسول اللہ! ہمیں رسیوں میں جکڑ کر اونٹوں پہ سوار کرایا گیا۔

جناب اُمِ لیلیٰ اور حضرت رباب نے فریاد کی۔ اے تاجدارِ مدینہ، اے ہمارے آقا و مولا! ہمارا گھر برباد ہوگیا، ہمارا سہاگ اجڑ گیا، ہماری آرزوئیں لُٹ گئیں، ہماری گودیں خالی ہوگئیں۔ اِدھر یہ فریاد و فغاں ہو رہی تھی اُدھر مدینہ منورہ کے لوگ مرد، عورتیں بچے چیختے چلاتے اور روتے تڑپتے باہر نکل آئے۔ اُن کو مصیبت زدہ قافلہ کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی۔ دونوں جانب ایک کہرام مچا ہُوا ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے آج ہی قیامت بپا ہو چکی ہے۔ لوگ اہلِ بیت کی سواریوں سے چمٹ چمٹ کر نالہ و شیون اور فریاد و فغاں کر رہے ہیں۔

ایک ہی خاندان کے چالیس افراد میں سے چند خواتین اور بیمار سجاد کو دیکھتے ہی صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اہلِ مدینہ کی فریادیں اور رونا تڑپنا دیکھا تو اہلِ بیتِ رسول کے دل اور زیادہ بھر آئے۔ درد اور بڑھتا گیا۔ سوز و الم میں اور اضافہ ہوتا گیا۔ پھر کون کم رہتا۔ سبھی مجسمۂ غم بنے ہوئے تھے۔

marfat.com

اسی طرح نالہ و شیون بھی جاری ہے اور سواریاں بھی آہستہ آہستہ چلی جا رہی ہیں چند قدم آگے بڑھے تو غم و آلام کا ایک نیا طوفان آنکھوں کے سامنے تھا۔ مدینہ منورہ کی چند عورتوں کے ساتھ جناب صغریٰ میلا سا برقعہ اوڑھے آگے بڑھتی ہیں اور اپنی امّی کی سواری کے آگے لیٹ کر فریاد کرتی ہیں ۔

امّی جان! اب اپنی سواریاں میرے اُوپر سے گذار دو ۔ امّی جان میرے جسم کو مسل دو ۔ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دو مجھے اب زندہ نہیں رہنا، مجھے اب زندگی کی کوئی ضرورت نہیں ۔ پھوپھی جان! آپ بھی اپنی ناقہ کو میرے اوپر سے گذار دیں ۔ پھوپھی جان! میری زندگی ختم کر دو ۔ میرا جسم پاش پاش کر دو ۔

سب کچھ لٹا کر آنے والو آپ کے پہلے بھی مجھ پر بڑے احسان ہیں ایک احسان یہ بھی کر دو ۔ مجھے روتی تڑپتی چھوڑ کر جانے والو! اب تو مجھے اکبر کے پاس بھیج دو ۔ اب تو میرا اکبر مجھ کو ملا دو ۔ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتی ہوں مجھے میرے بابا کے پاس پہنچا دو ۔ آپ علی اصغرؑ کو جلد ملانے کا وعدہ کر گئے تھے یا میرا اصغر واپس کر دو یا مجھے اصغر کے پاس بھیج دو ۔ میں نے اُس کے کپڑے سی کر رکھے ہوئے ہیں ۔ امّی جان میں نے اُسے کپڑے پہنا کر دیکھنے ہیں ۔ میں نے اُس کے لئے کھلونے خریدے ہوئے ہیں میں اُس کی امانت اُسے پہنچانا چاہتی ہوں خدا کے لئے مجھے اصغر کے پاس بھیج دو ۔ مجھے بھیّا اکبر کی شادی میں جانا ہے ۔ میں نے اپنے بھائی کو دولہا بنتے دیکھنا ہے ۔ اُنہوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ واپس آ کر ساتھ لے جائیں گے ۔ وہ نہیں آ سکے تو میں خود اُن کے پاس چلی جاؤں گی ۔ اُن کو جنت کا دولہا بننے کی جلدی تھی ۔ وہ شاید اپنا وعدہ بھول گئے ۔ لیکن میں اپنا وعدہ ضرور پورا کروں گی میں اُن کی شادی میں ضرور جاؤں گی بھیا کی شادی میں بہن موجود نہ ہو تو شادی کا کیا مزا ہے ۔ وہ میرا انتظار کر رہے ہیں مجھے اُن کے پاس جانے دو ۔ میں اُن کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی ۔ میں اُن کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی ۔ میں اُن کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی ۔ اور پھر جناب صغریٰ پر بیہوشی طاری ہو گئی ۔ اب آپ خود اندازہ کریں کہ :۔

یاد ویراں دی بچی معصوم تائیں مڑ مڑ آن ستاوسے تے کی تھندا
چھیتی بھیَن نوں گھِن دا کہ وعدہ اکبرؑ ہن نہ آوسے تے کی تھندا

لائے خواب وچ اصغر نوں نال سینے مُڑ کے اُکھ کُھل جاوے تے کی مُنّدا

پچھو صغریٰ نوں مقام جے شام وُتوں خالی اوہ گھر آوے تے کی مُنّدا

سواریوں کو نیچے ہٹا کر بٹھا دیا گیا۔ بیہوش بچی کو روضے میں لٹا کر یہ غم میں ڈوبا ہوا قافلہ دربارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہو گیا۔

روضۂ اقدس پہ پہنچ کر جو حالت اُلم نصیبوں کی ہوئی وہ بیان سے باہر ہے چیخ و پکار کی جگہ دبی دبی آہوں اور سسکیوں نے لی تھی۔ مواجہ شریف کے سامنے سب نے ہاتھ باندھے ہوئے ہیں اور مسلسل روتے جا رہے ہیں۔ کوئی کسی کو تسلی دینے والا نہیں سبھی اپنے اپنے غم میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ دربارِ مصطفیٰ پر حاضری دینے کے بعد یہ غم زدہ قافلہ شہزادئ رسول جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کے مزارِ اقدس پر حاضر ہوا۔ سب نے اپنے اپنے غم کی کہانی دربارِ بتول میں پیش کی اور پھر روتے دھوتے سبھی لوگ واپس آ گئے۔ روایات میں آتا ہے کہ اس ایک دن میں اہلِ مدینہ پر جو غم طاری ہوا اس کا اثر ایک سال سے بھی زیادہ عرصہ تک ایک ہی حالت میں رہا۔ ہر شخص غم میں ڈوبا ہوا اور کھویا کھویا سا نظر آتا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ جناب زین العابدین نے اس واقعہ کے بعد پوری زندگی اشکباری میں گزاری آپ کی آنکھوں سے ہمیشہ سُرخ آنسوؤں کی برسات ہوتی رہی۔

یہ درد کب مٹنے والا تھا، یہ زخم کب بھرنے والا تھا، یہ سوز کب جانے والا تھا غمِ حُسینؑ کو تو زندگی کے آخری سانس تک ساتھ نبھانا تھا۔ یہ غم تو لامحدود وسعتوں کا حامل ہے۔ آج تیرہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی یہ غم اُسی طرح اپنی اثر انگیزی دکھا رہا ہے جس طریقہ سے یہ ظہور میں آیا غمِ حسینؑ ہی تو غمِ حیات کا مداوا ہے۔ غمِ حُسینؑ ہی تو گناہوں کا کفارہ اور جنت کی کلید ہے۔ امام عالی مقام کی یاد میں چند آنسو بہا دینا سالہا سال کی عبادت سے افضل ہیں۔

یہ حسینؑ تیرا ہی کام تھا سبھی لال اپنے کئے فدا

تجھے ان ستاروں نے ڈوب کر شبِ غم کا چاند بنا دیا (نامعلوم)

(عطیہ شعر جناب قاری غلام رسول بی، اے)۔

marfat.com

سلام

اَے زمین کربلا تیرے نصیباں نوں سلام
تیرے تے سُتے ہوئے سبھناں حبیباں نوں سلام
جیہڑے وچ زینب نے آلاشاں نوں واجاں ماریاں
اوس اتھروُ ڈُوہلدی شام غریباں نوں سلام

سب شہیداں عاشقاں دے ہون ڈُولھے نوں سلام
عشق! تیرے اِس انوکھے فارمولے نوں سلام
تیر کھاکے جِس دے وِچ معصوم آکے لیٹیا
نھیں وِچ بجھے ہوئے اصغر دے جھولے نوں سلام

مُصطفےٰ دے لاڈلے حیدر دے پیارے نوں سلام
سیدہ خاتون جنت دے دُلارے نوں سلام
جان دے کے جس نے صائمؔ دین زندہ کر لیا
تاریاں جنّے علیؓ دے اوس تارے نوں سلام

کربلا وِچ رُلدیاں نازک سریراں نوں سلام
شام وَل تے جاندیاں عربی اسیراں نوں سلام
رات دِن ویہندی سی صائمؔ راہ جو اکبر ویر دا
اوس ویراں وِچھڑی صغرٰی دے وِیراں نوں سلام

marfat.com

شہادتِ حسینؑ کے اثرات

قاتلانِ حسینؑ کا انجام

عن ابن عباس قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فی المنام نصف النہار اشعث اغبر معہ قارورۃ فیہا دم۔ فقلت بابی و امی! یا رسول اللہ ما ھذا؟ قال ھذا دم الحسین و اصحابہ لم ازل التقطہ منذ الیوم قال عمار فاحصینا ذالک الیوم! فوجدنا قد قتل فی ذالک الیوم۔

(استیعاب ۱/۳۸۰ مشکوٰۃ ۲/۵۷۲ البدایہ والنہایہ ۸/۲۰۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دوپہر کے وقت خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے پاس خون سے بھری ہوئی شیشی ہے میں نے پوچھا یہ کیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا "یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔ میں اسے آج صبح سے جمع کر رہا ہوں عمار کہتے ہیں ہم نے وہ دن یاد رکھا اور یہ وہی دن نکلا جس دن حسین علیہ السلام شہید ہوئے۔

عن ام سلمۃ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فی المنام و علی راسہ و لحیتہ التراب فقلت مالک؟ یا رسول اللہ قال شھدت قتل الحسین انفا۔

(البدایہ والنہایہ ۸/۲۰۰)

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کی زلفیں اور داڑھی مبارک کے بال غبار آلودہ ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ کیا حال ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ ہم مقتل حسینؑ میں گئے تھے۔

امام عالی مقام کی شہادت نے حور و ملائکہ اور انسانوں کے ساتھ ساتھ قوم جنات کو بھی رُلا دیا۔ جن اور جنیاں فریاد کرتی پھرتی تھیں۔

marfat.com

جنّات کے نوحے

قال الامام احمد حدثنا عبد الرحمٰن بن مہدی حدثنا ابن مسلم عن عمار قال سمعت ام سلمۃ - قالت! سمعت الجن تنوح علی الحسین - (البدایہ والنہایہ ۲۰۱/۸)

امام احمد بن حنبل عبد الرحمٰن بن مہدی ابن مسلم سے وہ عمار سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت اُم سلمہ سے سُنا کہ امام حُسینؑ کی شہادت پر جنّوں نے نوحہ خوانی کی - وہ رو رہے تھے اور پڑھ رہے تھے -

ایھا القاتلون جھلا حسینا   ابشروا بالعذاب والتنکیل
کل اھل السماء یدعو علیکم   و نبی و مرسل و قبیل
قد لعنتم علی لسان ابن داؤد
و موسیٰ و صاحب الانجیل (البدایہ والنہایہ ۲/۸)

دوسری روایت ابُو جناب کلبی وغیرہ سے ہے - وہ کہتے ہیں کہ ہم کربلا میں موجود تھے اور ہم نے جنّات کے یہ نوحے سُنے :-

مسح الرسول جبینہ   فلہ بریق فی الخدود
ابواہ من علیا قریش   جدہ خیر الجدود
خرجوا بہ وفدا الیہ   فھم لہ شر الوفود
قتلوا ابن بنت نبیھم
سکنوا بہ ذات الخلود (البدایہ ۲/۸)

تاریخ الخلفاء اور ما ثبتہ بالسنۃ وغیرہ میں ہے کہ امام عالی مقام کی شہادت کے بعد دُنیا میں سات دن اندھیرا رہا - دُھوپ دیواروں پر پڑتی تو انتہائی پھیکی اور زرد رنگ کی ہوتی - کوفیوں کی فوج کے پاس زرد رنگ والی گھاس تھی وہ سب مٹی ہو گئی بیت المقدس کے جس پتھر کو اُٹھایا جاتا اُس کے نیچے خون ہوتا - ابنِ زیاد کے مکانوں سے شعلے ... ہا تھا - آسمان کے کنارے سُرخ ہو گئے اور پھر یہ سُرخی ہلکی ہوتی گئی جو اب

marfat.com

بھی شفق کی صورت میں موجود ہے اور قیامت تک رہے گی۔

سورج گہنا گیا، سات روز تک لگاتار آسمان پر ستارے ٹوٹتے رہے۔ ایک شقی نے کربلا معلیٰ میں امام عالی مقام کی شان میں گستاخی کی تھی۔ ایک ستارا ٹوٹ کر آیا اور اُس کو اندھا کر گیا۔ عراقی فوج کے آدمی اپنے اونٹوں کو ذبح کر کے گوشت پکاتے تو وہ گوشت آگ کے انگارے بن جاتا۔ پھر ہمت کر کے کھانے لگتے تو وہ کڑوا ہوتا

عمر لیثی کا بیان ہے کہ کوفہ کے جس قصرِ امارت میں ابنِ زیاد کے سامنے امام عالی مقام کا سر رکھا ہوا تھا اُسی جگہ ابنِ زیاد کا کٹا ہوا سر مختار ثقفی کے آگے اُسی جگہ پر مختار ثقفی کا سر مصعب بن زبیر کے آگے رکھا ہوا تھا۔ اور اُسی جگہ مصعب کا سر عبدالملک کے سامنے پڑا تھا۔ جب عبدالملک کو معلوم ہوا کہ اس جگہ ایسے ہی ہر حاکم کا سر آتا ہے تو اُس نے قصرِ امارت کو چھوڑ دیا۔

ازدیہ کا بیان ہے کہ شہادتِ حسینؓ کے بعد جب ہم صبح کو اُٹھتے تو تمام برتن خون سے بھرے ہوتے۔ ابو سعید کہتے ہیں دنیا میں کہیں بھی کوئی پتھر اٹھایا جاتا اُس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا۔ آسمان سے بھی خون برسا۔ اور جس کپڑے پر بھی پڑا کپڑا پھٹنے تک بھی سُرخ رہا۔ خراسان، شام اور کوفے کے ہر گھر میں خون ہی خون تھا۔ کوفہ میں ایک شخص نے امام مظلوم کی شان میں گستاخی کی تو وہ فوراً جل گیا۔

امام مظلوم کے قاتل ایسی شدید قسم کی پیاس میں مبتلا ہو گئے کہ مشکوں کی مشکیں پانی پی جانے پر بھی پیاس نہ بجھتی۔ چند لوگ ذکر کر رہے تھے کہ امام عالی مقام کے مقابلہ میں جس جس نے بھی حصہ لیا وہ بُری طرح مبتلائے مصیبت ہوا۔ ایک شخص نے کہا غلط ہے۔ میں بھی اُس جنگ میں موجود تھا اور مجھے کچھ نہیں ہوا۔ پچھلی رات وہ چراغ کی بتی درست کرنے لگا تو آگ نے اُس کے جسم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور پھر آگ آگ کرتا ہوا جہنم میں پہنچ گیا۔ اُس کا جسم لکڑی کے کوئلے کی طرح سیاہ ہو چکا تھا۔

زہری کا بیان ہے کہ اُن میں کوئی مارا گیا، کوئی اندھا ہو کر مرا، کسی کا منہ کالا ہو گیا، کسی کی صورت مسخ ہو گئی۔

واقدی کہتے ہیں کہ ایک شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں ملے۔ آپ نے آستینیں چڑھائی ہوئی تھیں اور ہاتھ میں تلوار تھی اور امام حسینؓ کے قاتلوں میں سے دس

marfat.com

۳۵۶

آدمی ذبح کیے ہوئے آپ کے سامنے پڑے تھے۔ آپ نے مجھے غضبناک ہو کر فرمایا تو نے میرے بیٹے کے قاتلوں کی تعداد کیوں بڑھائی۔ اور پھر خون کی ایک سلائی میری آنکھوں میں پھیر دی۔ جب میں بیدار ہوا تو اندھا ہو چکا تھا۔

سبط ابن جوزی کہتے ہیں جس شخص نے کوفہ سے شام جاتے ہوئے امام عالی مقام کا سر اقدس کپڑے میں باندھ کر گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا اُس کا منہ انتہائی مکروہ اور کالا ہو گیا تھا۔ لوگوں نے اُس سے پوچھا کہ تو تو بڑا خوبصورت تھا تجھے کیا ہو گیا تو اُس نے بتایا کہ میں نے امام کے سر کو جس دن سے گھوڑے کے ساتھ لٹکایا ہے اُسی دن سے مصیبت میں مبتلا ہوں۔ دو شخص رات کو آتے ہیں اور مجھ کو اُٹھا کر بھڑکتی ہوئی آگ پر لے جاتے ہیں پھر اُس میں دھکا دے دیتے ہیں۔ میرا سر جھکتا ہے اور آگ چہرے کو جھلساتی رہتی ہے۔ پھر وہ بُری حالت میں اسی عذاب کے ساتھ مرا۔

امام الانبیاء کا ارشاد ہے۔ مجھے جبریل نے بتایا ہے کہ حضرت یحییٰ کے قتل کے بدلہ میں ستّر ہزار آدمی قتل ہوئے تھے اور میرے نواسے کے قتل کے بدلہ میں دو بار ستّر ہزار قتل ہوں گے اور پھر یہ فرمانِ رسول پورا ہو کر رہا۔ قاتلانِ حسینؑ پہ قہرِ الٰہی اور غضبِ خداوندی ٹوٹ پڑا تھا اور وہ انتہائی خوفناک موت مر رہے تھے۔ ایک شخص کو خواب میں سرکارِ دو عالم ملے اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے غصے کی حالت میں اُس کی طرف اشارہ کر رکھا تھا اور وہ کہہ رہا تھا کہ میں تو حسینؑ کے مقابلہ پہ نہیں گیا تھا آپ نے فرمایا تو میرے بیٹے کے قتل پہ خوش تو تھا۔

ھم یہاں مختصر طور پہ یہ سب کچھ تحریر کر رہے ہیں مکمل طور پہ واقعات اور ان پہ بحث دوسرے حصے میں پیش کی جائے گی تاکہ یزید کے خیر خواہوں کو پتہ چل جائے کہ "خونِ حسینؑ کا انتقام کیا ہے" اور امام حسینؑ کی شہادت کا مقام کیا ہے۔ اب لگے ہاتھوں امام عالی مقام کے مقابلہ میں آنیوالے مشہور لوگوں کا انجام بھی ملاحظہ فرمالیں۔

مندرجہ ذیل واقعات کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ امام عالی مقام کو خط لکھ کر منگوانے والوں میں ایک شخص مختار ثقفی تھا۔ یہ شخص انتہائی چالاک اور مکار آدمی تھا اور ابن سبا یہودی کے خاص چیلوں میں سے تھا۔ چند ایک خفیہ میٹنگوں کے بعد اس نے کچھ لوگوں کو ہم خیال بنا لیا اور پھر ایک نعرہ مقرر کیا گیا کہ "ہم خونِ حسینؑ کا انتقام لیں گے"۔ اُس

marfat.com

نے لوگوں کو ایک تحریر دکھائی جو محمد بن حنیفہ برادرِ امام حسینؑ کے نام سے تھی کہ "ہم تجھے اس امر کی اجازت دیتے ہیں کہ انتقام حسینؑ لیا جائے"۔

جناب محمد بن حنیفہ کو جب اس تحریر کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا۔ اگرچہ ہم نے ایسی کوئی تحریر نہیں بھیجی تاہم اس کام کو درست سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی نواسۂ رسولؐ کا انتقام لیتا ہے تو ہمیں کیا اعتراض ہے۔ مختصر یہ کہ مختار ثقفی کی تحریک چلتی رہی اور زور پکڑتی گئی۔ کوفہ کے لوگ اب اپنی غلطی پر پچھتا رہے تھے اور تلافی کے طور پر اس تحریک کو مضبوط کرتے گئے۔ بالآخر ابن زیاد کی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا گیا اور قاتلوں نے ہی قاتلوں سے انتقام لینا شروع کر دیا اور خدا کے اُس حکم کی عملی تفسیر بن کر سامنے آگئے جو قوم موسےٰ کو بچھڑا پوجنے کی سزا پر ہوا تھا۔

قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ یٰقَوْمِ اِنَّکُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَکُمْ بِاتِّخَاذِکُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ۔

(موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا اے میری قوم! تم نے بچھڑا بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے تو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع لاؤ۔ تو آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو)۔

بہرحال مختار ثقفی کا عہد آچکا ہے اور نامور قاتلانِ حسینؑ کا انتقام شروع ہو چکا ہے۔

شمر ملعون کا انجام

شمر کو جب گرفتار کر کے مختار کے سامنے لایا گیا تو مختار کی آنکھیں غصہ سے سُرخ ہو گئیں۔ غضبناک ہو کر کھڑا ہو گیا اور شمر سے کہا جس ہاتھ سے گردنِ حسینؑ پر خنجر پھیرا تھا وہ اُٹھا۔ شمر نے رو کر کہا کہ پیاسا ہوں پہلے تھوڑا سا پانی پلا دو۔ مختار نے کہا بدبخت تُو نے اہل بیتِ مصطفےٰ پر پانی بند کیا تھا اور اب پانی مانگتا ہے۔ پھر پہلے نیزے مار مار کر اُس کا بند بند زخمی کیا اور پھر قتل کر کے لاش کتوں کے آگے پھینکوا دی۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ پہاڑیوں میں چھپتا پھرتا تھا تو اُس کو نیزے مار مار کر ہلاک کیا تھا۔

حرملہ کا انجام

حُرملہ وہ بدبخت اور ملعون شخص تھا جس نے جناب علی اصغر کے حلق پر تیر چلایا تھا۔ جب مختار ثقفی کے سامنے آیا تو اُس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ معصوم اصغر کا گلا چھیدنے والے حرام زادے کے گلے پر تیر چلاؤ

marfat.com

اُس کی گردن کو تیروں میں پرو کر پھر اُس کے ہاتھ کٹوائے پھر پاؤں کاٹنے کا حکم دیا اور پھر آگ جلا کر اُس میں پھینک دیا۔ یہ ہے خونِ علی اصغر کا انتقام۔

خولی بن یزید اس شیطان کو جب دربار مختار میں پیش کیا گیا تو اُس نے کہا یہی وہ مردود ہے جس نے سرِ شبیر کو نیزے پر چڑھایا تھا۔ یہ کہہ کر اُس نے پہلے داہنا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور پھر بایاں ہاتھ کٹوا دیا پھر دونوں پاؤں کاٹ کر اُس کا دھڑ اُسی طرح باہر پھینک دیا۔

مالک بن بشیر یہ بھی امام عالی مقام پر تیر برسانے والوں میں پیش پیش تھا اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر چھوڑ دیا اور اسی طرح تڑپتا ہوا واصلِ جہنم ہو گیا۔

سنان بن انس اس شقی القلب نے امام عالی مقام کے سینے کے آر پار نیزہ بھی کیا تھا اور آپ کے سر کو بھی کاٹا تھا۔ یہ آگے آگے بھاگتا اور پناہ گاہیں تلاش کرتا پھرتا تھا اور مختار کی فوج اس کے پیچھے چڑھی ہوئی تھی یہ پہلے بصرہ گیا وہاں سے قادسیہ اور پھر قادسیہ اور غذیب الہجانات کے درمیان گرفتار کر لیا گیا۔ اس کی پہلے اُنگلیاں کاٹی گئیں پھر ہاتھ کٹے پھر پاؤں کی انگلیاں کاٹی گئیں اور پھر پاؤں کاٹے گئے۔ پھر اُس کے کان چیر دیئے گئے پھر خنجر پھیر کر آنکھیں نکالی گئیں اور روغنِ زیتون کی دیگ آگ پر چڑھا کر اُس میں زندہ ڈال دیا گیا۔

حکم بن طفیل اس ملعون نے حضرت امام حسینؑ کا لباس اُتارا تھا۔ اور جناب عباس علمدار پر بازو قلم ہونے کے بعد تیر چلایا تھا اس کو مختار کے فوجی افسر عبداللہ بن کامل نے گرفتار کیا اور پھر اس پر تیر چلا چلا کر واصلِ جہنم کر دیا۔

ابن زیاد ملعون یہ مردود بھی چھپا ہوا تھا۔ جب مختار کے لشکر نے گھیراؤ کیا تو مقابلہ کرتا رہا۔ آخر گرفتار ہو کر اُسی دار الامارت کے سامنے لایا گیا جہاں بیٹھ کر اہلبیت کے ساتھ ظلم کرنے کے احکام جاری کرتا تھا۔ اُس کو گرفتار کر کے کس کر مشکیں باندھی گئی تھیں اور سپاہی اُس کے مُنہ پہ طمانچے مار مار کر لا رہے تھے۔

marfat.com

جب مختار کے سامنے آیا تو اُس نے پہلے اُس کے جسم کی ایک ایک بوٹی کاٹنے کا حکم دیا۔ جب اُس کا ایک ایک عضو کٹ گیا تو پھر اُس کی لاش پر گھوڑے دَوڑ لئے گئے پھر اُس کا سر کاٹ کر رکھ لیا گیا اور لاش کو آگ میں پھینک دیا گیا۔

اُس کا سَر ابھی لوگوں کے سامنے ہی پڑا ہوا تھا کہ ایک سانپ آیا اور اُس کے ایک نتھنے میں گھس کر دوسرے نتھنے سے باہر آگیا۔ اُس سانپ نے ایسا کئی بار کیا اور پھر غائب ہو گیا۔

یہ تھا خونِ حسینؑ کا انتقام۔ ہر شخص اپنے اپنے ظلم کی سزا بھگت رہا تھا جبکہ انتقامِ آخرت ابھی باقی ہے۔

جس روز ابن زیاد کو اپنی کرتوتوں کا بدلہ دینا پڑا اُس روز بھی یومِ عاشورہ تھا یہ ۱۰ محرم ۶۷ھ کا واقعہ ہے۔

اس کے ساتھ یزید نے وعدہ کیا تھا کہ جب تم میرے راستے سے حسینؑ ابن علیؓ کا کانٹا ہٹا دو گے تو میں تمہیں خراسان کا حاکم بنا دوں گا۔ لیکن نہ تو وہ وعدہ ہی پورا ہوا اور نہ ہی کوفہ و بصرہ کی گورنری باقی رہی۔ بالآخر کتوں کی موت مرا۔ اور قیامت ابھی باقی ہے۔

ذریعہ عبرت ہے اہلِ نظر کے لئے

marfat.com

یزید کا آخری کارنامہ
اور
اُس کا انجام

حجازِ مقدس میں امام حسینؑ کی شہادت کا بے حد گہرا اثر ہؤا۔ اور لوگوں نے یزید سے متنفر ہونا شروع کر دیا۔

خونِ حسینؑ پوری رعنائی اور دلآویزی کے ساتھ اپنے اثرات مرتب کر رہا ہے۔ جن لوگوں کو دھوکے سے بیعتِ یزید قبول کروائی تھی وہ بھی اور جنہوں نے دھوکے سے کر لی تھی وہ بھی اب بیعتِ یزید کو توڑ کر جناب عبداللہ ابن زبیر کے ہاتھوں پر بیعت کر رہے تھے۔ یزید کے جاسوسوں نے جب اُسے حرمین شریفین میں بسنے والوں کے بیعت توڑنے کے متعلق اطلاع دی تو وہ بہت تلملا گیا اور پھر اُس نے عاملِ مدینہ ولید کو معزول کر کے اُس کی جگہ محمد بن عثمان کو مدینہ کا گورنر بنا دیا۔ مگر لوگ بدستور یزید سے اظہارِ نفرت کرتے رہے یزید تو وہی یزید تھا جو پہلے تھا۔ فرق صرف یہ ہے کہ امام عالی مقام اُس کے فسق و فجور اور حدودِ اسلامیہ کو توڑنے کے متعلق پہلے ہی جانتے تھے۔ اور ان لوگوں کو اب معلوم ہؤا۔ اہلِ مدینہ سے کچھ لوگ دمشق جا جا کر اُس کی عیاشی و فحاشی کے کرتوتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے تھے۔

جب عثمان بن محمد گورنر بن کر آیا تو اُس نے مدینہ کے بزرگ لوگوں کو بلا کر سمجھایا کہ یزید کے متعلق آپ تک غلط افواہیں پہنچی ہیں۔ اس لئے آپ لوگ اُس کی بیعت کو نہ توڑیں۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے صحابہ کرام کی زندگیوں کے نمونے دیکھے ہوئے تھے۔ آسانی سے کیسے مان جاتے۔ تاہم اُنہوں نے وعدہ کر لیا کہ ہم خود جا کر تصدیق کرتے ہیں۔ اگر یزید حدودِ شریعت کی خلاف ورزی کرتا ہؤا نہ پایا گیا تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ چنانچہ ان بزرگ ہستیوں کا وفد دمشق کو روانہ ہو گیا۔ گورنر نے اپنے آدمی پہلے ہی روانہ کر دیئے تاکہ یزید کو اس وفد کی آمد کی اطلاع پہلے ہو جائے اور وہ ان کے سامنے اپنی حرکات سے باز رہے

marfat.com

یزید اپنی حرکات کیسے چھوڑ سکتا تھا۔ جو تعلیمات اُس کی گھٹی میں پڑ چکی تھیں اُن سے کیسے بچتا۔ ہاں البتہ اُس نے اتنا ضرور کیا کہ اس وفد کی دل کھول کر شاہانہ ٹھاٹھ سے خدمت کی اور کافی تحائف اور انعامات دے کر اُنہیں واپس کر دیا۔ وہ اُنہیں کوفی اور شامی لوگ سمجھا تھا۔ جن کو خزانوں کے مُنہ کھول کر جب چاہے خریدا جا سکتا تھا۔ اور یہی اُس کی غلطی تھی ـــــ وہ مدینۃ الرسُول کا وفد تھا اور یہ وہ لوگ تھے جن کے سامنے صحابہ کرام کی مقدس زندگی کی تصویر تھی۔ یہ لوگ مدینہ منورہ میں پہنچے تو اُنہوں نے صاف طور پر عوام الناس کو بتا دیا کہ "معاویہ کا بیٹا فاسق و فاجر اور تارکِ نماز ہے۔ کتّوں اور بندروں کا شکاری اور لہو و لعب کا رسیا ہے شراب کُھلے بندوں پیتا ہے۔ محرمات کو جائز سمجھتا ہے اور اُس کے زانی ہونے کے متعلق بھی ہمیں لوگوں نے بتایا۔ وہ شریعت کے قوانین کی ہرگز پرواہ نہیں کرتا اور اپنی من مانی کرتا ہے۔ اُس کا فسق و فجور اسقدر ظاہر ہے کہ اُس کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔

مدینہ منورہ کے لوگوں نے سُنا تو اُنہوں نے ایک دم اُس کی بیعت توڑ کر عبداللہ بن زبیر کے ہاتھوں پر بیعت کر لی اور پھر عبداللہ بن زبیر مکہ معظمہ کے عامل بن گئے۔

یزید کے لئے حجازیوں کی مخالفت سُوہانِ رُوح بن گئی۔ اب وہ ابنِ زیاد کو بھی اس کام پر مامور نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ امام حسینؓ کے قتل کے عوض میں اُسے خراسان کی حکومت دینے کا وعدہ کر کے یزید نے انحراف کر لیا تھا اور اُس کے بجائے **اسلم** کو وہاں کا گورنر بنا دیا تھا۔ ابن زیاد بد نہاد کو حکومت کس طرح مل سکتی تھی یہ تو قدرت کا انتقام تھا بہرحال اب ابن زیاد بھی یزید سے متنفر ہو چکا تھا اور اُس کے کسی بھی دوسرے کام کو کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اب یزید نے بڑی سوچ بچار کے بعد مسلم بن عقبہ کو لشکرِ جرار دیکر مدینہ منورہ پر چڑھائی کرنے کا حکم دے دیا۔ مسلم بن عقبہ جسے مُسرف بن عقبہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کو یزید نے جو حکم دیا وہ معتبر روایتوں کے مطابق یہ تھا کہ :۔

مدینہ کے لوگوں سے ہرگز ہرگز کسی نرمی کا سلوک نہ کیا جائے اُن لوگوں کے سر قلم کر دینا تمہیں اُن لوگوں پر فتح حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کی کارروائی کی اجازت ہے۔

چنانچہ خبیث و مردود مُسرف بن عقبہ نے مدینۃ الرسُول پر فوج کشی کر دی غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ کے صاحبزادے مدینہ کے لوگوں کو ساتھ لیکر مقابلہ میں آئے مگر یزید کی فوج بہت زیادہ تھی۔ بڑے بڑے معتقدر اور ذی وقار لوگ شہید کر دیئے گئے اور بالآخر

marfat.com

فوجِ یزید مدینہ منورہ پر قابض ہو گئی - اور پھر مدینہ پاک کی جو بے حُرمتی فوجِ یزید نے کی وہ حدِ بیان سے باہر ہے - اُنہوں نے مسجدِ نبوی شریف میں گھوڑے باندھے، محمدِ عربی کے منبر شریف کو غلاظت سے آلودہ کیا - خدا کی مار ہو اُن لوگوں پہ - جنّت کی کیاریوں میں اُن کے گھوڑے لید اور پیشاب کر رہے تھے اور وہ وحشت و بربریّت کی انتہا کرتے ہوئے مدینۃ الرّسول کی بہو بیٹیوں کی عصمت لوٹ رہے تھے - تاریخوں میں آتا ہے کہ اُنہوں نے ایک ہزار سے بھی زیادہ پاکبازوں کی عصمت دری کی - حجرۂ رسول کے باہر ستّر ہزار ملائکہ ایک طرف درود و سلام کے ہدیے پیش کر رہے تھے اور دوسری طرف یزید کے بدمعاش ذلالت و رزالت کی انتہا کر رہے تھے - یہ تھا یزید کا دوسرا کارنامہ - لعنت ہو خدا کی ایسی فوج بھیجنے والے پر اور ایسی فوج پہ -

مدینہ منورہ کی بے حُرمتی کرنے کے بعد لشکرِ یزید نے مکّہ معظمہ پر چڑھائی کر دی - مسرف بن عقبہ ملعون راستے ہی میں مر گیا اور یزید کے حکم کے مطابق اُس کی جگہ ایک دوسرے ملعون نے لی اور پھر مکّہ معظمہ میں جا کر اُنہوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور جگہ جگہ آگ لگا دی - منجنیقوں میں رکھ رکھ کر کعبۂ معلّےٰ پہ پتھر برسائے اور کعبے پہ آگ پھینکی جس سے غلافِ کعبہ جلنے لگا - علیٰ ہٰذا القیاس ظلم و ستم کی کوئی حد ایسی نہیں جو لشکرِ یزید نے نہ توڑی ہو - اور یہ سب کچھ حکمِ یزید سے ہوا تھا - کربلائے معلّےٰ کے واقعہ میں یزید کو ملوث ہونے سے بچانے والے اس ظلم کا کیا جواز پیش کریں گے -

مدینہ منورہ میں جو قیامت بپا ہوئی اس کو چھوڑ دو صرف یہ بتا دو کہ مدینہ منورہ پر فوج کشی کی اجازت اسلام دیتا ہے یا نہیں - مدینہ والوں کو خوفزدہ کرنے والوں کے لئے قرآن کی کیا تعزیر ہے - خواہ مخواہ ایک مردود و ملعون اور راندۂ درگاہ کی حمایت کرنے سے سوائے ذلالت و رزالت اور آتشِ جہنم کے اور کیا حاصل ہوگا -

اِدھر غلافِ کعبہ جل رہا تھا اور اُدھر یزید دم توڑ رہا تھا - اُس کی حکومت کو تین سال اور آٹھ ماہ ہو چکے تھے - اُس نے اپنی عیاشی فحاشی کے علاوہ ان تین سالوں میں یہ تین عظیم کارنامے سرانجام دے لئے تھے - نواسۂ رسول اور اُس کی اہل بیت کو شہید کروا دیا - شہرِ رسول کو لوٹا اور اُس کی بے حُرمتی کی - مولدِ رسول میں آگ لگائی اور کعبے کے غلاف کو جلایا اور اب وہ حمص میں قولنج کے شدید ترین درد سے تڑپ رہا ہے - شاہی حکیموں کی سب دوائیں

marfat.com

بیکار ثابت ہو رہی ہیں۔ درد تین دن سے اُٹھ رہا ہے اور مسلسل بڑھتا جاتا ہے۔ اور آخر اسی عذاب الیم میں گرفتار ہو کر جہنم میں داخل ہو گیا۔ لعنۃ اللہ علیہ و انصارہ و اعوانہ بنو عباس کی حکومت آئی تو اُنہوں نے اُس کی ہڈیاں جلانے کے لئے اُس کی قبر کھودی تو وہ پہلے ہی جلی ہوئی اور سیاہ تھیں۔ اُس کی قبر پر لوگ پتھر پھینکا کرتے تھے اور باب الصغیر دمشق میں جہاں اُس کی قبر تھی اب وہاں ایک شیشے کا کارخانہ ہے اور ٹھیک اُسی جگہ پر شیشہ گلنے والی بھٹی بنی ہوئی ہے۔ ملعون کو دونوں طرف سے آگ نے گھیر رکھا ہے۔ اور اُس کی نار بھی یہی تھی۔

جتھے جتھے یزید دی ٹیک لگی رہنا ایں اوس ستون چوں سیک اوندا
جا کے دیکھ توں اَج وی دمشق اندر اَج دی قبر ملعون چوں سیک اوندا (صائم چشتی)

شہیدانِ اہلِ بیت و بنی ہاشمؑ

سید الشہداء حضرت امام حسینؑ ابنِ علیؑ ابن ابوطالبؑ
شبیہِ رسولؐ حضرت علی اکبرؑ ابنِ حسینؑ ابنِ علیؑ ابنِ ابوطالبؑ
ننھا شہید حضرت علی اصغرؑ ابنِ حسینؑ ابن علیؑ ابنِ ابوطالبؑ
حضرت جناب ابوبکرؑ ابنِ امام حسنؑ ابنِ علیؑ ابنِ ابوطالبؑ
حضرت جناب عبدؑ بن حسنؑ ابنِ علیؑ ابنِ ابوطالبؑ
حضرت جناب قاسمؑ بن حسنؑ ابنِ علیؑ ابنِ ابوطالبؑ
علمدارِ حسینؑ حضرت عباسؑ ابنِ علیؑ ابنِ ابوطالبؑ
برادرِ عباسؑ حضرت عبداللہؑ ابنِ علیؑ ابنِ ابوطالبؑ
برادرِ عباسؑ حضرت عثمانؑ ابنِ علیؑ ابنِ ابوطالبؑ
برادرِ عباسؑ حضرت محمدؑ ابنِ علیؑ ابنِ ابوطالبؑ
برادرِ عباسؑ حضرت ابوبکرؑ ابنِ علیؑ ابنِ ابوطالبؑ
~~نائبِ حسینؑ حضرت مسلمؑ ابنِ عقیلؑ ابنِ ابوطالبؑ~~
~~حضرت محمدؑ ابنِ مسلمؑ ابنِ عقیلؑ ابنِ ابوطالبؑ~~
حضرت ابراہیمؑ ابنِ مسلمؑ ابنِ عقیلؑ ابنِ ابوطالبؑ
حضرت عبداللہؑ ابنِ مسلمؑ ابنِ عقیلؑ ابنِ ابوطالبؑ
حضرت محمدؑ ابنِ ابوسعیدؑ ابنِ عقیلؑ ابنِ ابوطالبؑ
حضرت جناب عبداللہؑ ابنِ عقیل ابنِ ابوطالبؑ
حضرت جناب عبدالرحمٰنؑ ابنِ عقیل ابنِ ابوطالبؑ
حضرت جناب جعفرؑ ابنِ عقیلؑ ابنِ ابوطالبؑ
حضرت عونؑ بن عبداللہؑ ابنِ جعفر طیار ابنِ ابوطالبؑ
حضرت محمدؑ بن عبداللہؑ ابنِ جعفر طیار ابنِ ابوطالبؑ

نوٹ ۱۔ جن اسماء پر خط کشید کئے ہیں یہ تینوں حضرات اس خونیں معرکہ کے پہلے شہید ہیں جو کربلا کے بجائے کوفہ میں شہید ہوئے۔

marfat.com

کربلا سے واپس آنیوالے

تصویر بتول سیدہ زینب بنت علی ابن ابو طالب

حضرت جناب رباب زوجہ حسین ابن علی ابن ابو طالب

حضرت جناب ام لیلیٰ زوجہ حسین ابن علی ابن ابو طالب

حضرت جناب سکینہ بنت حسین ابن علی ابن ابو طالب

جناب ام البنین والدہ عباس زوجہ علی ابن ابو طالب

حضرت جناب زین العابدین ابن حسین ابن علی ابن ابو طالب

حضرت جناب دختر مسلم ابن عقیل ابن ابو طالب

نوٹ :- بنی ہاشم کی چند بیبیاں اور بھی تھیں جن کے نام نہیں مل سکے۔

کربلا کے چند دوسرے شہید

حضرت جناب عبداللہ ابن عمیر

حضرت جناب زہیر ابن القین

حضرت جناب حر ابن ریاحی

حضرت جناب حبیب ابن مظاہر

حضرت جناب مسلم ابن عوسجہ

حضرت جناب ام وہب زوجہ عبداللہ

حضرت جناب بریر بن حضیر

حضرت جناب عمر بن قرظہ انصاری

حضرت جناب نافع بن ہلال مردی

حضرت جناب ابو ثمامہ صمائدی

حضرت جناب حنفی رضی اللہ عنہ

حضرت جناب عبداللہ ابن عروہ

حضرت جناب عبدالرحمٰن ابن عروہ

حضرت جناب سیف ابن حارث

حضرت جناب مالک ابن عبد

حضرت جناب حنظلہ ابن سعد

حضرت جناب شوذب ابن شاکر

حضرت جناب عابس انصاری

حضرت جناب عمرو بن خالد

حضرت جناب سعد مولے

حضرت جناب جبار ابن حارث

حضرت جناب مجمع بن عبید اللہ

حضرت جناب ابی زیاد کندی

حضرت جناب عبداللہ اسحلی رضوان اللہ علیہم اجمعین

نوٹ :- دیگر شہدائے کرام کے اسمائے گرامی انشاءاللہ العزیز شہید ابن شہید کے دوسرے حصہ میں آئیں گے۔

marfat.com

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
انتساب	۳	پیشگوئی نمبر ۷	۷۰
نذر	"	" نمبر ۸	۷۰
نقشِ اوّل	۴	" نمبر ۹	۷۱
شانِ اہلِ بیتِ مصطفےٰ ؑ	۸	" نمبر ۱۰	۷۱
بحرِ نبوّت کے دو موتی	۳۹	" نمبر ۱۱	۷۲
کون خاتونِ قیامت ؟	۴۰	" نمبر ۱۲	۷۲
پہلا پھول کھلتا ہے	۴۴	" نمبر ۱۳	۷۳
دوسرا پھول کھلتا ہے	۴۵	مقصدِ حسین ؑ	۷۴
سیرتِ حسین ؑ کا خاکہ	۴۶	یزید پلید کا مقصد	۸۰
سائل نوازی	۴۷	قرآن اور حسین ؑ	۹۰
شاعر نوازی	۴۷	عقل و عشق	۱۰۰
گلدستہ کی قیمت	۴۷	شہادتِ حسین ؑ کا پس منظر	۱۰۸
غلطی کا بدلہ	۴۷	اہلِ مدینہ کی معروضات	۱۱۲
خلقہ القرآن	۴۷	حسین ؑ، ماں ؑ کے مزار پر	۱۱۳
حسنِ عبادت	۴۷	حسین ؑ، نانا کے مزار پر	۱۱۸
لاجوابی کا انعام	۴۸	اہلبیت ؑ کی تیاری قیامتِ صغریٰ	۱۲۵
فضائلِ حسین ؑ مقامِ حسین ؑ	۴۹	رباعی	۱۳۵
شہادتِ حسین ؑ کی پیشگوئیاں	۶۷	مدینہ چھوٹ جاتا ہے	۱۳۷
پیشگوئی نمبر ۱	۶۷	حسین ؑ مکہ معظمہ میں	۱۴۱
" نمبر ۲	۶۸	کوفہ والوں کے خطوط	۱۴۲
" نمبر ۳	۶۸	امام مسلم ؑ کی کوفہ روانگی	۱۴۴
" نمبر ۴	۶۹	حضرت مسلم ؑ کوفہ میں	۱۴۶
" نمبر ۵	۶۹	حضرت مسلم کا خط امام عالی مقام	
" نمبر ۶	۷۰	کے نام	۱۴۷

marfat.com

یزید کے جاسوس	۱۴۸
یزید کا خط ابن زیاد کے نام	۱۴۹
اب دیکھئے کیا ہوتا ہے؟	۱۵۰
نقاب پوش شیطان	۱۵۱
نعمان کی معزولی	۱۵۲
کوفیوں کا کردار	۱۵۴
امام مسلمؓ کی پریشانی	۱۵۵
حضرت ہانی کو بلاوا	۱۵۷
عارضی جوش	۱۵۸
مسلم، ہانی کا گھر چھوڑ دیتے ہیں	۱۶۰
حضرت مسلمؓ کی شہادت	۱۶۲
ہاشمی تلوار چلتی ہے	۱۶۶
ابن زیاد کے سامنے	۱۶۸
دو ننھے مسافر	۱۷۱
اب کدھر جائیں؟	۱۷۳
شکور کی شہادت	۱۷۸
حبشیہ کنیز کا آنا	۱۸۰
یتیم بچے ذبح ہوتے ہیں	۱۸۶
ایک واقعہ	۱۸۷
جنت کا خواب	۱۸۷
ظلم کی سزا	۱۹۲
مکہ مکرمہ سے روانگی	۱۹۳
احباب کی آمد	۱۹۹
عبداللہ بن جعفر کا خط	۲۰۲
آغاز سفر	۲۰۴
راستوں کی ناکہ بندی	۲۰۵
زہیر بن قین کی ملاقات	۲۰۶
قاصدِ حسینؑ کوفہ میں	۲۰۸
کوفہ کی خبریں آجاتی ہیں	۲۱۰
مسلم کی بیٹی	۲۱۱
حرؓ سے ملاقات	۲۱۳
طرماح بن عدی	۲۱۷
ارض کربلا	۲۱۹
جانی پہچانی منزل	۲۲۱
عمرو بن سعد	۲۲۲
بالمشافہ گفتگو	۲۲۴
محرم کی نویں تاریخ	۲۲۸
محرم کی دسویں تاریخ	۲۲۹
ساتھیوں سے خطاب	۲۳۱
امام کے ساتھیوں کی التجاء	۲۳۲
امام اور حضرت زینبؑ	۲۳۵
ازواج طاہرات سے ملاقات	۲۳۸
ازواج کا غم میں ڈوبا جواب	۲۳۵
امام الانبیاءؐ کی تشریف آوری	۲۴۰
میدانِ قیامت	۲۴۲
یزیدی فوج اور حسینیؑ لشکر	۲۴۴
جہنمی، جہنم میں	۲۴۹
خطبۂ امام، اتمامِ حجت	۲۵۰

marfat.com

حق و باطل کی جنگ شروع ۲۵۲
حُرؑ حسینؑ کے قدموں میں ۲۵۴
شبیرؑ کے سپاہی ۲۵۶
حسینی نیزے۔ جابری لڑکے ۲۵۷
حضرت حنظلہ کی شہادت ۲۵۸
اور سخت حملہ ۲۵۸
مسلم بن عوسجہ کی شہادت ۲۵۹
زہیر بن قین۔ ۲۵۹
دو نوجوان ۲۶۰
دو پروانے ۲۶۰
حُرؑ میدانِ جنگ میں ۲۶۱
اُمِ وہب ۲۶۵
پروانۂ شبیر ۲۶۵
برادرانِ عباسؓ ابن علیؑ ۲۶۶
حضرت قاسم کی شہادت ۲۶۸
حضرت زینبؑ کے دو پھول ۲۷۴
شہزادہ علی اکبرؑ کی تیاری ۲۷۸
علی اکبرؑ کی شہادت ۲۸۲
حضرت علی اصغر کی شہادت ۲۹۲
قاصدِ مدینہ ۳۰۱
حضرت عباسؑ کی شہادت ۳۰۵
شہیدِ اعظمؑ کی شہادت ۳۱۲
خیمے جلا دیئے ۳۲۹
شامِ غریباں ۳۳۱
اسیرانِ اہلبیت کوفہ میں ۳۳۵
خولی اُجڑ گیا ۳۳۶
شہیدِ اعظم کا سر ابنِ زیاد کے سامنے ۳۳۷
بنت علیؑ کا خطبہ ۳۳۸
اہلبیتِ رسول ابنِ زیاد کے سامنے ۳۴۰
قیدی قافلہ یزید کے دربار میں ۳۴۱
لُٹا پٹا قافلہ دربارِ رسولؐ پر ۳۴۹
سلام ۳۵۲
شہادتِ حسینؑ کے اثرات ۳۵۳
قاتلانِ حسینؑ کا انجام ۳۵۳
جنات کے نوحے ۳۵۴
شمر ملعون کا انجام ۳۵۷
حرملہ کا انجام ۳۵۷
خولی بن یزید ۳۵۸
مالک بن بشیر ۳۵۸
سنان بن انس ۳۵۸
حکم بن طفیل ۳۵۸
ابنِ زیاد ملعون ۳۵۸
یزید کا آخری کارنامہ ۳۶۰
اس کا انجام ۳۶۰
شہیدانِ اہلبیت ۳۶۴
کربلا سے واپس آنے والے ۳۶۵
کربلا کے چند دوسرے
شہید۔ ۳۶۵

marfat.com

ہماری چند خوبصورت کتابیں

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور